ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۙ ۲
یہ (قرآن) وہ کتاب ہے جس (کے کلام اللہ ہونے) میں کوئی شک نہیں ہے
(یہ) ہدایت ہے ان پرہیزگاروں کیلئے
کتاب مستطاب
جلد ہشتم
فیضان الرحمن
فی تفسیر القرآن
از افادات عالیہ
مفسر قرآن حجۃ الاسلام حضرت العلام مجتہد العصر والزمان مدظلہ العالی
آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین النجفی
ناشر
مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فیضان الرحمٰن

جلد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جلد ہشتم

مصنف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آیت اللہ الشیخ محمد حسین النجفی دام ظلہٗ

کمپوزنگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فضل عباس سیال (الحمد گرافکس لاہور)

ڈیزائننگ وسیٹنگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قلب علی سیال فون:0301-7229417

سال اشاعت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔2013ء

ناشر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور

ہدیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ملنے کا پتہ

قرآن سینٹر 24 الفضل مارکیٹ اُردو بازار لاہور

فون نمبرز۔ 042-37314311,0321-4481214

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ ناشر

قارئین کرام!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ !مصباح القرآن ٹرسٹ۔۔۔۔۔عہدِ حاضر کی بعض عظیم ترین تفاسیر وتالیفات کی نشرواشاعت کے سلسلہ میں ایک عظیم اور پُروقار مرکز کی حیثیت سے اُمت مسلمہ کیلئے اپنی عاجزانہ خدمات انجام دے رہا ہے۔ادارہ ھذا کی یہ شہرت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور آپ حضرات کی تائید واعانت کا ثمرہ ہے۔

مہربان، رحیم وکریم خالق نے ''انسان'' کو اپنی تمام مخلوقات میں عزت وشرف کے تاج سے مزیّن فرما کر فلکِ نیلگوں کے زیرِ سایہ نعماتِ انواع واقسام سے سرشار ،فکری ونظری نشانیوں سے مرصع ایسے قطعۂ ارض پر متمکن فرمایا۔ جہاں ہر روز آفتابِ عالم ظلمات اللّیل کو فاش کرتے ہوئے نجوم وقمر کے تسلط کو دامنِ فلک میں گوشہ نشین کر دیتا ہے اور اپنے فیوضاتِ پُروقار سے ہر ذی روح کے اندر زندگی کی ہلچل کو تیز تر کر دیتا ہے۔

نظامِ شمس وقمر کی ان ضیاؤں سے ہر ذی روح اپنی اپنی استطاعتِ بصارت وبصیرت کے مطابق فیض یاب ہوتا ہے۔نباتات اپنی صغیر کلیوں اور حسین پھولوں کے ذریعے شبنم وقمر کی مٹھاس سے لطف اندوز ہوتے ہیں چرندو پرند سورج کی کرنوں سے سینۂ ارض پر غذائی نعمات پا کر مسرور ہوتے ہیں۔درندے تاریکیوں کو جال سمجھ کر اور روشنیوں کو غنیمت جان کر دھرتی پہ جلوہ فگن حُسنِ زندگی کو اپنی ہوس کا نشانہ بناتے ہیں۔سورج کی تمازت خیز کرنیں ہوں یا چاند کی دلنشیں شعاعیں ،صاحبانِ بصیرت کیلئے تاریکیوں سے نکل کر اُجالوں سے مستفیض ہونے کی نوید ہیں۔

لٰہذا وہ پاکیزہ نفوس کے حامل اہل بصیرت جو روشنیوں کے منتظر ہوتے ہیں، وہ خوابِ غفلت میں مدہوش گہری نیند نہیں سوتے بلکہ جونہی ظلمات اللیل اٹھتے ہیں، وہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو جاتے ہیں۔مگر وہ مریض نفوس جنہیں قدرت کی ایسی عظیم نعمتوں سے فیضیاب ہونا ہی نہیں آتا وہ سورج کے اس نورِ بے کراں کے سامنے بے فیض ہو کر اپنے مستقبل سے بے خبر، مایوسیوں کے شکنجے میں مقفس، پردے کی اوٹ میں چادر اُوڑھ

کرمعمول کی گہری نیند سوجاتے ہیں۔

''انسان''، جسم وروح سے مرکب، عقل سلیم کے زیور سے آراستہ اپنے اندر صفاتِ جمیلہ وصفات رذیلہ ہرایک کے ارتقاء کی قوت رکھتا ہے۔رذائل کا ارتقاء حیوانات سے بھی بدتر درجہ تک پہنچا دیتا ہے۔جبکہ صفات جمیلہ کے ارتقاء سے انسان ملائکہ سے بھی افضل قرار پاتا ہے۔مایوس اور مریض نفوس کی شفایابی کیلئے ،صفاتِ رذیلہ کے خاتمے اور صفاتِ جمیلہ کے ارتقاء کیلئے ہمیشہ حکیمِ روحانی کی ضرورت ہوتی ہے۔روحانی تسکین اورمعرفتِ الٰہی سے فیض یاب ہونے کیلئے قرآنی آیات پرغور وفکر کرنا،ان کے رموز وحقائق کو سمجھنا اورقرآن کی تعلیمات پرعمل پیرا ہوکر اپنی زندگی گزارنا،آخرت کی کامیابی وکامرانی کا باعث ہے۔

بلاشبہ دنیا کا ہر شخص دوسری زبانوں کے علاوہ اپنے ملک اوراپنی قومی زبان، بلکہ اپنے علاقے کی زبان سے زیادہ مانوس ہوتا ہے۔اس ضرورت کے پیشِ نظر پاکستان میں علاقائی ذوقِ زبان کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اورعقائد کی اصلاح اوران کی پختگی اوراعمال کی اہمیت اوران کی درستگی کیلئے 10 جلدوں پر مشتمل زیرِ نظر تفسیری مجموعہ''**فیضان الرحمٰن** '' قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جارہاہے۔یہ تفسیری مجموعہ آیت اللہ الشیخ محمد حسین النجفی مدظلہٗ العالی کی عظیم مساعی جمیلہ اورشب وروز کی محنت کا ثمرِ نایاب ہے۔خداوندعالم اُن کا سایہ ہمارے سروں پرقائم ودائم رکھے اورانہیں طاقت وصحت کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔

اراکین مصباح القرآن ٹرسٹ قبلہ موصوف کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اُنہوں نے ادارہ ھذا کو یہ تفسیری مجموعہ پرنٹ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔مزید برآں آپ ہماری تمام کتب بشمول تفسیر فیضان الرحمٰن ''مصباح القرآن ٹرسٹ'' کی ویب سائٹ www.misbahulqurantrust.com کے ذریعے گھر بیٹھے پڑھ سکتے ہیں۔

ہمیں اُمید ہے کہ صاحبانِ علم وتحقیق حسبِ سابق ''مصباح القرآن ٹرسٹ'' کی اس کوشش کو بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے اوراس گوہرِ نایاب سے بھرپور علمی وعملی استفادہ فرمائیں گے۔اورادارہ کو اپنی قیمتی تجاویز وآراء سے ضرور مستفید فرمائیں گے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔والسلام

اراکین

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

فہرست مضامین جلد ہشتم

سُوْرَةُ سَبَاٍ ---------- ۸۱

سُوْرَۃُ فَاطِرٍ ---------------------------- ۱۲۳

جو شخص گناہ کو گناہ سمجھ کر کرے اس کی اصلاح ہوسکتی ہے لیکن جو گناہ کو ثواب سمجھ کر کرے اس کی

سُوْرَۃُ صٓ ---------- ۲۴۴

سُوْرَۃُ الزُّمَرِ ---------- ۲۷۹

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

آیات القرآن

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾

ترجمۃ الآیات

اور تم میں سے جو خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گی اور نیک عمل کرتی رہے گی تو ہم اس کو اس کا اجر دہرا دیں گے اور ہم نے اس کے لیے (جنت میں) عمدہ روزی تیار کر رکھی ہے (۳۱) اے نبی کی بیویو! تم اور (عام) عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو۔ پس تم ایسے نرم لہجہ میں بات نہ کرو کہ جس کے دل میں کوئی بیماری ہے وہ طمع کرنے لگے اور قاعدے کے مطابق (باوقار طریقہ سے) بات کیا کرو (۳۲) اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور سابقہ زمانہ جاہلیت کی طرح اپنی آرائش کی نمائش نہ کرتی پھرو (باہر نہ نکلا کرو) اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دیا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو۔ اے اہل بیت! اللہ تو بس یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کے رجس (آلودگی) کو دور رکھے اور تمہیں اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جس طرح پاک رکھنے کا حق ہے (۳۳) اور اللہ کی جو آیتیں اور حکمت کی جو

باتیں تمہارے گھروں میں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو بے شک اللہ بڑا باریک بین (اور) بڑا باخبر ہے۔

تشریح الفاظ

(۱) یقنت ،قنوت کے معنی اطاعت وفرمانبرداری کے ہیں ۔(۲) ۔قرن۔ یہ قرار سے بھی ہوسکتا ہے اور وقار سے بھی پہلی صورت میں اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اپنے گھروں میں قرار واستقلال سے رہو۔(۳) ۔تبرج۔ کے معنی زیب وزینت کے اظہار ونمائش کرنے کے ہیں ۔(۴) ۔الرجس ۔رجس کے کئی معنی ہیں جن میں سے ایک معنی گناہ ہیں۔

تفسیر الآیات

۳۰) ومن یقنت منکن۔۔۔الآیۃ

اس سے اوپر والی آیت میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کوئی بے حیائی اور برائی کرے گی اسے دوہری سزا دی جائے گی اور یہاں یہ حقیقت بیان کی جارہی ہے کہ تم میں سے جو کوئی خدا اور رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کرے گی اسے دہری جزا دی جائے گی اور خدا نے جنت میں اس کے لیے بہترین روزی مہیا کر رکھی ہے۔

۳۱) ینساء النبی لستن۔۔۔الآیۃ

پیغمبر اسلامؐ سے نسبت کی وجہ سے آدمی کی حیثیت بدل جاتی ہے

رسول اکرم ﷺ کی ازواج کے لیے یہ دوہری جزا وسزا اس لیے مقرر کی گئی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کی ذات گرامی صفات کی طرف انتساب کی وجہ سے وہ عام عورتوں جیسی نہیں ہیں کیونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی عظیم یا حقیر چیز کی طرف نسبت سے چیز کے اندر حسن یا قبح پیدا ہوجاتا ہے تو اگر کسی شخص کو نسبی یا سببی لحاظ سے پیغمبر اسلامؐ سے نسبت ہوجائے تو یقیناً اس کے اندر ایک ایسی امتیازی کیفیت پیدا ہوجائے گی جس کی وجہ سے وہ عام لوگوں جیسا نہیں رہے گا اور پھر اس وجہ سے اس کے گناہ وثواب کی نوعیت بھی بدل جائے گی یعنی اس کی نیکی کا

ثواب بھی عام لوگوں سے دوگنا ہوگا اور برائی کا عذاب بھی دوگنا ہوگا جیسا کہ ازواج النبیؐ کے متعلق یہاں قرآن میں اور سادات کے متعلق امام جعفر صادقؑ کے فرمان میں یہ صراحت مذکور ہے۔(اصول کافی''اور عقل سلیم کی مدد سے اس میں وسعت دی جائے تو ہر ایسا شخص جس کے کردار کو لوگ مثال بنائیں خواہ دنیوی سبب سے جیسے صاحبان اقتدار یا دینی حیثیت سے جیسے علماء وواعظین ان پر بھی یہی حکم جاری ہوگا کہ ان کی ذمہ داری زیادہ ہوگی اوران کے کردار کی جزا وسزا بھی دوسروں سے بڑھ کر ہوگی۔''(فصل الخطاب)

۳۲) ان اتقیتن۔۔۔الآیۃ

یہ شرط اس فضیلت کی ہے جو خداوند عالم نے ازوج النبی کو آپ کی زوجہ ہونے کی وجہ سے عطا کی ہے اور شرط عائد کر کے خداوند عالم ازواج النبی کو یہ تنبیہ کرنا چاہتا ہے کہ اسی نسبتی فضیلت پر بھروسہ کر کے بیٹھ نہ جائیں بلکہ وہ یہ حقیقت ذہن نشین کرلیں کہ یہ فضیلت تقویٰ اختیار کرنے اور خدا اور رسول کے اوامر ونواہی کی تعمیل کرنے پر موقوف ہے۔لہٰذا اگر تقویٰ اور احکام خداوندی کی پابندی ختم ہوگئی تو پھر یہ فضیلت بھی ختم ہوجائے گی اور احترام بھی ختم ہوجائے گا۔

۳۳) فلا تخضعن بالقول۔۔۔الآیۃ

ازواج النبی کیلئے چند ہدایات الٰہیہ

یہاں ازواج کو ان کے خصوصی مرتبہ ومقام کی وجہ سے چند ہدایات دی جارہی ہیں۔پہلی ہدایت: یہ ہے کہ اگر کسی نامحرم سے پس پردہ رہ کر بات کرنی پڑے تو اپنے لہجہ میں ایسی نرمی اور لوچ نہ رکھیں جس سے کوئی ایسا شخص جو کسی دل کی خرابی میں گرفتار ہو وہ کوئی طمع کرنے لگے یعنی اس کے جذبات میں انگیخت پیدا ہو اور وہ آگے قدم بڑھانے کی ہمت کرے بلکہ شرفاء میں گفتگو کرنے کے جو آبرومندانہ اور شریفانہ قاعدے ہوتے ہیں ان کے مطابق اچھی گفتگو کریں اور اس کے ساتھ ساتھ شائستگی کے خلاف دل آزار لب ولہجہ بھی اختیار نہ کریں کیونکہ مضبوط وشریفانہ لہجہ اور ہوتا ہے اور تلخ ودل شکن لہجہ اور؟؟

اس سے واضح ہوگیا کہ ضرورت کے وقت نامحرم آدمی سے گفتگو کرنے مین کوئی مضائقہ نہیں ہے ہاں البتہ ایسے موقع پر عورت کا انداز گفتگو ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ جس سے کسی بیمار دل کے اندر کوئی فاسد خیال پیدا ہو۔

۳۴) وقرن فی بیوتکن۔۔۔الآیۃ

دوسری ہدایت: استقرار واستقلال کے ساتھ اپنے گھروں میں رہو اور کسی خاص اہم شرعی ضرورت

کے بغیر اپنے گھروں سے باہر نہ نکلو یہاں سے اسلام میں پردہ کا آغاز ہورہا ہے۔گو بظاہر خطاب ازواج النبی سے ہے مگر درحقیقت تمام مسلم خواتین اس کی مخاطب ہیں کہ سب کو بوقت ضرورت برقع پہن کر اور چادر میں نہاں ہو کر گھر سے باہر نکلنا چاہیے مگر ازواج النبی کے لیے یہ پابندی قدرے سخت ہے کیونکہ وہ عام عورتوں جیسی نہیں ہیں اس لیے انہیں چاہیے کہ وہ اپنے گھروں میں بیٹھی رہیں اور گھر کی چار دیواری کے اندر بھی پردہ کریں۔

۳۵)ولا تبرّجن۔۔۔۔الآیۃ

تیسری ہدایت: سابق زمانہ جاہلیت کی طرح اپنی سج دھج اور آرائش وزیبائش کی نمائش نہ کرتی پھریں جو چہرہ اور جسم کا حسن دکھانے سے اور اپنے لباس اور زیور کی نمائش سے بھی اور چال ڈھال اور ناز و ادا کے مظاہرے سے بھی متصود ہوسکتی ہے۔الغرض ازواج النبی کو ہر قسم کے مظاہرۂ جمال سے باز رہنے کا حکم دیا جارہا ہے اسلام وقرآن تو ازواج النبیؐ اور دوسری مسلم خواتین کی عصمت وعفت کی حفاظت کی خاطر یہ احکام صادر فرماتے ہیں کہ عورتیں گھروں میں رہیں کہ ان کا اصل کام گھر میں ہے اور عورت کے گھر میں بیٹھنے کو اسلام نے اس کا جہاد قرار دیا ہے مگر بدقسمتی سے آج یہ ہورہا ہے کہ مسلمان عورتیں خوب بن سنور کر اور بن ٹھن کر بے حجاب بازاروں اور درباروں میں گھوم پھر رہی ہیں اور لوگوں کو دعوت گناہ دے رہی ہیں اور لڑکے لڑکیاں مخلوط تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور مرد عورتیں آزادانہ ماحول میں اکٹھی ملازمت کر رہے ہیں اور بے باکانہ انداز میں فلموں اور ڈراموں کے اندر عاشقانہ گیت گا رہے ہیں بلکہ ناچ رہے ہیں کیا یہ اسلامی ثقافت ہے؟ یا یہ مغربی تہذیب کی بھونڈی نقالی ہے؟ کیا اسلام اس حیا سوز اور غیرت باختہ کلچر کی اجازت دے سکتا ہے یا اسلام کے اندر اس قسم کی ثقافت کی کوئی گنجائش ہے؟ وہ قبل از اسلام کے دور کی جاہلیت تھی اور یہ اکیسویں صدی کی جہالت ہے اور جو ماں باپ اپنی جوان بیٹیوں کو اور جو بھائی اپنی بہنوں کو اور جو شوہر اپنی بیویوں کو اس قسم کے کام واقدام کی اجازت دیتے ہیں ان کا اپنی غیرت اور اپنے اسلام کے بارے میں کیا خیال ہے؟؟

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

افادہ:

مولانا مودودی لکھتے ہیں ''عورت کے بیرون خانہ سرگرمیوں کے جواز میں بڑی سے بڑی دلیل جو پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے جنگ جمل میں حصہ لیا تھا لیکن یہ استدلال جو لوگ پیش کرتے ہیں انہیں شاید معلوم نہیں ہے کہ خود حضرت عائشہ کا اپنا خیال اس بارے میں کیا تھا؟ عبداللہ بن احمد بن حنبل نے زوائد

الزاہدین میں، ابن منذر، ابن ابی شیبہ اور ابن سعد نے اپنی کتابوں میں مسروق کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت عائشہ جب تلاوت قرآن کرتے ہوئے اس آیت (وقرن فی بیوتکن) پر پہنچتی تھیں تو بے اختیار رو پڑتی تھیں یہاں تک کہ ان کا دوپٹہ بھیگ جاتا تھا کیونکہ اس پر انہیں وہ غلطی یاد آجاتی تھی جو ان سے جنگ جمل میں ہوئی تھی'' (تفہیم القرآن۔ج ۴ ج ۹۱)

۳۶) واقمن الصلوۃ۔۔۔الآیۃ

چوتھی، پانچویں اور چھٹی ہدایت: نماز قائم کریں، زکوۃ ادا کریں اور رسول کی اطاعت کریں۔ظاہر ہے کہ تمام مسلمان عورتیں ان ہدایات میں ازواج النبی کے ساتھ شریک ہیں بلکہ ان آخری تین ہدایات میں مرد بھی شامل ہیں۔ بھلا کون ایسا مسلمان مرد یا عورت ایسی ہوسکتی ہے جو نماز پڑھنے، زکوۃ دینے اور خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے کے حکم سے مستثنیٰ ہو؟؟

۳۷) انما یرید اللہ۔۔۔الآیۃ

آیت تطہیر کن ہستیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟

امت مسلمہ میں سخت اختلاف ہے کہ آیت تطہیر کن ہستیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟ ایک نظریہ یہ ہے کہ پنجتن پاک کے حق میں نازل ہوئی ہے۔دوسرا عندیہ یہ ہے کہ صرف ازواج النبی کے حق میں نازل ہوئی ہے اور تیسرا خیال یہ ہے کہ ازواج النبی اور پنجتن پاک دونوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ تمام شیعہ پہلے نظریہ کے قائل ہیں اور دوسرا قول اہل سنت کا ہے اور تیسرا قول جو دراصل انہی دو قولوں کی درمیان کی جمع وتوفیق ہے یہ بھی بعض برادران اسلامی کا ہے۔

اس آیت کے پنجتن پاک کے حق میں نازل ہونے کا ثبوت

اگر یہ بات صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے کہ قرآن پیغمبر اسلامؐ کے قلب مقدس پر نازل ہوا ہے اور وہی اس کے سب سے بڑے اور حقیقی مفسر ہیں اور یہ تفسیر آپ کے منصبی فرائض میں شامل تھی **ویعلمھم الکتب والحکمۃ**۔تو آنحضرتؐ نے اس کی جو تفسیر بیان فرمائی ہے وہ یہی ہے جس سے فریقین کی کتب تفسیر وحدیث چھلک رہی ہیں کہ یہ آیت خمسہ نجباء یعنی پیغمبر اسلامؐ، حضرت علیؑ، جناب خاتون قیامت اور حضرات حسنین شریفین کے حق میں نازل ہوئی ہے ارشاد نبوت ہوتا ہے کہ **نزلت الآیۃ فی وفی علی وفاطمہ والحسن والحسین**۔کتب اہل سنت میں کم از کم اٹھارہ عدد ایسی حدیثیں موجود ہیں۔(ملاحظہ ہو صحیح مسلم، مشکوۃ شریف، ترمذی، سنن

بیہقی، مستدرک حاکم، مسند احمد بن حنبل، کنزالعمال، تفسیر ابن جریر طبری، تفسیر درمنثور، تفسیر کشاف، تفسیر نیشاپوری وغیرہ وغیرہ)

آیت تطہیر کے نزول کے بعد چھ ماہ تک پیغمبر اسلامؐ کا دروازہ فاطمیہ پر ہر نماز کے وقت آیت تطہیر کی تلاوت کرنا

متعدد کتب فریقین میں مذکور ہے کہ آیت تطہیر کے نزول کے بعد مسلسل چھ ماہ تک پیغمبر اسلام ہر نماز کے وقت جناب سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء کے دروازہ پر تشریف لے جاتے اس آیت کی تلاوت کرتے اور فرماتے الصلوۃ یا اھل البیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ (ملاحظہ ہو۔ تفسیر درمنثور، ج ۵ ص ۱۹۹، مسند امام احمد بن حنبل ج ۳ ص ۲۷۵، مستدرک حاکم جلد ۳، مطالب السئول ص ۸، ینابیع المودۃ باب ۵۵، ص ۱۷۴ وغیرہ وغیرہ)

ازواج النبی کے بارے میں آیت تطہیر کے نازل ہونے کے متعلق کوئی حدیث موجود نہیں

ہم نے متعدد کتب تفسیر وحدیث کی ورق گردانی کی ہے مگر ہمیں کتب فریقین میں پیغمبر اسلامؐ کی ایک حدیث بھی ایسی نہیں ملی جس میں یہ مذکور ہو کہ آیت تطہیر ازواج النبی کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ ع آزمائے جس کا جی چاہے۔

کسی زوجہ نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ آیت ان کے حق میں نازل ہوئی ہے

تمام ازواج النبی میں سے کسی محترمہ کا یہ دعویٰ کرنا بھی نظر قاصر سے نہیں گزرا کہ یہ آیت ان کے حق میں نازل ہوئی ہے جب نبیؐ یہ فرماتے ہیں کہ آیت خمسہ نجباء کے حق میں نازل ہوئی، اصحاب بھی یہی روایت بیان کرتے ہیں اور ازواج بھی یہی بیان کرتی ہیں تو بعد ازاں یہ کہنا کہ یہ آیت ازواج النبی کے حق میں اتری ہے کیا مدعی سست اور گواہ چست والی بات نہیں ہے؟ ہاں البتہ اس قول کا قائل صرف عکرمہ تھا وہی اس کا ڈھنڈورا پیٹا کرتا تھا جو باتفاق مورخین خارجی تھا۔ (معجم الادباء)

پیغمبر اسلامؐ کا بعض ازواج النبی کو چادر تطہیر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دینا

مسند احمد بن حنبل ج ۲، ص ۲۹۲ اور کنزالعمال ج ۷، ص ۱۰۳ میں جناب ام سلمہ کی زبانی مروی ہے کہ میں نے دامن عبا کو اٹھا کر اندر داخل ہونا چاہا تو آنحضرتؐ نے فرمایا: تنجی عن اهلبیتی۔ اے ام سلمہ! میرے اہل بیت نبوت سے دور ہو جاؤ۔ فتنحیت فی زاویة ۔ چنانچہ میں مکان کے ایک گوشے میں بیٹھ گئی (تفسیر درمنثور ج ۵، ص ۱۹۸، تفسیر ابن جریر ج ۲۲ ص ۶ پر مذکورہ بالا روایت کے ساتھ یہ اضافہ بھی ہے کہ جناب ام سلمہ نے اس موقع پر عرض کیا۔ الست من اهل البیت؟ ۔ کیا میں اہل بیت (نبوت) سے نہیں ہوں؟ اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا انت من ازواج النبی! تم نبی کے ازواج سے ہو۔

ازواج النبی کے حق میں آیت تطہیر کا نزول ماننے والوں کا استدلال

جن حضرات کا یہ خیال ہے کہ آیت تطہیر ازواج النبی کے حق میں نازل ہوئی ہے ان کے چند استدلال ہیں۔

۱ پہلا استدلال یہ ہے کہ آیت جس سیاق وسباق میں وارد ہوئی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل بیت سے مراد ازواج النبی ہیں اس استدلال کی کمزوری بچند وجہ واضح ہے۔

اولا۔ اس لیے کہ ظاہر اس وقت تک حجت ہوتا ہے جب تک اس کے خلاف کوئی نص موجود نہ ہو لیکن جب یہاں نصوص صحیحہ وصریحہ موجود ہیں کہ یہ آیت خمسہ نجباء کے حق میں نازل ہوئی ہیں تو پھر اس ظاہر کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔

ثانیا۔ کئی احادیث میں وارد ہے کہ تفسیر قرآن اس لیے بھی مشکل ہے کہ ان الآیة من القرآن ان یکون اولها فی شئی واو سطها فی شئی وا خرها فی شئی اخر ۔ کہ آیت ایک ہوتی ہے مگر ابتدائی حصہ کسی چیز کے بارے میں ہوتا ہے درمیانی حصہ کسی اور چیز کے متعلق ہوتا ہے اور آخری حصہ کسی اور چیز کے بارے میں۔ (تفسیر صافی عن الباقر والصادق علیہم سلام)

امام کے اس کلام کی تائید مزید صاحب تفسیر المنار کے استاد جناب مفتی محمد عبدہ مصری کے بیان سے ہوتی ہے کہ ان من عانة القرآن ان ینتقل بألا نسان من شان الی شان ثم یعود الی مباحث المقصد الاول المرة بعد المرة ۔ کہ قرآن کی یہ عادت ہے کہ وہ انسان کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل کرتا ہے اور پھر مقصد کے متعلقہ مباحث کی طرف یکے بعد دیگرے پلٹ

جا تا ہے۔(تفسیر المنارج ۲ ص ۵۱ ۴ طبع مصر طبع ثانی)

جس کی زندہ مثال یہی آیت تطہیر ہے جس سے پہلے ازواج النبی کا ذکر ہو رہا تھا اور اس کے بعد پھر ازواج کا تذکرہ ہے مگر درمیان میں اہل بیت نبوت کا ذکر خیر آ گیا۔

دوسرا استدلال: یہ ہے کہ قرآن مجید میں کئی بار کئی مقامات پر لفظ اہل بیت آیا ہے اور ہر جگہ اس میں بیوی داخل ہے۔جیسے جناب ابراہیمؑ کو بیٹے کی بشارت والے قصہ میں وارد ہے۔رحمة الله وبركاته عليكم اهل البيت۔وغیرہ تو اس کا جواب واضح ہے کہ ہم نے یہ کب کہا کہ لفظ اہل البیت میں بیوی کبھی داخل نہیں ہوتی تا کہ یہ آیتیں پیش کر کے اس کے داخل ہونے کا ثبوت فراہم کیا جائے ہم تو صرف یہ کہتے ہیں کہ فریقین کی بکثرت احادیث کے قرینہ سے اس آیت تطہیر میں لفظ اہل البیت سے مراد بیویاں نہیں بلکہ خمسہ نجباء ہیں۔

اہل البیت کی تین قسمیں ہیں

اہل علم حضرات جانتے ہیں کہ اہل البیت کی تین قسمیں ہیں

۱۔اهل البيت سكنى جو اس گھر میں رہتے ہیں

۲۔اهل البيت شرفی جو بھی اس گھر والوں کے ساتھ ان کے شرف میں شریک ہیں۔جیسے سلمان منا اهل البيت

۳۔اهل البيت نسبى جو صاحب خانہ کے نسبی قرابتدار ہیں

ظاہر ہے کہ بیوی پہلی قسم میں تو بہر حال داخل ہے مگر یہاں آیت تطہیر میں اہل البیت کی تیسری قسم مراد ہے جس میں قطعاً ازواج داخل نہیں ہیں۔یہی وجہ ہے کہ جہاں جہاں صرف ازواج النبی کا تذکرہ کیا گیا ہے وہاں جمع مونث کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں مگر آیت تطہیر میں جمع مذکر کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں جو اس بات کی نا قابل رد دلیل ہے کہ یہاں مرد چار موجود ہیں اور مستور صرف ایک ہے۔

اظہار افسوس

یہاں بعض مفسرین نے ان حدیثوں کے راویوں پر بحث کر کے اپنی اہل بیت دشمنی کا ثبوت پیش کیا ہے جو آیت تطہیر کے خمسہ نجباء کے حق میں نازل ہونے پر دلالت کرتی ہیں کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ اگر کسی روایت سے اصحاب کی شان ظاہر ہو تو اسے بلا چوں و چراں قبول کر لیا جا تا ہے کتاب کیسی ہو اور راوی جیسا ہو لیکن اگر کوئی روایت اہل بیت کی شان میں وارد ہو تو پھر وہاں علم الرجال کا سہارا لیا جا تا ہے کہ فلاں نے کہا کہ فلاں

راوی کمزور ہے۔ اگرچہ وہ روایت صحاح ستہ یا دیگر کتب معتبرہ میں بھی موجود ہو یاللعجب۔

بسوخت عقل زحیرت کہ
این چہ بو العجبی است

آیت تطہیر خمسۂ نجباء کی عصمت وطہارت کی محکم دلیل ہے

جب بفضلہ تعالیٰ سطور بالا میں آیت تطہیر کا خمسہ نجباء کے حق میں نازل ہونا ثابت کر دیا گیا ہے تو اس سے ان ذوات مقدسہ کی عصمت و طہارت بھی واضح و آشکار ہو جاتی ہے کیونکہ یہاں اہل بیت سے جس ''رجس'' کے اذہاب کا تذکرہ کیا گیا ہے اس لفظ کے دس معنوں میں سے ایک مسلمہ معنیٰ ''اثم'' یعنی گناہ بھی ہے تو جن ہستیوں سے خدا ہر قسم کے گناہ کو دور رکھے انہی ہستیوں کو شریعت کی اصطلاح میں معصوم کہا جاتا ہے۔

ایک ایراد اور اس کا جواب

کہا جاتا ہے کہ عصمت خاصۂ انبیا است۔ کہ معصوم ہونا صرف انبیاء اور ملائکہ کا خاصہ ہے ان کے علاوہ اور کوئی معصوم نہیں ہو سکتا۔ اس ایراد کا جواب بالکل واضح ہے کہ یہ نظریہ خانہ ساز ہے اس کا کوئی ثبوت قرآن وسنت میں موجود نہیں ہے۔ قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین ؟؟؟ بلکہ قرآن اس خودساختہ نظریہ کے خلاف شہادت دے رہا ہے چنانچہ جناب مریمؑ بنص قرآن معصومہ و مطہرہ ہیں۔ ان اللہ اصطفاك وطهرك واصطفاك على نساء العالمين۔ مگر ظاہر ہے کہ وہ نہ نبی ہیں نہ فرشتہ۔ مگر ہیں معصومہ۔ اس سے واضح و آشکار ہو گیا کہ یہ نظریہ لوگوں کی ذہنی اختراع کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔ والحمدللہ

انما یرید اللہ میں ارادہ سے مراد تکوینی ارادہ ہے

انما کلمہ حصر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ فضیلت اہل بیت سے ہی مخصوص ہے اور کوئی بھی اس فضیلت میں ان کے ساتھ ان کا شریک نہیں ہے اور ارادہ الہیہ کی دو قسمیں ہیں۔ ۱) تکوینی, ۲) اور تشریعی

چنانچہ پہلے ارادہ کا تعلق خدا کے افعال سے ہوتا ہے اور دوسرے ارادے کا تعلق بندوں کے افعال سے ہوتا ہے پھر پہلا یقینی الوقوع ہوتا ہے اور دوسرا اس طرح نہیں ہوتا۔ بناء بریں جو ارادہ اللہ کے افعال سے متعلق اور اہل بیت سے مخصوص ہے وہ ارادہ تکوینی ہے جس پر ان کی طہارت مترتب ہوتی ہے۔ والحمدللہ

بخلاف دوسرے ارادہ تشریعی کے کہ اس کا تعلق سب لوگوں سے ہے اور وہ یقینی الوقوع بھی نہیں ہے۔

۳۸)واذ کرن ما یتلی ۔۔الآیة

آیات الہیہ سے مراد قرآن مجید ہے لیکن حکمت سے کیا مراد ہے؟ عام مفسرین نے اس سے سنت نبویہ مراد لی ہے جو کہ قرآن کی تفسیر وتشریح کی حیثیت رکھتی ہے۔(مجمع البیان)

علماء کرام نے اذ کرن کے دو معنی کئے ہیں

۱)۔اشکرن ۔یعنی اللہ کے اس احسان پر شکر خدا کرو کہ تمہارے گھروں میں قرآن وسنت کے چرچے ہیں۔

۲)۔احفظن ۔یعنی قرآن وسنت کو یاد رکھو اور پھر اس کے مطابق زندگی گزارو اور دوسرے لوگوں تک بھی یہ حقائق اور احکام پہنچاؤ تا کہ چراغ سے چراغ جلتا رہے اور اس طرح علم کی روشنی پھیلتی رہے۔

آیات القرآن

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ۝۳۵ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا ۝۳۶ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ

وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۨ ﴿۳۸﴾ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿۳۹﴾ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾

ترجمة الآيات

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ،مومن مرد اور مومن عورتیں ،اطاعت گزار مرد اور اطاعت گزار عورتیں ، سچے مرد اور سچی عورتیں ،صابر مرد اور صابر عورتیں ،عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں ،صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں ،روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں ،اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں اللہ نے ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر وثواب مہیا کر رکھا ہے۔(۲۵) کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب خدا اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو انہیں اپنے (اس) معاملے میں کوئی اختیار ہو اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے گا۔(۳۶)۔(اے رسول! وہ وقت یاد کرو) جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے اور آپ نے احسان کیا تھا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے (اسے نہ چھوڑ) اور اللہ سے ڈر۔ اور آپ (اس وقت) وہ بات اپنے دل میں چھپا رہے تھے جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور آپ لوگوں کی طعن وتشنیع سے ڈر رہے تھے حالانکہ اللہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے۔ کہ آپ اس سے ڈریں (بہرحال) جب زید نے اس عورت (زینب) سے اپنی حاجت پوری کر لی (اسے طلاق دے دی) تو ہم نے اس خاتون کی شادی آپ سے کر دی تا کہ اہل

ایمان پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے (نکاح کرنے) کے معاملے میں کوئی تنگی نہ رہ جائے جب وہ ان سے (اپنی) حاجت پوری کر چکے ہوں (اور انہیں طلاق دے کر فارغ کر چکے ہوں) اور اللہ کا حکم تو بہرحال ہو کر رہتا ہے۔(۳۷) اس کام کے کرنے میں نبی پر کوئی مضائقہ نہیں ہے جو خدا نے ان کے لیے مقرر کیا ہے جو لوگ (انبیاء) اس سے پہلے گزر چکے ہیں ان کے بارے میں بھی خدا کا یہی معمول رہا ہے اور اللہ کا حکم حقیقی اندازے کے مطابق مقرر کیا ہوا ہوتا ہے۔(۳۸)۔ اور (پیغمبرؑ) ایسے لوگ ہیں جو اللہ کے پیغامات (اس کے بندوں تک) پہنچاتے ہیں اور اسی سے ڈرتے ہیں اور وہ اللہ کے سوا اور کسی سے نہیں ڈرتے اور محاسبہ کے لیے اللہ ہی کافی ہے۔(۳۹) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں۔ ہاں البتہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین (سلسلہ انبیاء کے ختم کرنے والے اور مہر اختتام) ہیں اور خدا ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے(۴۰)

تشریح الالفاظ

(۱)۔وطرا ۔وطر کے معنی حاجت اور ضرورت کے ہیں۔(۲) ادعیاء۔ یہ دعی کی جمع ہے جس کے معنی منہ بولے بیٹے کے ہیں۔(۳) حرج ۔ کے معنی تنگی اور مضائقہ کے ہیں۔(۴)۔رسالات۔ یہ رسالہ کی جمع ہے جس کے معنی پیغام کے ہیں۔(۵)۔خاتم النبیین ۔خاتم کو اگر ''ت'' کی زیر کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کے معنی ختم کرنے والے کے ہیں اور اگر ''ت'' کی زبر سے پڑھا جائے تو اس کے معنی ختم کرنے کا آلہ اور مہر اختتام کے ہوتے ہیں۔

تفسیر الآیات

۳۹) ان المسلمین والمسلمات۔۔الآیة

اس آیت کی شان نزول

اس آیت کی شان نزول کے بارے میں مروی ہے کہ جب اسماء بنت عمیسؓ اپنے شوہر جناب جعفر طیار

سمیت ہجرت حبشہ سے واپس

آئیں تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! مسلمان عورتیں تو بالکل خسارے میں ہیں آپ نے فرمایا وہ کس طرح؟ عرض کیا کہ جس طرح مردوں کا خیر و خوبی سے ذکر کیا جاتا ہے اس طرح عورتوں کا تذکرہ کیوں نہیں کیا جاتا؟ اس پر خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (مجمع البیان)

اور بعض روایات میں جناب اسماءؓ کی جگہ ام سلمہ کا نام مذکور ہے کہ انہوں نے یہ عرضداشت پیش کی تھی۔ (المیزان)

ایمان اور عمل صالح اور اس کے نتائج میں مرد وزن یکساں ہیں

اگر چہ عام اسلامی احکام مرد و عورت دونوں کو شامل ہیں مگر کچھ مرد کی بعض لحاظ سے برتریت اور کچھ عورت کے ستر اور پردہ پوشی کی وجہ سے عموماً مردوں کو ہی مخاطب بنایا گیا ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا۔ اور عورتوں کو اس میں ضمنی اور تبعی حیثیت سے شامل کیا جاتا ہے اس لیے عورتوں کا اس بات کو محسوس کرنا ایک فطری امر تھا۔ جس کا انہوں نے بارگاہ رسالت میں اظہار کیا اور خدا نے ان کی شکایت کا ازالہ کرتے ہوئے واضح کیا کہ اسلام میں نجات کا دارومدار ایمان و عمل صالح پر ہے اور معیار تعظیم و تکریم تقوائے الٰہی ہے اور اس سلسلہ میں مرد و عورت میں کوئی امتیاز نہیں ہے اسلام ہو یا ایمان اطاعت گزاری یا تابعداری، صدق وصفا ہو یا صبر و رضا، خشوع ہو یا صدقہ وخیرات، روزہ داری ہو یا افطاری، شرمگاہوں کی حفاظت ہو یا ذکر خدا غرضیکہ تمام صفات عالیہ اور اخلاق متعالیہ سے متصف اور آراستہ ہونے میں ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ سب کے لیے خدائے رحیم و کریم نے گناہوں کی بخشش اور اجر و ثواب عظیم مہیا کر رکھا ہے۔

(۴۰) والمومنین والمومنات۔۔۔ الآیۃ

اسلام و ایمان دو مختلف حقیقتیں ہیں

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اسلام و ایمان ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ یعنی جو اسلام ہے وہی ایمان اور جو ایمان ہے وہی اسلام ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ اسلام و ایمان دو مختلف حقیقتیں ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید کی اس آیت سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَلٰكِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا وَلَمَّا یَدۡخُلِ الۡاِیۡمَانُ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ ؕ۔ بدو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں ان سے کہو کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یہ کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ابھی تمہارے دلوں میں داخل ہوا ہی نہیں ہے۔ (حجرات۔ ۱۴)

اسلام و ایمان میں کیا فرق ہے؟

قابل غور بات یہ ہے کہ ان دونوں میں باہمی فرق کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے درمیان ایک فرق تو یہی ہے جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ اسلام کا تعلق انسان کے ظاہر اور اقرار لسانی سے ہے اور ایمان کا تعلق اس کے باطن اور تصدیق قلبی سے ہے اور دوسرا فرق یہ ہے کہ اسلام میں صرف اقرار توحید و رسالت اور قیامت کافی ہے اور ایمان میں اس کے علاوہ عدالت باری اور امامت آئمہ اہل بیت کا اقرار بھی لازم ہے اور تیسرا فرق یہ ہے کہ اسلام میں صرف اقرار لسانی کافی ہے کہ جب ایمان میں اس کے ساتھ عمل صالح بھی ضروری ہے کیونکہ ۔الایمان تصدیق با لجنان ،اقرار باللسان و عمل بالارکان یعنی ایمان تصدیق قلبی ،اقرار لسانی اور عمل جوارحی وارکانی کا نام ہے۔(اصول کافی و نہج البلاغہ)

اسلام و ایمان کا علاماتی فرق؟

حضرت پیغمبر اسلامؐ فرماتے ہیں۔ المسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ۔ یعنی مسلمان وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے سب مسلمان محفوظ ہوں جو نہ کسی مسلمان کو ہاتھ سے تکلیف پہنچائے اور نہ زبان سے کسی کو اذیت پہنچائے ۔(متفق علیہ) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں ۔المومن من ائتمنہ الناس علی اعراضھم وعلی اموالھم ۔ کہ مومن وہ ہے کہ جسے لوگ اپنی عزت و ناموس اور مال و منال کا امین سمجھیں۔(جامع السعادات)

نیز مومن کے بارے میں فرمایا: المومن من امن جارہ بوائقہ وما امن بی من بات شبعانا وجارہ طاو۔ مومن وہ ہے جس کا پڑوسی اس کی شرارت اور برائی سے محفوظ ہو اور وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جو پیٹ بھر کر رات گزارے جبکہ اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔(ایضا)

منطقی اصطلاح کے مطابق ان کے درمیان عام خاص مطلق کی نسبت ہے کہ جہاں بھی ایمان ہے وہاں اسلام بھی ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ جہاں اسلام ہو وہاں ایمان بھی ہو۔ دوسرے لفظوں میں ایمان شریک اسلام ہے مگر اسلام شریک ایمان نہیں ہے۔ نیز ظاہری اسلام کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے نکاح، میراث صحیح اور جان و مال محفوظ ہو جاتے ہیں مگر اخروی اجر و ثواب کا دارومدار ایمان پر ہے۔(کافی وصافی)

(۴۱) وما کان لمؤمن...الآیۃ

اس آیت کی شان نزول

یوں مروی ہے کہ حضرت رسول خدا نے اپنی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی زینب بنت جحش کا رشتہ اپنے منہ بولے بیٹے زیدؓ بن حارثہ کے لیے طلب کیا مگر زینبؓ اوران کے بھائی عبداللہ بن جحشؓ نے انکار کیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی جب جناب زینب اوران کے بھائی کو اس کا علم ہوا تو وہ نکاح پر راضی ہو گئے اور آپ نے ان کا نکاح زید سے پڑھایا اور دس (۱۰) دینار، ساٹھ درہم اور کچھ پارچات اور خوردونوش کی کچھ چیزیں حق مہر مقرر کر کے خود ادا فرمایا۔ (مجمع البیان، ابن کثیر قرطبی وغیرہ)۔

اس آیت کا تقاضا کیا ہے؟

اگرچہ اس آیت کے نزول کا ظاہری سبب ایک خاص واقعہ ہے مگر قاعدہ یہ ہے کہ۔ **الا عتبار بعموم الوارد لا بخصوص المورد**۔ کہ الفاظ کے عموم کا اعتبار کیا جاتا ہے خصوصی موقع کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ لہٰذا اس آیت کے عمومی الفاظ سے جو کچھ واضح ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جب خدا اور رسولؐ کسی معاملے کا فیصلہ کردیں تو پھر اہل ایمان کو وہ خواہ مرد ہوں یا عورتیں انفرادی طور پر یا اجتماعی وشورائی طور پر، فردی طور پر یا حکومتی طور پر۔ بہرحال ان کو اپنے حق خودارادی کے استعمال کرنے کا کوئی اختیار باقی نہیں رہ جاتا کیونکہ مسلمان اپنے انفرادی اور اجتماعی فیصلوں میں خدا اور رسول کے فیصلہ کے پابند ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی فرد یا حکومت یا اس کا کوئی ذیلی ادارہ خدا اور رسول کی کسی فیصلے سے انحراف کر کے خود کوئی فیصلہ کرتا ہے تو وہ اسلام کا باغی متصور ہوگا اور کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا سمجھا جائے گا۔ قرآن مجید میں ایک جگہ مسلمانوں کی جو یہ تعریف کی گئی ہے کہ **وامرھم شوریٰ بینھم** کہ وہ اپنے معاملات باہمی مشورہ سے طے کرتے ہیں تو اس سے مراد ان معاملات میں مشورہ کرنا ہے جن کے متعلق خدا اور رسول نے کوئی فیصلہ نہ کیا ہو۔

۴۲) واذ تقول للذی۔۔۔ الآیۃ

حضرت زید بن حارثہ کا مختصر تعارف اور زینب بنت جحش سے ان کی شادی کا تذکرہ

زید بن حارثہ کسی شخص کا غلام تھا۔ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت سے پہلے اسے بازار عکاظ سے خریدا تھا جب کہ وہ ہنوز کم سن تھا اور پھر اسے آزاد کر کے عربوں کے عام رواج کے مطابق اسے منہ بولا بیٹا

بنالیا تھا۔ چنانچہ مکہ مکرمہ میں لوگ اسے زید بن محمد کہا کرتے تھے اور نزول قرآن اور اسلام کی آمد کے بعد جب ایسا کہنے کی ممانعت وارد ہوئی اور ایسے لوگوں کو ان کے اصلی باپ کی طرف منسوب کر کے پکارنے کا حکم نازل ہوا کہ **ادعوھم لآبائھم**۔ تب لوگوں نے اسے زید بن حارثہ کہنا شروع کیا اور ''آپ نے اسلامی مساوات کو عملی شکل میں پیش کرنے کے لئے اپنی پھوپھی زاد بہن کو رضامند کر کے ان کی شادی ان کے ساتھ کر دی۔ اس طرح وہ ایک حیثیت سے خاندان بنی ہاشم کا جزو بن گئے۔ (فصل الخطاب ج ۶ ص ۱۳۸)

عام طبقاتی نقطہ نگاہ سے زینب بلند تھیں اور زید پست۔ لہٰذا کچھ اس وجہ سے اور کچھ دوسرے وجوہ سے ان دونوں میاں بیوی کے ازدواجی تعلقات ناخوشگوار رہنے لگے یہاں تک کہ زید نے انہیں طلاق دینے کا ارادہ کیا اور باوجودیکہ خداوند عالم پیغمبر اسلامؐ کو غیبی طور پر دنیا و آخرت میں ان کی ہونے والی بیویوں کے نام بتا چکا تھا جن میں جناب زینبؓ کا نام بھی شامل تھا کہ وہ دنیا میں آپ کی ازواج میں داخل ہوں گی۔ لیکن جب ان کے نزاع کا معاملہ آپؐ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپؐ نے اس اندیشہ کے تحت کہ منافقین ان پر طعن و تشنیع نہ کریں کہ وہ ایک ایسی عورت کے بارے میں جو کسی اور کے گھر میں ہے آپ اسے اپنی بیوی بتا رہے ہیں اس بات کا اظہار نہ کیا بلکہ حتیٰ الامکان ان کے تعلقات سدھارنے کی کوشش کی اور زید سے کہا کہ اسے اپنی زوجیت میں رہنے دے اور اللہ سے ڈر یعنی اسے طلاق نہ دے اس لیے اللہ فرما رہا ہے کہ آپؐ دل میں وہ بات چھپا رہے تھے جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا؟ نیز یہ اندیشہ بھی آپ کے دل میں تھا کہ اگر میں نے زینبؓ سے اسے طلاق ملنے کے بعد شادی کی تو لوگ کہیں گے کہ اپنی بہو کو اپنی بیوی بنا لیا جسے خدا یوں بیان کر رہا ہے کہ آپ لوگوں سے ڈر رہے تھے حالانکہ اللہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔ یعنی جب یہ نیا عقد و ازدواج ایک غلط رسم کی بیخ کنی کرنے اور ایک غلط ذہنیت کو ختم کرنے کے لیے کیا کرایا جا رہا ہے تو پھر اس اصلاحی اقدام کرنے سے شرم و حیا کرنے یا لوگوں کے طعن و تشنیع سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟

۴۳) فلمّا قضیٰ زید۔۔۔ الآیۃ

زید کے زینب کو طلاق دینے اور خدا کے پیغمبر اسلامؐ سے ان کی شادی کرانے کا قصہ

الغرض جب زید اور زینبؓ کے تعلقات خوشگوار نہ ہوئے اور رفتہ رفتہ نوبت طلاق تک پہنچ گئی تو خدا فرماتا ہے کہ جب زید نے زینبؓ سے حاجت پوری کر لی یعنی ان سے دل بھر گیا اور انہیں اپنی زوجیت میں رکھنے

کی خواہش نہ رہی تو ہم نے اس خاتون کی شادی آپؐ سے کر دی۔لہٰذا اس طلاق سے جناب زینبؓ کو جو رنج ہوا تھا اس کی خدا نے اس طرح تلافی کی کہ جناب زینبؓ اس پر ہمیشہ فخر کرتی تھیں کہ کسی کی شادی ماں باپ یا دوسرے عزیز واقارب کر دیتے ہیں جبکہ میری شادی خدا نے کی ہے۔(عیون الاخبار بروایت امام رضا علیہ السلام)

مروی ہے کہ خداوند عالم نے تین شادیاں اپنی خاص نگرانی میں کرائی ہیں۔

(۱) جناب آدمؑ وحواؑ کی (۲) حضرت پیغمبر اسلام اور زینب کی (۳) حضرت علیؑ اور فاطمہؑ کی ۔(نور الثقلین)

پیغمبر اسلامؐ نے یہ شادی کر کے ایک جاہلی رسم کو ختم کر دیا

قدیم الایام سے عرب جو اپنے متبنیٰ بیٹے کی بیوی سے شادی کرنے کو باعث ننگ و عار جانتے تھے پیغمبر اسلامؐ نے بحکم پروردگار زید کی مطلقہ سے شادی کر کے اس غلط رسم کا خاتمہ کر دیا اور واضح کر دیا کہ اسلامی نقطہ نگاہ سے جاہلی رسم ورواج کی پرکاہ کے برابر کوئی حیثیت نہیں ہے اور واضح کر دیا کہ جو قانون بھی رسول کے حکم کے خلاف بنایا جائے وہ جاہلی قانون ہے جس کا مٹانا اور ختم کرنا ایک مسلمان کی پہلی ترجیح ہونی چاہیے۔کیونکہ۱

ہم مسلمان ہیں ہمارا کیش ہے ترک رسوم
ملتیں جب مٹ گئیں اجزاء ایمان ہوگئیں

اور یہ واقعہ ۵ ہجری میں واقع ہوا۔

۴۴) سنۃ اللہ فی الذین ۔۔۔الآیۃ

پیغمبر اسلامؐ کے لئے فرائض کی ادائیگی اور جائز کاموں کے کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جیسا کہ خدا کا ہمیشہ سے اپنے سابقہ انبیا کے ساتھ یہی معمول اور دستور رہا ہے کہ جائز کاموں کی انجام دہی میں جیسے نکاح کرنے میں ان کے لیے کبھی کوئی سختی اور تنگی نہیں رہی ہے۔

۴۵) الّذین یبلغون رسالات ۔۔۔الآیۃ

داعیان

حق کی یہ تعریف ہے کہ تبلیغ حق کے سلسلہ میں خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے

اس آیت سے اور دوسری آیات وروایات سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ خدائے علیم وحکیم منصب نبوت ورسالت کے لیے جن ہستیوں کو منتخب کرتا ہے وہ اس قدر دلیر ہوتے ہیں کہ اپنے خالق ومالک کے پیغامات اس کے بندوں تک پہنچانے کے سلسلہ میں اللہ کے سوا اور کسی بھی مخلوق سے نہیں ڈرتے۔ اور ظاہر ہے کہ اگر وہ مخلوق سے ڈرنے لگیں تو وہ اپنی منصبی ذمہ داریوں سے کس طرح عہدہ برآ ہوں گے اور اگر بالفرض وہ لوگوں سے ڈر کر تبلیغ حق میں کسی قسم کی تقصیر وکوتاہی کریں گے تو پھر انہیں اللہ کے محاسبہ سے کون بچائے گا؟؟

فاضل طبرسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ وفی ھذا دلالۃ علی ان الانبیاء لا یجوز علیھم التقیۃ فی تبلیغ الرسالۃ۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ تبلیغ رسالت کے سلسلہ میں انبیاء کے لیے تقیہ کرنا جائز نہیں ہے۔ (مجمع البیان) کیونکہ ع

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

نیز اس آیت کا مفاد یہ ہے کہ انبیا خدائی پیغام کے پہنچانے میں خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور یہاں پیغمبر اسلامؐ کے جس خوف کا تذکرہ موجود ہے وہ آپ کے ذاتی مسائل اور مخصوص حالات کی وجہ سے تھا جو شان انبیا کے منافی نہیں ہے۔

۴۶) ماکان محمد...الآیۃ

پیغمبر اسلامؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں

پیغمبر اسلامؐ کے جناب زینب سے شادی کرتے ہی اور اس کے حریم نبوت میں آتے ہی منافقوں اور یہود وغیرہ کی طرف سے اعتراضات کی بارش شروع ہوگئی اور جس بات کا اندیشہ تھا وہ سامنے آ گئی اور ان لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ اپنی بہو کو بیوی بنالیا اور بیٹے کی بیوی سے شادی کرلی۔ قرآن نے ان سب کی بکواس بازی کو ایک جملہ میں ختم کر دیا کہ پیغمبر اسلامؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ اگر وہ قاسمؑ اور ابراہیمؑ

اورعبداللہ کے باپ ہیں تو وہ بچے ہیں مرد نہیں ہیں اور اگر وہ امام حسنؑ و حسینؑ اور دوسرے آئمہ اہل بیت اوردوسرے سادات کرام کے باپ ہیں توحسنین شریفین بھی آپ کے حین حیات میں بچے تھے۔علاوہ ازیں وہ آپ کے اپنے رجال تھے(رجالکم)نہیں ہیں۔وھذا اوضح من ان یخفیٰ

۴۷) ولکن رسول اللہ۔۔۔الآیۃ

البتہ آنحضرتؐ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں

مسئلہ ختم نبوت بایں معنی کہ جو سید الانبیاء ہیں وہی اس معنی میں خاتم الانبیاء بھی ہیں کہ ان کے بعد صبح قیامت کے طلوع ہونے تک کوئی نیا پرانا نبی ،بحیثیت نبی ورسول تشریعی وغیر تشریعی ظلی یا بروزی منجانب اللہ نہیں آ سکتا۔یہ ان اسلامی مسلمات بلکہ ان ضروریات اسلام میں سے ہے جن پر تمام فرقہائے اسلام کا اجماع واتفاق ہے اور جن کا منکر دائرہ اسلام سے خارج متصور ہوتا ہے۔

جب سے متنبیٔ پنجاب نے اپنی خانہ ساز نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس وقت سے اس آیت میں تاویلات کا ایک دروازہ کھل چکا ہے۔لہٰذا اس وقت سے اس مسئلہ نے ایک خاص اہمیت حاصل کر لی ہے اگر چہ علماء اسلام نے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے اور لکھ رہے ہیں۔ہم نے بھی اپنی کتاب احسن الفوائد میں اس موضوع پر مفصل گفتگو کی ہے مگر یہاں بھی بقدر گنجائش اس موضوع پر کچھ تبصرہ کرتے ہیں۔وعلیہ التکلان۔

ختم نبوت قرآن کریم کی روشنی میں

قرآن مجید میں ایسی بہت سی آیات مبارکہ موجود ہیں جو بالصراحت یا بالاشارہ ختم نبوت پر دلالت کرتی ہیں ان میں سے پہلی آیت یہی ہے۔ما کان محمد ابا احد من رجالکم ۔۔۔الآیۃ ۔یہاں دو چیزیں قابل غور ہیں ایک لفظ خاتم کی تحقیق اور دوسرے النبیین کی تحقیق سوامر اول کے متعلق واضح ہو کہ قراء سبعہ میں سے دو نے یعنی حسن اور عاصم نے اس لفظ کو خاتم (ت کی زبر سے) پڑھا ہے اور باقی پانچ نے اسے خاتم (ت کی زیر سے بروزن حاتم پڑھا ہے)لہٰذا اگر اسے خاتم یعنی (ت) کی زیر سے پڑھا جائے تو پھر تو بات واضح ہے کہ اس کے معنی سب نبیوں کے ختم کرنے والے کے ہیں اور اگر خاتم یعنی (ت) کی زبر سے پڑھا جائے تو تب بھی اس کے ایک معنی آخر کے ہیں کہا جاتا ہے۔خاتم القوم ای آخرھم ۔(المنجد لسان،العرب،القاموس وغیرہ)

بنابریں ثابت ہوا کہ لفظ خاتم کو خواہ ''ت'' کے کسرہ سے پڑھا جائے یا فتحہ سے دونوں اعتبار سے اس کے معنی ختم کرنے والے اور سب کے آخر میں آنے والے ہی کے ہوتے ہیں اور اگر چہ خاتم (تا کے فتحہ کے

ساتھ) کے ایک معنی مہر کے بھی ہیں لیکن اس سے بھی ہمارے مدعا پر کوئی زد نہیں پڑتی کیونکہ ظاہر ہے کہ مہر کسی مطلب کے خاتمہ پر اور اسے بند کرنے کے بعد ہی لگائی جاتی ہے اور جب کسی تحریر پر مہر لگ جائے تو اس کے بعد کچھ نہیں لکھا جاتا اور اگر لکھا جائے تو وہ جعلی متصور ہوتا ہے۔

ایک تاویل علیل کی رد

امت مرزائیہ اس مہر نبوت کا مطلب یہ لیتی ہے کہ آپ نبیوں کی مہر ہیں یعنی جس جس پر آپ کی مہر لگتی جائے گی وہ نبی بنتا جائے گا اور آئندہ جو نبی آئیں گے وہ آپ کی مہر لگنے سے ہی نبی بنیں گے۔ یہ تاویل بالکل علیل ہے کیا جب یہ کہا جائے کہ یہ فلاں جج کی مہر ہے تو کیا اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس پر یہ مہر لگتی جائے گی وہ جج بنتا جائے گا۔ یہ مجسٹریٹ کی مہر ہے تو کیا اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ جس پر یہ مہر لگتی جائے گی وہ مجسٹریٹ بنتا جائے گا۔ مالکم کیف تحکمون؟؟

اور جہاں تک دوسری چیز یعنی لفظ النبیین کا تعلق ہے تو واضح ہے کہ النبیین نبی کی جمع ہے اور علم عربیت کے ماہرین کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ جب جمع پر تعریف کا الف، لام داخل ہو جائے تو وہ عموم و استغراق کا فائدہ دیتا ہے۔ بناء بریں النبیین کے معنی ہوں گے تمام نبی اور خاتم النبیین کے معنی ہوں گے تمام نبیوں کے ختم کرنے والے۔

اس سلسلہ کی دوسری آیت

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ؕ (مائدہ۔۴)

آج کے دن میں نے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کر دیا اور دین اسلام کو تمہارے لیے دین منتخب کر دیا۔

یہ آیت بانگ دہل اعلان کر رہی ہے کہ جس قصر دین کا سنگ بنیاد حضرت آدم نے رکھا تا اور پھر یکے بعد دیگرے سب انبیاء اس کی تعمیر میں حصہ لیتے رہے وہ آخر کار خاتم الانبیاء کے ہاتھوں پر اپنی تکمیل کو پہنچ گیا ہے۔ لہٰذا جب عقائد عبادات، معاملات اور اخلاق وغیرہ غرضیکہ جب ہر لحاظ سے دین مکمل ہو گیا ہے سب احکام نازل ہو چکے ہیں، پیغمبر اسلامؐ نے ان کی توضیح اور تبلیغ بھی کر دی ہے اور اب قرآن و سنت میں جمیع ما یحتاج الیہ الامۃ۔ موجود ہے تو پھر کسی نبی کے آنے کی ضرورت کیا ہے؟

ختم نبوت احادیث خاتم النبیین کی روشنی میں

اس سلسلہ میں احادیث نبویہ کا اس قدر وافر مقدار میں ذخیرہ موجود ہے کہ جن کا عدو احصاء مشکل ہے اور اس کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ ہاں البتہ بطور نمونہ یہاں دو چار حدیثوں کے پیش کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے۔

۱)۔پیغمبر اسلامؐ فرماتے ہیں۔ان مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فاحسنه واجمله الاموضع لبنة من زاویة فجعل الناس یطوفون به ویعجبون به ویقولون هلا وضعت هذه اللبنة فانا اللبنة وانا خاتم النبیین ۔(بخاری کتاب المناقب باب خاتم النبیین ،مسلم ج ۲،ص ۲۴۸ کتاب الفضائل باب خاتم النبیین ،مسند احمد بن حنبل ج ۲،ص ۲۹۸ وغیرہ)۔"یعنی میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے نبیوں کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے ایک گھر بنایا اور اسے خوب حسین وجمیل بنایا مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی اب جو لوگ اس گھر کا چکر لگاتے ہیں اور اس کی خوبصورتی پر تعجب اور حیرت کا اظہار کرتے ہیں مگر کہتے ہیں کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی۔فرمایا وہ آخری اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں"۔

اس قسم کی متعدد حدیثیں مسلم شریف میں موجود ہیں اور آخری حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں ۔فختمت الانبیاء۔پس میں آ گیا ہوں اور نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا۔

۲)۔لا تقوم الساعة حتی یبعث دجالون کذابون کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔فرمایا!اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ جھوٹے دجال (قریباً تیس) نہیں اٹھائے جائیں گے جو دعویٰ کریں گے کہ وہ نبی ہیں حالانکہ میں خاتم الانبیاء ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔(سنن ابی داؤد۔ترمذی وغیرہ)

۳)۔فرمایا۔کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء کلما هلك نبی خلفه نبی وانه لا نبی بعدی وسیکون خلفاء۔(بخاری کتاب المناقب،مسلم کتاب الفضائل،ابن ماجہ مسند احمد بن حنبل وغیرہ)

۴)۔فرمایا لا یبقی بعدی من النبوة شئی الا المبشرات قالو یارسول الله!وما المبشرات ؟قال الرؤیا الصالحة یراها المسلم او تریٰ له۔میرے بعد نبوت کا کوئی جزو باقی نہیں رہا سوائے مبشرات کے۔صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ!مبشرات کیا ہیں؟فرمایا وہ اچھا خواب جو کوئی مسلمان دیکھے یا کسی اور کو اس کے لیے دکھایا جائے۔(سنن ابی داؤد،سنن ابن ماجہ،مسند احمد بن حنبل وکنز العمال)

۵)۔قال رسول الله لعلی انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی۔فرمایا!یا

علی! تمہیں میرے ساتھ وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (بخاری و مسلم کتاب فضائل الصحابہ، مسند احمد بن حنبل وغیرہ)

صاحب تفسیر روح البیان لکھتے ہیں کہ لو جاء بعد رسول اللہ نبی لجاء علی بن ابیطالب لانه منه بمنزلة هارون من موسیٰ۔ یعنی اگر پیغمبر اسلامؐ کے بعد کوئی نبی آ سکتا تو پھر علی ابن ابی طالب آتے کیونکہ ان کو آپ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ وفی هذا کفایة لمن له ادنیٰ درایة۔

ختم نبوت احادیث آئمہ طاہرین کی روشنی میں

اگرچہ اس سلسلہ میں آئمہ طاہرینؑ کے بکثرت فرامین موجود ہیں مگر بنظر اختصار دو چار ارشادات پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔

۱)۔ حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ بعث الله محمدا رسوله لانجاز عدته وتمام نبوته۔ (نہج البلاغہ، خطبہ دوم) یعنی خداوند عالم نے حضرت محمد مصطفیٰ کو ایفائے عہد اور منصب نبوت کے تمام کرنے کی خاطر رسول بنا کر بھیجا۔

۲)۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ لقد ختم الله بکتابکم الکتب و ختم بنبیکم الانبیاء۔ (اصول کافی و تفسیر صافی) خدا نے تمہاری کتاب (قرآن) کے ذریعہ سے کتابوں اور تمہارے نبی کے ذریعہ سے تمام نبیوں کو ختم کر دیا۔

۳)۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ لقد ختم بنبیکم النبیین فلا نبی بعده ابداً و ختم بکتابکم الکتب فلا کتاب بعده۔ (اصول کافی) یعنی خداوند عالم نے تمہارے نبی کے ذریعے سے تمام نبیوں کو ختم کر دیا ہے اب ان کے بعد کبھی کوئی نبی نہیں آئے گا اور تمہاری کتاب کے ذریعہ سے تمام کتابوں کو ختم کر دیا اب اس کے بعد کوئی کتاب نہیں آئے گی۔

۴)۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں وشریعة محمد صلی الله علیه واله لا تنسخ الی یوم القیامة ولا نبی بعده الی یوم القیامة فمن ادعی بعده نبوة اواتی بعده بکتاب فدمه مباح لکل من سمع ذالك (عیون الاخبار) پیغمبر اسلامؐ کی شریعت قیامت تک منسوخ نہیں ہو گی اور آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا پس جو شخص آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے یا کوئی کتاب لانے کا ادعا کرے تو جو شخص بھی اس کا دعویٰ سنے اس پر اس کا خون مباح ہے۔

ختم نبوت عقل سلیم کی روشنی میں

اگر چہ ہر قسم کے تعصب وعناد اور اندھی تقلید و تاسی کی پٹی آنکھوں سے اتار کر عقل سلیم کی روشنی میں غور کیا جائے تو عقل سلیم بھی یہی فیصلہ کرتی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کے آجانے کے بعد اب کسی نبی کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ عقل وشرح کی روشنی میں چار صورتوں میں نبی کے تقرر کی ضرورت پیش آتی ہے۔

۱)۔کسی ایسی قوم کی طرف نبی بھیجا جائے جہاں پہلے کوئی نبی نہ آیا ہو یا اس کا پیغام وہاں نہ پہنچاؤ۔

۲)۔سابقہ نبی کی تعلیم بالکل بھلادی گئی ہو یا بالکل محرف کر دی گئی ہو۔

۳)۔سابقہ نبی کے ذریعہ مکمل ہدایت نہ ملی ہو۔

۴)ایک نبی کی اعانت کے لیے دوسرے نبی کی ضرورت ہو۔

اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو سرکار ختمی مرتبت کی تشریف آوری کے بعد ان چار ضرورتوں میں سے ایک بھی باقی نہیں رہتی۔لہٰذا اب کسی نبی کی آمد باعث رحمت نہیں ہوسکتی۔البتہ باعث لعنت وزحمت ضرور ہوسکتی ہے کیونکہ جب کسی قوم میں کوئی نبی آتا ہے تو فوراً کفر وایمان کا سوال پیدا ہوجاتا ہے اور ماننے والے ایک امت اور نہ ماننے والے دوسری امت قرار پاتے ہیں اور اتفاق کی جگہ افتراق پیدا ہوجاتا ہے اور پھر اس تمام ضلالت و گمراہی کی ذمہ داری خدا اور رسول پر عائد ہوگی کہ اگر خاتم الانبیاء کے بعد بھی کسی نبی نے آنا تھا اور ہم نے اس پر ایمان بھی لانا تھا تو پھر انہوں نے کیوں خاموشی اختیار کی؟

اگر چہ خدا اور رسول کی خاموشی ہی آنے والے کسی مدعی نبوت کے دعویٰ کے بطلان کے لیے کافی تھی چہ جائیکہ قرآن وسنت عہدہ نبوت کے پیغمبر اسلامؐ پر ختم ہوجانے اور آئندہ کسی نبی کے نہ آنے کی تصریحات سے چھلک رہے ہیں جن کا ایک کرشمہ اوپر پیش کر دیا گیا ہے۔

ختم نبوت اجماع واتفاق مسلمین کی روشنی میں

جہاں تک اس مسئلہ پر تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کے اجماع واتفاق کا تعلق ہے تو یہ بات عیاں راچہ بیان کی مصداق ہے چونکہ پہلے ہی یہ موضوع خاصا طویل ہوگیا ہے اس لیے بنظر اختصار اسلامی دنیا کے اکابر علماء کرام کے بیانات عالیہ پیش کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

آنجا کہ عیاں است چہ حاجت بیان است!

جناب عیسیٰؑ کا دوبارہ آنا ختم نبوت کے منافی نہیں ہے

امت مرزائیہ سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے عموماً جناب عیسیٰؑ کی آمد والی حدیثیں پیش کیا کرتی ہے کہ اگر ان کے آنے سے پیغمبر اسلامؐ کی ختم نبوت میں خلل نہیں پڑتا تو اگر کوئی مثیل مسیح آجائے تو پھر کیوں خلل پڑسکتا ہے؟

اس کے بارے میں مختصر گزارش یہ ہے کہ بے شک آخری زمانہ میں حضرت عیسیٰؑ آسمان سے زمین پر تشریف لائیں گے مگر وہ اپنے دین کی نشر و اشاعت کرنے کے لیے نہیں اور مسلمانوں سے علیحدہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے کے لیے نہیں بلکہ حضرت مہدی علیہ السلام کے ساتھ مل کر دجال کو قتل کرنے کے لیے دین اسلام پھیلانے کے لیے اور کفر مٹانے کے لیے تشریف لائیں گے۔

بہرحال ان کو آپ سے پہلے نبوت مل چکی ہے اور وہ اپنا وقت گزار چکے ہیں۔ آپ کے خاتم الانبیاء ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی شخص عہدہ نبوت و رسالت پر فائز نہیں ہوگا نہ استقلالی طور پر اور نہ بروزی طور پر۔ یہ اس فرقہ مرزائیہ کی خانہ ساز اصطلاحات ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ختم نبوت سے رسالت بھی ختم ہوگئی

کیونکہ رسول اس ہستی کو کہا جاتا ہے جو خدا کا کوئی پیغام اس کے بندوں کے نام لائے اور نبی اس ہستی کو کہا جاتا ہے جو غیب کی خبریں یعنی دین اور اس کے حقائق لوگوں تک پہنچائے اور ختم نبوت کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس کے خاتمہ کے ساتھ رسالت بھی ختم ہوجائے کیونکہ رسالت بھی تو غیبی خبروں میں سے ایک خبر ہے تو جب یہ خبریں ہی ختم ہوگئیں تو پھر رسالت بھی ختم ہوجائے گی۔ (تفسیر المیزان)

علاوہ ازیں بناء بریں مشہور نبوت عام ہے اور رسالت خاص اور یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ عام کی نفی خاص کی نفی مستلزم ہوتی ہے یعنی عام کے ختم ہونے سے خاص خود بخود ختم ہوجاتا ہے۔

آیات القرآن

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ

الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا ﴿۴۳﴾ تَحِیَّتُهُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ
سَلٰمٌ ۚۖ وَ اَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِیْمًا ﴿۴۴﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا
وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۙ﴿۴۵﴾ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ﴿۴۶﴾ وَ بَشِّرِ
الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًا ﴿۴۷﴾ وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ
وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ دَعْ اَذٰىهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ﴿۴۸﴾ یٰۤاَیُّهَا
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ
تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ
وَ سَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ﴿۴۹﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِیْۤ
اٰتَیْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَ مَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَیْكَ وَ بَنٰتِ عَمِّكَ
وَ بَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَ بَنٰتِ خَالِكَ وَ بَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِیْ هَاجَرْنَ
مَعَكَ ؗ وَ امْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِیِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ
یَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ قَدْ عَلِمْنَا مَا
فَرَضْنَا عَلَیْهِمْ فِیْۤ اَزْوَاجِهِمْ وَ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ لِكَیْلَا یَكُوْنَ
عَلَیْكَ حَرَجٌ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۵۰﴾ تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَ تُــٔوِیْۤ
اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَ مَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ ؕ
ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ اَعْیُنُهُنَّ وَ لَا یَحْزَنَّ وَ یَرْضَیْنَ بِمَاۤ اٰتَیْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ
وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَلِیْمًا ﴿۵۱﴾ لَا یَحِلُّ لَكَ
النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَ لَاۤ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ
اِلَّا مَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا ۠﴿۵۲﴾

ترجمۃ الآیات

اے ایمان والو! اللہ کو بکثرت یاد کرو (۴۱) اور صبح و شام اس کی تسبیح کیا کرو (۴۲) وہ (اللہ) وہی ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی (دعائے مغفرت) کرتے ہیں تا کہ تمہیں (دوزخ اور جحیم) کی تاریکیوں سے نور (جنت ونعیم) کی طرف نکال لائے اور اہل ایمان پر بڑا رحم کرنے والا ہے (۴۳) جس دن وہ اس کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو ان کو سلام سے دعا دی جائے گی (کہ تم سلامت رہو) اور اس نے ان کے لیے باعزت اجر (بہشت) تیار کر رکھا ہے (۴۴) اے نبی! ہم نے آپ کو (لوگوں کا) گواہ بنا کر اور (نیکوکاروں کو) خوشخبری دینے والا اور (بدکاروں کو) ڈرانے والا (۴۵) اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور (رشد وہدایت کا) روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے (۴۶) اور ایمان والوں کو خوشخبری دیجئے کہ اللہ کی طرف سے ان کے لیے بڑا فضل و کرم ہے (۴۷) اور (خبردار) کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کیجئے گا اور ان کی اذیت رسانی کو چھوڑ دیجئے (اس کی پرواہ نہ کریں) اور اللہ پر بھروسہ کیجئے اور کارسازی کے لیے اللہ کافی ہے (۴۸) اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو اور پھر انہیں ہاتھ لگانے (مباشرت کرنے) سے پہلے طلاق دے دو تو تمہاری طرف سے ان پر کوئی عدت نہیں ہے جسے تم شمار کرو (اور جس کے دنوں کو گنو) لہٰذا انہیں کچھ مال دے کر خوبصورتی سے رخصت کر دو (۴۹) اے نبی! ہم نے آپ کے لیے آپ کی وہ بیویاں حلال کر دی ہیں جن کے مہر آپ نے ادا کر دیئے ہیں اور وہ مملوکہ کنیزیں جو اللہ نے بطور غنیمت آپ کو عطا کی ہیں اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے (یہ سب بھی حلال ہیں) اور اس مومن عورت کو بھی (حلال کیا ہے) اگر وہ اپنا نفس نبی کو ہبہ کر دے بشرطیکہ نبی بھی اس سے نکاح کرنا چاہیں یہ (اجازت) صرف آپ کے لیے ہے دوسرے مومنوں کے لیے نہیں ہے ہم جانتے ہیں جو (احکام) ہم نے ان کی بیویوں اور مملوکہ کنیزوں کے بارے میں مقرر کئے

ہیں تا کہ آپ پر کسی قسم کی تنگی نہ ہواور اللہ بڑا بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے(۵۰)(آپ کو اختیار ہے کہ)اپنی ازواج میں سے جس کو چاہیں دور کر دیں اور جس کو چاہیں اپنے پاس رکھیں اور جن کو آپ نے علیحدہ کر دیا تھا اگر ان میں سے کسی کو (دوبارہ) طلب کرنا چاہیں تو اس میں بھی آپ کے لیے کوئی مضائقہ نہیں ہے یہ (اختیار جو آپ کو دیا گیا ہے)اس سے قریب تر ہے کہ ان (ازواج) کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ رنجیدہ نہ ہوں اور آپ انہیں جو کچھ عطا فرمائیں وہ سب کی سب اس پر خوش ہو جائیں اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ اسے جانتا ہے اور (بے شک) اللہ بڑا جاننے والا (اور) بڑا بردبار ہے(۵۱) اب اس کے بعد اور عورتیں آپ کے لیے حلال نہیں ہیں اور نہ ہی اس کی اجازت ہے کہ ان کے بدلے اور بیویاں لے آئیں اگر چہ ان کا حسن و جمال آپ کو کتنا ہی پسند ہو۔سوائے ان (کنیزوں) کے جو آپ کی ملکیت میں ہیں اور اللہ ہر چیز کا نگران ہے(۵۲)

تشریح الالفاظ

(۱) ۔بکرۃ ۔کے معنی صبح کے ہیں ۔(۲)۔اصیلا۔ کے معنی شام کے ہیں ۔(۳)۔یصلی علیکم صلوٰۃ۔کے بہت سے معنی ہیں ان میں سے ایک رحمت اور دعا کے بھی ہیں ۔(۴)تمسوھن۔جس کے معنی ہاتھ لگانے کے ہیں مگر یہاں مباشرت مراد ہے۔(۱)افاء اللہ ۔فئی کے ایک معنی غنیمت کے بھی ہیں ۔(۲)رقیب ۔کے معنی نگران و نگہبان کے ہیں ۔

تفسیر الآیات

۴۸)یا ایّھا الذین آمنوا ۔۔۔الآیۃ

محسن حقیقی کے احسانات وانعامات کا تقاضا یہ ہے کہ شکرانہ نعمت کے طور پر اس کا زیادہ سے زیادہ ذکر کیا جائے ۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے مگر ذکر خدا کی کوئی حد نہیں ہے مثلاً نماز پنجگانہ واجب ہے ماہ رمضان کے روزے فرض ہیں صاحب استطاعت پر زندگی میں ایک بار حج واجب ہے یہ ان کی حد ہے ۔لہٰذا جو شخص نماز پنجگانہ ادا کرے، ماہ رمضان کے روزے رکھے اور حج بیت اللہ ادا

کرے۔اس نے اس کا حق ادا کر دیا مگر ذکر خدا کی کوئی حد نہیں ہے جس تک پہنچ کر وہ ختم ہو جائے۔(اصول کافی)

نیز انہی جناب سے مروی ہے فرمایا۔شیعتنا الذین اذا خلو اذ کرو اللہ کثیرا ۔کہ ہمارا شیعہ جب مقام خلوت میں ہوتے ہیں تو اللہ کو بکثرت یاد کرتے ہیں۔(تفسیر صافی)

اب قابل غور بات یہ ہے کہ ذکر کثیر سے کیا مراد ہے؟ ایک روایت میں وارد ہے کہ اس سے تسبیحات اربعہ مراد ہیں۔سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ۔آئمہ اہل بیت سے مروی ہے کہ جو شخص (ہر نماز کے بعد) تیس مرتبہ یہ تسبیحات پڑھے اس نے بکثرت اللہ کا ذکر کیا ہے۔(مجمع البیان)

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص جناب سیدہؑ کی تسبیح پڑھے اس نے گویا خدا کا بکثرت ذکر کیا ہے۔(ایضاو تفسیر صافی)

۴۸) وسبحوہ بکرۃ...الآیۃ

صبح وشام خدا کی تسبیح کرنے سے بعض مفسرین نے صبح وشام کی نمازیں اور بعض نے نماز پنجگانہ مراد لی ہے۔(مجمع البیان) اور اگر اس سے عام تسبیح وتقدیس بھی مراد لی جائے تو پھر یہ صبح وشام کی تخصیص اس لیے ہوگی کہ ان اوقات میں خدا کی تسبیح وتقدیس بیان کرنے کی تاکید زیادہ وارد ہوئی ہے چنانچہ کئی آیات وروایات میں طلوع وغروب آفتاب سے پہلے خدا کی تسبیح وتقدیس بیان کرنے اور مخصوص ادعیہ واذکار پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور قبل ازیں کئی مقامات پر اس بات کا تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

۵۰) ھو الذی یصلی...الآیۃ

اللہ کے صلوٰت بھیجنے کا مطلب کیا ہے

اس آیت میں لفظ صلوۃ کی نسبت خدا اور ملائکہ کی طرف دی گئی ہے اور ایک آیت میں خدا، ملائکہ اور مومنین کی طرف دی گئی ہے۔ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایّھا الّذین آمنوا صلو ا علیہ وسلّموا تسلیما ۔اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا ہر جگہ لفظ کے معنی ایک ہوتے ہیں؟ احادیث کی روشنی میں اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ایک ہی لفظ کے معنی اس کی نسبت کے بدلنے سے بدل جایا کرتے ہیں؟ چنانچہ اسی لفظ صلوٰۃ کی نسبت جب خدا کی طرف ہو تو اس کے معنی رحمت نازل کرنے کے ہوتے ہیں اور جب اس کی نسبت فرشتوں کی طرف ہو تو اس کے معنی طلب رحمت کے ہوتے ہیں اور جب اس کی نسبت اہل ایمان کی طرف ہو تو پھر اس کے معنی رحمت کے نزول کی دعا واستدعا کرنے کے ہوتے ہیں۔

غیر انبیاء کے لئے صلوات پڑھنا جائز ہے

برادران اہل سنت انبیاء علیہم السلام کے ناموں کے ساتھ صلوٰۃ وسلام اور دوسرے بزرگوں کے ناموں کے ساتھ رحمت اور رضوان لکھتے اور بولتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لفظ صلوۃ انبیا کے ساتھ مخصوص ہے غیر انبیاء کے لیے اس کا استعمال جائز نہیں ہے مگر شیعہ حضرات اپنے آئمہ طاہرین کے ناموں کے ساتھ صلوۃ و سلام لکھتے بھی ہیں اور بولتے بھی ہیں۔ اگر ہر قسم کے تعصب اور اسلاف کی اندھی تقلید سے بالاتر ہو کر قرآن و سنت کے حقائق پر غور کیا جائے تو اس اختصاص کی کوئی خاص وجہ نظر نہیں آتی اور یہ اختصاص کا دعویٰ بلا دلیل نظر آتا ہے بلکہ قرآن وسنت کی تصریحات سے غیر انبیاء کے لیے اس کے استعمال کا جواز ثابت ہوتا ہے ان آیات میں سے ایک یہی آیت ہے جس میں خدا اور اس کے فرشتوں کا اہل ایمان پر درود پڑھنے کا تذکرہ کیا گیا ہے اور دوسری آیت وہ ہے جس میں مذکور ہے۔ **وبشر الصابرین الّذین اذا اصابتھم مصیبة قالو انا لله وانا الیه راجعون اولئك علیھم صلوات من ربھم ورحمة**۔ میرے ان بندوں کو خوشخبری دے دو کہ جب ان پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو وہ انا للہ پڑھتے ہیں ان پر اللہ کی طرف سے صلوت نازل ہوتی ہے۔ نیز پیغمبر اسلامؐ کو خدا نے حکم دیا ہے کہ **وخذ من اموالھم صدقة وصلّ علیھم**۔ کہ ان لوگوں کے مال سے صدقہ (زکوۃ) وصول کرو۔ اور ان پر صلوۃ پڑھو۔ چنانچہ بخاری شریف میں مذکور ہے کہ جب آپ نے خاندان ابواوفی سے زکوۃ وصول فرمائی تو فرمایا۔ **اللھم صل علی آل ابی اوفیٰ**۔ یا اللہ خاندان ابووفی پر رحمت نازل فرما۔ ان حقائق سے شیعہ حضرات کے نقطہ نظر کی جس طرح تائید مزید ہوتی ہے وہ کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے۔

۵۱) لیخرجکم من الظلمات۔۔۔الآیة

یہاں یہ صلوۃ بھیجنے کی غرض وغایت بیان کی جارہی ہے کہ تاکہ خدا اہل ایمان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں داخل

کرے۔ یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ اندھیروں سے کونسے اندھیرے اور روشنی سے کونسی روشنی مراد ہے؟ عام مفسرین نے اندھیروں سے کفر و جہالت کے اندھیرے اور روشنی سے مراد ایمان و اطاعت کی روشنی مراد لی ہے۔ مگر اس پر ایراد یہ وارد ہوتا ہے کہ جب خدا یہ صلوٰت یعنی رحمت بھیج ہی اہل ایمان پر رہا ہے تو ان میں کفر و شرک اور جہل باللہ کی بیماری کہاں سے آ گئی اور جب وہ پہلے ہی مومن ہیں تو پھر انہیں ایمان کی روشنی میں داخل

کرنے کا کیا مطلب؟ لہٰذا انسب یہ ہے کہ اندھیروں سے جہنم وجحیم کے اندھیرے اور روشنی سے جنت ونعیم کی روشنی مراد لی جائے۔(تفسیر کاشف) واللہ العالم

۵۲) تحیتھم یوم ۔۔۔۔ الآیۃ

قبل ازیں سورۂ یونس آیت ۱۰ و تحیتھم فیھا سلام اور سورۂ ابراہیم کی آیت ۲۳ و تحیتھم فیھا سلام کی تفسیر کے ضمن میں اس تحیہ کی وضاحت کی جا چکی ہے وہاں رجوع کیا جائے۔

بہرحال یہاں یوم اللقاء سے قیامت کا دن مراد ہے اور اس سلام کے تحیہ ہونے کا ایک مفہوم یہ ہے کہ جس دن اہل ایمان اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو خدا ان کا سلام کے ساتھ استقبال کرے گا۔سلام قولاً من رب رحیم (یونس۔۸۵)

اور اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اس دن جب اہل ایمان ایک دوسرے سے ملیں گے تو ان کا تحیہ اور دعا سلام ہوگی۔دعواھم فیھا سبحانك اللھم و تحیتھم فیھا سلام و آخر دعواھم ان الحمد للہ رب العالمین۔

۵۳) یا ایّھا النّبی ۔۔۔۔ الآیۃ

پیغمبر اسلامؐ کے پانچ القابات جلیلہ وخطابات جمیلہ کا تذکرہ

خداوند عالم نے ان دو آیتوں میں پیغمبر اسلامؐ کے پانچ عدد القابات جلیلہ کا تذکرہ فرمایا ہے۔

۱)۔وہ شاہد (گواہ) ہیں ۲)۔وہ مبشر ہیں ۳)۔وہ منذر ہیں ۴) وہ داعی الی اللہ ہیں ۵)۔وہ سراج منیر ہیں

ذیل میں بڑے اختصار کے ساتھ ان خطابات جلیلہ کی تھوڑی سی تشریح کی جاتی ہے:

وہ شاہد ہیں:

یہ بات قرآن وسنت کی تصریحات سے ثابت ہے کہ ہر نبی اپنی امت کا گواہ ہوتا ہے کہ اس نے پیغام حق بلا کم وکاست اپنی امت تک پہنچا دیا تھا اور اس کے مطابق آنحضرتؐ ان سب گواہوں کے گواہ ہیں کہ جب سابقہ امتیں اپنے انبیاء ومرسلین کی تبلیغ حق کی تکذیب کریں گی تو آپ رسولوں کی تبلیغ کی تصدیق کریں گے کہ انہوں نے اپنا فریضہ بطریق احسن ادا کر دیا تھا۔یہ منکرین جھوٹ بول رہے ہیں۔چنانچہ ارشاد قدرت ہے۔ویوم نبعث فی کل امۃ شھیدا من انفسھم و جئنا بك علی ھؤلاء شھیدا۔(النحل۔۸۹)

جس دن (بروز قیامت) ہم ہر امت میں انہی میں سے ایک گواہ اٹھائیں گے جوان پر گواہی دے گا اور پھر ہم آپ کو (اے رسول) ان پر گواہ کے طور پر لائیں گے۔ اسی سورۂ بقرہ میں مذکور ہے کذالك جعلنا کم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیدا۔ (بقرہ ۱۴۳)

اور ہم اسی مقام پر یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ اگر اس شہادت سے لوگوں کے نیک و بداعمال کی شہادت بھی مراد لی جائے تو پھر بھی اس سے پیغمبر اسلامؐ اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کا حاضر و ناظر ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس طرح ان کی شہادت کراما کاتبین کی اطلاع پر مبنی ہوگی کیونکہ ہماری متعدد حدیثوں میں وارد ہے کہ کراما کاتبین۔ بندوں کی جو ڈائری لکھتے ہیں اسے بارگاہ خداوندی میں پیش کرنے سے پہلے صبح وشام نبی و امام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ عام لوگوں کے نیک و بداعمال پر مطلع ہوتے ہیں۔ فراجع

وہ مبشر ہیں:

یعنی جو لوگ خدا اور رسول پر ایمان لائیں گے اور پھر مقام عمل میں ان کی اطاعت بھی کریں گے۔ آنحضرتؐ ان کو جنت الفردوس اور اس کی نعمتوں کی خوشخبری دینے والے ہیں۔

وہ نذیر ہیں:

یعنی جو لوگ خدا اور رسول پر ایمان نہیں لائیں گے یا ایمان تو لائیں گے مگر مقام عمل میں ان کی نافرمانی کریں گے آپ ان کو جہنم اور اس کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔ ارسله بالحق بشیرا و نذیرا

وہ داعی الی اللہ ہیں:

وہ خدا کے حکم سے مخلوق خدا کو اللہ اور اس کے دین برحق اسلام کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ یعنی وہ مامور من اللہ ہیں۔ اور انہیں اس کی تائید و نصرت حاصل ہے۔ چنانچہ آپ نے اس دعوت حق کا فریضہ اس حسن وخوبی سے انجام دیا ہے کہ جس کی نظیر داعیان حق کی تاریخ دعوت و عزیمت میں نظر نہیں آتی جس کا یہ ثمرہ و نتیجہ ہے کہ آج ایک ارب سے زائد مسلمان اطراف و اکناف عالم میں آپ کی غلامی کا قلاوہ ڈالے ہوئے اور اس پر فخر و ناز کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

وہ سراج منیر ہیں:

یعنی آپ رشد و ہدایت کے وہ روشن چراغ ہیں کہ جن کی ضیاء پاشیوں سے جہالت وضلالت کے بادل

چھپٹ جاتے ہیں اور ایمان وبصیرت کی شمعیں روشن کی جاتی ہیں اور جس کے نور ہدایت سے اہل ایمان کے قلب ودماغ منور ہوتے ہیں اور گم گشتگان وادی ضلالت راہ پاتے ہیں۔

۵۴) ودع اذاھم۔۔۔الآیۃ

اس آیت کا پہلا حصہ (ولا تطع الکافرین۔۔۔الآیۃ) اسی سورۃ کے آغاز میں انہی الفاظ کے ساتھ مع تفسیر گزر چکا ہے۔ ہاں البتہ یہاں یہ فقرہ غور طلب ہے کہ **ودع اذاھم** کا مفہوم کیا ہے؟ اس کا مطلب یہ نہیں ان کو اذیت دینا چھوڑ یئے کیونکہ پیغمبر اسلامؐ نے تو کبھی اپنے مخالفین کو اذیت ہی نہیں پہنچائی بلکہ ہمیشہ مخالفین نے آپ کو اذیتیں پہنچائی ہیں۔ لہٰذا اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ان کی ایذا رسائی کو چھوڑ دیں۔ یعنی اس کی کوئی پرواہ نہ کریں۔ آپ اللہ پر بھروسہ کریں وہ کارسازی کے لیے کافی ہے۔ یہ لوگ آپ کو آپ کے مقصد وہدف کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکیں گے۔ ع

پھونکوں سے یہ چراغ بجھا یا نہ جائے گا۔

۵۵) یا ایّھا الّذین آمنوا۔۔۔الآیۃ

غیر مدخولہ عورت کی طلاق اور اس کے احکام

وہ طلاق بائن جس میں نہ عورت کے لیے عدت کی کوئی پابندی ہوتی ہے اور نہ ہی شوہر کو رجوع کرنے کا کوئی حق ہوتا ہے۔ اس کی ایک قسم یہی ہے جس کا یہاں تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ جس عورت کو نکاح کرنے کے بعد اور خلوت صحیحہ کرنے سے پہلے طلاق دی جائے اس کے لیے عدت کی کوئی پابندی نہیں ہوتی وہ طلاق کے بعد فوراً عقد ثانی کر سکتی ہے۔ علاوہ بریں اگر وہ اس کا حق مقرر تھا وہ اس کے نصف کی حقدار ہوگی۔ جیسا کہ سورۂ بقرہ آیت ۲۳۷ میں صراحت موجود ہے اور اگر مہر مقرر نہ ہو تو اس صورت میں اسے کچھ دے کر رخصت کیا جائے گا جس کا یہاں تذکرہ کیا گیا ہے اور ''یہ کچھ دو'' جسے فقہی اصطلاح میں متعہ طلاق کہا جاتا ہے اور اس کی مقدار ہر شخص کی مالی وسعت یا کمزوری کے مطابق ہوتی ہے تاکہ ایسی عورت کے رنج وملال اور پریشانی کا کچھ مداوا ہو سکے۔ اس متعہ طلاق کی شرعاً کوئی خاص مقدار متعین نہیں ہے۔ قرآن نے صرف یہ بتایا ہے کہ مالدار اپنی حیثیت کے مطابق، متوسط اپنی حالت کے مطابق اور غریب اپنے مقدور کے موافق دے مثلاً پہلا شخص سونے کا ہار دے دوسرا کنگن اور تیسرا کپڑوں کا ایک جوڑا دے دے۔

۵۶) یا ایّھا النّبی۔۔۔الآیۃ

پیغمبر اسلامؐ پر چار قسم کی عورتیں حلال ہیں

ان آیات شریفہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کے لیے چار قسم کی عورتیں حلال ہیں:

۱)۔ وہ ازواج جن کے مہر ادا کر دیئے ہیں یہ قید احترازی نہیں بلکہ صرف اظہار واقع کے لیے ہے کیونکہ آنحضرتؐ نے جس قدر عورتوں سے نکاح کیا ان کا مہر ہمیشہ نقد ادا کر دیا کبھی ادھار نہیں کیا۔

۲)۔ وہ عورتیں جو بطور کنیز اللہ کی عطا و بخشش سے آپ کی ملکیت میں آئیں خواہ بطور فئے یا بطور غنیمت یا بطور تحلیل و ہدیہ یا بطور خرید و فروخت ملکیت میں آئیں آپ کو یہ حق حاصل تھا کہ مال غنیمت سے تقسیم سے پہلے جس چیز کو چاہیں اپنے لیے منتخب کریں۔ چنانچہ غزوہ خیبر کی غنیمت میں سے صفیہ کو منتخب فرمایا تھا۔ نیز اگر دار الحرب کا کائی غیر مسلم کوئی کنیز ہدیہ کرے تو آپ کے لیے حلال تھیں۔ چنانچہ ماریہ قبطیہ کا معاملہ بھی ایسا ہی تھا۔

۳)۔ وہ عورتیں جو آپ کی چچا زاد پھوپھی زاد اور ماموں زاد اور خالہ زاد بہنیں تھیں۔ جنہوں نے آپؐ کے ساتھ ہجرت کی پیغمبر اسلام کے نو چچا تھے:

۱۔عباس ۲۔ابوطالب ۳۔حمزہ ۴۔زبیر ۵۔حارث ۶۔حجلا ۷۔المقوم ۸۔ضرار ۹۔ابولہب

اور چھ پھوپھیاں تھیں:

۱۔صفیہ ۲۔ام حکیم ۳۔عاتکہ ۴۔امیمہ ۵۔اروی ۶۔برہ

جبکہ آپ کا سگا ماموں کوئی نہیں تھا اور نہ کوئی سگی خالہ تھی اس لیے مفسرین نے ماموں اور خالہ کی بیٹیوں سے آپ کی ننھال بنو زہرہ کی لڑکیاں مراد لی ہیں۔ چنانچہ مروی ہے کہ بنی زہرہ مقام افتخار میں کہا کرتے تھے کہ ہم پیغمبر اسلامؐ کے ماموں ہیں۔ اگرچہ اس قسم کی رشتہ دار لڑکیوں سے عام مسلمانوں کی بھی شادی ہوسکتی ہے مگر پیغمبر اسلامؐ کے لیے ان میں سے صرف دو لڑکیاں حلال تھیں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہو۔ اگرچہ یہ ضروری نہیں تھا کہ آپ کی معیت میں سفر ہجرت کیا ہو بلکہ اتنا کافی ہے کہ انہوں نے اسلام کی خاطر دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کی ہو۔

۴) وہ مومن عورت جو اپنے نفس کو پیغمبر اسلامؐ کے لیے ہبہ کر دے۔ بشرطیکہ آپ بھی اس سے نکاح کرنا چاہیں تو وہ بلا مہر بلا ایجاب و قبول کا صیغہ جاری کئے آپ کے لیے جائز ہے جب کہ عام لوگوں کے لیے زر مہر کا تعین اور ایجاب یعنی **انکحت یا زوجت** اور قبول یعنی **قبلت** کہنا ضروری ہے۔ صرف عورت یا اس کے وکیل کا وھبت کہنا کافی نہیں ہے مگر پیغمبر اسلامؐ کیلئے عورت کا صرف یہ کہہ دینا عقد و ازدواج کی صحت کیلئے کافی ہے اور یہ بات پیغمبر اسلامؐ کے خصائص اور خصوصی اعزازات میں سے ہے جس میں اور کوئی اہل اسلام و ایمان آپ

کے ساتھ شریک نہیں ہے اور نہ ہی ان کے لیے جائز ہے۔

۵۷)وامراۃمومنۃ۔۔۔الآیۃ

اس آیت کی شان نزول

مروی ہے کہ انصار میں سے ایک عورت بن سنور کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی جبکہ آپؐ جناب حفصہ کے گھر اور براویتے جناب عائشہ کے گھر تشریف فرما تھے اور اس نے کہا کہ میں ایک عورت ہوں اگر آپ مجھ سے رغبت فرمائیں تو میں اپنے کو آپ کے لیے ہبہ کرتی ہوں۔ آپ نے اس کے حق میں دعا خیر فرمائی کہ تمہارے مرد ہماری نصرت کرتے ہیں اور تمہاری عورتیں ہم میں رغبت کرتی ہیں اور فرمایا اس وقت تو اپنے گھر واپس جا البتہ وحی الٰہی کا انتظار کروں گا۔ چنانچہ یہاں یہ آیت **وامراۃ مومنۃ ان وھبت۔۔۔الآیۃ** اس مرحلے پر نازل ہوئی۔ (مجمع البیان، تفسیر صافی وغیرہ)

اب رہی بات کہ آیا آپ نے کبھی اس حق کو استعمال بھی کیا اور آیا کوئی ایسی عورت آپ کے حبالہ نکاح میں تھی یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نے ایسی کسی عورت سے نکاح نہیں کیا اور اس حق کا کبھی استعمال نہیں کیا۔ جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ ایسی عورت آپ کے نکاح میں تھی۔ اس کا نام کیا تھا؟ اس میں پھر اختلاف ہے بقولے وہ میمونہ بنت حرث تھی۔ بقولے وہ زینب بنت خزیمہ ام المساکین تھی۔ بقولے ام شریک بنت جابر تھی اور بقولے اس کا نام خولہ بنت حکیم تھا۔ (مجمع البیان) **واللہ العالم**

پیغمبر اسلامؐ پر کثرت ازواج والے ایراد کا مختصر جواب

اسلام دشمن طاقتوں کی طرف سے ہمیشہ اسلام اور بانی اسلام کے خلاف بڑے شد و مد کے ساتھ دو اعتراض کئے جاتے ہیں ایک یہ کہ اسلام میں مرد کو بیک وقت چار بیویاں رکھنے کی اجازت کیوں ہے؟ اور دوسرا یہ کہ بانی اسلام نے زیادہ شادیاں کیوں کی ہیں؟ علماء اسلام نے اس موضوع پر مستقل کتابوں کے علاوہ بے شمار مضامین لکھ کر ان ایرادات کا قلع قمع کر دیا ہے اور ہم نے بھی بقدر ضرورت آیت مبارکہ **فانکحوا ما طاب لکم من النّسآء مثنی وثلاث ورباع** کی تفسیر میں پہلے اعتراض کا ازالہ کر دیا ہے اور یہاں گو تفصیل سے بات کرنے کی گنجائش نہیں ہے مگر اجمالاً دوسرے ایراد کے متعلق اس قدر عرض کیا جاتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے یہ شادیاں شہوت رانی یا عشرت کوشی کے لیے نہیں کیں بلکہ اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے دشمنیوں کو ختم کرنے کے لیے اور بعض مسلمانوں کی دلجوئی کے لیے کی ہیں۔ چنانچہ آپ کی بیویوں کے حالات معلوم کرنے کے بعد یہ

حقیقت عیاں راچہ بیان کی مصداق بن جاتی ہے۔ چنانچہ آپ نے پہلی شادی اپنے عنفوان شباب یعنی ۲۵ سال کی عمر میں ایک چالیس سالہ بیوہ خاتون جناب خدیجۃ الکبریٰ سے کی اور پورے ۲۵ سال تک خوشگوار ازدواجی زندگی گزاردی کہ ان کے حین حیات میں دوسری شادی کرنے کا کبھی خیال بھی نہیں فرمایا۔ ہاں البتہ ان کی وفات کے بعد ایک اور سن رسیدہ خاتون سودہ بنت زمعہ سے عقد فرمایا اور پورے چار سال تک وہی تنہا آپ کی زوجہ رہیں اب کون عقل کا اندھا شخص یہ خیال کرسکتا ہے کہ وہ ۵۳ سال کی عمر میں ایک دم جنسی خواہش کا سیلاب امڈ پڑا کہ آپ شادیوں پہ شادیاں کرنے لگے۔ (العیاذ باللہ)

جناب عائشہ سے شادی فرمائی تو ان کے والد کی خواہش پر اور جناب حفصہ سے عقد کیا جو کہ بیوہ تھیں تو ان کے والد کی استدعا پر جو ان کے مستقبل کے بارے میں فکرمند تھے تو ان سے عقد کر کے ان کے والد کی دلجوئی فرمائی۔ ام سلمہ سے شادی کی تو ان کے خاندان کا ابوجہل اور خالد بن ولید سے تعلق تھا اور ام حبیبہ سے شادی کی تو وہ ابوسفیان کی بیٹی تھیں۔ صفیہ بنت حی بن اخطب، جویریہ اور ریحانہ سے نکاح فرمایا تو یہ دشمن اسلام یہودی خاندانوں سے تعلق رکھتی تھیں اس طرح آپؐ نے ان خواتین سے شادیاں کر کے ان خاندانوں کی عداوت اور دشمنی کا زور ختم کیا اور ان خاندانوں کی اسلام کے خلاف کی جانے والی سازشوں اور سرگرمیوں میں نمایاں کمی واقع ہوگئی کیونکہ اہل عرب کی روایات کے مطابق کسی خاندان کی عورت سے شادی کرنے والا شخص پورے قبیلہ کا داماد متصور ہوتا تھا۔

نیز اس طرح مختلف خاندانوں کو اسلام کی عملی تعلیم وتربیت دینا بھی مطلوب تھی کہ وہ پیغمبر اسلامؐ کے گھر رہ کر اور آپؐ کی سیرت وکردار کا مشاہدہ کر کے اپنے خاندانوں کی نہ صرف عورتوں کے لیے بلکہ مردوں کے لیے بھی ایک مبلغ کی حیثیت سے کام کرسکیں۔ چنانچہ آنحضرتؐ کی ان شادیوں سے اسلام کی اشاعت، دشمنیوں کے ختم کرنے اور مختلف قبائل کے ساتھ مہرومحبت کے تعلق استوار کرنے میں بڑی مدد ملی۔ واللہ من وراء القصد

۵۸)۔ ترجی من تشاء۔۔۔ الآیۃ

قبل ازیں اسی سورۃ کی آیت ۲۸ یا ایھا النبی قل لا زواجك ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا۔۔۔ الآیۃ کی تفسیر اور شان نزول میں یہ حقیقت بیان کی جا چکی ہے کہ بعض ازواج النبیؐ نے خانگی اخراجات کے لیے آنحضرتؐ سے مزید سہولتیں طلب کی تھیں جس سے آنحضرتؐ کو قلبی صدمہ ہوا تھا اور ان ازواج کے پاس جانا آنا ترک کر دیا تھا اور پورے ایک ماہ تک تعلقات منقطع کر دیئے تھے۔ اس کے بعد یہ وحی نازل ہوئی کہ ان سے کہو کہ تم دنیا چاہتی ہو یا آخرت؟

چنانچہ یہ آیت بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے کہ جس بیوی کو چاہیں چھوڑ دیں اور جسے چاہیں اپنے پاس رکھیں اور علیحدہ کردہ میں سے جسے چاہیں دوبارہ واپس طلب کر لیں اور جسے چاہیں مقدم کریں اور جسے چاہیں موخر کریں۔

الغرض اس سلسلہ میں آپ پر کوئی پابندی نہیں ہے مگر تاریخ اسلام گواہ ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے خدا کی اس عطا کردہ رخصت سے کبھی فائدہ نہیں اٹھایا اور ہمیشہ ہر زوجہ سے مساویانہ اور عادلانہ بلکہ پیغمبرانہ سلوک کیا۔اس پابندی کے ہونے کا فائدہ یہ ہوگا کہ جس زوجہ کو شرف باز یابی عطا فرمائیں اور جس قدر التفات فرمائیں وہ اسے غنیمت تصور کریں اور خوش رہیں اور کسی قسم کا کوئی گلہ شکوہ نہ کریں۔ ذلك ادنیٰ ان تقر۔۔۔الآیة

۵۹)لا یحلّ لك النّساء۔۔۔الآیة

اس آیت کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

اس آیت کا حقیقی مفہوم متعین کرنے میں مفسرین میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے۔ چنانچہ مجمع البیان میں متعدد اقوال نقل کئے گئے ہیں مثلاً آپؐ پر صرف وہی عورتیں حرام ہیں جن کا تذکرہ سورۂ نساء آیت ۲۴،۳۲ میں کیا گیا ہے۔ حرمت علیکم امھاتکم واناتکم ۔۔۔الآیة یا یہ کہ آپ کیلئے یہی مذکورہ بالا چار قسم کی عورتیں حلال ہیں اور باقی سب حرام ہیں وغیرہ وغیرہ۔ مگر حق یہ ہے کہ جب اللہ نے ازواج النبی کو اختیار دیا کہ اگر وہ دنیا اور اس کی آسائش چاہتی ہیں تو رسول سے علیحدہ ہو جائیں اور اگر آخرت چاہتی ہیں تو پھر اسی تنگدستی کی حالت میں پیغمبر اسلامؐ کے ہمراہ رہیں اور انہوں نے آپ کے ہمراہ رہنے کو ترجیح دی تو اللہ کو ان کی یہ ادا پسند آئی اس لیے آنحضرتؐ کو حکم دیا کہ آپ انہی ازواج پر اکتفا فرمائیں نہ ان میں اور اضافہ کریں اور نہ ہی ان میں سے کسی کو فارغ کر کے اس کی جگہ کوئی اور لائیں۔ہاں البتہ آپ کو کنیزوں کی اجازت ہے اس فقرہ میں اسی طرف اشارہ ہے اِلّا ما ملکت یمینك! بے شک اللہ ہر چیز پر ناظر ونگران ہے۔

افادہ:

''بہر حال ایسی آیتیں جن میں پیغمبر اسلامؐ پر سختی کے ساتھ کوئی پابندی عائد کی گئی ہے یا آپ کو کسی اقدام پر روکا ٹوکا گیا انہیں ٹھنڈے سے دل سے غیر مسلم بھی دیکھیں تو انہیں محسوس ہوگا کہ یہ معاذ اللہ خود رسول کا کلام نہیں بلکہ اس بالادست طاقت کی طرف سے ہے جو ان پر حکمران کی حیثیت رکھتی ہے''۔(فصل الخطاب)

آیاتِ القرآن

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى
طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا
طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ
يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا
سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ
لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ
تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝٥٣
اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝٥٤ لَا جُنَاحَ
عَلَيْهِنَّ فِيْۤ اٰبَآىِٕهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآىِٕهِنَّ وَلَاۤ اِخْوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ
وَلَاۤ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآىِٕهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ
اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝٥٥ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ
عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝٥٦ اِنَّ
الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ
لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝٥٧ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ
مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝٥٨

ترجمۃ الآیات

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو۔مگر جب تمہیں کھانے کے لیے (اندر آنے کی)اجازت دی جائے (اور)نہ ہی اس کے پکنے کا انتظار (نبی کے گھر بیٹھ کر کیا) کرو۔لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو (عین وقت پر)اندر داخل ہو جاؤ پھر جب کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور دل بہلانے کے لیے باتوں میں نہ لگے رہو کیونکہ تمہاری باتیں نبی کو اذیت پہنچاتی ہیں مگر وہ تم سے شرم کرتے ہیں (اور کچھ نہیں کہتے)اور اللہ حق بات (کہنے سے)نہیں شرماتا اور جب تم ان (ازواج النبی) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو۔ یہ (طریقہ کار)تمہارے دلوں کے لیے اور ان کے دلوں کے لیے پاکیزگی کا زیادہ باعث ہے اور تمہارے لیے جائز نہیں ہے کہ تم رسول خدا کو اذیت پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کے بعد کبھی بھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو بے شک یہ بات اللہ کے نزدیک بہت بڑی برائی (گناہ) کی بات ہے (۵۳) تم اگر کسی چیز کو ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ۔ بہرحال اللہ ہر چیز کا بڑا جاننے والا ہے (۵۴) ان (ازواج النبیؐ) کے لیے اس بات میں کوئی مضائقہ نہیں کہ ان کے باپ ،ان کے بیٹے ،ان کے بھائی ،ان کے بھتیجے بھانجے اور ان کی اپنی (مسلمان)عورتیں اور ان کی مملوکہ کنیزیں (ان کے)سامنے آئیں اور اللہ سے ڈرتی رہو۔ بے شک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے (۵۵) بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود وسلام بھیجو جس طرح بھیجنے کا حق ہے (۵۶) بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں اللہ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب مہیا کر رکھا ہے (۵۷) اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت پہنچاتے ہیں بغیر اس کے کہ انہوں نے کوئی (جرم) کیا ہو۔ بے شک وہ ایک بڑے بہتان اور کھلے ہوئے گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں (۵۸)

تشریح الالفاظ

(۱)۔غیر ناظرین ۔نظر کے معنی جہاں دیکھنے کے ہیں وہاں انتظار کرنے کے بھی ہیں اور یہاں یہی معنی مراد ہیں ۔(۲)۔اناہ۔انی۔ کے معنی وقت کے آجانے اور پکنے کے ہیں ۔(۳)۔لعنھم اللہ۔لعنہ اللہ۔ کے معنی ہوتے ہیں ابعدہ اللہ من رحمتہ۔خدا اسے اپنے رحمت سے دور رکھے گا۔(۴)۔احتملوا۔احتمال حمل سے مشتق ہے جس کے معنی بوجھ اٹھانے کے ہیں ۔(۵)اثما۔اثم مبین ۔کے معنی کھلے ہوئے گناہ کے ہیں۔

تفسیر الآیات

٦٠)یا ایّھا الذین آمنوا۔۔۔الآیۃ

پیغمبر خداؐ کے گھروں میں داخل ہونے کے آداب کا تذکرہ

ہم قبل ازیں سورۂ نور کی آیت ۲۸،۲۷ یا ایّھا الذین آمنوا لا تدخلو بیوتا۔۔۔الآیۃ۔کی تفسیر میں یہ بات ذکر کر آئے ہیں کہ اہل عرب کا دستور تھا کہ اگر کسی شخص کو کسی سے ملنا ہوتا اور وہ اپنے گھر کے اندر ہوتا تو وہ دروازہ پر دستک دیئے بغیر اجازت لیے بغیر اور بغیر سلام وکلام کئے اندر چلے جاتے جس سے کئی قسم کی معاشرتی اور اخلاقی مفاسد ومضرات پیدا ہوتے تھے حتیٰ کہ اوائل اسلام میں مسلمان بھی پیشگی اجازت لیے بغیر پیغمبر اسلامؐ کے حجروں میں داخل ہوجاتے تھے۔لہٰذا سورۂ احزاب میں پہلے مسلمانوں کو پیغمبر اسلامؐ کے گھروں میں داخل ہونے کے آداب سے آگاہ کیا گیا۔جس کی تفصیل سورۂ نور کی آیت ۲۸،۲۷ کی تفسیر میں گزر چکی ہے کیونکہ اگرچہ موجودترتیب کے لحاظ سے سورۂ نور پہلے درج ہے مگر وہ مدینہ میں سورۂ احزاب کے بعد نازل ہوئی ہے۔

پیغمبر اسلامؐ کے حجروں میں داخل ہونے کے بارے میں ہدایات وآداب

چونکہ عام مسلمان موقع بے موقع آنحضرتؐ کے حجروں میں چلے جاتے تھے اور پھر ادھر ادھر کی باتوں میں دیر تک بیٹھے رہتے تھے جس سے پیغمبر اسلامؐ کو اذیت ہوتی تھی مگر وہ شرم وحیاء کی وجہ سے کچھ کہتے نہیں

تھے۔لہٰذا صحابہ کرام کو ہدایات دی جارہی ہے کہ

۱)۔جب تک آنحضرت تمہیں اندر آنے کی اجازت نہ دیں اس وقت تک اندرداخل نہ ہو۔

۲)۔اگر تمہیں کھانے کی دعوت دی جائے تو جب تک کھانا تیار نہ ہوجائے تب تک اندر نہ جاؤ اور وہاں جا کر اس کے پکنے کا انتظار نہ کرو۔

۳)۔جب کھانا کھا چکو پھر فوراً ادھر ادھر منتشر ہوجاؤ۔

۴)۔وہاں بیٹھ کر دل بہلانے اور وقت گزارنے کے لیے ادھر ادھر کی باتیں نہ کرنے لگو کیونکہ تمہارے ایسا کرنے سے پیغمبر اسلامؐ جیسے مصروف اور وقت کی قدر کرنے والے انسان کو اذیت اور کوفت ہوتی ہے۔مگر وہ خلق عظیم کا مالک شرم وحیاء کی وجہ سے خاموش رہتا ہے اور لوگوں کو گھر جانے کے لیے نہیں کہتا تو گویا اس طرح ان کو اور طفیلیون کو بھی منع کر دیا گیا کہ جب تک ان کو دعوت نہ دی جائے صرف کسی کے طفیلی بن کر دعوت میں شریک نہ ہوں۔

بہرحال یہ باتیں کسی بھی انسان کی اذیت کا باعث ہوتی ہیں چہ جائیکہ وہ پیغمبر اسلامؐ کی ذات گرامی صفات ہو۔

۶۱)فیستحی منکم....الآیۃ

پیغمبر اسلامؐ تو طبعی شرم وحیا کی وجہ سے خاموش رہتے ہیں اور جن لوگوں کا آنا ان پر دشوار ہوتا ہے وہ ان طفیلیوں کو گھر سے نہیں نکالتے۔مگر خدا تو حق بات کے کہنے سے نہیں شرماتا اور ظاہر ہے کہ اگر وہ بھی شرما جائے تو پھر ان حقائق کا اظہار کون کرے گا؟؟

۶۲)واذا سالتموھن متاعاً...الآیۃ

یہ بھی انہی آداب میں سے ہے کہ جب ازواج النبیؐ سے کوئی چیز مانگنی ہو جو کہ کسی بھی معاملہ میں بات کرنے کا کنایہ ہے تو پس پردہ رہ کر مانگو اور بات کرو کہ یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کا زیادہ باعث ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کا بے حجابانہ اختلاط کئی مفاسد اور فتن کو جنم دیتا ہے یہ پردہ کے مفصل احکام کی تمہید ہے جو بعد میں سورہ نور میں نازل ہوئے جن کی تفصیلات سورۂ نور کی تفسیر میں گزر چکی ہیں۔

چنانچہ تاریخ اسلام کے اوراق گواہ ہیں کہ اس کے بعد ازواج النبیؐ کے حجروں کے دروازوں پر پردے لٹکا دیئے گئے تھے اور اسی طرح عام مسلمانوں نے بھی اسی اسوۂ رسول پر عمل کرتے ہوئے اپنے دروزوں پر پردے لٹکا دیئے۔

لمحہ فکریہ:

جو اسلام وقرآن مردوں کو نامحرم عورتوں سے بے پردہ بات کرنے سے روکتا اور پردہ کے پیچھے رہ کر بات کرنے اور کوئی چیز مانگنے کی تعلیم دیتا ہے اور اسے طرفین کے دلوں کی پاکیزگی کا باعث اور کسی فتنے وفساد میں مبتلا ہونے سے بچنے کا ذریعہ قرار دیتا ہے آیا وہ بالغ لڑکیوں اور لڑکوں کی مخلوط تعلیم، اداروں اور دفتروں میں اکٹھی سروس کرنے اور بے حجابانہ اور آزادانہ ماحول میں میل جول رکھنے کی اجازت دے سکتا ہے؟؟ اور ایسے حالات میں مغربی ممالک میں اور پھر ان کی نقالی کرنے والے مشرقی ممالک میں جو نتائج نکل رہے ہیں اور معاشرہ اخلاق باختگی کے جس اتاہ سمندر میں گر کر تباہ ہو رہا ہے کیا وہ لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی نہیں ہے؟ کیا مسلمان اس وقت خواب غفلت سے بیدار ہوں گے جب پانی سر سے اونچا ہو چکا ہوگا؟ اس سلسلہ میں ہم غیور مسلمانوں اور بالخصوص نوجوانوں کو کتاب ''مغربی تمدن کی ایک جھلک'' کا مطالعہ کرنے کا مشورہ دیں گے۔ فھل من مد کر؟؟

۶۳) وما کان لکم ان تؤذوا ۔۔۔ الآیۃ

اس کی شان نزول

جب سورۂ احزاب کی آیت النبی اولی بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم ۔۔۔ الآیۃ نازل ہوئی اور رسول اکرمؐ کی ازواج امہات المومنین قرار پائیں اور خدا نے یہ رسول خدا کے حین حیات اور ان کی وفات کے بعد ان سے عقد وازدواج حرام قرار دے دیا تو بعض مسلمانوں نے یہ گستاخانہ کلام کیا کہ جب پیغمبر ہماری عورتوں سے شادی کر سکتے ہیں تو ہم ان کی بیویوں سے شادی کیوں نہیں کر سکتے پھر کہا کہ پیغمبر کا انتقال ہو گیا تو میں عائشہ سے شادی کروں گا (تفسیر صافی)

مقام تعجب:

اور جب ہم تاریخ میں پڑھتے ہیں یہ گستاخانہ کلام کرنے والا کوئی معمولی آدمی نہیں تھا بلکہ آسمان صحابیت کا مہرو ماہ جناب طلحہ تھا جو خیر سے عشرہ مبشرہ میں شامل ہے تو ہمارے تعجب کی کوئی حد نہیں رہتی۔ چنانچہ تفسیر کبیر رازی اور تفسیر روح البیان حقی میں لکھا ہے۔ ان ھذہ الآیۃ نزلت حین قال طلحہ بن عبید اللہ التمیمی لئن مات محمد اتزوج عائشۃ۔

ناطقہ سر بگریبان ہے کہ اسے کیا کہیے؟

چنانچہ آیت کہ "تم کسی چیز کو ظاہر کر دیا اسے چھپاؤ، بہر حال اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے" بتا رہی ہے کہ کچھ صحابہ کرام کی یہ نیت تھی کہ اور شاید راز داری کے طور پر بات ظاہر بھی کر دی۔ اس کے باوجود مسلمان ان سب حضرات کو (کلّھم عدول) کی سند دے کر آسمان عظمت وجلالت پر بٹھاتے ہیں۔ یا للعجب؟

٦٤) لا جناح علیھنّ۔۔۔الآیۃ

اس آیت کی شان نزول

مروی ہے کہ جب حجاب والی سابقہ آیت نازل ہوئی تو بعض ازواج النبیؐ کے آباو ابناء وغیرہ نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ! آیا ہم بھی پس پردہ رہ کر بات کریں؟ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ باپ دادا اور بیٹوں وغیرہ محارم کے بارے میں ان خواتین پر کوئی مضائقہ اور پابندی نہیں بے شک وہ ان کے سامنے آ جا سکتے ہیں کیونکہ وہ محارم ہیں۔

واضح رہے ولا نسآئھن سے مراد مسلمان عورتیں اور ما ملکت ایمانھن سے ان کی کنیزیں مراد ہیں۔ کیونکہ غیر مسلمان عورتوں سے اور اپنے غلاموں سے بھی ہمارے اکابر علماء کے نزدیک پردہ لازم ہے جیسا کہ اس موضوع کی تفصیل سورۂ نور کی آیت حجاب کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

٦٥) إنّ اللہ وملائکتہ۔۔۔الآیۃ

اس آیت کی تفسیر اسی سورۂ کی آیت ۴۳ ھو الّذی یصلیّ علیکم وملائکتہ۔۔الآیۃ کی تفسیر میں گزر چکی ہے اسی مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔ ہاں البتہ یہاں دو باتوں کی تھوڑی سی وضاحت کرنا ضروری ہے ایک یہ کہ

درود پڑھنے کا طریقہ کیا ہے؟

بخاری شریف باب الصلوۃ علی محمد میں اور تفسیر طبری، رازی اور مراغی وغیرہ میں مرقوم ہے کہ بعض صحابہ نے پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم کس طرح آپ پر درود بھیجیں؟ فرمایا یوں کہو! اللھم صل علی محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انك حمید مجید اللھم بارك علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علیٰ ابراھیم وعلی آل ابرھیم انك حمید مجید مفسر اسماعیل حقی نے روح البیان میں جو کچھ لکھا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ درود پڑھنے والے کو اللھم صل علی محمد وعلیٰ آل محمد پڑھنا چاہیے۔ یعنی حرف علیٰ کا اعادہ کرنا چاہیے کیونکہ اہل سنت نے

یہاں حرف علیٰ کے اعادہ کا التزام کررکھا ہے کہ شیعہ حضرات نبی اورآل نبی کے درمیان علیٰ کا فاصلہ کرنا جائز نہیں جانتے حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں ہے اہل علم جانتے ہیں کہ ایسے مقامات پرعلیٰ کا اعادہ کرنا بھی جائز ہےاور حذف کرنا بھی جائز ہے۔یعنی اللّھم صلّ علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد اور اللّھم صلّ علیٰ محمد وال محمد کہنے میں بالکل کوئی فرق نہیں ہے جناب شیخ سعدی سنی المذہب ہیں مگر وہ اپنی مشہور نعتیہ رباعی میں کہتے ہیں

بلغ	العلیٰ	بکماله
کشف	الدجیٰ	بجماله
حسنت	جمیع	خصاله
صلو	علیه	وآله

اصل بات پیغمبرؐ کے ساتھ آل پیغمبر کو شامل کرنے کی ہے ہم یہ کہتے ہیں کہ انہیں ضرور شامل کرنا چاہیے حرف علیٰ کے اعادہ کرنے یا نہ کرنے کی نہیں ہے۔ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایالا تصلّو اعلی صلوٰۃ بتراء ۔ مجھ پر دم بریدہ صلوٰۃ نہ بھیجا کرو۔صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ وما الصلوٰۃ البتراء؟۔وہ دم بریدہ صلوٰۃ کیا ہے؟ فرمایا۔ان تقولو اللّھم صلّ علی محمد یعنی تم یہ کہہ کرکہ اللّھم صلّ علیٰ محمد اور پھر خاموش ہوجاؤ بلکہ میرے ساتھ میری آل کو بھی شامل کیا کرو۔(صواعق محرقہ مطبوعہ مصر)

دوسری یہ کہ وسلمو تسلیما کامفہوم کیا ہے؟

بظاہر تو سلّموا کا مفہوم سلام کرنا ہی ذہن میں آتا ہے مگر ایک روایت میں اس سے پیغمبر اسلامؐ کے احکام کو تسلیم کرنا اوران کے سامنے سرتسلیم خم کرنا مراد لیا گیا ہے۔اور بعض اخبار میں وارد ہے صلّو اعلیٰ النّبی وسلّموا علی الوصی اور بعض آثار میں اس سے وصی رسول کو تسلیم کرنا مراد لیا گیا ہے۔(تفسیر البرہان،نور الثقلین وغیرہ)(

جب بھی پیغمبر اسلامؐ کا ذکر خیر کیا جائے تو آپ پر درود پڑھنا سنت موکدہ ہے

۱)۔بروایت امام جعفر صادق علیہ السلام حضرت رسول خداؐ سے مروی ہے فرمایا جس مجلس ومحفل میں لوگ جمع ہوں اور وہاں خدا کا ذکر نہ کیا جائے اور پیغمبر اسلامؐ پر درود سلام نہ بھیجا جائے تو وہ مجلس قیامت کے دن ان لوگوں کے لیے وزرووبال کا باعث ہوگی (اصول کافی)

اور متعدد حدیثوں میں وارد ہے کہ جب پیغمبر اسلامؐ کا ذکر کیا جائے تو آپؐ پر درود وسلام پڑھنا لازم ہے (نور الثقلین)۔

نیز انہی جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا جو شخص محمد آل محمد علیہم السلام پر دس بار درود پڑھے خدا اور اس کے فرشتے اس پر سو بار صلوٰت بھیجتے ہیں اور جو شخص ان پر ایک سو مرتبہ صلوٰت بھیجے تو خدا اور اس کے فرشتے اس پر ہزار بار درود بھیجتے ہیں۔(اصول کافی وصافی)

٦٦) انّ الّذین یؤذون اللہ۔۔۔الآیۃ

خدا اور رسول کو اذیت پہنچانے والوں کی سزا

ان بدقسمت لوگوں کی سزا تو بالصراحت اس آیت میں مذکور ہے کہ ان پر خدا دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور کئی بار اس کی وضاحت کی جا چکی ہے کہ لعنت، رحمت کی ضد ہے یا رحمت خداوندی سے دوری کی بددعا ہے کوئی سب وشتم یا گالی نہیں ہے اور ان کے لیے خدا نے ذلیل کرنے والا عذاب مہیا کر رکھا ہے۔

خدا اور رسولؐ کو اذیت پہنچانے کا طریقہ کیا ہے؟

جو بات قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ خدا اور رسول کو اذیت پہنچائی کس طرح جا سکتی ہے؟ اور اس کا طریقہ کار کیا ہے؟۔سو واضح رہے کہ اس کے متعدد طریقے ہو سکتے ہیں۔مثلاً

۱)۔ان کا انکار کر کے

۲)۔خدا کے ساتھ شرک کر کے اور پیغمبر کی توہین کر کے اور ان میں کوئی عیب نکال کے

۳)۔خدا اور رسول کے احکام کی خلاف ورزی کر کے۔(مجمع البیان)

۴)۔نیز اس کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ خدا اور رسول کے پیاروں کو اذیت پہنچا کے کیونکہ ظاہر ہے کہ ان کی ایذا رسانی خدا اور رسول کی ایذا رسانی متصور ہوتی ہے جیسے پیغمبر اسلامؐ کا ارشاد۔فاطمۃ بضعۃ منی من اذاھا فقد اذانی۔فاطمہ زہراؑ میرا ٹکڑا ہے جو کوئی اسے اذیت پہنچائے تو اس نے گویا مجھے اذیت پہنچائی۔(بخاری ومسلم)

٦٧) والّذین یؤذون۔۔۔الآیۃ

مومنین ومومنات کو بے جرم وخطا اذیت پہنچانے والوں کی سزا

یہ اذیت زبان سے بھی ہوسکتی ہے اور ہاتھ سے بھی پھر زبان والی ایذا رسانی غیبت وگلہ گوئی کی شکل میں بھی ہوسکتی ہے اور بہتان والزام کی صورت میں بھی اور ہاتھ والی اذیت ضرب وحرب سے بھی ہوسکتی ہے اور قتل وغارت سے بھی اور راہ چلتے زبان یا ہاتھ سے توہین کر کے بھی جو بہر حال حرام ہے اور گناہ عظیم ہے۔

ظاہر ہے کہ المسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔ وعز المومن بکف الآذیٰ عن الناس۔ کہ مومن کی عزت اس میں ہے کہ لوگوں سے ایذا رسانی کو روکے۔ واذل الناس من اھان الناس۔ سب لوگوں سے زیادہ ذلیل وہ شخص ہے جو لوگوں کی توہین کرے (تفسیر کاشف) اور خیر الناس انفع الناس۔ سب لوگوں سے بہتر شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ کے بندوں کو فائدہ پہنچائے۔ (مکارم اخلاق) سچ ہے۔

عبادت بجز خدمت خلق نیست
بتسبیح و سجادہ و دلق نیست

آیات القرآن

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَاۤ اِلَّا قَلِيْلًا ۚۛ ﴿۶۰﴾ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚۛ اَيْنَمَا ثُقِفُوْۤا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿۶۱﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۶۲﴾ يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ

وَّاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿٦٤﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿٦٥﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِى النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿٦٦﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿٦٧﴾ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿٦٨﴾

ترجمۃ الآیات

اے نبی! آپ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور (عام) اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دیجئے! کہ وہ (باہر نکلتے وقت) اپنے اوپر چادر (بطور گھونگھٹ) لٹکا لیا کریں یہ طریقہ قریب تر ہے کہ وہ پہچان لی جائیں اور ستائی نہ جائیں اور اللہ بڑا بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے(۵۹) اگر منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور مدینہ میں افواہیں پھیلانے والے (اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے) تو ہم آپ کو ان کے خلاف حرکت میں لے آئیں گے پھر وہ اس (مدینہ) میں آپؐ کے پڑوس میں نہیں رہ سکیں گے مگر بہت کم (٦٠) وہ بھی لعنت کے مارے ہوئے وہ جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور بری طرح قتل کئے جائیں گے (٦١) جو (ایسے لوگ) ان سے پہلے گزر چکے ہیں ان میں بھی اللہ کا یہی دستور رہا ہے اور آپ اللہ کے دستور میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے (٦٢) لوگ آپؐ سے قیامت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کب آئے گی؟) آپ کہہ دیجئے! کہ اس کا علم تو بس اللہ ہی کے پاس ہے (اے سائل!) تمہیں کیا خبر شاید قیامت قریب ہی ہو! (٦٣) بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے (٦٤) جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے وہ (وہاں) کوئی حامی و مددگار نہیں پائیں گے (٦٥) جس دن ان کے چہرے (دوزخ کی) آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے تو وہ کہیں گے کہ کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور (کاش) ہم نے رسول کی

اطاعت کی ہوتی (٦٦) اور وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے سرداروں کی اطاعت کی (٦٧) سو انہوں نے (سیدھے) راستہ سے ہمیں بھٹکا دیا اے ہمارے پروردگار! انہیں دوہرا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت کر (٦٨)

تشریح الالفاظ

(۱)۔جلالیب۔ یہ جلبات کی جمع ہے جس کے معنی بڑی چادر کے ہیں۔(۲)یدنین ۔ادناء الستر۔کے معنی ہیں پردہ لٹکانا۔(۳)۔والمرجفون۔ارجاف۔کے معنی ہیں لوگوں کو بھڑکانے کے لیے افواہیں پھیلانا۔(۴)۔لنغرینك۔یہ اغراہ سے مشتق ہے جس کے معنی بھڑکانے کے ہیں۔(۵)۔ثقفوا۔ثقف کے معنی پکڑنے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۶۸)یا ایّھا النّبی...الآیۃ

پردہ کے احکام کا بیان

یہاں پردہ کے بعض اجمالی احکام کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جو پردہ کے ان تفصیلی احکام کی تمہید ہے جو بعد ازاں سورۂ نور میں نازل ہوئے جو آپ سورۂ نور میں پڑھ آئے ہیں جو آیات یاایّھا الّذین آمنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم...الآیۃ ...(٦٧) سے شروع ہو کر آیت لعلکم تتقون پر ختم ہوئے ہیں۔

پردہ میں چہرہ کا ڈھانپنا لازم ہے

مذکورہ بالا مقام پر آیت ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا ...الآیۃ۔کی تفسیر میں یہ بحث بھی گزر چکی ہے کہ آیا پردہ میں عورت کے لیے اپنے چہرے کا چھپانا ضروری ہے یا اس کا کھلا رکھنا جائز ہے؟ اس میں فی الجملہ فقہاء میں اختلاف ہے۔اگرچہ ہم نے وہاں اسی قول یعنی چہرہ کا ڈھانپنا ضروری ہے کی تقویت کی ہے۔سورۂ احزاب کی اس آیت سے بھی ہمارے موقف کی تائید مزید ہوتی ہے کیونکہ یہاں جلالیب کے لٹکانے کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔جلالیب جلباب کی جمع ہے جس کے معنی لغت میں اس بڑی چادر کے ہیں جو سارے بدن کو

ڈھانپ لے اور پھر اس کے ادنا وار خاء کا مطلب یہ ہے کہ سارے بدن پر چادر اوڑھ کر سر کے اوپر سے بطور گھونگھٹ نیچے لٹکائیں اور جن اہل لغت نے جلباب کے معنی خمار (اوڑھنی) کے کئے ہیں وہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ خمار اس قدر وسیع ضرور ہونا چاہیے جس سے عورت اپنا بدن اور چہرہ چھپا سکے۔ چنانچہ تفسیر مجمع البیان میں لکھا ہے۔ الجلباب خمار امرءۃ الذی تغطی رأسها ووجهها اذا خرجت لحاجة جلباب سے مراد اوڑھنی ہے کہ جب عورت کسی ضرورت کے لیے گھر سے باہر نکلے تو اس سے اپنے سر اور چہرے کو چھپا سکے اس سے واضح ہوتا ہے کہ پردہ میں چہرے کا چھپانا بھی ضروری ہے اور اس کا استثناء کرنا غلط ہے اور حکم حجاب کے فلسفہ اور اس میں پوشیدہ حکمت کے منافی ہے۔

حکم حجاب کی ایک حکمت کا بیان

اس اسلامی حکم کے فوائد اور حکیمانہ اسرار و رموز پر فی الجملہ گفتگو سورۂ نور کی متعلقہ آیات میں کی جا چکی ہے یہاں اس حکم کی ایک حکمت پر روشنی ڈالی گئی ہے تا کہ جب شریف زادیاں اور آزاد عورتیں یوں پردہ کر کے گھروں سے نکلیں گی تو وہ پہچانی جائیں گی کہ وہ شریف زادیاں اور آزاد عورتیں ہیں۔ یعنی کنیزیں اور عام عورتیں نہیں ہیں اس طرح ان دونوں قسموں میں امتیاز ہو جائے گا اور پھر اوباش لوگ ان سے چھیڑ چھاڑ نہیں کریں گے کہ ان کو معلوم ہو جائے گا کہ جو شریف عورت اپنا چہرہ وغیرہ مرد کے سامنے ظاہر کرنے پر راضی نہیں ہے وہ اپنا ستر کس طرح کھولنے پر راضی ہو سکتی ہے؟ ایسا حکم اس لیے دیا گیا کہ بعض روایات کے مطابق جب مسلم خواتین نماز مغرب و عشاء مسجد نبوی میں پڑھنے جاتی تھیں تو کچھ منافقین اور اوباش لوگ ان کے سامنے اخلاق سے گری ہوئی باتیں کرتے تھے۔ (تفسیر قمی)

۶۹) ۔لئن لم ینته المنافقون۔۔۔الآیة

منافقین کو سخت کاروائی کی دھمکی

یہ جو یہاں تین قسم کے لوگوں کو دھمکی دی جا رہی ہے کہ منافقین اور جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جھوٹی افواہیں اڑانے والے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ واقعی یہ کوئی الگ الگ تین گروہ ہیں بلکہ اس سے مراد منافقین ہی ہیں جن میں یہ سارے برے اوصاف پائے جاتے ہیں وہ منافق ہیں ان کے دلوں میں شک و نفاق والا روگ ہے اور مسلمانوں کی ہمتوں کو پست کرنے اور ان کو اپنے بلند ارادوں میں ناکام کرنے کی خاطر غلط افواہیں اور جھوٹی خبریں اڑاتے ہیں کہ فلاں جنگ میں مسلمانوں کو بھاری نقصان ہوا ہے اور فلاں جنگ میں

مسلمانوں کو بڑی شکست ہوئی ہے اور یہ کہ مسلمانوں کے خلاف بڑی جنگ کی تیاریاں ہو رہی ہیں اور یہ کہ مدینہ پر زبردست حملہ ہونے والا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ایسے لوگوں کو دھمکی دی جارہی ہے کہ اگر انہوں نے اپنی موجودہ روش ورفتار نہ بدلی اور یہ اراجیف اڑانے سے باز نہ آئے تو پھر بڑی سختی سے ان کا استیصال کردیا جائے گا اور انہیں کچل دیا جائے گا۔ بہرحال چونکہ وہ لوگ انتباہ کے بعد بظاہر اپنی ان شرارتوں سے باز آگئے تھے اس لیے دھمکی کو عملی جامہ نہیں پہنایا گیا۔

ایک ناقص خیال کا ابطال

بعض حلقوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ اس دھمکی کا یہ اثر ہوا کہ منافقوں نے اس کے بعد منافقت بالکل چھوڑ دی اور وہ سب مخلص مومن بن گئے۔ یہ بات تاریخی حقائق کے بالکل خلاف ہے مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ جب پیغمبر اسلامؐ کا انتقال ہوا تو مدینہ منافقوں سے بھرا پڑا تھا (الفاروق) جناب جابر پیغمبر اسلامؐ کے بعد کہا کرتے تھے کہ ان المنافقین الیوم شرّ منهم علی عهد النبی۔۔۔ الخ۔۔۔ آج کل کے منافقوں کی حالت پیغمبرؐ کے دور سے بھی بدتر ہے کیونکہ وہ اس وقت خفیہ ریشہ دوانیاں کرتے تھے اور آج کل کھلم کھلا حرکتیں کر رہے ہیں۔ (بخاری شریف)

ہاں البتہ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس دھمکی کا یہ اثر ضرور ہوا تھا کہ وہ حسب ظاہر اپنی ان ناشائستہ حرکتوں سے باز آگئے تھے اور اس لیے تہس نہس ہونے سے بچ گئے تھے کیونکہ ع

اذا فات الشرط فات المشروط

اللہ کا قدیم الایام سے یہی طریقہ کار رہا ہے کہ کھلم کھلا حق کے خلاف سازشوں کا جال بچھانے والوں کو پہلے تنبیہ کردی جاتی ہے کہ وہ اپنی روش بدلیں۔ لہٰذا اگر وہ ان حرکتوں سے باز آجائیں تو فبہا۔ ورنہ ان کا استیصال کردیا جاتا ہے اور یہی طریقہ کار ہمیشہ جاری رہے گا اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ سب لوگ مخلص مومن بن جائیں گے اور نفاق یا کفر و شرک ختم ہوجائے گا۔ نہیں ایسا نہیں ہوسکتا بلکہ جس طرح ہمیشہ سے ہر قسم و قماش کے لوگ رہے ہیں آئندہ بھی رہیں گے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

۷۰) یسئلك الناس۔۔۔ الآیة

اس قسم کی آیت سورۂ اعراف میں نمبر ۱۸۸ پر گزر چکی ہے۔یسئلونك عن الساعة۔۔۔الآیة اور وہیں اس کی تفسیر بھی گزر چکی ہے کہ قیامت کی گھڑی کب آئے گی؟ اس کا تفصیلی وتعیناتی علم صرف خدا کے پاس ہے اس پر نہ کسی ملک مقرب کو مطلع کیا ہے نہ کسی مومن ممتحن کو اور نہ کسی نبی مرسل کو یہ کلیۃ پردہ غیب میں ہے۔

نیز یہ سوال کرنے والے سادہ لوح مسلمین بھی ہوتے ہیں اور کفار ومنافقین بھی۔مگر ان کے اس سوال کا مقصد واقعاً اس کا علم حاصل کرنا نہ تھا کیونکہ وہ تو اس پر ایمان ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ اس سے ان کا مقصد استہزا اور مذاق اڑانا تھا کہ وہ گھڑی کب آئے گی جب تم عیش وآرام کروگے اور ہمیں عذاب وعقاب کیا جائے گا؟۔

۷۱)۔انّ اللہ لعن الکافرین۔۔۔الآیة

یہ حقیقت تو بار بار قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے کہ خدا نے کافروں پر لعنت کی ہے ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب مہیا کیا گیا ہے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کا کوئی یار و مددگار نہیں ہوگا اور ان کے چہروں کو آگ میں الٹنے پلٹنے کا مفہوم یہ ہے کہ شدت تکلیف اور شدت تپش سے ان کے چہروں کی رنگت تبدیل ہوتی رہے گی اور اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ جس طرح کباب آگ پر الٹا جاتا ہے کہ آگ کی گرمی پورا اثر کرے اسی طرح ان کو بھی جہنم میں الٹا پلٹا جائے گا۔(تفسیر بتیان)

اعوذ باللہ من الجحیم ومن عذابھا الالیم۔اس وقت کف وہ افسوس ملیں گے کہ کاش ہم نے خدا اور رسولؐ کی اطاعت کی ہوتی مگر اس وقت کا پچھتاوا کوئی فائدہ نہ دے گا۔ ع

ندم البغاة ولات ساعة مندم

واضح رہے کہ اس قسم کی ایک آیت سورۂ فرقان میں نمبر ۲۷ پر بھی گزر چکی ہے۔ویوم یعض الظالم علیٰ یدیہ یقول یٰلیتنی اتخذت مع الرّسول سبیلا۔۔۔الآیة

۷۲)وقالوا ربّنا۔۔۔الآیة

اس وقت یہ بدبخت لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم نے تو اپنے سرداروں وراپنے وڈیروں کی اطاعت میں یہ سب کفر وشرک اور گناہ وعصیاں کیا۔یہ خود بھی تباہ ہوئے اور ہمیں بھی برباد کیا اس لیے اے اللہ! ان کو دوہری سزا دے اور ان پر بڑی سخت لعنت کر۔یہی بات سورۂ اعراف آیت ۳۸ اور سورۂ النازعات،سورۂ نباء اور سورۂ الملک وغیرہ میں بھی بیان کی گئی ہے۔

لمحہ فکریہ

اس گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی دار دنیا میں جن لوگوں سے عقیدت تھی آج حقیقت حال کے ظاہر اور واضح و آشکار ہوجانے کے بعد وہ عقیدت عداوت سے بدل جائے گی اس لیے وہ ایک دوسرے پر لعنت کریں گے اے کاش! کہ لوگوں نے دار دنیا میں غور وفکر کر کے ان بڑوں کو اپنی عقیدت کا مرکز بنایا ہوتا اور لعنت ونفرت کے مستحقین کو اپنا راہبر اور راہنما نہ بناتے اور اس طرح آج ان کو یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا۔ ؎

کاخ جہاں پر است زذ کر گذ شتگان
لیکن کسے کہ گوش نہد این صداکم است

آیات القرآن

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۞ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۞ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۞ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۞ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۞

ترجمۃ الآیات

اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ جنہوں نے موسیٰ کو اذیت پہنچائی تھی تو اللہ نے

انہیں ان کی ان باتوں (تہمتوں) سے بری کر دیا اور وہ اللہ کے نزدیک بڑے معزز تھے(۶۹)اے ایمان والو! اللہ (کی نافرمانی) سے ڈرو اور درستی کی بات کہا کرو(۷۰)اللہ تمہارے اعمال کی اصلاح کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کرے گا اور جو بھی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ عظیم کامیابی حاصل کرے گا(۷۱) بے شک ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا مگر ان سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور وہ اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے (بلا تامل) اٹھالیا بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے(۷۲) تاکہ خدا منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سزا دے اور (تاکہ) مومن مردوں اور مومن عورتوں کی توبہ قبول کرے (ان پر نظر توجہ فرمائے) اور بے شک اللہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے(۷۳)

تشریح الالفاظ

(۱) ۔فبرّاہ ۔اس کے معنی بری کرنے کے ہیں ۔(۲)۔وجیھہ۔ کے معنی ہیں عزت وعظمت اور وجاہت والا ہونا۔(۳)۔قول ۔سدید کے معنی ہیں راست بات، سچی اور سیدھی بات۔(۴)۔عرضنا ۔عرض ۔کے معنی پیش کرنے کے ہیں ۔(۵)۔اشفقن ۔اشفاق کے ایک معنی خوف کے بھی ہیں ۔(۶)۔ظلوما ۔وجھولا ۔یہ دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں جس کے معنی بڑے ظالم اور بڑے جاہل کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۷۳) یا ایھا الّذین اٰمنو ... الآیۃ

جناب موسیٰ کو کس طرح اذیت پہنچائی گئی تھی؟

اس حقیقت کا کئی بار اظہار کیا جا چکا ہے کہ تمام اقوام عالم میں جو قوم سب سے زیادہ اکھڑ مزاج اور ہٹ دھرم تھی اور اب بھی ہے وہ بنی اسرائیل ہے جس کی اکھڑ مزاجی کے واقعات سے قرآن وسنت لبریز ہیں ۔انہوں نے جناب موسیٰ کو مختلف نوعیت کی اذیتیں پہنچائیں لیکن یہاں اس آیت میں اس خاص اذیت کی کوئی نشاندہی

نہیں کی گئی جس کا تذکرہ یہاں کیا جارہا ہے اس سلسلہ میں مختلف اقوال ملتے ہیں۔ مثلاً
۱)۔ جناب موسیٰ چونکہ بڑے باحیا آدمی تھے وہ لوگوں سے الگ تھلگ ہوکر کپڑے اتارتے اور غسل کرتے تھے لہٰذا کچھ لوگوں نے ان پر مبروص اور نامردی کا الزام عائد کیا مگر یہ الزام غلط ثابت ہوا۔
۲)۔ قارون نے ایک سازش کے تحت ایک بدکار عورت کو تیار کیا تھا کہ وہ جناب موسیٰ کے ساتھ اپنے ناجائز تعلقات کی تہمت لگائے مگر یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی کیونکہ اس عورت نے جناب موسیٰ کی پاکدامنی کی گواہی دے کر قارون کو ناکام بنادیا۔
۳)۔ جناب موسیٰ و ہارون کسی پہاڑ پر گئے اور وہاں جناب ہارون کا انتقال ہوگیا مگر بنی اسرائیل کے کچھ شرارتی عناصر نے ان کی موت کا الزام جناب موسیٰ پر عائد کردیا مگر قادر مطلق نے ان کو اس الزام سے بھی بری قرار دیا وغیرہ وغیرہ۔

۷۴) وکان عند اللہ وجیھا۔۔۔ الآیۃ

جناب موسیٰ اللہ کے نزدیک بڑی شان اور عزت والے تھے اور جو شخص اللہ کے نزدیک معزز ہو تو پھر خدا اس کا خود دفاع کرتا ہے اور مخالفین اسے بدنام کرنے کے لیے جس قدر چاہیں زور لگائیں اور جس قدر چاہیں سازشوں کے دام ہمزنگ زمیں بچھائیں مگر قادر مطلق کبھی ان کو کامیاب نہیں ہونے دیتا۔ چنانچہ اس کا ارشاد ہے انّ اللہ یدافع عن الّذین آمنوا کہ اللہ خود اہل ایمان کا دفاع کرتا ہے۔ نیز اس کا یہ فرمان ہے کہ انّ اللہ لا یھدی کید الخائنین۔ جیسا کہ جناب یوسفؑ، جناب عیسیٰؑ اور خود پیغمبر اسلامؐ کے حالات وواقعات سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے لیکن جب لوگ خدا اور اس کے انبیاء اور ان کے اوصیاء کو معاف نہیں کرتے تو اور کون ان کی زبانوں کے تیروسنان سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں انّ رضا النّاس لا یملك والسنتھم لا یضبط الم ینبسوا الی موسیٰ انه عنین وآذوہ حتی برأہ اللہ مما قالوا لب لوگوں کی خوشنودی حاصل نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی ان کی زبانیں بند کی جاسکتی ہیں کیا انہوں نے جناب موسیٰ پر عنین (نامرد) ہونے کی تہمت نہیں لگائی اور طرح طرح سے اذیت نہیں پہنچائی یہاں تک کہ خدا نے ان کی برائت ظاہر فرمائی۔ (تفسیر قمی وصافی) ونعم ما قیل۔

غالب برا نہ مان جو واعظ برا کہے
ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے

۷۵) یا ایّھا الذین آمنوا۔۔۔ الآیۃ

قول سدید کی جامعیت

خدائے علیم وحکیم نے یہاں "قول سدید" کی لفظ استعمال کی ہے جو ان تمام صفات کی جامع لفظ ہے جو کسی لفظ کی صفت بن سکتی ہیں جیسے وہ سچی بات جس میں جھوٹ کا شائبہ تک نہ ہو وہ صحیح بات جس میں غلطی کا نام تک نہ ہو، وہ جدی بات جس میں مذاق کا نشان نہ ہو۔ وہ عادلانہ بات جس میں ظلم کا امتزاج نہ ہو اور وہ ملائم بات جس میں درشتی وسختی کا اختلاط نہ ہو۔ اسی لیے قرآن وسنت میں حکم دیا گیا ہے کہ **قو لو الحق ولو کان علیکم**۔ یعنی حق بات کہو! اگرچہ وہ خود تمہارے برخلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اسی لیے حدیث نبوی میں وارد ہے کہ **لا یستقیم ایمان عبد حتی یستقیم قلبه ولا یستقیم قلبه حتی یستقیم لسانه**۔ کسی بندہ کا ایمان اس وقت تک صحیح نہیں ہوسکتا جب تک اس کا دل سیدھا نہ ہو اور اس کا دل اس وقت تک سیدھا نہیں ہوسکتا جب تک اس کی زبان صحیح وسیدھی نہ ہو۔ (بحار الانوار سابع عشر)

الغرض تقویٰ اختیار کرنے اور زبان کی درستگی وراستی اختیار کرنے کا نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ خدا اعمال کی اصلاح کردیتا ہے اور گناہ معاف کردیتا ہے۔

۷۲) انّا عرضنا الامانة... الآیة

امانت سے یہاں کیا مراد ہے؟

یہاں چند امور قابل غور وفکر ہیں:

پہلا امر

یہ کہ امانت سے کیا مراد ہے؟ اس میں مختلف اخبار وآثار اور اقوال وآراء پائے جاتے ہیں۔

۱)۔ شرعی تکلیف یعنی اوامر ونواہی وغیرہ احکام خداوندی کی پابندی

۲)۔ کلمۂ توحید کے تقاضوں کی پابندی

۳)۔ مالی امانت کی ادائیگی اور عہدہ وپیمان کی پابندی

۴)۔ خلافت وولایت

۵)۔ فردی مفاد کو ملی واجتماعی مفاد پر قربان کرنے کا جذبہ۔ (مجمع البیان، تفسیر صافی اور الکاشف وغیرہ)

مروی ہے کہ جب نماز کا وقت داخل ہوتا تھا تو حضرت امیر علیہ السلام کا رنگ متغیر ہوجاتا تھا اور پوچھنے

پر فرماتے تھے کہ اس امانت کی ادائیگی کا وقت آ گیا ہے جس کا بوجھ اٹھانے سے آسمانوں زمینوں اور پہاڑوں نے انکار کر دیا تھا۔ (عوالی اللئالی)

نیز حضرت امیر علیہ اسلام اپنے وصیت نامہ میں فرماتے ہیں وہ شخص ناکام ہے جو امانت کو ادا نہ کرے کیونکہ یہ وہ فریضہ ہے جس کے اٹھانے سے زمین و آسمان نے انکار کر دیا تھا۔ (نہج البلاغہ)

اور اصول کافی اور تفسیر صافی وغیرہ میں جناب امام صادق علیہ اسلام سے مروی ہے کہ فرمایا الامانۃ الولایۃ امانت سے مراد خلافت و ولایت ہے۔۔اقوٰی یہ ہے کہ اس سے عبودیت اور بندگی کے فرائض اور ذمہ داریوں کی ادائیگی یعنی تکلیف شرعی مراد ہے اور یہ امانت کا وہ وسیع و عریض مفہوم ہے جس میں دوسرے سب مفہوم داخل ہیں۔

دوسرا امر

اس امانت کے آسمانوں اور زمین پر پیش کرنے اور ان کے انکار کرنے کا مفہوم کیا ہے؟

جب کہ حقیقت حال یہ ہے کہ آسمان ہو یا زمین یا پہاڑ یہ سب چیزیں غیر ذی روح ہیں اور بظاہر بے عقل و شعور بھی تو ان پر امانت کے پیش کرنے اور ان کے اس بار امانت اٹھانے سے انکار کرنے اور ڈر جانے کا کیا مطلب ہے؟ تو اس سلسلہ میں شیخ الطائفہ شیخ طوسی اور عالم ربانی فیض کاشانی اور بعض دوسرے علماء کی تحقیق بظاہر تو مبنی بر حقیقت نظر آتی ہے کہ یہ سب کچھ بطور تمثیل و کنایہ ہے گویا خدا یہ فرما رہا ہے کہ ہم نے آسمانوں و زمینوں اور پہاڑوں کی طبعی صلاحیت و استعداد کا جائزہ لیا تو ان میں اس شرعی تکلیف کا بوجھ اٹھانے کی استعداد نہ پائی اور جب انسان کی ذہنی و فکری استعداد کا جائزہ لیا تو اس میں یہ بوجھ اٹھانے کی صلاحیت موجود پائی۔

بناء بریں یہ آسمان و زمین پر امانت کا پیش کرنا اور ان کا انکار کرنا ایسا ہی مجاز ہے جیسے ایک دوسرے مقام پر ہے کہ ہم نے آسمان و زمین سے کہا ائتنا طوعا او کرھا۔ کہ تم دونوں طوعاً یا کرھاً ہمارے پاس آ جاؤ۔ فقالتا اتینا طائعین۔ تو ان دونوں نے کہا کہ ہم طوعا حاضر ہیں تو جس طرح وہ مجاز ہے اور خدا کے مسخر ہونے کا کنایہ ہے بالکل اسی طرح آسمان و زمین وغیرہ پر امانت کا پیش کرنا اور ان کا انکار کرنا بھی ان

کی فطری عدم استعداد کا کنایہ ہے اور انسان کی بے پایاں صلاحیت و استعداد کا اظہار ہے جیسا کہ ہم تفسیر کی پہلی جلد میں آدم و ملائکہ کے باہمی مقابلہ کے ضمن میں بیان کر آئے ہیں کہ تمام مخلوقات خداوندی اور کائنات ارضی و سماوی میں انسان ہی وہ اشرف المخلوقات ہے جس کی طبعی صلاحیت و استعداد سب سے زیادہ ہے حتیٰ کہ فرشتوں کی استعداد بھی محدود ہے اور جس کا جو خلقی کام ہے وہ اس سے آگے ترقی نہیں کر سکتا خود فرشتوں کا اپنا قول ہے انا کل له مقام معلوم۔ کہ ہم میں سے ایک کا ایک معین مقام ہے۔ لہٰذا وہ بھی امانت و صداقت کا بوجھ اٹھانے سے قاصر ہیں۔ نیز یہ بھی کہا گیا کہ یہاں ایک مضاف محذوف ہے۔ یعنی عرضنا الامانة علی السموات ...الآیة کا مطلب یہ ہے کہ انّا عرضنا الامانة علی اهل السمٰوت...الآیة کہ ہم نے آسمان و زمین کے رہنے والوں کے سامنے امانت پیش کی اور انہیں اس امانت کی ذمہ داریوں سے اور اس کے تقاضوں کو پامال کرنے کے وزر و بال سے بھی آگاہ کیا مگر وہ ڈر گئے اور یہ بوجھ اٹھانے کی جرأت نہ کی۔

بہرحال

آسمان بار امانت نتو انست کشید
قرعۂ فال بنام من دیوانه زدند

۷۷) لیعذّب الله المنافقین...الآیة

انسان کے بارِ امانت اٹھانے کا انجام؟

لیعذّب میں جو لام ہے یہ کسی کام کی غرض و غایت بیان کرنے والا لام نہیں ہے بلکہ یہ لام عاقبت ہے جو کسی کام کا انجام بیان کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ انجام اس کام کے کرنے والے کا مقصود نہ ہو جیسے فالتقطه آل فرعون لیکون لهم عدواً وحزنا کہ فرعون کے خاندان والوں نے جناب موسیٰ کو اٹھایا تاکہ انکے لیے دشمن اور باعث حزن بنے ظاہر ہے کہ اٹھانے سے ان کا مقصد تو یہ نہیں تھا مگر انجام کار ہوا یہی تھا۔ چنانچہ یہاں بھی انسان کے بار امانت اٹھانے کا انجام یہ ہوا کہ انسانی نوع دو گروہوں میں تقسیم ہو گئی۔

۱)۔ ایک کفار و مشرکین اور منافقین ۲)۔ دوسرے مومنین با تمکین

پہلے گروہ نے چونکہ سرکشی کا مظاہر کیا اور اپنی ذمہ داری پوری نہیں کی۔ لہٰذا اسے سزا دی جائے گی اور دوسرے گروہ نے چونکہ اپنی شرعی ذمہ داریاں پوری کر کے امانت کا حق ادا کیا ہے اس لیے اس پر نگاہ توجہ و عنایت

مبذول کی جائے گی اور اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔ بے شک اللہ بڑا بخشنے والا ہے جو اپنے بندوں کی لغزشوں کو معاف کر دیتا ہے اور نیکی کرنے کی وجہ سے ان پر رحم وکرم کرتا ہے۔

اللّٰھم اجعلنا ممن حمل الامانة واڈّی حقّھا و فاز فوزاً عظیما بحق النبی والہ الطاھرین

آج بتاریخ ۱۱ جنوری ۲۰۰۳ بوقت پونے تین بجے دن سورۂ احزاب کی تفسیر بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوئی

والحمد للہ اولاً و اخراً

سُوۡرَةُ سَبَاٍ

وجہ تسمیہ:۔

چونکہ اس سورۃ میں ملک سباء کے لوگوں پر پہلے خدا کے انعامات کا اور پھر ان کے کفران نعمت کرنے کا تفصیل سے تذکرہ کیا گیا ہے۔نیز چونکہ یہ نام سورۃ کی آیت ۱۵ میں مذکور ہے۔لقد کان لسباء فی مسکنھم۔۔۔الآیۃ اس لیے اس کا نام سورۃ سباء ہوا۔

عہد نزول:۔

یہ سورۃ مکی ہے مگر یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ آنحضرتؐ کی مکی زندگی کے ادوار ثلاثہ میں سے کس دور میں نازل ہوئی ہے اگر چہ اس کے مضامین اور انداز بیان سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ وسطانی دور کے آغاز میں نازل ہوئی ہے۔واللہ العالم

جبکہ ہنوز اہل مکہ پر یہ حقیقت واضح نہیں ہوئی تھی کہ اسلام کی یہ دعوت کس قدر ہمہ گیر ہے اور ان کے پورے معاشی و معاشرتی نظام کو تہہ و بالا کرنے والی ہے اور اس لیے وہ بھی صرف طعن و تمسخر اور تشنیع و تضحیک سے اور غلط الزامات اور اپنی ریشہ دوانیوں سے اس تحریک کو ناکام بنانا اور اسے دبانا چاہتے تھے۔

اس سورۃ کے مضامین عالیہ کی مختصر فہرست

۱)۔اس سورۃ کا آغاز اللہ کی حمد و ثناء اور اس کی کبریائی کے اظہار سے کیا گیا ہے۔

۲)۔اسلام کے بنیادی عقائد توحید، نبوت اور قیامت کے بارے میں کفار کے اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔

۳)۔قیامت کے وقوع پذیر ہونے کی غرض و غایت بیان کی گئی ہے۔

۴)۔اللہ کے نیک بندوں کا اور ان انعامات کا تذکرہ ہے جن سے ان کو نوازا گیا چنانچہ اس سلسلہ میں جناب داؤدؑ اور جناب سلیمانؑ کا خصوصی تذکرہ کیا گیا ہے۔

۵)۔جناب داؤدؑ کے لیے لوہے کے نرم کرنے کا بیان۔

۶)۔تخت سلیمان کی صبح و شام آمد و رفت کے پیمانہ کا تذکرہ۔

۷)۔جنات کا جناب سلیمان کے لیے مختلف چیزوں کی صناعی کرنا۔

۸)۔ ہر دور میں اللہ کے شکرگزار بندوں کا قلیل ہونا۔

۹)۔ جناب سلیمانؑ کی موت اوران کے بعدعصا کو دیمک لگنے کا تذکرہ جس سے آپ کی وفات معلوم ہوئی۔

۱۰)۔ ابلیس کی وسوسہ اندازی کا ذکراور یہ کہ اس سے آدمی مجبورنہیں ہوتا۔

۱۱)۔ اسلام کا روادارانہ اعلان کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں یا تم۔

۱۲)۔ ایک خوشحال بستی کا تذکرہ اوراس کے باشندوں کے کفران نعمت کرنے سے اس کی بربادی کی داستان یعنی قوم سباء کے عروج وزوال کی داستان۔

۱۳)۔ پیغمبراسلامؐ کی رسالت کی ہمہ گیری کا اعلان۔

۱۴)۔ مال واولاد کی کثرت قرب الٰہی کا وسیلہ نہیں ہے بلکہ ایمان وعمل صالح ہے۔

۱۵)۔ اجررسالت امت کے فائدہ کے لیے مانگا ہے۔

۱۶)۔ اللہ کے علم کی وسعت اور ہمہ گیری کا تذکرہ وغیرہ وغیرہ۔

سورۂ سباء کی تلاوت کرنے کا ثواب

۱)۔ پیغمبراسلامؐ سے مروی ہے فرمایا جوشخص سورۂ سباء کی تلاوت کرے تو قیامت کے دن ہر نبی اور رسول اس کا رفیق ہوگا۔اس سے مصافحہ کرے گا۔(مجمع البیان)

۲)۔ حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام سے مروی ہے جوشخص سورۂ۔سباء اورسورۂ فاطر کے دوحمدوں (الحمد للہ الذی۔۔۔) کو یعنی دونوں سورتوں کو رات کے وقت پڑھے تو وہ صبح تک اور جو دن میں پڑھے تو وہ شام تک خدا کی حفاظت وامان میں ہوگا اوراسے کسی ناملائم امرکا سامنا نہیں ہوگا اوراسے دنیاوآخرت کی خیروخوبی سے وہ کچھ دیا جائے گا جو کبھی اس کے دل ودماغ میں بھی نہیں گزرا ہوگا۔(ثواب الاعمال)

(سورۃ سباء مکیۃ)(آیاتہا ۵۴)(رکوعہا ٦)

آیات القرآن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ وَلَہُ الۡحَمۡدُ فِی الۡاٰخِرَۃِ ؕ وَھُوَ الۡحَکِیۡمُ الۡخَبِیۡرُ ① یَعۡلَمُ مَا

يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ۲ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۳ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۴ وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۵ وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۶ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۷ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ۸ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۹

سورہ سباءمکی ہے اسی کی ۵۴ اور ۶ رکوع ہیں۔

ترجمۃ الآیات

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے ہر قسم کی تعریف اس خدا کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا مالک ہے اور آخرت میں بھی ہر قسم کی تعریف

اسی کے لیے ہے اور وہ بڑا حکمت والا، بڑا باخبر ہے(۱)۔وہ جانتا ہے جو کچھ زمین کے اندر داخل ہوتا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے وہ بڑا رحم کرنے والا، بڑا بخشنے والا ہے(۲)۔اور کافر کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی آپ کہہ دیجئے! کہ وہ ضرور آئے گی مجھے قسم ہے اپنے پروردگار کی جو عالم الغیب ہے جس سے آسمانوں اور زمین مین ذرہ برابر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے اور نہ اس (ذرہ) سے کوئی چھوٹی چیز ہے اور نہ بڑی مگر وہ کتاب مبین میں (درج) ہے(۳)۔(اور قیامت اس لیے آئے گی) تاکہ خدا ان لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے یہی وہ (خوش قسمت) لوگ ہیں جن کے لیے بخشش اور باعزت رزق ہے(۴)۔اور جو لوگ ہماری آیتوں کے بارے میں (انہیں جھٹلا کر ہمیں) ہرانے کی کوشش کرتے ہیں یہی وہ (بدبخت) لوگ ہیں جن کے لیے سخت قسم کا درد ناک عذاب ہے(۵) اور جنہیں علم دیا گیا ہے وہ جانتے ہیں جو کچھ (قرآن) آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے اور وہ غالب اور لائق ستائش (خدا) کے راستہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے(۶)۔اور کافر (ایک دوسرے سے) کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہیں ایسا آدمی بتائیں جو تمہیں خبر دیتا ہے کہ جب تم (مرنے کے بعد) بالکل ریزہ ریزہ کر دیئے جاؤ گے تو تم از سر نو پیدا کئے جاؤ گے(۷)۔کیا یہ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتا ہے یا اسے جنون ہے (پیغمبر اسلام تو نہیں) بلکہ وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ عذاب اور دور دراز کی گمراہی (سخت گمراہی) میں مبتلا ہیں(۸) کیا انہوں نے اسے نہیں دیکھا جو ان کے آگے پیچھے ہے (ان کو محیط ہے) یعنی آسمان و زمین! اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کے کچھ ٹکڑے گرا دیں۔بے شک اس میں اللہ کی طرف رجوع کرنے والے بندہ کے لیے ایک نشانی ہے(۹)

تشریح الالفاظ

(۱)۔یلج۔یہ ولوج سے مشتق ہے جس کے معنی داخل ہونے کے ہیں۔(۲) **وما یعرج**۔یہ عروج سے مشتق ہے جس کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں۔(۳)۔**معاجزین**۔یہ عاجز یعاجز سے مشتق ہے جس کے معنی عاجز کر

دینے والے اور مقابلہ و مسابقہ کے ہیں۔(۴)۔رجز کے معنی گندگی ،عذاب اور گناہ وغیرہ کے ہیں ۔(۵)۔اذا مزقتم تمزیق۔کے معنی ریزہ ریزہ اور ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کے ہیں ۔(۶)جنۃ۔اس کے معنی جنون اور دیوانگی کے ہیں۔ (۷)۔منیب۔یہ ناب ,ینیب سے مشق ہے جس کے معنی رجوع کرنے اور جھکنے کے ہیں۔(۸)۔ویر الذین۔کے یہاں یعلم معنی کے ہیں کیونکہ رویت جس طرح بصری ہوتی ہے اسی طرح قلبی بھی ہوتی ہے۔

تفسیر الآیات

۱)۔الحمد للّٰہ الّذی۔۔۔الآیۃ

یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ ثریٰ سے ثریا تک اور سماک سے سمک تک کائنات کی ہر بلند و پست وکبیر صغیر اور خطیر وحقیر شئی کا خالق و مالک خدا ہی ہے اور ہر چیز کا وجود ہو یا اس کی زیبائی و رعنائی۔الغرض کائنات ارضی وسماوی کا حسن و جمال اور ہر کمال اسی ذات ذوالجلال کے فضل وکرم اور اسی کے وجود ذی جود کا پرتو ہے۔لہٰذا دنیا ہو یا آخرت ہر جگہ ہر قسم کی حمد وثناء اور ہر قسم کی تعریف وتوصیف کا سزاوار وہی ہے وہ حکیم بھی ہے اور خبیر بھی اس کے ہر کام میں حکمت و دانائی کارفرما ہے اور پورے کارخانہ قدرت میں کوئی چیز بے کار اور بے فائدہ نہیں ہے اور ایسا باخبر کہ اپنی بنائی ہوئی کائنات کی کسی چیز سے بھی بےخبر نہیں ہے۔

۲)۔یعلم ما یلج فی الارض۔۔۔الآیۃ

اس کے علم کی وسعت و پہنائی کا یہ عالم ہے کہ جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے جیسے بارش کا پانی اور بیج وغیرہ اور جو چیز اس سے باہر نکلتی ہے جیسے نباتات اور معدنیات وغیرہ اور جو چیز آسمان سے اترتی ہے جیسے بارش اور احکام شرعیہ اور فرشتے اور جو اوپر چڑھتے ہیں جیسے بندوں کے اعمال اور فرشتے جو آسمان سے اترتے بھی ہیں اور اس پر چڑھتے بھی ہیں وہ سب کو اس طرح تفصیل سے جانتا ہے کہ کائنات کا کوئی ذرہ اس کے علم سے پوشیدہ نہیں ہے جیسا کہ اس سے اگلی آیت میں اس کی صراحت موجود ہے اور وہ رحیم وغفور ہے وہ مجرموں اور بدکاروں کو پکڑنے اور سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ برابر مہلت دیتا ہے اور جب توبہ و انابہ کر لیں تو پھر معاف کر دیتا ہے۔مخفی نہ رہے کہ اس قسم کی آیات قبل ازیں کئی مقامات پر مع تفسیر گزر چکی ہیں جیسے سورۂ انعام آیت

۹۹،سورۂ یونس آیت ۶۱۔

۳)وقال الّذین۔۔۔الآیۃ

قرآن اور تاریخ اسلام شاہد ہے کہ کفار کو سب سے زیادہ انکار قیامت کا تھا جس قدر انہیں اس کے انکار پر اصرار تھا اتنا ہی قرآن اور پیغمبر اسلامؐ کو اس کے وقوع پذیر ہونے پر اصرار تھا۔ چنانچہ یہاں آنحضرتؐ نے ایک عجیب قسم کی قسم کھا کر ان لوگوں کو یقین دلایا ہے کہ مجھے قسم ہے اپنے پروردگار کی جو ایسا عالم الغیب ہے کہ اس کے علم سے آسمان وزمین کی کوئی چیز مخفی نہیں ہے کہ قیامت برحق ہے۔

۴)لیجزی الّذین۔۔۔الآیۃ

اس آیت میں قیامت کے واقع ہونے کی حکمت و مصلحت بیان کی جا رہی ہے کہ قیامت کا وقوع پذیر ہونا اس لیے ضروری ہے کہ عادل حقیقی اپنے عدل الٰہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اہل ایمان اور نیکوکاروں کو جزا دے سکے اور کافروں، مشرکوں اور بدکاروں کو سزا دے سکے۔لیجزی اللہ الّذین احسنوا بالحسنیٰ والّذین اساؤا بما کانو یعملون

۵)۔والّذین سعوا۔۔۔الآیۃ

جو لوگ خدا کے دین اور اس کے احکام کو غلط ثابت کرنے اور نیچا دکھانے کے لیے دوڑ دھوپ کرتے رہتے ہیں ان کے لیے بدترین قسم کا عذاب ہے کیونکہ سزا ہمیشہ جرم کی نوعیت کے مطابق دی جاتی ہے جب ان لوگوں کا جرم سخت ہو تو ان کو سزا بھی بدترین قسم کے عذاب سے دی جانی چاہیے۔

۶)۔ویری الّذین اوتوا۔۔۔الآیۃ

جن خوش نصیب لوگوں کو خدا کی طرف سے علم خطا ہوا ہے اور اس کے ساتھ انصاف بھی وہ کچھ سابقہ آسمانی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے اور کچھ قرآن کے الفاظ و معانی میں غور وفکر کرنے کی وجہ سے جانتے ہیں کہ قرآن منزل من اللہ کتاب ہے اور یہ خدا کے سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔انّ ھذا القرآن یھدی للّتی ھی اقوم۔ جو ایمان اور تقویٰ و نیک کام کا راستہ ہے۔ ان الذین عنداللہ الاسلام۔

۷)۔وقال الّذین کفروا۔۔۔الآیۃ

منکرین قیامت کے عندیہ وخیال کا ابطال

منکرین قیامت چونکہ اس کے وقوع پذیر ہونے کو بخیال خویش نہ صرف بعید از عقل بلکہ ایک امر محال جانتے تھے۔ اور بعض ملحد فلاسفی کی طرح عقلی شبہات جیسے "شبہ اکل وما کول" اور "اعادہ معدوم" حسی شکل میں اس طرح اپنے اس خیال کا اظہار کرتے تھے کہ قبرستان وغیرہ سے بوسیدہ ہڈیاں لاتے اور پھر انہیں ریزہ ریزہ کر کے ہوا میں اڑا دیتے اور پھر کہتے کہ کون انہیں از سر نو زندہ کر کے لائے گا؟ اور پھر وہ جب پیغمبر اسلامؐ کی زبان سے اس سے واقع ہونے کی خبر سنتے تو کہتے کہ حقیقت دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو یہ شخص من گھڑت بات کہہ رہا ہے یا یہ دیوانہ ہے۔

مگر قرآن اور پیغمبر اسلامؐ نے ہمیشہ ان لوگوں کے اس ایراد کا یہ شافی وکافی جواب دیا ہے کہ خدا قادر بھی ہے اور علیم بھی لہٰذا جس قادر مطلق نے ان ہڈیوں کو پہلی بار پیدا کیا تھا وہ اب دوبارہ بھی ان کو پیدا کر سکتا ہے۔ باقی رہی اجزا کے باہم غلط ملط ہو جانے اور انہیں ایک دوسرے سے امتیاز دینے کی بات تو بے شک چونکہ ہمارا علم محدود ہے یہ ہمارے لیے ممکن نہیں ہے مگر خدا کا علم چونکہ محیط ہے اور وہ ایسا عالم الغیب ہے کہ کائنات کے ذرہ ذرہ سے واقف ہے اس لیے اس پر ان اجزاء کا ممتاز و مشخص کرنا کہ کون سا جز کس کا ہے؟ کوئی مشکل کام نہیں ہے بلکہ آسان ہے۔ غالباً اسی مقصد کے تحت یہاں قیامت کے تذکرہ میں علم الٰہی کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ آسمان وزمین کا کوئی ذرہ اس کے علم سے پوشیدہ نہیں ہے اور وہ ہر چیز سے واقف اور آگاہ ہے۔

۸)۔ افلم یروا ... الآیۃ

یہ آیت بھی منکرین قیامت کے سابقہ استبعاد کا ہی جواب ہے کہ کیا تم نے کبھی اپنی آنکھوں سے آسمان وزمین کو نہیں دیکھا اور اس بات پر غور نہیں کیا کہ جس قدر قادر مطلق نے اتنا بڑا آسمان اور اتنی بڑی زمین پیدا کر دی ہے کیا وہ ان لوگوں کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے۔ چنانچہ ایک دوسرے مقام پر فرماتا ہے۔ **اولیس الذین خلق السموات والارض بقادر علی ان یخلق مثلھم** کیا زمین اور اتنا بڑا نظام یہ نہیں بتاتا کہ اس قادر مطلق کے لیے از سر نو پیدا کرنا کوئی دشوار کام نہیں بلکہ بالکل آسان ہے۔ **وھو اھون علیہ**

۹)۔ ان نشاء نخسف ... الآیۃ

خدائے علیم وحکیم قیامت کے برپا کرنے پر اپنی قدرت اور اس کے وقوع پذیر ہونے کی حکمت بیان کرنے کے بعد اب منکرین کو دھمکی دے رہا ہے جو عقل وخرد سے کام نہیں لیتے اور اپنے انکار پر اڑے ہوئے ہیں

کہ تم چاروں طرف سے خدا کی حکومت میں گھرے ہوئے ہو وہ جب چاہے اور جس طرح چاہے تمہیں گرفتار کر سکتا ہے وہ چاہے تو تمہیں زمین میں دھنسا دے اور چاہے تو آسمان کے کچھ ٹکڑے تم پر گرا کر تمہیں نیست ونابود کر دے۔ لہٰذا ہوش میں آؤ۔ حقائق کا انکار نہ کرو بلکہ اقرار کرو اور خدا کے عذاب کو دعوت نہ دو۔

آیات القرآن

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِىْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۙ﴿۱۰﴾ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِى السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۱۲﴾ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِىَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِى الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۱۴﴾ لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِىْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ؕ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَىْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَىْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿۱۶﴾ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَهَلْ نُجٰزِىْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا

قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ ؕ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ ﴿١٨﴾ فَقَالُوا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿١٩﴾ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٠﴾ وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِم مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يُؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ ؕ وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿٢١﴾

ترجمۃ الآیات

اور بلا شبہ ہم نے داؤد کو اپنے ہاں سے (بڑی) فضیلت عطا کی تھی (اور پہاڑوں سے کہا) اے پہاڑو ان کے ساتھ تسبیح کرو اور پرندوں کو بھی (یہی حکم دیا) اور ہم نے ان کے لیے لوہا نرم کر دیا (۱۰) اور ان سے کہا کہ کشادہ زرہیں بناؤ اور کڑیوں کے جوڑنے میں مناسب اندازہ رکھو اور (اے آل داؤد) تم سب نیک عمل کرو (کیونکہ) تم لوگ جو کچھ کرتے ہو میں خوب دیکھ رہا ہوں۔ (۱۱) اور ہم نے سلیمان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا جس کا صبح کا سفر ایک مہینہ کی راہ تک تھا اور شام کا ایک مہینہ کی راہ تک اور ہم نے ان کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ جاری کیا اور جنات میں سے کچھ ایسے تھے جو ان سلیمان کے پروردگار کے حکم سے ان کے سامنے کام کرتے تھے اور ان (جنوں) میں سے جو ہمارے حکم سے سرتابی کرتا تھا ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کا مزہ چکھاتے تھے (۱۲) وہ ان کے لیے وہ کچھ کرتے تھے جو وہ چاہتے تھے (جیسے) محرابیں (مقدس اونچی عمارتیں) اور مجسمے اور بڑے بڑے پیالے جیسے حوض اور گڑی ہوئی دیگیں۔ اے داؤد کے خاندان والو! (میرا) شکر ادا کرو اور میرے بندوں میں شکر گزار بہت ہی کم ہیں (۱۳) اور جب ہم نے سلیمان پر موت کا فیصلہ نافذ کیا (اور وہ فوت ہو گئے) تو ان کی موت کا پتہ ان (جنات) کو نہیں دیا مگر اس دیمک نے جو ان کے عصا

کھارہی تھی تو جب (عصا کھوکھلا ہو گیا) اور آپ زمین پر گرے تو جنات پر اصلی حالت کھل گئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو (اتنے عرصے تک) اس رسواکن عذاب میں مبتلا نہ رہتے (۱۴) قبیلہ سباء والوں کے لیے ان کی آبادی میں (قدرت خدا کی) ایک نشانی موجود تھی (یعنی) دو باغ تھے دائیں اور بائیں (اور ان سے کہہ دیا گیا) کہ اپنے پروردگار کے رزق سے کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو شہر ہے پاک و پاکیزہ اور پروردگار ہے بخشنے والا (۱۵) پس انہوں نے روگردانی کی تو ہم نے ان پر بند توڑ سیلاب چھوڑ دیا اور ان کے ان دو باغوں کو ایسے دو باغوں سے بدل دیا جن کے پھل بدمزہ تھے اور جھاؤ کے کچھ درخت اور کچھ تھوڑی سی بیریاں (۱۶) یہ ہم نے انہیں ان کے ناشکراپن کی پاداش میں سزا دی اور کیا ہم ایسی سزا ناشکرے انسان کے سوا کسی اور کو دیتے ہیں (۱۷) اور ہم نے ان کے اور ان کے بستیوں کے درمیان جن کو ہم نے برکت دی تھی (سرراہ) کئی اور نمایاں بستیاں بسادیں اور ہم نے ان میں سفر کی منزلیں ایک اندازے پر مقرر کردیں کہ (جب چاہو) راتوں میں دنوں میں امن و عافیت کے ساتھ چلو پھرو (۱۸) (مگر) انہوں نے کہا! اے ہمارے پروردگار ہمارے سفروں (ان کی مسافتوں) کو دور دراز کردے اور (یہ کہہ کر) انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا سو ہم نے انہیں (برباد) کر کے افسانہ بنا دیا اور بالکل ٹکڑے ٹکڑے کر دیا بے شک اس میں نشانیاں ہیں ہر بہت صبر کرنے (اور) بہت شکر کرنیوالے کے لیے (۱۹) بے شک شیطان نے ان لوگوں کے بارے میں اپنا خیال سچا کر دکھایا چنانچہ انہوں نے اس کی پیروی کی ۔سوائے اہل ایمان کے ایک گروہ کے (۲۰) اور شیطان کو ان پر ایسا اقتدار نہیں تھا کہ جس سے وہ بے اختیار ہو جائیں لیکن یہ سب کچھ اس لیے کہ ہم معلوم کریں کہ کون آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور کون اس سے متعلق شک میں ہے اور آپ کا پروردگار ہر چیز پر نگران و نگہبان ہے (۲۱)

تشریح الفاظ

(۱) ۔اوبیؔ ۔ یہ تاویب سے مشتق ہے جس کے معنی تسبیح کرنے کے ہیں ۔(۲) ۔سابغات ۔سابغ کی جمع

ہے جس کے معنی کشادہ اور مکمل کے ہیں یعنی کامل اور کشادہ ذرہ۔(۳)۔قدر۔اس کے معنی ہیں تناسب قائم کرنا۔(۴)۔فی السرد۔اس کے معنی ہیں حلقوں کا جوڑنا۔(۵)۔القطر۔کے معنی تانبے کے ہیں۔(۶)۔یزع۔کے معنی سرتابی اور حکم عدولی کے ہیں۔(۷)۔محاریب۔یہ محراب کی جمع ہے یعنی معبد اور مقدس عمارت۔(۸)تماثیل۔یہ تمثال کی جمع ہے جس کے معنی تصویر کے ہیں۔(۹)جفان۔جفنہ۔کی جمع ہے جس کے معنی پیالے کے ہیں۔(۱۰)۔السجواب۔یہ جابیہ کی جمع ہے جس کے معنی بڑے حوض کے ہیں۔(۱۱)۔وقدور۔یہ قدر کی جمع ہے جس کے معنی ہانڈی اور دیگ کے ہیں۔(۱۲)۔منساته۔کے معنی عصا یعنی لاٹھی کے ہیں۔(۱۳)۔سیل العرحم۔عرم کے معنی اس بند کے ہیں جو پانی کو روکتا ہے جب ٹوٹ جائے تو پھر زور شور سے سیلاب امڈ آتا ہے۔(۱۵)۔جنتان۔یہ جنت کا تثنیہ ہے جس کے معنی باغ کے ہیں۔(۱۶)۔خمط۔کے معنی بدمزہ کے ہیں۔(۱۷)۔اتل۔کے معنی جھاؤ کے ہیں۔(۱۸)۔قدرنا فیھا۔اس کا مفہوم ہے کہ ہم نے ان بستیوں کے درمیان سفر کی منزلیں مقرر کی تھیں۔

تفسیر الآیات

۱۰)۔ولقد اٰتینا۔۔۔الآیۃ

حضرت داؤدؑ کے تین معجزوں کا تذکرہ

ان دو آیتوں میں جناب داؤدؑ کے تین معجزوں کا تذکرہ کیا گیا ہے

۱)۔پہلا یہ کہ جب وہ تسبیح خدا کرتے تھے تو پہاڑوں سے بھی صدائے تسبیح بلند ہوتی تھی۔ظاہر ہے کہ پہاڑوں کی تسبیح اس طرح تکوینی تسبیح نہ تھی جس طرح کائنات کی ہر چیز کرتی ہے ورنہ جناب داؤدؑ کے لیے ان کے تسبیح کرنے کے کوئی معنی نہ تھے بلکہ اظہر یہ ہے کہ یہ صدائے تسبیح ویسی ہی تھی جیسی ہمارے پیغمبر اسلامؐ کے مقدس ہاتھوں پر سنگریزوں کے تسبیح کرنے کی ہوتی تھی جیسا کہ روایتوں میں وارد ہے۔

۲)۔دوسرا یہ کہ خدا نے پرندوں کو جناب داؤدؑ کے لیے اس طرح مسخر کر دیا تھا کہ جب آپ تسبیح کرتے تھے تو ان کے ساتھ پرندے بھی تسبیح کرتے تھے۔

بناء بریں یہاں الطیر کو ایک فعل محذوف (سخرنا) کا مفعول تسلیم کرنا پڑے گا جیسا کہ سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۷۹ میں اس کی صراحت موجود ہے۔وسخرنا مع داؤد الجبال یسبحن والطیر

۳)۔ تیسرا یہ کہ ان کے ہاتھ میں لوہا موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا کہ جسے آگ میں تپائے اور پگھلائے بغیر اور آلات واوزار استعمال کیے بغیر جس طرح چاہتے اسی شکل میں ڈھال دیتے تھے اور چونکہ خدائے علیم نے انہیں زرہیں بنانے کا فن تعلیم دیا تھا اور اس کی باریکیوں سے آگاہ کر دیا تھا کہ کڑیوں کو جوڑتے وقت اور حلقوں کو پروتے وقت کس طرح بڑے چھوٹے اور موٹے و پتلے کے اندازے کا خیال رکھیں اور کشادہ بنائیں تنگ نہ بنائیں وغیرہ وغیرہ۔ آپ یہی زرہیں بنا کے اور مناسب داموں پر فروخت کر کے گزر بسر کرتے تھے اور بیت المال پر بوجھ نہیں بنتے تھے۔

الغرض جناب داؤدؑ پر خدا کا خصوصی فضل و کرم عیاں را چہ بیان کا مصداق ہے اللہ تعالیٰ نے ہی ان کو قوت و طاقت بخشی، نبوت و حکمت سے نوازا اور گوشہ گمنامی سے اٹھا کر تخت حکومت پر بٹھایا۔ ہے اس کی گرم گشرلوں کی کوئی حد؟

۱۱)۔ ولسلیمان الریح۔۔۔ الآیة

جناب سلیمانؑ پر اللہ کی بعض کرم نوازیوں کا ذکر

جناب داؤدؑ کی طرح آپ کے فرزندار جمند پر بھی خدا نے خصوصی فضل و کرم فرمایا تھا ہوا کو ان کے لیے مسخر فرمایا کہ وہ ان کے تخت کو اپنے دوش پر اٹھا کر ایک ماہ کی مسافت صبح اور ایک ماہ کی مسافت شام کو طے کراتی اور خدا نے ان کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ جاری کیا تا کہ وہ اسے حسب ضرورت اپنے مصرف میں لائیں اور اس سے حسب منشاء فائدہ اٹھائیں۔

نیز جنات کو ان کے لیے مسخر اور تابع فرمان بنا دیا جو ہر وقت آپ کی خدمت کرنے میں مصروف رہتے تھے۔ اور اپنے فرض کی ادائیگی میں ذرہ بھی سہل انگیزی سے کام نہیں لیتے تھے اور اگر کوئی حکم عدولی کرتا تھا تو اسے آگ سے داغا جاتا تھا۔

واضح رہے کہ ان باتوں کی تفصیل قبل ازیں سورۂ انبیاء آیت نمبر ۸۱ اور ۸۲ میں **ولسلیمان الریح عاصفةً۔۔۔ الآیة** میں گزر چکی ہے اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

۱۲) ویعملون لہ ما یشاء۔۔۔ الآیة

اس آیت میں ان بعض خدمات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ جو جنات بحکم پروردگار جناب سلیمان کے لیے انجام دیتے تھے ان میں اونچی اونچی مقدس عمارتیں جیسے بیت المقدس کی مسجد اور مضبوط و محفوظ قلعے اور مجسمے اور

تصویریں وغیرہ وغیرہ۔

شریعت اسلامیہ میں تصویر سازی کے اقسام اور ان کے احکام

شریعت اسلامیہ میں تصویر سازی کی تفصیل یہ ہے کہ تصویر دو قسم کی ہوتی ہے:۔

۱) ذی روح مخلوقات کی

۲) غیر ذی روح کی

اور پھر ان دو قسموں کی آگے دو (۲) قسمیں ہیں:

الف)۔ وہ تصویر یا تو مجسم یعنی جسم دار ہوگی

ب)۔ یا غیر مجسم یعنی صرف کاغذ پر نقش و نگار

لہٰذا اگر یہ تصویر و تمثال غیر ذی روح کی ہے تو پھر بالاتفاق اور علی الاطلاق جائز ہے اور اگر ذی روح کی ہے اور مجسم بھی ہے تو یہ بالاتفاق حرام ہے اور اگر ذی روح کی ہے مگر غیر مجسم ہے تو پھر اس کی حرمت اور جواز میں فی الجملہ اختلاف ہے۔ اگرچہ بلا ضرورت اس کی حرمت والا قول قوت سے خالی نہیں ہے۔ (واللہ العالم)

وہ مجسمے اور تصویریں کن چیزوں کی تھیں؟

آیت میں لفظ تماثیل وارد ہے جو تمثال کی جمع ہے اور تمثال کے معنی لغت عرب میں ہر اس تصویر کے ہیں جو مصنوعی طور پر خدا کی بنائی ہوئی کسی چیز کے مشابہ بنائی جائے۔ عام اس سے کہ کسی جاندار کی ہو، کسی حیوان و انسان کی ہو یا بے جان کی ہو جیسے درخت مکان اور پھول وغیرہ۔

بعض بے توفیق لوگوں نے اس موضوع کی نزاکت سے قطع نظر کرتے ہوئے محض ظاہری الفاظ کا سہارا لیتے ہوئے اس آیت سے مجسمہ سازی کے جواز پر استدلال کیا ہے حالانکہ اگر قرآن کی تفسیر ان ذوات مقدسہ سے لی جائے جن کے گھروں میں قرآن نازل ہوا ہے تو صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ وہ مثالیں جناب سلیمان کے لیے بناتے تھے وہ مردوں اور عورتوں یعنی جاندار چیزوں کی نہ تھیں بلکہ درختوں اور مکانوں کی تھیں۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ واللہ ما ھی تماثیل الرّجال والنّساء ولکنھا اشجر وشبھہ۔

بخدا وہ مردوں اور عورتوں کی تصاویر نہ تھیں بلکہ درختوں وغیرہ کی تھیں۔ (اصول کافی، مجمع البیان، اور صافی وغیرہ)

لہٰذا وہ غیر مستند روایات قابل اعتماد نہیں جو بعض تفسیروں میں مذکور ہیں کہ جناب سلیمانؑ نے بعض انبیاء اور ملائکہ کی تصویریں بنوائی تھیں اور نہ ہی یہ عذر قابل سماعت ہے کہ سابقہ شریعتوں میں تصویر سازی ممنوع نہ تھی صرف

اسلامی شریعت میں حرام ہے کیونکہ جناب سلیمان شریعت موسوی کے متبع تھے اور اس میں جاندار چیزوں کی مجسمہ سازی اسی طرح حرام تھی جس طرح شریعت اسلامیہ میں حرام ہے۔ فراجع۔

۱۳) وجفان کالجواب...الآیۃ

اور وہ بڑے بڑے ایسے پیالے بناتے تھے جیسے کہ حوض ہوں اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ جناب سلیمان کے ہاں اپنے لاؤلشکر کے علاوہ بھی بڑی شان سے مہمان نوازی ہوتی تھی اور اسی مقصد کے لیے حوض جیسے لگن بنائے گئے تھے اور بڑی بڑی دیگیں اسی غرض سے بنوائی گئی تھیں تا کہ ایک ہی وقت میں ہزاروں آدمیوں کو کھانا کھلایا جاسکے۔

۱۴) اعملوا آل داود...الآیۃ

خداوند عالم جناب داؤدؑ اور جناب سلیمانؑ پر اپنے بعض انعامات واحسانات کا تذکرہ کرنے کے بعد جناب داؤدؑ کے خاندان والوں کو خطاب کر کے حکم دے رہا ہے کہ اے آل داؤد! میری ان نعمتوں کا شکر ادا کرو اور بعد ازاں یہ حقیقت بیان کی جارہی ہے کہ ہمیشہ میرے شکر گزار بندے بہت ہی کم رہے ہیں۔
مخفی نہ رہے کہ قبل ازیں کسی مناسب مقام پر ادائیگی شکر کی اہمیت وافادیت کے ساتھ ساتھ اس کا حقیقی مفہوم بھی واضح کیا جاچکا ہے کہ خدا نے جو نعمت جس مقصد کے لے عطا کی ہے اسے اسی مصرف میں صرف کرنے کا نام شکر ہے۔

۱۵) فلما قضینا علیہ الموت...الآیۃ

جناب سلیمانؑ کی موت کا عجیب واقعہ

حضرت امام رضا علیہ السلام اپنے آباؤ اجداد کے سلسلہ سند سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن جناب سلیمانؑ نے اپنے اصحاب واحباب سے کہا کہ خدا نے مجھے عدیم النظیر حکومت عطا کی ہے اور جن وانس اور وحوش و طیور کو میرا مسخر بنایا ہے اور مجھے پرندوں کی بولی سکھائی ہے مگر مجھے کبھی ایک پورا دن بھی مکمل خوشی نصیب نہیں ہوئی لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ آج قصر کی چھت پر چڑھوں اور سارا دن اپنی مملکت کا نظارہ کروں اور تم کسی کو اجازت نہ دینا کہ میرے آرام وسکون میں مخل ہو۔ یہ ہدایت دے کر اور اپنا عصا ہاتھ میں لے کر اپنے محل کی چھت پر چڑھ گئے اور عصا کی ٹیک لگا کر اپنی مملکت کا نظارہ کرنے اور خوش ہونے ہی لگے تھے کہ اچانک ایک خوش شکل اور خوش لباس نوجوان قصر کے کسی کونے سے برآمد ہوا۔ جب سلیمان کی نظر اس پر پڑی تو چیں بجبیں ہو کر پوچھا کہ تم کون

ہواور کس کی اجازت سے میری خلوت میں مخل ہوئے ہو؟ نو واردنو جوان نے جواب دیا کہ اس محل کے مالک کے حکم سے آیا ہوں اوراسی نے مجھے داخل کیا ہے۔ جناب سلیمانؑ نے کہا بے شک اس کا مالک مجھ سے زیادہ حقدار ہے۔مگر یہ تو بتاؤ کہ تم ہوکون؟ کہا کہ میں ملک الموت ہوں!فرمایا کیسے آنا ہوا؟ملک الموت نے کہا کہ آپ کی روح قبض کرنے کیلئے آیاہوں فرمایا پھرآپ اپنافرض انجام دیں یہ خوشی کاروں تھا مگر معلوم ایساہوتا ہے کہ میرے پروردگار کو یہی منظور ہے کہ میری خوشی اسی کی بارگاہ میں مکمل ہوگی۔ چنانچہ ملک الموت نے اس صفائی سے روح قبض کی کہ وہ بدستور اسی حالت میں عصا کی ٹیک لگائے کھڑے رہے اور گرے نہیں جنات یہ دیکھ کہ جناب سلیمان دیکھ رہے ہیں بڑی تندہی اور مستعدی سے کام میں لگے رہے مگر جوں جوں وقت گزرتا گیا عام لوگ فتنہ میں مبتلا ہوگئے۔بعض نے کہا کہ کئی دن گزر گئے مگر جناب سلیمان نے نہ کچھ کھایا اور نہ پیا، نہ جھکے، نہ سوئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عبد نہیں بلکہ معبود خدا ہیں۔

لہٰذا ان کی عبادت کرنی چاہیے اور بعض نے کہا سلیمان جادوگر ہیں (العیاذ باللہ) انہوں نے صرف ہماری نظر بندی کردی ہے کہ وہ ایک عصا کی ٹیک لگائے کھڑے ہیں حقیقت کچھ اور ہے جو ٹھوس عقیدہ رکھنے والے مومن تھے انہوں نے کہا کہ جناب سلیمان اللہ کے عبد اور اس کے رسول ہیں اللہ جس طرح چاہتا ہے اپنے معاملات کی تدبیر کرتا ہے اس وقت خداوند عالم نے دیمک کو بھیجا اور اس نے آپ کے عصا کو چاٹنا شروع کیا۔پس جب وہ اندر سے کھوکھلا ہو گیا تو جناب سلیمان محل کی چھت پر گر پڑے جبکہ آپ ایک سال سے اسی حالت میں کھڑے تھے۔(عیون الاخبار علل الشرائع وغیرہ)

۱۶)۔فلما خر تبینت۔۔۔الآیة

جنات کی غیب دانی کا بھانڈا پھوٹ گیا

سوجب جناب سلیمانؑ عصا کے اندر سے کھوکھلے ہوجانے کی وجہ سے زمین پر گر پڑے تب جنات کی اصلیت لوگوں پر کھل گئی جوان کو عالم الغیب جانتے تھے اوران سے غیبی امور کے بارے میں سوال و جواب کرتے تھے جس طرح آج کل جاہل اور ضعیف الاعتقاد لوگ ایسا کرتے ہیں ان کا بھرم کھل گیا کہ اگر وہ غیب دانی کے دعویٰ میں سچے ہوتے تو موت کی آغوش میں چلے جانے والے سلیمان کو زندہ سمجھ کر ذلیل کرنے والے عذاب میں کیوں مبتلا رہتے۔روایت میں ہے کہ جنات دیمک کے آج تک ممنون احسان ہیں اس لیے وہ جہاں بھی ہو اس تک خاک وآب ضرور پہنچاتے ہیں۔

۱۷)لقد کان ۔۔۔الآیة

سباء ایک بڑے قبیلہ کے جداعلی کا نام ہے جس کا سلسلہ نسب یوں ہے۔سبا بن یشخب بن یعرب بن قحطان ۔مروی ہے کہ پیغمبرؐ سے دریافت کیا گیا تھا کہ آیا سباء کسی مرد کا نام ہے یا عورت کا ؟ فرمایا ایک مرد کا نام ہے جس کے دس بیٹے ہیں جس میں سے چھ تو یمن میں آباد ہوئے ہیں جو یہ ہیں :۔

۱)۔آزر ۲)۔کندہ ۳)۔مذحج ۴)۔اشعری

۵)۔انمار ۶)۔حمیر

اور چار سیلاب آنے کے بعد شام چلے گئے جن کے نام یہ ہیں :۔

۱)۔عاملہ ۲)۔جذام ۳)لخم ۴)۔غسان (مجمع البیان ،مسند احمد ،کذا فی کتاب القصد والامم ابن عبدالبر)

تبابعہ(تبع کی جمع ہے)اس ملک کے مقتدر تھے وہ اسی قوم سے تھے اور ملکہ سباء بلقیس بھی اسی قوم سے تھی ۔یہ علاقہ (سباء) عرب کے جنوب میں واقع تھا جو اب یمن کہلاتا ہے اور اس کا دارالحکومت مآرب تھا جو موجودہ شہر صنعاء سے قریبا (۱۰) میل مشرق کی جانب تھا یہ ایک بڑی متمدن قوم تھی ۔خدا نے اسے بڑی نعمتوں سے نوازا تھا اور ان پر رزق اور عیش وعشرت کے دروازے کھول دیئے تھے اس میں بکثرت باغات تھے اور پورا علاقہ خوشبودار درختوں اور باغوں اور مختلف پھلوں سے بھرا ہوا تھا اور بعض مورخین کے بقول یہ باغات دورویہ تھے اور یہ سلسلہ برابر تین سو میل تک چلا گیا تھا۔چنانچہ یہ لوگ اس طرح عیش وعشرت میں پڑ گئے کہ خدا کو بالکل بھول گئے ۔خدا نے متعدد انبیاء ان کی طرف بھیجے اور انہوں نے کہا کہ اللہ کے یہ رزق کھاؤ اور صرف اس کا شکر کرو۔مگر وہ اپنی غلط روش ورفتار اور گناہ وعصیاں سے باز نہ آئے حتیٰ کہ خدا نے وہ بند (ڈیم) جو اس دور کے انجینئروں نے اپنے کام وفن کا مظاہرہ کرتے ہوئے پہاڑوں کے پانی ذخیرہ کرنے اور سیلابوں کی روک تھام کرنے کے لیے تعمیر کیا تھا توڑ کر ان پر سیلاب کا عذاب بھیجا اور ان کے سرسبز وشاداب باغات کو تباہ کرکے ان کی جگہ اب بدمزہ پھل اور کچھ جھاؤ کے اور کچھ بیریوں کے خاردار درخت اگا دیئے۔وھل نجازی الا الکفور۔سچ ہے کہ

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

۱۸)جنات عن یمین ۔۔۔الآیة

ان الفاظ سے بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ پورے علاقہ میں صرف دو باغ تھے بلکہ اصل مطلب یہ ہے کہ

ہر جگہ اس طرح دوطرفہ باغ تھے کہ آدمی جہاں کھڑا ہے اس کے دائیں بائیں باغ ہی باغ نظر آتے تھے جیسا کہ اوپر اس بات کی وضاحت کی جا چکی ہے۔ الغرض وہ شہر اور ملک ہے تو عمدہ، آب وہوا ہے تو پاکیزہ، زمین ہے تو زرخیز اور لطف بالائے لطف یہ ہے کہ تمہارا پروردگار ہے تو لغزشوں اور خطاؤں کا بخشنے والا ہے اب ان چیزں سے فائدہ اٹھانا تمہارا کام ہے۔

١٩)فاعرضوا ۔۔۔الآیۃ

ان وافر نعمتوں کے عطا کرنے، داعیان حق کے بھیجنے اور ان کے پند و وعظ کرنے کے باوجود ان کم بختوں نے ادائے شکر اور اللہ کے احکام کی تعمیل کرنے سے روگردانی کی تو ہم نے ان پر بند توڑ کر سیلاب کا پانی چھوڑ دیا جو تمام علاقے میں پھیل گیا جس کی وجہ سے بہت سے آدمی ہلاک ہوگئے، مکانات گر گئے اور باغات برباد ہوگئے اور ہر جگہ جھاؤ اور بیری کے درخت اُگ آئے۔ اس طرح قوم سباء تتر بتر ہوئی۔ کچھ وہیں رہ گئے اور کچھ شام چلے گئے۔

یہ تھی ان کے کفران نعمت کی سزا جو ان لوگوں کو دی گئی۔ ارشاد قدرت ہے کہ ہم ایسی سزا ناشکرے انسانوں کے سوا کس کو دیتے ہیں؟

٢٠)۔وجعلنا بینھم۔۔۔الآیۃ

قوم سباء ایک جابر قوم تھی جسے کاروبار کے سلسلہ میں شام کا طویل سفر کرنا پڑتا تھا جس کا راستہ ناہموار تھا تو خدائے مہربان نے ان لوگوں پر یہ احسان فرمایا کہ ان کے اور شام کی بابرکت وادیوں کے درمیان لب راہ تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر کئی بستیاں بسا دیں جو لب سڑک تھیں اور اس طرح ظاہر تھیں کہ بآسانی نظر آجاتی تھیں اور سفر اس طرح آسان کر دیا تھا کہ مسافر گھر سے نکل کر دوپہر کا کھانا ایک بستی میں کھا کر اور کچھ آرام کر کے چلتا اور رات آرام سے دوسری بستی میں بسر کرتا اور پھر راستے شب وروز کھلے ہوئے تھے اور پرامن اور محفوظ بھی۔ نہ کسی چور کا خطرہ تھا اور نہ کسی راہزن کا خوف۔

٢١)۔فقالوا ربّنا باعد۔۔۔الآیۃ

مگر ان حرماں نصیبوں نے اس نعمت کی اس طرح ناقدری کی جس طرح بنی اسرائیل نے من وسلویٰ کی بجائے لہسن و پیاز کا مطالبہ کیا تھا انہوں نے بھی یوں دعا کی بار الہا! ہمارے سفروں میں بعد اور دوری پیدا کر۔ یہ قریب کی بستیاں ختم کر اور منزلیں دور بنا اور راستے میں جنگل اور بیابان قرار دے تا کہ سفر کا کچھ مزہ

آئے اور سفر وحضر میں نمایاں فرق نظر آئے اور اس طرح انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا۔

۲۲) ۔فجعلنا هم احاديث...الاية

ہم نے ان کو ان کے کفران نعمت کی شقاوت وسرکشی کی پاداش میں افسانہ بنا دیا اور ان کو بالکل تتر بتر کر دیا۔ چنانچہ قوم سباء کی بربادی اور ان کا پارہ پارہ ہونا عربوں میں ضرب المثل بن گیا کہ **تفرقوا أیادی قوم سباء** یعنی یہ لوگ اس طرح تتر بتر ہو گئے جس طرح قوم سباء کے نعمت پرور وہ لوگ تتر بتر ہو گئے تھے۔ بے شک قوم سباء کے حالات اور اس کے عروج وزوال کے واقعات میں ہر صابر وشاکر شخص کے لیے خدا کی قدرت نیز پند وعبرت کی نشانیاں موجود ہیں مگر (**آہ ما اکثر العبر واقل الاعتبار**)

۲۳) ۔ولقد صدق...الآية

قبل ازیں سورۂ حجر آیت ۴۹ میں یہ بات گزر چکی ہے کہ شیطان نے راندہ بارگاہ خدا اور ملعون قرار پانے کے بدیقینی طور پر نہیں بلکہ ظنی طور پر کہا کہ **لأغوينهم اجمعين**۔ کہ میں سارے بندوں کو بہکا کر گمراہ کروں گا۔ تو خدا نے فرمایا تھا کہ جو میرے بندے ہوں گے ان پر تجھے کوئی اختیار نہیں ہوگا اور جو تیری پیروی کریں گے میں ان کو اور تجھے جہنم میں جھونک دوں گا۔ بہر حال یہاں فرما رہا ہے کہ شیطان نے بندوں کے بارے میں اپنا خیال سچا کر دکھایا۔ چنانچہ اہل ایمان کے ایک (مختصر) گروہ کے سوا باقی سب نے اس کی پیروی اختیار کر لی ہے اور اس طرح جہنم کا ایندھن بن گئے۔

۲۴) وما كان له...الآيه

شیطان کو بندوں پر کس قدر اختیار ہے؟

خداوند عالم یہاں بتا رہا ہے کہ شیطان کو بندوں پر اس قدر اقتدار حاصل نہیں ہے کہ جس سے بندوں کا اختیار سلب ہو جائے اور وہ اس کی پیروی کرنے پر مجبور ہو جائیں بلکہ وہ صرف بندوں کو گناہوں کے سہانے خواب دکھا کر، وسوسہ اندازی کر کے اور لطائف الحیل سے اپنے دام ہمرنگ زمین میں پھنسانے کی کوشش کرتا ہے۔ بالفاظ دیگر وہ صرف گناہ کی دعوت دیتا ہے اب اسے قبول کرنا یا مسترد کرنا بندہ کا کام ہے اور یہ ابتلا وآزمائش بھی صرف اس لیے ہے کہ آخرت پر ایمان رکھنے والوں اور اس میں شک کرنے والوں میں جو فرق ہے وہ عالم میں ظہور پذیر ہو جائے۔ بے شک آپ کا پروردگار ہر چیز پر نگران ونگہبان ہے۔

مخفی نہ رہے کہ **لیعلم اللہ** اور **لنعلم** کے مفہوم پر کئی بار گفتگو کی جا چکی ہے کہ اس کا خدا

کے ازلی و ابدی علم سے تعلق نہیں ہے بلکہ اس ظاہری علم سے ہے جو کسی عمل کے وقوع پذیر ہونے سے متعلق ہوتا ہے جس پر جزا و سزا مرتب ہوتی ہے۔ فتدبر

آیات القرآن

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿۲۲﴾ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۲۳﴾ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۭ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَاۗءَ كَلَّا ۭ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَاۗفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمۃ الآیات

اے رسول! (ان مشرکین سے) کہیے! تم ان کو پکارو جنہیں تم اللہ کے سوا (معبود) سمجھتے ہو (پھر دیکھو) وہ ذرہ بھر چیز کے بھی مالک نہیں ہیں، نہ آسمانوں اور زمینوں میں اور نہ ہی ان کی ان

دونوں (کی ملکیت میں) کوئی شرکت ہے اور نہ ہی ان میں سے کوئی (اللہ) کا مددگار ہے(۲۲)اور نہ اس (اللہ) کے ہاں کوئی سفارش (کسی کو کوئی) فائدہ دے گی مگر اس کے حق میں جس کے لیے وہ اجازت دے گا (اور جس کو دے گا) یہاں تک کہ جب ان لوگوں کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جائے گی تو وہ پوچھیں گے تمہارے پروردگار نے کیا کہا ہے؟ تو وہ کہیں گے کہ اس نے حق کہا ہے اور وہ بلند و بالا اور بزرگ و برتر ہے(۲۳) آپ کہیے! کہ آسمانوں اور زمین سے تمہیں کون روزی دیتا ہے؟ (پھر) فرمایئے! کہ اللہ! اور بے شک ہم یا تم ہدایت پر ہیں یا کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں (۲۴) آپ کہہ دیجئے! کہ تم سے ہمارے جرائم کی بابت باز پرس نہیں ہوگی اور نہ ہم سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال ہوگا(۲۵) آپ کہیے (ایک دن) ہمارا پروردگار ہم سب کو جمع کرے گا پھر ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور وہ بڑا فیصلہ کرنے والا (حاکم اور) بڑا جاننے والا ہے(۲۶) آپ کہیے! (ذرا) مجھے تو دکھاؤ وہ جنہیں تم نے شریک بنا کر اس (اللہ) کے ساتھ ملا رکھا ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ وہ اللہ ہی ہے جو بڑا غالب (اور) بڑا حکمت والا ہے۔(۲۷)اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام انسانوں کیلئے بشیر و نذیر بنا کر مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں (۲۸)اور وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو (بتاؤ) یہ وعدہ وعید کب پورا ہوگا؟ (۲۹) آپ کہیے! تمہارے لیے وعدہ کا ایک دن مقرر ہے جس سے نہ تم ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو(۳۰)

تشریح الالفاظ

(۱)۔شرك۔ یہاں شرک سے مراد حصہ ہے۔(۲)۔ظهیر۔ کے معنی معین و مددگار کے ہیں۔(۳)۔فزع۔ کے معنی دلوں کی گھبراہٹ کے ہیں۔(۴)۔اجرمنا۔ کے معنی گناہ کرنے کے ہیں۔(۵)۔یفتح۔ کے معنی یحکم کے ہیں۔(۶)۔فتاح کے معنی حاکم کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۲۵)۔قل ادعو الذین۔۔۔الآیۃ

مشرکوں کو لاجواب کرنے کا آسان طریقہ

مشرکین عرب فرشتوں اور بتوں کی پوجا پاٹ کرتے تھے پیغمبر اسلامؐ نے انہیں اس مشرکانہ کاروائی سے روکا مگر وہ نہ رکے اوران کی پرستش کرتے رہے۔اب خدا کے حکم سے انہیں کہا جارہا ہے کہ جن کو تم معبود سمجھتے ہوان کی الوہیت پرکوئی دلیل وبرہان پیش کرو۔الہ تو وہ ہوتا ہے کہ جو زمین کا خالق و مالک ہو۔یا کم ازکم بڑے خدا کا معاون و مددگار رہو اور جو نفع نقصان پہنچا سکے مگر تمہارے خودساختہ معبودتو وہ بے کس ہیں کہ آسمان و زمین کا پیدا کرنا ان کا مالک ہونا یا ان کی خلقت وملکیت میں حصہ دار ہونا تو بجائے خود وہ تو ذرہ برابر کسی چیز کے مالک نہیں ہیں اور نفع ونقصان پہنچانا تو کجا وہ تو تمہاری دادوفریاد سننے سے بھی قاصر ہیں اور اگر تم یہ بات نہیں جانتے تو پھر انہیں پکارا کرو۔دیکھو! آیا وہ تمہاری پکار سنتے ہیں؟ اور کوئی جواب دیتے ہیں؟ یہ آیت ایسی ہے جیسی سورۂ اسراء کی آیت ۵۶ قل ادعو الذین زعمتم من دونہ فلا یملکون کشف الضر عنکم ولا تحویلا۔آپ کہیے کہ جن کو تم معبود سمجھتے ہو(وقت پڑے تو) ان کو پکارو تو دیکھو! وہ نہ تم سے تکلیف دورکرسکتے ہیں اور نہ ہی اس کو بدل سکتے ہیں۔

۲۶)ولا تنفع الشفاعۃ۔۔۔الآیۃ

کفار کے نظریہ شفاعت کی رد

چونکہ مشرکین مذکورہ سوال واشکال کے جواب میں کہتے تھے کہ اگر ان کے معبودزمین وآسمان کے خالق و مالک یا ان میں حصہ دارنہیں تو کم ازکم قیامت کے دن ہماری سفارش کرکے ہمیں بخشوا تو سکتے ہیں اور ہمیں مقرب بارگاہ خدا تو بنوا سکتے ہیں اس آیت میں ان کے اس زعم باطل کا بطلان واضح عیاں کیا جارہا ہے کہ شفاعت صرف وہ کریں گے جن کو اس کی اجازت ہوگی اور صرف ان کی کریں گے جن کی شفاعت کرنے کا ان کو اللہ کی جانب سے اذن ہوگا اور ظاہر ہے کہ وہ ہستیاں انبیاء اور اوصیاء اور اولیاء وامثالہم ہیں اور یہ بھی ان کی شفاعت کریں گے جو صاحبان ایمان ہوں گے مگر گنہگار۔بناء بریں تمہارے خود ساختہ معبود شفاعت

کرنے کے بھی اہل نہیں۔ کیونکہ انہیں منجانب اللہ اجازت نہیں ہے اور نہ تم اس قابل ہو کہ تمہاری شفاعت کی جائے کیونکہ تم میں ایمان نہیں ہے۔ لہٰذا ع

یہی تھے دو حساب سو یوں پاک ہو گئے

۔۔۔۔۔۔ پھر شفاعت کہاں؟

ایضاح:۔

اس آیت میں جو استثناء ہے إلا من أذن له۔ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اس کے ہاں سفارش فائدہ نہیں دے گی مگر جس کے لیے وہ اجازت دے۔

۲۸) حتیٰ اذا فزع عن قلوبهم۔۔۔ الآیة

حتیٰ اذا فزع عن قلوبهم کا مفہوم کیا ہے؟

فزع کے معنی اضطراب اور گھبراہٹ کے ہیں اور چونکہ باب تفعیل کا ایک خاصہ سلب بھی ہے تو جب اسے باب تفعیل پر لے جا کر فزع بنایا گیا تو اس کے معنی اضطراب اور گھبراہٹ کے دور کرنے کے ہو گئے کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جائے گی تو وہ پوچھیں گے کہ تمہارے پروردگار نے کیا کہا۔ تو وہ کہیں گے کہ اس نے حق کہا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ ہیں کون جو جواب دے رہے ہیں؟ اور پھر اس سوال و جواب کا مطلب کیا ہے؟ مفسرین کے درمیان اس بات میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے! صاحب مجمع البیان نے یہاں چند اقوال درج کئے ہیں:۔

۱)۔ پہلا یہ کہ اس سے مراد مشرکین ہیں جب (قیامت کے دن) ان کی گھبراہٹ قدرے کم ہوگی اور وہ فرشتوں کی بات سننے کے قابل ہوں گے تو فرشتے ان سے سوال کریں گے کہ تمہارے پروردگار نے کیا کہا تھا تو وہ جواب دیں گے کہ حق کہا تھا یعنی وہ اس دن حق کی حقانیت کا اعتراف کریں گے جب کوئی فائدہ مند نہ ہوگا۔

۲)۔ دوسرا یہ کہ جب فرشتے (کراماً کاتبین) بندوں کے اعمال لے کر آسمان پر جاتے ہیں تو ایک شور و شغب بلند ہوتا ہے جس سے آسمان والے فرشتے سمجھتے ہیں کہ شاید قیامت کی گھڑی آ گئی ہے جس کی وجہ سے وہ سجدہ خداوندی میں گر جاتے ہیں اور جب انہیں معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہے تو پوچھتے ہیں تمہارے رب نے کیا کہا تو زمینی فرشتے کہتے ہیں کہ حق کہا ہے۔

۳)۔ تیسرا یہ کہ جناب عیسیٰؑ کے رفع سماوی اور پیغمبر اسلامؐ کی تشریف آوری کے درمیان چونکہ زمانہ فترت تھا جس کی

وجہ سے وحی کا سلسلہ موقوف تھا تو جب آنحضرت تشریف لائے اور جبرائیل وحی لے کر زمین پر اترے تو فرشتے سمجھے کہ شاید قیامت کی گھڑی آ گئی ہے تو وہ گھبرا گئے مگر جبرائیل نے انہیں بتایا کہ ایسا نہیں ہے۔(مجمع البیان)

۴)۔ چوتھا یہ کہ جسے ہمارے برادران اسلامی کے زیادہ مفسرین نے اختیار کیا ہے کہ یہ قیامت کے متعلق ہے کہ جنہوں نے شفاعت کرنی ہے اس روز کی ہیبت سے وہ بھی گھبرائے ہوئے ہوں گے اور جن کی کرنی ہے وہ بھی گھبرائے ہوئے ہوں گے یعنی شافع بھی اور مشفع بھی کہ کیا حکم ملتا ہے؟ اور جب اذن شفاعت مل جائے گا تو اس وقت ان کا اضطراب دور ہو جائے گا تو وہ ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ پروردگار نے کیا فرمایا! دوسرے جواب دیں گے کہ اللہ نے وہی بات کہی ہے جو حق ہے۔(معارف القرآن، تفہیم القرآن، ضیاء القرآن وغیرہ)

حقیقت یہ ہے کہ ان اقوال میں سے کوئی قول بھی ایسا نہیں کہ جس پر دل مطمئن ہو اور اسے شرح صدر کے ساتھ قبول کیا جا سکے؟ بظاہر تو ان سب اقوال سے بہتر وہ پانچواں قول ہے جسے فاضل شیخ محمد جواد مغنیہ نے اپنی تفسیر الکاشف میں اختیار کیا ہے کہ **عن قلوبھم** کی ضمیر (کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جائے گی) کا مرجع اہل آسمان و اہل زمین ہیں یعنی وہ نہیں گھبرائیں گے۔جیسا کہ سورۂ نمل آیت ۸۷ میں مذکور ہے۔**ویوم ینفخ فی الصور ففزع من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء اللہ کل اتوہ داخرین**۔خلاصہ یہ کہ جب قیامت کی گھڑی آئے گی تو آسمان و زمین والے دو حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے ایک فریق گھبرانے والا اور دوسرا فریق **من فزع یومئذ آمنون**:۔امن و اطمینان والا پس جب پہلے گروہ کی گھبراہٹ قدرے کم ہوگی تو وہ دوسرے گروہ سے پوچھے گا۔**ما ذا قال ربکم**۔تمہارے پروردگار نے کیا کہا ہے؟ یعنی ہمارا انجام کیا ہوگا؟ اس وقت دوسرا گروہ کہے گا "الحق" کہ خدا نے حق فرمایا ہے۔**وھو العلی الکبیر**۔مقصد یہ کہ وہ واحد لاشریک ہے اور اس کا کوئی شریک و معین نہیں ہے اور اس کے اذن و اجازت کے بغیر کوئی شفاعت بھی نہیں ہے۔(تفسیر کاشف)۔**واللہ العالم**

۲۸)۔وانّا او ایّاکم....الآیۃ

اسلامی و قرآنی رواداری کا ثبوت

"مشرکین سے خطاب کر کے کہا جا رہا ہے کہ ہم پروردگار عالم کی توحید و تفرید کے قائل ہیں اور تم اس کے لیے شرکاء کے قائل ہو۔لہٰذا اس اختلاف فکر و نظر کے باوجود نہ ہم دونوں ہدایت یافتہ ہو سکتے ہیں اور نہ ہی دونوں گمراہ۔سو اگر ہم حق پر ہیں تو پھر تم گمراہی میں مبتلا ہو اور اگر تم ہدایت پر ہو تو ہم گمراہ ہیں۔آؤ غور کریں کہ

ہدایت یافتہ کون ہے؟ اس انداز گفتگو سے اس کے قائل کے شک وتذبذب کا اظہار نہیں ہوتا بلکہ یہ وہ حکیمانہ اور دانشمندانہ انداز تخاطب ہے کہ جس سے مخاطب کو حقیقت حال پر غور وفکر کرنے کی دعوت کا پیغام بھی مل جاتا ہے اور اس قیاس استثنائی اور طرز گفتگو سے اسے ناگواری کا احساس بھی نہیں ہوتا اس میں یہ ایک اصول مضمر ہے کہ اختلاف وتصادم رائے کی شکل میں حق دونوں سمتوں میں نہیں ہوسکتا ایک ہی سمت میں ہوگا یہ بعض لوگ اس زمانے میں بہت بڑھ گئے ہیں جو کہنے لگے ہیں کہ مذہب سب ایک ہی منزل تک پہنچانے والے راستے ہیں اور سب ٹھیک ہیں مگر یہ خیال نہ عقلا درست ہے اور نہ قرآن اسے درست قرار دیتا ہے۔ (فصل الخطاب) ہمیشہ سیدھا راستہ ایک ہی ہوتا ہے۔ وان ھذا صراطی مستقیما

(۲۹) قل لا تسئلون۔۔۔ الآیۃ

یہ بھی اسی اسلامی رواداری اور وسعت قلبی کا مظاہرہ ہے کہ اپنی طرف جرائم کی نسبت دی گئی ہے اور دوسرے فریق کی طرف عمل کی نسبت دی گئی ہے کہ ہمارے جرائم کے بارے میں تم سے باز پرس نہیں ہوگی اور تمہارے اعمال کے متعلق ہم سے جوابدہی نہیں ہوگی پھر دین ومذہب کے نام پر آپس میں لڑنے جھگڑے کا کیا جواز ہے؟ ایک دن ہمارا پروردگار ہم سب کو جمع کرے گا اور پھر ہمارے درمیان حق وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور وہ عمدہ فیصلہ کرنے والا اور بڑا علم والا ہے۔

(۳۰) قل ارونی الّذین۔۔۔ الآیۃ

مشرکین سے ان کے مزعومہ شرکاء کے آثار شرکت دکھانے کا مطالبہ

اس آیت میں مشرکین عرب سے بڑا معقول مطالبہ کیا جارہا ہے کہ ہم تو چونکہ خدا کی وحدانیت کے قائل ہیں جس کی قدرت اور علم وارادہ اور حکومت کے آثار سے کائنات چھلک رہی ہے اور اگر تمہارے خیال کے مطابق اللہ کے کچھ شریک بھی ہیں تو ہم تم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ تم ہمیں بھی ان کا کوئی کارنامہ ان کی قدرت کا کوئی اثر و کرشمہ دکھاؤ؟

اور اگر ان کی قدرت کا کوئی کرشمہ اور ان کے وجود کا کوئی اثر نہیں ہے تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان کا کوئی وجود نہیں ہے۔ حضرت امیر علیہ السلام، امام حسن علیہ السلام کے نام اپنے وصیت نامہ میں فرماتے ہیں یٰبنی لو کان لربك شريك لا تتك رسله ولرأيت آثار قدرته کہ بیٹا! اگر تمہارے پروردگار کا کوئی شریک ہوتا تو تمہارے پاس اس کے رسول آتے اور تم اس کی قدرت کے آثار ضرور دیکھتے۔ (نہج البلاغہ)

لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ هو الله العزيز الحکیم کہ کائنات کا خالق و مالک ایک ہی ہے جو عزیز اور غالب بھی ہے اور علیم و حکیم بھی ہے۔

۳۱)۔ وما أرسلنك۔۔۔الآية

ہم قبل ازیں سورۂ انبیاء کی آیت ۱۰۷ وما ارسلنك الا رحمة للعالمين کی تفسیر میں واضح کر آئے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ سے پہلے جس قدر انبیاء و رسل آئے ان کی نبوتیں اور رسالتیں زمان و مکان وغیرہ حدود و قیود کے ساتھ مقید و محدود تھیں مگر جب ہمارے سرور انبیاء کا دور آیا تو خدائے علیم و حکیم نے زمان و مکان کے تمام حدود و قیود ختم کر دیئے اور انہیں عالمین کے لیے رحمت اور عالمین کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا۔ تبرك الذى نزل الفرقان على عبده ليكون للعالمين نذيرا جیسا کہ یہاں بیان کیا گیا ہے۔(القرآن۔۱۰۷)

لہٰذا وہ ہر عرب و عجم اور ہر گورے اور کالے انسان کے رسول ہیں آپؐ ہی کا ارشاد ہے فرمایا فضلت على الانبياء بست اعطيت جوامع الكلم و نصرت بالرعب واحلت لى الغنائم و جعلت لى الأرض مسجدا وطهورا وارسلت الى الخلق كافة وختم بى النبيون۔ یعنی مجھے سب انبیاء پر چھ چیزوں سے برتری عطا کی گئی ہے۔

۱)۔ مجھے جامع کلمات عطا کئے گئے ہیں

۲)۔ رعب و دبدبہ سے میری نصرت کی گئی ہے

۳)۔ مال غنیمت میرے لیے حلال کیا گیا ہے

۴)۔ تمام زمین میرے لیے سجدہ اور طہارت کے قابل بنائی گئی ہے

۵)۔ میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں

۶)۔ اور تمام انبیاء میرے ذریعہ سے ختم کر دیئے گئے ہیں (باختلاف الفاظ۔ یہ حدیث مجمع البیان، بخاری و مسلم وغیرہ کتابوں میں موجود ہے)

۳۲) ويقولون متىٰ۔۔۔۔الآية

کفار و مشرکین کہتے ہیں کہ یہ وعدہ وعید کب پورا ہوگا؟ اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ اس گھڑی کا حقیقی علم تو خدا کے پاس ہے مگر قیامت آئے گی ضرور۔ خداوند عالم کے علم میں اس کا وقت اس طرح مقرر اور معین ہے کہ اس میں ایک ساعت کی تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی۔ قل ان الساعة آتية لاريب فيها وان الله يبعث من فى القبور۔

بہائیوں کے ایک استدلال کا ابطال

میعاد کے معنی وعدہ کے ہیں یا وعدہ کا وقت یا اس کی جگہ مطلب یہ ہے کہ تمہارے لیے ایسے دن کا وعدہ ہے جو ایک گھڑی آگے پیچھے نہیں ہوسکے گا۔ مگر بابی اور بہائی ضال ومضل فرقہ نے اس لفظ میعاد کے اردو معنی کو سامنے رکھ کر خرافات کی ایک عمارت کھڑی کردی ہے کہ نزول قرآن سے لے کر قیامت کا دن آنے تک ایک دن کی میعاد ہے اور پھر ادھر ادھر سے بعض آیات و روایات کو اس کے ساتھ ملا کر یہ ثابت کردیا ہے کہ وہ دن ایک ہزار سال کے برابر ہے اور اس سے نتیجہ یہ اخذ کیا کہ امت محمدؐ اور رسالت محمدؐ کی کل مدت ایک ہزار سال ہے اس کے بعد یہ شریعت منسوخ ہوجائے گی اور پیغمبر اسلامؐ کی رسالت ختم ہوجائے گی بعد ازاں نئی شریعت آئے گی اور نیا راہبر آئے گا۔ اے معاذ اللہ! اسے کہتے ہیں بناء الفاسد علی الفاسد جب عربی میں میعاد کے وہ معنی ہی نہیں جو اردو میں ہیں تو پھر اس استدلال میں کیا وزن باقی رہ جاتا ہے؟ یا سعد الابل!

آیات القرآن

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖۚ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ِۨالْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَاۤ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْۤا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَاۤ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْۤ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ ۙ اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالُوْا

نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝۳۵ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۶

ترجمۃ الآیات

اور کافر کہتے ہیں کہ ہم نہ اس قرآن پر ایمان لائیں گے اور نہ اس سے پہلے نازل شدہ کتابوں پر (یا نہ اس پر جو اس کے آگے ہے یعنی قیامت اور اس کے عذاب پر) (اے پیغمبر!) کاش تم دیکھتے جب ظالم لوگ اپنے پروردگار کے حضور (سوال و جواب کے لیے) کھڑے کئے جائیں گے (اور) ایک دوسرے کی بات رد کر رہا ہوگا چنانچہ وہ لوگ جو دنیا میں کمزور سمجھے جاتے تھے وہ ان سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آئے ہوتے (۳۱) بڑے لوگ کمزور لوگوں سے (جواب میں) کہیں گے کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا جبکہ وہ تمہارے پاس آئی تھی۔ بلکہ تم خود ہی مجرم ہو۔ (۳۲) اور کمزور لوگ (جواب میں) بڑا بننے والوں سے کہیں گے کہ (اس طرح نہیں) بلکہ یہ (تمہارے) شب و روز کے مکر و فریب نے ہمیں قبول حق سے باز رکھا جبکہ تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کا ہمسر (شریک) ٹھہرائیں اور یہ لوگ جب عذاب الٰہی کو دیکھیں گے تو ندامت و پشیمانی کو دل میں چھپائیں گے (دلوں میں پچھتائیں گے) اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈالیں گے یہ لوگ (دنیا میں) جیسے اعمال کرتے تھے (آج) ان کا ہی ان کو بدلہ دیا جائے گا (۳۳) اور ہم نے جب بھی کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا (نبی) بھیجا تو وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے یہی کہا کہ جس (دین) کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو ہم اسے نہیں مانتے (۳۴) اور ہمیشہ یہ بھی کہا ہم مال و اولاد میں تم سے بڑھے ہوئے ہیں اور ہم کو کبھی عذاب نہیں دیا جائے گا (۳۵) کہہ دیجئے! کہ میرا پروردگار (اپنے بندوں میں سے) جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اکثر لوگ (اس حقیقت کو) جانتے نہیں ہیں (۳۶)

تشریح الالفاظ

(۱)۔یرجع ۔بعضھم الی بعض بعض دوسرے بعض کی طرف بات لوٹائیں گے یعنی آپس میں تو نکار کریں گے۔(۲) ۔ صددنا کمہ صدّ یصدّ۔ کے معنی منع کرنے اور روکنے کے ہیں ۔(۳)۔مکر اللّیل والنّھار ۔کا مفہوم ہے رات دن کا مکر وفریب یعنی نیرنگی زمانہ۔(۴)۔انداداً ۔یہ ند کی جمع ہے جس کے معنی ہمسر اور شریک کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۳۳۔وقال الّذین کفروا...الآیۃ

حق وحقیقت کا انکار بڑا سنگین جرم ہے مگر چونکہ عام طور پر دنیا میں اس انکار کا انجام سامنے نہیں آتا ۔اس لیے عام لوگ بے دھڑک حقیقت کا انکار کر دیتے ہیں۔ہاں البتہ جب قیامت کے دن اس انکار کا انجام بدسامنے نظر آئے گا تو اس وقت منکرین کا حال قابل دید و لائق رحم ہوگا۔انسان کی یہ عام کمزوری ہے کہ جب اس جرم کا کوئی عذر بہانہ نہیں بن پڑتا تو وہ اس کی ذمہ داری دوسروں پر ڈالنے کی کوشش کرتا ہے یا پھر گردش زمانہ اور تقدیر پر ڈال دیتا ہے۔ چنانچہ آج تو کفار عرب قرآن اور اس سے پہلے نازل شدہ کتابوں کا انکار کر رہے ہیں اور بعض نے باالّذی بین یدیہ سے آخرت اور اس کا عذاب مراد لیا ہے یعنی وہ کہتے تھے کہ ہم نہ قرآن کو مانتے ہیں اور نہ ہی قیامت اور اس کے عذاب کو مانتے ہیں جن کی قرآن نے خبر دے رہا ہے۔(مجمع البیان وتدبر قرآن)

۳۴)ولو تریٰ اذا الظالمون...الآیۃ

یہاں ان منکرین کے انکار کا انجام بدسامنے آجانے کے بعد کے منظر کی تصویر کشی کی جارہی ہے کہ آج یہاں جو عوام کا کمزور طبقہ آنکھیں بند کرکے اپنے لیڈروں اور مذہبی اجارہ داروں اور خود ساختہ سرداروں کے پیچھے چلتا ہے اور کسی ناصح و مہربان کی نصیحت پر کان نہیں دھرتا یہ جب قیامت کے دن اپنے پروردگار کے حضور اپنے بزرگوں اور پیروں پر برس پڑیں گے اور اپنی گمراہی کی ساری ذمہ داریاں ان پر ڈالتے ہوئے کہیں گے کہ تم نے ہمیں گمراہ کیا۔اگر تم نہ ہوتے تو ہم ایمان لے آئے ہوتے یعنی مومن ہوتے ۔اس کے جواب میں سردار اور لیڈر

کہیں گے کہ تمہارے پاس ہدایت آجانے کے بعد ہم نے تمہیں تھوڑا ہی اس کے قبول کرنے سے روکا تھا؟ تم خود ذہنی طور پر غلام تھے تم نے آنکھیں بند کر کے ہماری بیعت کی اور ہماری اتباع کر کے اور مال وجان سے ہماری امداد کر کے ہماری دکان چمکائی لہٰذا تم خود مجرم ہو اس کے جواب میں کمزور طبقہ کہے گا کہ تم اور ہم کس طرح برابر ہو سکتے ہیں تم شب وروز حق کے خلاف مکر وفریب کرتے اور حقیقت کے خلاف تدبیریں اور ترکیبیں کرتے رہتے تھے اور ہم عوام کی آنکھوں میں دھول ڈالتے تھے۔ نتیجتاً خود بھی گمراہ ہوئے اور ہمیں بھی گمراہ کیا۔

پیروں اور فقیروں، مقتداؤں اور سرداروں اور رعایا کے یہ باہمی جھگڑے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر مذکور ہیں۔ جیسے سورۂ بقرہ آیت ۱۶۶، ۱۶۷ سورۂ اعراف آیت ۳۸، ۳۹ سورۂ ابراہیم آیت ۱، سورۂ قصص آیت ۲۳، سورۂ احزاب آیت ۶۷۔ ۶۸ وغیرہ وغیرہ۔

بہرکیف اس وقت عذاب خداوندی کو اپنے سامنے دیکھ کر ندامت وپشیمانی کو اپنے دلوں میں چھپانے کی کوشش کریں گے اور دل ہی دل میں پچھتائیں گے اور شماتت ہمسایہ کے اندیشہ سے اظہار نہیں کریں گے۔

مگر اب پچھتائے کیا ہوت
جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

چونکہ اسرار اضداد میں سے ہے کہ جس کے معنی اخفاء اور اظہار دونوں کے ہیں۔ اس ہے بعض نے اسروا کے معنی اظہروا کئے ہیں۔ (فصل الخطاب)

۳۵)۔ وما ارسلنا فی قریۃ۔۔۔ الآیۃ

اس آیت میں یہ حقیقت بیان کی جارہی ہے کہ ہمیشہ انبیاء اور دوسرے داعیان حق کا مقابلہ اور انکار مراعات یافتہ طبقہ یعنی خوشحال اور دولت مند طبقہ نے کیا ہے جس کا قرآن مجید میں جابجا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جیسے سورۂ انعام آیت ۱۳۳، سورۂ اعراف آیت ۱۶۰، ۹۰، ۶۶، ۷۵، ۸۸ اور سورۂ ہود آیت ۶۷ سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۶ اور سورۂ مومنون آیت ۲۴، ۳۳، ۸، ۱۳ اور یہاں وغیرہ وغیرہ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے ہاں مال و دولت کی فراوانی کو اپنے محبوب خدا ہونے کی دلیل قرار دیتے تھے اور انبیاء سے کہتے تھے کہ تم ہم سے کہتے ہو کہ ہمارا عقیدہ غلط ہے اس لیے ہم معذب ہوں گے۔ حالانکہ ہم مال واولاد میں تم سے بھی بڑھ کر ہیں۔ لہٰذا اگر گمراہ ہوتے تو ہمارے ہاں یہ مال ودولت اور اولاد جائیداد کی فراوانی کس طرح ہوتی؟

بناء بریں ہم یہ کس طرح باور کرلیں کہ جو خدا دنیا میں ہمیں اس طرح اپنی نعمتوں سے نواز رہا ہے وہ آخرت میں ہمیں عذاب دے گا۔ بلکہ وہ نبیوں سے کہتے تھے کہ گمراہ تم ہو کہ خدا نے تمہیں نہ مال دیا ہے اور نہ ہی

عیش وعشرت کا کوئی ساز وسامان گویا اس پیرایہ میں پیغمبر اسلامؐ کو تسلی دی جارہی ہے کہ اگر آپ کے زمانہ کے سرمایہ دار جو کچھ آپ کے ساتھ کررہے ہیں وہی ہر زمانہ کے مرفہ الحال لوگ اپنے زمانہ کے نبی سے سلوک کرتے رہے ہیں۔انہوں نے بھی انبیاء کے پیغام کا انکار کیا اور یہ بھی آپ کے پیغام واسلام کا انکار کررہے ہیں اور یہی جھوٹا اعتماد ہر دور کے مستکبرین اور مترفین کے اباو انکار کا بڑا سبب رہا ہے اور آج بھی ہے۔

۳۷) قل انّ ربّی یبسط۔۔۔۔الآیۃ

یہ حقیقت کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ دنیا کے مال واسباب کی فراوانی اور کشادگی خالق دو جہاں کی طرف سے بندوں کا امتحان تو ہوسکتا ہے مگر انعام نہیں ہے۔لہٰذا مال واولاد کی کثرت نہ کسی شخص کے مقرب و مقبول بارگاہ ہونے کی علامت ہے اور نہ ہی ان چیزوں کا فقدان کسی انسان کے غیر مقرب اور مردود بارگاہ ہونے کی دلیل ہے۔

عموماً دیکھا گیا ہے کہ بڑے بڑے شریف اور نیکوکار انسان تنگی معیشت میں گرفتار ہوتے ہیں اور بڑے بڑے بے ایمان، اور ناہنجار لوگ وسعت رزق سے لطف اندوز ہوتے ہیں تو ان حالات میں کوئی شخص یہ تصور بھی کرسکتا ہے کہ وہ شریف لوگ مردود بارگاہ ہیں اور وہ رذیل محبوب بارگاہ ہیں؟ حق یہ ہے کہ خالق حکیم نے خلق ورزق کا انتظام جس نہج پر چلایا ہے عام لوگ اس کی حقیقت ومصلحت کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

بناداں آنچناں روزی اساندکہ
داناں اندراں حیرت بمانند؟

آیات القرآن

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۡ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ۝۳۷ وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ۝۳۸ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ

الرّٰزِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۭ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۳﴾ وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ﴿۴۴﴾ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۵﴾

ترجمۃ الآیات

اورتمہارے مال اورتمہاری اولاد (کوئی ایسی چیزنہیں ہیں) جوتمہیں ہمارامقرب بارگاہ بنائیں مگروہ جوایمان لائے اورنیک عمل کرے (اسے ہمارا قرب حاصل ہوگا) ایسےلوگوں کے لیے ان کے عمل کی دوگنی جزا ہے اوروہ بہشت کے اونچے اونچے درجوں میں امن واطمینان سے رہیں گے (۳۷) اورجولوگ ہماری آیتوں کے بارے میں (ہمیں نیچا دکھانے کے لیے) کوشش کرتے ہیں وہ عذاب میں حاضر کئے جائیں گے (۳۸) آپ کہہ دیجئے! میرا پروردگاراپنے بندوں میں سے جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کردیتا ہے اورجس کا چاہتا ہے تنگ کردیتا ہے اورجوکچھ تم (راہ خدامیں) خرچ کرتے ہوتو وہ اس کی جگہ عطا کرتا ہے اوروہ بہترین روزی دینے والا ہے (۳۹) اورجس دن وہ لوگوں کوجمع کرے گا پھرفرشتوں سے کہے

گا (پوچھے گا) کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کرتے تھے؟(۴۰) وہ کہیں گے پاک ہے تیری ذات! تو ہمارا آقا ہے نہ کہ وہ (ہمارا تعلق تجھ سے ہے نہ کہ ان سے) بلکہ یہ تو جنات کی عبادت کیا کرتے تھے ان کی اکثریت انہی پر ایمان واعتقاد رکھتی تھی (۴۱) (ارشاد قدرت ہوگا) آج تم میں سے کوئی نہ کسی دوسرے کو نفع پہنچا سکے گا اور نہ نقصان اور ہم ظالموں سے کہیں گے کہ اب عذاب جہنم کا مزہ چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے (۴۲) اور جب ان کے سامنے ہماری واضح آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص تو بس یہ چاہتا ہے کہ تمہیں تمہارے باپ دادا کے معبودوں سے روکے اور کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) نہیں ہے مگر گھڑا ہوا جھوٹ اور جب بھی کافروں کے پاس حق آیا تو انہوں نے یہی کہا کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے (۴۳) حالانکہ ہم نے نہ انہیں کوئی کتابیں دیں جنہیں وہ پڑھتے ہوں اور نہ ہی آپ سے پہلے ان کی طرف کوئی ڈرانے والا (نبی) بھیجا ہے (۴۴) اور ان سے پہلے گزرے ہوئے (نبیوں کو) جھٹلا چکے ہیں اور جو کچھ (ساز وسامان اور قوت وطاقت) ان کو عطا کیا تھا (کفار مکہ) تو اس کے عشر عشیر کو بھی نہیں پہنچے۔ لیکن جب انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا تو میری سزا کیسی (سخت) تھی (۴۵)

تشریح الالفاظ

(۱)۔زلفی۔ کے معنی قرب، درجہ اور منزلت کے ہیں ۔(۲)۔یخلفه۔کا مفہوم اس کا عوض اور بدلہ دیا ۔(۳) ۔(۳)۔افك مفتری۔ کے معنی ہیں گھڑا ہوا جھوٹ ۔(۴)۔نکیر۔کے معنی دگرگونی اور سخت کام (سزا) کے ہیں ۔

تفسیر الآیات

۳۷) وما أموالکم....الآیة

چونکہ دنیا کا مشاہدہ وتجربہ یہ ہے کہ بڑی شخصیت کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ یا مال ہوتا ہے یا اولاد تو ان لوگوں نے یہ خیال کیا کہ خدا کا تقرب حاصل کرنے کا وسیلہ بھی مال واولاد ہے۔ خداوند عالم ان لوگوں کے اس

نظریہ کی تردید کرتے ہوئے فرما رہا ہے کہ اس کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ایمان وعمل صالح ہے نہ کہ جائیداد اوراولاد۔ الا من أمن و عمل صالحا ۔ کا استثنٰی بتاتا ہے کہ قرب خداوندی حاصل کرنے کا اصلی سبب تو ایمان وعمل صالح ہے۔ البتہ اگر اس کے ساتھ ساتھ مال واولاد بھی ہو تو مومن کے لیے یہ چیزیں بھی مزید قرب الٰہی حاصل کرنے کا وسیلہ بن سکتی ہیں۔ بشرطیکہ مال راہ خدا میں خرچ کیا جائے اور اولاد کو اچھی تعلیم وتربیت سے مومن اور نیکوکار بنایا جائے۔

۳۸) فاولئك لهم جزاء....الآية

جو لوگ ایمان لائیں گے اور عمل صالح بجالائیں گے ان کی جزاء کا تذکرہ کیا جارہا ہے کہ ان کے لیے دوگنی جزا ہے۔ضعف کے معنی دوگنے کے ہیں حالانکہ ارشاد قدرت ہے من جاء بالحسنة فله عشر ا مثالها ۔ کہ جو ایک نیکی کرتا ہے اسے دس گنا جزا دی جاتی ہے اور راہ خدا میں مال خرچ کرنے کی جزا سات سو گنا ہے۔ انّ الّذين ينفقون اموالهم فى سبيل الله كمثل حبة أ نبتت سبع سنابل ....الآية۔ اس کے بعد وارد ہے کہ الله يضاعف لمن يشاء۔ خدا جسے چاہے گا اسے زیادہ عطا کردے گا۔

بناء بریں یہاں جزاء الضعف کا مفہوم ہوگا الجزاء المضعف ۔ کئی گنا زیادہ جزا خواہ ایک کے عوض دس ہو یا ایک کے بدلے سات سو یا اس سے بھی کم وبیش اور یہ لوگ جنت کے بلند وبالا غرفوں میں امن و امان سے رہیں گے انہیں اس نعمت کے زوال کا کوئی رنج وغم نہ ہوگا اور نہ اس فیض کے انقطاع کا کوئی حزن و ملال۔ ذٰلك فضل الله يوتيه من يشاء۔

۳۹) ۔ والّذين يسعون...الآية

جب یہ حقیقت ظاہر کرنا ہو کہ فلاں شخص مقابلہ میں فلاں کو مغلوب کرکے اس سے آگے نکل گیا تو کہا جاتا ہے۔ عاجز و اعجزہ، اسے عاجز کردیا اور اس سے سبقت لے گیا تو جو کم بخت خدائی آیتوں اور نشانیوں کا مقابلہ کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں حالانکہ اس کی آیتوں کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا اور کائنات کی کوئی طاقت اسے اس کا فیصلہ بدلنے پر مجبور نہیں کرسکتی۔ بہرحال ایسے لوگوں کو جہنم کے ابدی عذاب میں مبتلا کردیا جائے گا جس سے وہ ادھر ادھر نہیں جاسکیں گے۔

۴۰) ۔ وما انفقتم...الآية

اس فقرہ میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ راہ خدا میں لالچ کرنا ایک منافع بخش کاروبار ہے جو خدا سے

کیا جاتا ہے کہ دنیا وآخرت میں خدا اپنی راہ میں خرچ کرنے والوں کو مزید رزق عطا کرتا ہے پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے فرمایا من ایقن بالخلف سخت نفسه بالنفقة۔ جس شخص کو صلہ ملنے کا یقین ہو اس کا نفس خرچ کرنے میں سخاوت کرتا ہے۔ (تفسیر صافی)۔ کئی روایات میں آئمہ اہل بیتؑ سے مروی ہے کہ جب ہمارے پاس رزق کم ہو تو ہم خدا سے تجارت کرتے ہیں یعنی جو کچھ ہمارے پاس ہوتا ہے وہ ہم راہ خدا میں خرچ کر دیتے ہیں اور خدا ہمیں کئی گنا کر کے واپس لوٹاتا ہے۔ (بحارالانوار) چنانچہ حضرت امیر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا اذا أملقتم فتاجرو الله بالصدقه جب تنگدست ہو جاؤ تو صدقہ دے کر خدا سے تجارت کرو۔ بعض روایات میں وارد ہے کہ ہر شب جمعہ ایک فرشتہ اول شب سے اس کے طلوع فجر تک دعا کرتا ہے اللهم اعط کل منفق خلفا و کل ممسك تلفا یا اللہ خرچ کرنے والے کو مزید عطا کر اور ہر کنجوس کے مال کو تلف کر۔ (تفسیر صافی) حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا ان کان الحساب حقا فالجمع لما ذا و اذا کان الخلف من الله عزوجل حقا فالبخل لما ذا۔ جب حساب کتاب برحق ہے تو مال کا جمع کرنا کس لیے اور جب اللہ کی طرف سے مزید عطیہ برحق ہے تو پھر بخل کس لیے (تفسیر نور الثقلین)

(۴۱)۔ و یوم یحشرهم ۔۔۔ الآیة

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ قدیم الایام سے آج تک مشرک قومیں فرشتہ پرستی کی مرتکب ہو رہی ہیں اور ان کو دیوی دیوتا قرار دیتی ہیں کوئی قوم کسی کو بارش کا دیوتا سمجھتی ہے تو کسی کو ہوا کا۔ کوئی دولت کی دیوی ہے تو کوئی موت وحیات کی مگر خداوند عالم فرما رہا ہے کہ جب قیامت کے دن فرشتوں سے پوچھا جائے گا کہ آیا تم ان کے معبود تھے؟ یعنی تم نے چاہا تھا کہ یہ تمہاری عبادت کریں تو فرشتے اس سے اپنی بیزاری ظاہر کریں گے اور کہیں گے پاک ہے تیری ذات! یعنی تو معبود برحق ہے اور ہمارا بھی مالک وآقا ہے۔ ہمیں ان لوگوں سے کیا سروکار! ہم ان کی پرستش سے بری الذمہ ہیں یہ لوگ ہماری نہیں بلکہ جنات کی عبادت کیا کرتے تھے جن سے مراد یہاں شیاطین ہیں جو کہ جنات میں سے ہیں کیونکہ انہوں نے شیاطین کی انگیخت اور ان کے کہنے پر ہماری پرستش کی ہے۔ انہی شیاطین نے ان لوگوں کو یہ بات سکھائی تھی کہ تمہارے لیے براہ راست خدا کا تقرب حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا فرشتوں کی عبادت کرو ان کے ذریعہ سے خدا کا تقرب حاصل کرو اس طرح ان لوگوں نے گویا شیاطین کی عبادت کی تھی۔

(۴۲)۔ واذا تستلیٰ علیهم ۔۔۔ الآیة

ارشاد قدرت ہو رہا ہے کہ جب ان کفار کے سامنے قرآن کی واضح آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں

کہ یہ گھڑا ہوا جھوٹ ہے اور یہ شخص (پیغمبر اسلامؐ) تمہیں تمہارے آباؤاجداد کے معبودوں کی عبادت سے باز رکھنا چاہتا ہے اور جو کچھ یہ شخص پیش کر رہا ہے وہ کھلا ہوا جادو ہے ان لوگوں کی اس روش کو ان کی بدبختی اور حرمان نصیبی پر اظہار افسوس ہی قرار دیا جا سکتا ہے کہ وہ قرآن کے کھلے دلائل اور محکم مسائل کے خلاف یہ کہہ کر لوگوں کو بھڑکانے اور ان سے برگشتہ کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ یہ ہمارے اسلاف کے طریقہ کے خلاف ہے اور یہ اسلاف کی مخالفت کا حوالہ ہمیشہ سے مخالفین کے ہاتھ میں کامیاب حربہ رہا ہے اور ضال و مضل لیڈروں نے ہمیشہ حق کے خلاف یہی حربہ استعمال کیا ہے اور قرآن کی معجزانہ فصاحت و بلاغت کا یہ جواب دیا جا رہا ہے کہ یہ قلم کا زور اور الفاظ کا جادو ہے علم و حقیقت کا اعجاز نہیں ہے بلکہ یہ خود تراشیدہ کتاب ہے جو غلط طور پر خدا کی طرف منسوب کی جا رہی ہے۔ اس ہٹ دھرمی اور بدبختی کی کوئی حد کہ حق کا سورج نصف النہار پر چمک رہا ہے اور یہ اس کا انکار کر رہے ہیں اور اس کی معجزانہ تاثیر و تسخیر کی نہیں بلکہ اس کو جادو بیانی کی تاثیر قرار دے رہے ہیں؟؟

۴۵)۔ وما أتيناهم ۔۔۔ الآية

جب نہ ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب آئی ہے اور نہ ہی ماضی قریب میں کوئی رسول آیا ہے جو ان کو غیر اللہ کی پرستش کرنے کا حکم دیتا ۔ لہٰذا یہ بدبخت لوگ کسی علمی سند اور عقلی دلیل کے بغیر قرآن و اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کے پیغام کا انکار کر رہے ہیں۔

۴۶)۔ و كذّب الّذين ۔۔۔ الآية

ان گزرے ہوئے لوگوں نے اپنے اپنے دور کے رسولوں کو جھٹلایا اور ہم نے اس کی پاداش میں انہیں ہلاک و برباد کر دیا۔ حالانکہ وہ ساز و سامان اور طاقت و قوت اور شان و شوکت میں اتنے آگے تھے کہ آج کے کفار ان کے عشر عشیر کو بھی نہیں پہنچتے تو اگر یہ بھی انہی کے نقش قدم پر چلیں گے تو ان کو ہمارے سخت عذاب سے کون بچا سکے گا؟ لہٰذا ان لوگوں کو ان اگلے لوگوں کے انجام سے عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ جب ان پر رسولوں کو جھٹلانے کی وجہ سے عذاب الٰہی نازل ہوا تو ان کی طاقت اور شان عذاب سے نہ بچا سکی اور کوئی چیز کام نہ آسکی تو اگر ان لوگوں نے اپنی روش و رفتار نہ بدلی تو ان کو اللہ کی سخت گرفت سے کون بچا سکے گا؟

مخفی نہ رہے کہ "نکیر" کے معنی دگرگونی اور ناراضی کے ہیں جس کا لازمی نتیجہ عذاب کی ہی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اس لیے ہم نے اس کا بامحاورہ ترجمہ "میری سزا کیسی سخت تھی" کیا ہے۔

آیات القرآن

قُلْ اِنَّمَاۤ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَیْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿۴۶﴾ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۴۷﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۴۸﴾ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ﴿۴۹﴾ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَاۤ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِیْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِیْۤ اِلَیَّ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿۵۰﴾ وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۵۱﴾ وَّقَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِیْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴿۵۴﴾

ترجمۃ الآیات

(اے نبیؐ) آپ کہہ دیجئے! میں تمہیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم دو، دو اور ایک ایک ہو کر خدا کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور پھر غور و فکر کرو (ضرور تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ) تمہارے ساتھی (رسول خدا) میں کسی قسم کا کوئی جنون (اور دیوانگی) نہیں ہے وہ تو صرف ایک سخت عذاب کے آنے سے پہلے تمہیں ڈرانے والا ہے (۴۶) کہہ دیجئے! میں نے (تبلیغ رسالت کے سلسلہ میں) تم سے جو اجر مانگا ہے وہ تمہارے ہی (فائدہ کے) لیے ہے میری

اجرت تو بس اللہ کے ذمہ ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے(۴۷) کہہ دیجئے! کہ میرا پروردگار جو کہ بڑا غیب دان ہے حق کو (باطل پر) ڈالتا (مارتا) ہے(۴۸) آپ کہہ دیجئے! حق آ گیا اور باطل نہ کچھ ایجاد کر سکتا ہے اور نہ دوبارہ پلٹا سکتا ہے (بالکل مٹ گیا ہے)(۴۹) کہہ دیجئے! اگر (تمہارے خیال کے مطابق میں گمراہ ہو گیا ہوں تو اس کا وزر و وبال میری جان پر ہے اور اگر میں ہدایت یافتہ ہوں تو یہ اس وحی کا ثمرہ ہے جو میرا پروردگار میری طرف بھیجتا ہے بے شک وہ بڑا سننے والا بالکل قریب ہے(۵۰) اور کاش تم دیکھو کہ جب لوگ گھبرائے ہوئے (پریشان حال) ہوں گے لیکن بچ نکلنے کا کوئی موقع نہ ہوگا اور وہ قریبی جگہ سے پکڑ لیے جائیں گے(۵۱) اور (اب) وہ کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لے آئے مگر اتنی دور دراز جگہ سے اب اس (ایمان) پر دسترس کہاں؟(۵۲) حالانکہ اس سے پہلے تو وہ اس (ایمان) کا انکار کرتے رہے اور (بلا تحقیق) بہت دور سے اٹکل کے تکے چلاتے رہے(۵۳) سو اب ان کے اور ان چیزوں کے درمیان جن کے یہ خواہش مند ہیں رکاوٹ کھڑی کر دی جائے گی۔ جیسا کہ اس سے پہلے ان کے ہم مشربوں کے ساتھ کیا جا چکا ہے یقیناً وہ بڑے شبہ اور شک میں مبتلا تھے۔(۵۴)

تشریح الالفاظ

(۱)۔مثنیٰ وفرادی۔ اس کا مفہوم دو دو اور ایک ایک یعنی اجتماعی اور انفرادی طور پر سوچو۔(۲)۔جنة بکسر الجیم۔ کے معنی جنون کے ہیں۔(۳)۔یقذف بالحق۔ قذف کے معنی ڈالنے، اتارنے اور مارنے کے ہیں۔(۴)۔ما یبدئ الباطل۔ یہ باطل نہ ایجاد کر سکتا ہے اور نہ اعادہ کر سکتا ہے یہ محاورہ ہے کہ وہ بالکل مر مٹ گیا ہے کیونکہ ایجاد اور اعادہ زندہ کی صفت ہے۔(۵)۔ تناوش۔ کے معنی پکڑنے کے ہیں۔(۶)۔شك مریب۔ کا مطلب ہے الجھن میں ڈالنا، بڑا شک کرنا۔

تفسیر الآیات

(۴۷) قل انما اعظکم ۔۔۔۔ الآیة

پیغمبر اسلامؐ کا کفار سے روادارانہ مطالبہ اور کلام

پیغمبر اسلامؐ کے دور کے جو لوگ آنحضرت کی اسلامی دعوت کا انکار کرتے تھے اگرچہ اس کا پس منظر ضد وہٹ دھرمی اور تعصب کے سوا اور کچھ نہ تھا مگر وہ اس انکار کی وجہ یہ بیان کرتے تھے کہ آنحضرتؐ کو ایک ذہنی خبط ہو گیا ہے کہ ان کو آگے پیچھے ہر طرف عذاب ہی عذاب نظر آتا ہے کہ یہ کام کرو گے تو عذاب میں گرفتار ہو گے اور وہ کام کرو گے تو تم پر عذاب نازل ہو گا۔

کفار کے اسی متمردانہ خیال کا بڑے ناصحابہ اور روادارانہ انداز میں ابطال کیا جا رہا ہے کہ تم ضد و تعصب اور ذاتی غرض و فائدہ سے یکسر خالی ہو کر محض خلوص نیت کے ساتھ اللہ کی خاطر دو، دو، چار، چار آدمی اجتماعی طور پر یا اکیلے اکیلے انفرادی طور پر غور و فکر کرو اور پوری سنجیدگی سے سوچو کہ آیا اس داعی حق میں جنون کا کوئی نام و نشان بھی ہے؟ آپ کی سابقہ سنجیدہ زندگی آپ کا مشفقانہ انداز بیان، آپ کا حکیمانہ اسلوب کلام اس بات کا شاہد صادق نہیں ہے کہ آپ بڑے فرزانہ ہیں نہ کہ دیوانہ؟

آخر وہ شخص جسے تم دیوانہ قرار دے رہے ہو وہ کوئی اجنبی شخص تو نہیں ہے کہ تمہیں اس سے کبھی سابقہ نہیں پڑا۔ وہ تمہارے درمیان پیدا ہوا، تمہارے اندر ہی پلا بڑھا اور ادھیڑ عمر کو پہنچا تم تو اس بات کے عینی شاہد ہو کہ اس کا کردار کتنا بے داغ رہا ہے وہ تمہاری نیکی میں شامل اور تمہاری ہر بدی سے الگ رہا ہے تم نے زندگی کے ہر ہر مرحلہ میں اسے صادق و امین پایا ہے تم ہمیشہ اسے بڑا عقل مند تسلیم کرتے رہے ہو۔ آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم کل تک جسے فرزانہ کہتے تھے آج اعلان نبوت کے بعد اسے دیوانہ کہہ رہے ہو؟ ثم تتفکروا۔ کتنا نرم اور کتنا درد مندانہ انداز خطاب ہے یہاں وقف ہے گویا قوم کو دعوت فکر دینے کے بعد ان کو غور و فکر کرنے کے لیے مہلت بھی دی جا رہی ہے سوچو کہ آپ کی بے قراری جنون کی بے قراری نہیں ہے بلکہ وہ شفقت و رحمت کی بے قراری ہے وہ یہ جس عذاب الٰہی کا خطرہ محسوس کر رہے ہیں اس سے لوگوں کو ڈرا رہے ہیں کیا تمہاری نگاہ میں عاقل وہ شخص ہے جو غلط کاروں کی حوصلہ افزائی کرے اور مجنون وہ ہے جو برے کام کے برے انجام سے ڈرائے۔ ع

پڑیں پتھر تمہاری سوچ پر اگر سمجھے تو کیا سمجھے؟

واضح رہے کہ بعض روایات میں یہاں اعظکم بواحدۃ میں اس واحدۃ کی تفسیر حضرت امیر علیہ السلام کی ولایت سے کی گئی ہے۔ (تفسیر قمی۔ نور الثقلین) اور بعض نے اس کی تفسیر کلمہ توحید سے کی ہے۔ (مجمع البیان)

مگر حق یہ ہے کہ اس واحدۃ سے مراد وہی ایک بات ہے کہ تم اجتماعی اور انفرادی طور پر غور و فکر کرو کہ

تمہارے ساتھی میں کسی قسم کے جنون کا کوئی شائبہ بھی پایا جاتا ہے؟ اور جب ایسا نہیں ہے تو پھر ان پر ایمان لے آؤ۔

۴۸)۔ قل ما سألتکم۔۔۔الآیة

پیغمبر اسلامؐ نے اجر رسالت مانگا ہے وہ امت کے فائدہ کے لیے مانگا ہے

کہا جاتا ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ "اگر میں تم سے کچھ اجر مانگا ہے تو وہ تم ہی کو مبارک ہو" لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس آیت سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

۱)۔ایک یہ کہ پیغمبر اسلامؐ نے اپنی امت سے بحکم الٰہی اجر رسالت طلب کیا ہے جیسا کہ آیت مؤدت سے واضح ہو رہا ہے۔قل لا أسلکم علیه اجرا الا لمؤدة۔تو چونکہ اس سے یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ آنحضرت کی تبلیغ رسالت اس طرح بے لوث نہیں رہی جس طرح دوسرے انبیاء کی تھی کیونکہ دوسرے تمام انبیاء نے بنص قرآن ہمیشہ یہ کہا کہ ہم تم سے کوئی اجر نہیں چاہتے تو اس شبہ کا ازالہ کیا گیا ہے کہ آپ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اعلان کر دیں کہ میں تم سے جو اجر طلب کیا ہے وہ اپنے کسی ذاتی فائدہ کے لیے نہیں کیا ہے بلکہ تمہارے ہی فائدہ کے لیے مانگا ہے کیونکہ میری اہل بیت کی محبت تمہارے لیے ذریعہ ہدایت اور وسیلہ نجات ہے۔

۲)۔دوسری بات جو اس آیت سے ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے جو اجر طلب کیا ہے وہ امت کے فائدہ کے لیے طلب کیا ہے۔چنانچہ تفسیر قمی میں اس کی تفسیر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے یوں مروی ہے فرمایا کہ ثوابه لکم یعنی اس محبت اہل بیتؑ کا ثواب تمہارے لیے ہے اور اصول کافی میں بھی انہی جناب سے مروی ہے تهتدون به و تنجون من عذاب یوم القیامة۔کہ تم اس مودت کی برکت سے ہدایت پاؤ گے اور قیامت کے عذاب سے نجات پاؤ گے۔(الکافی)

۴۹)۔قل انّ ربی یقذف۔۔۔۔الآیة

خدا حق کی ضرب سے باطل کو پاش پاش کر دیتا ہے

یہاں یقذف بالحق کے بعد گویا علی الباطل محذوف ہے جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر اس کی صراحت موجود ہے بَلۡ نَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ عَلَى الۡبَاطِلِ فَيَدۡمَغُهُ(الانبیاء۔۱۸) ہم حق کو باطل پر مارتے ہیں جس سے اس کا مغز نکال کر رکھ دیتے ہیں۔قذف کے معنی جہاں تہمت لگانے کے ہیں وہاں اس کے معنی پھینکنا، ڈالنا اور مارنا کے بھی ہیں۔جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ العلم نور یقذفه الله فی قلب من یشاء۔علم ایک نور ہے خدا جس کے دل میں چاہتا ہے ڈالتا ہے بعض نے اس کا معنی القاء کیا ہے جس پر چاہتا ہے حق کا القاء کرتا

ہے یعنی اتارتا ہے۔(مجمع البیان)

۵۰)۔قل جاء الحق۔۔۔الآیۃ

حق آ گیا اور باطل مٹ گیا

حق آ گیا ہے، حق کی تفسیر اسلام، توحید، رسالت اور جہاد بالسیف سے کی گئی ہے۔(مجمع البیان، تفسیر کاشف) اور باطل مٹ گیا۔ کیونکہ ما یبدی الباطل وما یعید۔ کہ باطل نہ کسی چیز کو ایجاد کر سکتا ہے اور نہ کسی چیز کو دوبارہ لوٹا سکتا ہے اور جب یہ صفتیں اس میں بالکل نہیں پائی جاتیں تو گویا وہ مردہ ہے۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ہے: فرماتے ہیں فتح مکہ کے بعد جب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو خانہ خدا کے ارد گرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے آنحضرتؐ اپنی چھڑی سے ان کو مارتے بھی جاتے تھے اور یہ آیت بھی پڑھتے جاتے تھے۔ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ جاء الحق وما یبدی الباطل وما یعید۔

ہاں البتہ چونکہ دنیا دار الامتحان ہے اس لیے کبھی کبھی دنیا میں باطل کو بھی ابھرنے کا موقع مل جاتا ہے مگر یہ صورت حال عارضی ہوتی ہے۔ اولاً تو دنیا میں ورنہ آخرت میں باطل ضرور مٹ جائے گا اس وقت غلبہ صرف حق کا ہوگا۔

۵۱)۔قل ان ضللت۔۔۔الآیۃ

کفار و مشرکین کے زعم باطل کا ابطال

کفار و مشرکین پیغمبر اسلامؐ کو گمراہ خیال کرتے تھے(العیاذ باللہ) آپؐ ان کے جواب میں فرما رہے ہیں کہ اگر بفرض محال تمہارا خیال درست ہو تو پھر میری گمراہی کا وبال صرف مجھ پر ہوگا اس میں تمہارا تو کوئی نقصان نہیں ہے اور اگر میں راہ راست پر ہوں تو ایک تو یہ وحی ربانی کا نتیجہ ہے اور دوسرا یہ کہ اس صورت میں اس ہدایت کا فائدہ مجھے بھی ہوگا اور تمہیں بھی۔ اس انداز تبلیغ میں اس طرف اشارہ ہے کہ گمراہی کو اپنی ذات کی طرف اور ہدایت کو وحی ربانی کی طرف نسبت دینی چاہیے۔

کیونکہ ع

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں کا

بہر حال قرآن مجید میں اس انداز تخاطب کی کئی نظیریں موجود ہیں۔

بعض مقصرین کے ایک خیال کا ابطال

اس آیت سے بعض مقصرین نے غلط استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کے لیے گمراہ ہونا ممکن ہے جب ہی تو کہا ہے کہ اگر میں گمراہ ہوں تو اس کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔الیٰ آخر الھفوات۔ حالانکہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ رواداراتہ تخاطب ہے کہ اگر میں گمراہ ہوں جیسا کہ تمہارا خیال ہے تو اس کا ذمہ دار میں ہوں اور اس کا وبال مجھ پر ہے اس کا یہ مفہوم تھوڑا ہے کہ آپ فی الواقع گمراہ ہیں۔(العیاذ باللہ)۔اور ظاہر ہے کہ آپ ہدایت یافتہ ہیں اور آپ کا ہدایت یافتہ ہونا پروردگار عالم کے فضل و کرم کا ثمر ہے کیونکہ توفیق ہدایت عطا کرنے اور ہدایت پانے میں خدا کے فضل و کرم کو بڑا دخل ہے۔ کما لا یخفی

۵۲)۔واخذوامن۔۔۔۔آیۃ

وہ قریب جگہ سے پکڑے جائیں گے کہ گویا پکڑنے والا کہیں قریب ہی موجود تھا۔مطلب یہ ہے کہ ان کے پکڑنے میں خدا کو کوئی زحمت برداشت نہیں کرنا پڑے گی وہ جب چاہے گا ان کے قدموں کے نیچے سے انہیں پکڑے گا۔تفسیر قمی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اس کی تفسیر لشکر سفیانی سے کی گئی ہے کہ جب وہ مکہ و مدینہ کے درمیان مقام بیداء (چٹیل میدان) میں پہنچے گا تو خداوند جبار زمین کو حکم دے گا اور وہ ان کے قدموں سے پکڑ کر نیچے دھنس جائے گی۔تفسیر قمی

۵۳)۔وقالوآمنّا۔۔۔الآیۃ

کفار اس وقت کہیں گے کہ ہم ایمان لاتے ہیں ارشاد قدرت ہوگا کہ اب اس دور جگہ سے ایمان تک رسائی کس طرح ہوسکتی ہے کیونکہ ایمان لانے کا مقام تو دنیا میں تھا اس وقت تو تم لوگوں نے کفر کیا ور وہ دور بیت گیا اب قیامت میں ایمان لانے کا موقع اور کیا مقام؟ آخرت تو ایمان و عمل کے حساب کی جگہ ہے ایمان لانے اور عمل کرنے کی جگہ نہیں ہے۔چنانچہ حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں۔الیوم عمل ولا حساب وغدا حساب ولا عمل عباداللہ زنو أنفسکم قبل ان توزنوا وحاسبوھا قبل ان تحاسبوا۔ آج اس (دنیا میں) عمل کرنے کی مہلت ہے اور حساب نہیں ہے اور کل (آخرت میں) حساب ہوگا اور عمل نہیں ہوگا۔اے اللہ کے بندو اپنے نفسوں کو تو لو قبل اس کے لیے کہ تمہیں تولا جائے اور ان سے حساب لو قبل اس کے تم سے حساب لیا جائے۔(نہج البلاغہ)

۵۴)۔ویقذفون بالغیب۔۔۔الآیۃ

اور یہ لوگ بہت دور سے اٹکل کے تکے چلاتے رہے اور اندھیرے میں تیر مارتے تھے کہ پیغمبر اسلامؐ معاذ اللہ مفتری و کذاب اور ساحر و مجنون ہے نہ کوئی جنت ہے اور نہ کوئی جہنم ہے اور اس طرح کی بے پر کیاں اڑاتے رہے اب ان کے اور ان چیزوں کے درمیان جن کے وہ خواہش مند ہوں گے جیسے اخروی نجات کا حصول ،عذاب خداوندی سے چھٹکارا یا دنیا کی طرف دوبارہ لوٹایا جانا اور جاگیر جنت کا حاصل کرنا وغیرہ میں رکاوٹ کھڑی کردی جائے گی جسے وہ پھلانگ نہیں سکیں گے۔ جیسا کہ ان سے پہلے ان کے ہم مشربوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا جا چکا ہے۔ یقیناً وہ بڑے شبہ اور دوسروں کو شک میں ڈالنے والے شک میں مبتلا تھے اور ان کا کفر و الحاد اور شرک وغیرہ اسی شک و تذبذب کا نتیجہ ہے کیونکہ واضح ہے کہ کوئی بھی صحیح الدماغ آدمی علم و یقین کی بناء پر تو یہ نظریات اختیار نہیں کرتا بلکہ شک و ریب کی بناء پر ہی کرتا ہے اور یہی شک ہے جو آدمی کو کشاں کشاں ہر قسم کی گمراہی کی طرف لے جاتا ہے اور اس کی وجہ سے آدمی کی چشم بصیرت پر پردہ پڑ جاتا ہے کہ جب تک ملک الموت وہ پردہ نہیں ہٹاتا تب تک اسے حق و صدق اپنی تمام تر رعنائیوں اور جلوہ آرائیوں کے باوجود نظر نہیں آتا ۔وذالك هو الضلال البعيد

(بفضله تعالیٰ وعونه۔ سورۂ سباء کا ترجمہ اور اس کی تفسیر بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔ والحمد للہ)

سُوۡرَۃُ فَاطِرٍ

وجہ تسمیہ:۔

چونکہ اس سورہٴ کے آغاز میں یعنی بسم اللہ کے بعد پہلی آیت میں لفظ فاطر مذکور ہے۔ الحمد للہ فاطر السمٰوٰت والأرض۔ اس لیے اس کا نام سورہٴ فاطر تجویز ہوا۔ نیز اس سورہٴ کا دوسرا نام الملائکۃ بھی ہے یہ لفظ اس سورہٴ کی پہلی آیت میں موجود ہے "جاعل الملائکۃ رسلا"

عہد نزول:۔

یہ سورہٴ مکی ہے مگر یہ بات یقین واذعان کے ساتھ نہیں کہی جا سکتی کہ آنحضرتؐ کی مکی زندگی کے تین ادوار میں سے کس دور میں نازل ہوئی ہے۔ اگرچہ اس کے مضامین میں غور کرنے سے مترشح ہوتا ہے کہ اس سورہٴ اور سورہٴ سباء کا عہد نزول ایک ہے یعنی مکی زندگی کے وسطانی عہد میں نازل ہوئی ہے۔

اس سورہٴ کے مضامین عالیہ کی مختصر فہرست

۱)۔ پیغمبر اسلامؐ کی دعوت توحید کا تذکرہ اور اس دعوت کو ناکام بنانے والوں کو لعنت وملامت اور زجر وتوبیخ کی گئی ہے اور ان کے اچھے یا برے اعمال پر مرتب ہونے والے نتائج سے انہیں آگاہ کیا جا رہا ہے۔

۲)۔ فرشتوں کی خلقت کا تذکرہ

۳)۔ کلمات طیبات کا بارگاہ خداوندی کی طرف بلند ہونا

۴)۔ ہر شخص اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

۵)۔ پیغمبر اسلامؐ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپؐ نے اپنا فریضہ تبلیغ ادا کر دیا ہے، اگر کوئی ہدایت قبول نہیں کر سکتا تو آپ پریشان نہ ہوں۔

۶)۔ اہل ایمان اور کفار کا برابر نہ ہونا۔

۷)۔ صرف صاحبان علم ہی خدا سے ڈرتے ہیں۔

۸)۔ ہر امت کے لیے رسول کا ہونا۔

۹)۔ صرف منتخب روزگار بندوں کا وارث علم قرآن ہونا۔

۱۰)۔ خدا کے قانون مہلت کا بیان کہ وہ مجرمین کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔

۱۱)۔ایمان لانے والوں کو بشارتیں۔

۱۲)۔اہل علم وہ ہوتے ہیں جو آیات الٰہیہ میں غور وفکر کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس سورۃ کی تلاوت کرنے کی فضیلت

۱)۔پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے فرمایا جو شخص سورۂ ملائکہ (فاطر) کی تلاوت کرے گا قیامت کے دن اسے جنت کے تین دروازے بلائیں گے کہ جس دروازہ سے جی چاہے جنت میں داخل ہو جا۔ (مجمع البیان)

۲)۔قبل ازیں سورۂ سباء کی تلاوت کے ثواب کے سلسلہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ایک حدیث ذکر کی جا چکی ہے جس میں سورۂ سباء اور سورۂ فاطر کی مشترکہ فضیلت وارد ہوئی ہے۔ وہاں رجوع کیا جائے۔ (ثواب الاعمال)

(آیاتہا ۴۵) (سورۃ فاطر مکیۃ) (رکوعہا ۵)

آیات القرآن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ جَاعِلِ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیۡۤ اَجۡنِحَۃٍ مَّثۡنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ یَزِیۡدُ فِی الۡخَلۡقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۱﴾ مَا یَفۡتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنۡ رَّحۡمَۃٍ فَلَا مُمۡسِکَ لَہَا ۚ وَمَا یُمۡسِکۡ ۙ فَلَا مُرۡسِلَ لَہٗ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ ؕ وَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۲﴾ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ ؕ ہَلۡ مِنۡ خَالِقٍ غَیۡرُ اللّٰہِ یَرۡزُقُکُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ ؕ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۫ۖ فَاَنّٰی تُؤۡفَکُوۡنَ ﴿۳﴾ وَاِنۡ یُّکَذِّبُوۡکَ فَقَدۡ کُذِّبَتۡ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِکَ ؕ وَاِلَی اللّٰہِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ﴿۴﴾ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا ٝ وَلَا یَغُرَّنَّکُمۡ بِاللّٰہِ الۡغَرُوۡرُ ﴿۵﴾ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ

لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِؕ﴿۶﴾ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ﴿۷﴾

ترجمۃ الآیات

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے (اور) خلقت میں جب چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے (۱) اور اللہ لوگوں کے لیے (اپنی) رحمت (کا جو دروازہ) کھول دے اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جسے وہ بند کردے اسے اس (اللہ) کے بعد کوئی کھولنے والا نہیں ہے وہ زبردست (اور) بڑا حکمت والا ہے (۲) اے لوگو! اللہ کے وہ احسانات یاد کرو جو اس نے تم پر کئے ہیں کیا اللہ کے سوا کوئی اور ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے روزی دیتا ہو؟ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے تم کہاں الٹے چلے جارہے ہو؟ (۳) (اے رسول!) اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو آپؐ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر جھٹلائے گئے اور تمام معاملات کی بازگشت خدا ہی کی طرف ہے (۴) اے لوگو! اللہ کا وعدہ یقیناً سچا ہے (خیال رکھنا) زندگانی دنیا کہیں تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ ہی بڑا دھوکہ باز شیطان تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکہ دے (۵) بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے۔ لہٰذا تم بھی اسے (اپنا) دشمن ہی سمجھو وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے کہ وہ دوزخیوں میں سے ہوجائیں (۶) جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے لیے سخت عذاب ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے (۷)

تشریح الالفاظ

(۱)۔ فاطر ۔فطر۔ کے معنی کسی سابقہ نمونہ کے بغیر کوئی چیز بنانا اور اختراع کرنا کے ہیں۔ (۲) اجنحة۔ یہ

جناح کی جمع ہے جس کے معنی پر اور بازو کے ہیں۔(۳)۔الغرور۔ یہ مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے معنی بڑا دھوکہ باز کے ہیں۔(۴)۔فانّٰی تؤفکون۔ یہ افک بفتح الھمز ۃ۔سے ہے جس کے معنی منہ پھیرنے کے ہیں کہ تم اپنے خالق ورازق سے منہ موڑ کر کدھر جا رہے ہو؟ یہ افک بکسر الھمز ہ بمعنی جھوٹ سے ماخوذ نہیں ہے۔

تفسیر الآیات

۱)۔الحمدللہ۔۔۔الآیۃ

سابقہ سورۂ سباء کی ابتداء بھی الحمداللہ سے ہوئی تھی اور اس سورۂ کا آغاز بھی الحمدللہ سے ہوا ہے جس سے دونوں سورتوں کے مزاج و مضمون کی مشابہت واضح ہوتی ہے کیونکہ دین اسلام کی عمارت کا سنگ نبیاد توحید پر رکھا گیا ہے اور توحید کی تکمیل اس کی سپاس گزاری سے ہوتی ہے کیونکہ وہی منعم حقیقی ہے اور زمین وآسمان اور جو کچھ ان کے اوپر نیچے یا ان کے درمیان ہے سب کا خالق و مالک وہی ہے اور اس کے تشکر کا اظہار الحمدللہ سے ہوتا ہے کہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے زمین وآسمانوں کو کسی سابقہ نمونہ کے بغیر ایجاد کیا۔

۲)۔جاعل الملائکۃ۔۔۔الآیۃ

ملائکہ کی حقیقت اور ان کی اقسام

ہم اسی تفسیر کی پہلی جلد سورۂ بقرہ کی آیت ۱۳۰ واذ قال ربك للملائکۃ۔۔۔الآیۃ کی تفسیر میں بقدر ضرورت وضاحت کے ساتھ بیان کر چکے ہیں کہ فرشتوں کی حقیقت کیا ہے؟ اور ان کے مختلف اقسام کتنے ہیں؟ اور یہ کہ وہ بہت کثیر تعداد میں ہیں یہاں ان امور کے اعادہ تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔جلد اول کے صفحہ ۱۱۳۔۱۱۲ کا مطالعہ کریں۔البتہ یہاں صرف اس بات کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ عام لوگوں نے فرشتوں کا مقام سمجھنے میں عموماً غلطی کی ہے۔شیطان نے مشرکین کو یہ پٹی پڑھائی ہے کہ فرشتے مستقل بالذات حیثیت رکھتے ہیں وہ متصرف فی الامور ہیں اور وہ دنیا میں خیر و برکت اور آخرت میں نجات کا ذریعہ ہیں۔چنانچہ کچھ قوموں نے لات ومنات کے ناموں سے ان کی فرضی تصویریں بنا کر ان کی عبادت کی اور کچھ لوگوں نے انہیں دیوی اور دیوتا قرار دے کر ان کی پوجا شروع کر دی۔حالانکہ حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔بل عباد مکرمون لا یسبقونه بالقول وهم بامره یعملون۔فرشتے اللہ کے وہ مکرم بندے ہیں جو کسی قول و فعل میں اس سے سبقت نہیں کرتے بلکہ اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں وہ ایک خدا کے محکوم اور اس کے کارندے

ہیں جس طرح کسی بادشاہ کے فرمانبردار خادم اس کے احکام کی تعمیل میں دوڑ دھوپ کرتے ہیں اسی طرح کائنات کے خالق وحاکم اعلیٰ کے یہ فرمانبردار بندے ہیں جو اس کی تعمیل حکم میں اڑتے پھرتے ہیں گویا کہ یہ فرشتے امور تکوینیہ کی انجام میں خدا کے آلات واسباب ہیں جو مختلف امور کے انجام دینے میں بمنزلہ آلات کے ہیں۔ان کے اپنے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے بلکہ سارے اختیارات کا مالک وہی خدا ہے جو سب کا خالق ہے۔انہی کاموں میں سے جو خدا فرشتوں کے ذریعہ سے انجام دیتا ہے ایک پیغام رسانی بھی ہے جو خدا اور اس کے انبیاء کے درمیان یہ انجام دیتے ہیں۔یعنی یہ رسالت کا کام کرتے ہیں مگر یہ خیال رہے کہ یہاں فرشتوں کے لیے ''رسل'' کی لفظ استعمال کی گئی ہے جو رسول کی جمع ہے۔لیکن یہ لفظ یہاں ان اصطلاحی معنوں میں نہیں ہے جن معنوں میں پیغمبروں کو رسول کہا جاتا ہے بلکہ یہاں یہ لفظ اپنے لغوی معنوں میں استعمال ہوئی ہے کہ فرشتے بطور قاصد خدا کا پیغام وکلام اس کے انبیاء ومرسلین تک پہنچاتے ہیں۔فرشتوں کے باقی اقسام کا تذکرہ جلد اول ص ۱۱۳ پر ملاحظہ فرمائیں۔

۳)۔اولی أجنحة...الآیة

فرشتوں کے پروں کی حقیقت کیا ہے؟

اجنحة۔جناح کی جمع ہے جس کے معنی پر اور بازو کے ہیں باقی رہی اس بات کی تحقیق کہ آیا فرشتوں کے یہ پر عام پرندوں کی مانند ہیں اور یہ ان کے نوری اجسام کا حصہ ہیں؟ یا یہ فرشتوں کی سرعت انتقال کو سمجھانے کا ایک کنایہ ہے؟ اس سلسلہ میں مفسرین میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے دراصل یہ بات متشابہات میں سے ہے جن کو خدا جانتا ہے یا **راسخون فی العلم**! ہمارے پاس فرشتوں کے ان پروں کی حقیقت جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے اگرچہ قرآن وسنت کے ظاہری الفاظ سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ وہ جسمانی پر ہیں (نوری ہی سہی) جن سے وہ پرواز کرتے ہیں اور ان کے درجے اور صلاحیتیں مختلف ہیں سب ایک درجے کے نہیں کیونکہ فرشتے روح مجرد یا نور مجسم تو نہیں ہوتے بلکہ ان کی کیفیات جسمانی کیفیات سے ملتی جلتی ہیں۔ایک حدیث میں پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے کہ فرمایا فرشتے تین قسم کے ہوتے ہیں:۔

۱)۔ایک وہ جن کے دو(۲) دو(۲) پر ہیں

۲)۔دوسرے وہ جن کے تین تین پر ہیں

(۳)۔اور تیسرے وہ جن کے چار چار پر ہیں (اصول کافی)

آیت کے الفاظ یزید فی الخلق ما یشاء سے ظاہر ہوتا ہے کہ پروں کی یہ تعداد چار تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ خدا نے بعض فرشتوں کو اس سے بھی زیادہ پر دیئے ہیں، چنانچہ فریقین کی کتب تفسیر میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت رسولؐ نے شب معراج جبرائیل میں اس حال میں دیکھا تھا کہ ان کے چھ سو پر تھے۔(مجمع البیان، صافی اور بخاری ومسلم)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی قوت پرواز سب فرشتوں سے زیادہ ہے اسی طرح تفسیر نور الثقلین اور تفسیر البرہان میں متعدد فرشتوں کے متعدد پروں کا تذکرہ موجود ہے اسی طرح یہ بات بھی متعدد روایات میں مذکور ہے کہ خداوند عالم نے جناب جعفر طیارؓ کو جنگ موتہ میں ان کے بازوؤں کے کٹ جانے کے عوض دو پر عطا فرمائے ہیں جن کے ساتھ وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے پھرتے ہیں۔(مجمع البیان وصافی اور بخاری ومسلم)

اسی طرح بعض اخبار میں حضرت عباسؑ بن علی کو بھی میدان کربلا میں ان کے بازوؤں کے کٹ جانے کے صلہ میں دو پر عطا کئے جانے کا تذکرہ موجود ہے جن کے ساتھ وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ محو پرواز ہیں۔(نور الثقلین)

نیز یزید فی الخلق کی تفسیر قضا وقدر سے بھی کی گئی ہے اور خوبصورت چہرہ، خوبصورت آواز اور خوبصورت بالوں سے بھی کی گئی ہے کہ جس کو خدا چاہتا ہے یہ چیزیں وافر مقدار میں عطا فرماتا ہے۔(تفسیر مجمع البیان وصافی)

نیز اس کی تفسیر یوں بھی کی گئی ہے کہ تخلیق کا کام ختم نہیں ہوا بلکہ جاری ہے۔ **کل یوم هو فی شأن**۔لہٰذا سرچشمہ فیض وجود سے یہ سلسلہ فیض منقطع نہیں ہوسکتا۔

۴)۔ما یفتح اللہ للنّاس۔۔۔الآیة

اللہ ہی رحمت ونعمت کا دروازہ کھولنے اور بند کرنے پر قادر ہے

اس آیت کا مقصد یہ وضاحت کرنا ہے کہ امور تکوینیہ از قسم خلق ورزق موت وحیات اور شفائے مرض وغیرہ کی انجام دہی میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے اور اگر کوئی شخص یا کوئی قوم وقبیلہ ان امور میں خدا کے ساتھ کسی بھی مخلوق کو شریک قرار دیتا ہے تو وہ مشرک ہے اور اس کا نظریہ باطل ہے خالق کائنات کی ہی ذات ہے جو یہ نعمتیں عطا کرنے اور نہ کرنے پر قادر ہے اگر وہ اپنی رحمت ونعمت کا دروازہ کھول دے تو اسے کوئی بند نہیں کرسکتا اور اگر وہ بند کردے تو اسے کوئی کھول نہیں سکتا۔

ایضاح:۔

مخفی نہ رہے کہ اس رحمت کے مفہوم میں بڑی وسعت پائی جاتی ہے اس میں مال ومنال، علم وفضل اور صحت وغیرہ قسم کی بہت سی چیزیں داخل ہیں اور اسے کسی ایک چیز کے ساتھ مخصوص نہیں کیا جا سکتا۔

الغرض ہر حال میں رحمت الٰہی شامل حال ہونی چاہیے کہ اس صورت میں کانٹے بھی گہوارہ بن جاتے ہیں اور اگر رحمت حق شامل حال نہ ہو تو پھر ریشم کا نرم بستر بھی خاردار بن جاتا ہے۔(تفسیر کاشف)

۵)۔یا أیّھا النّاس۔۔۔الآیة

اللہ کے سوا کوئی خالق ورازق نہیں ہے

خدائے علیم وحکیم نے اپنی بعض عمومی نعمتوں کا تذکرہ کرنے کے بعد یہاں عام لوگوں کو مخاطب کر کے اپنی دو خصوصی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا ہے ایک خلق جو کہ نعمت ایجاد ہے دوسری روزی جو کہ نعمت بقاء ہے اس کا صاف اور سادہ مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے سوا نہ کوئی خالق ہے اور نہ کوئی رازق۔خلق بھی وہی کرتا ہے اور آسمان سے بارش بھی وہی برسا کر اور زمین سے فصلیں اگا کر روزی کا انتظام بھی وہی کرتا ہے کوئی اس کا شریک نہیں ہے تو جب خالق ورازق صرف خدا ہے تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ محسن ومنعم ہونے کی وجہ سے عبادت کا مستحق بھی وہی ہے اسی لیے فرماتا ہے۔لا الہ الا ھو۔

٦)۔وان یکذبوك۔۔۔الآیة

پیغمبر اسلامؐ کو تسلی دی جا رہی ہے

رحمة للعالمین جب لوگوں کی تکذیب اور کجروی ملاحظہ کرتے تھے تو افسردہ خاطر ہوتے تھے تو اس آیت میں دوسری بہت سی آیتوں کی طرح آپ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ ان لوگوں کا آپ کی تکذیب کرنا کوئی نئی تعجب کی بات نہیں ہے آپ سے پہلے جو پیغمبر آئے باطل نواز لوگوں نے ان کی اسی طرح تکذیب کی ہے اور ان کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کیا ہے اس لیے آپ آزردہ خاطر نہ ہوں۔آخر کار سب معاملات کی بازگشت خدا ہی کی طرف ہے اور وہ بہترین فیصلہ صادر فرمائے گا اور جھوٹوں، بدعقیدوں اور بدکاروں کو بدترین سزا دی جائے گی۔وھو أسرع الحاسبین

مخفی نہ رہے کہ اس قسم کی ایک ایت قبل ازیں دو مقامات پر مع تفسیر گزر چکی ہے۔سورۂ آل عمران آیت ۸۴ اور سورۂ الحج آیت ۴۲۔وہاں رجوع کیا جا سکتا ہے۔

۷)۔ یاایّھا النّاس۔۔۔الآیۃ

خدا کا وعدہ برحق ہے

یہاں اللہ کے وعدہ سے قیامت اور اس میں باز پرس اور پھر جزا وسزا کا وعدہ مراد ہے کفار ومشرکین کو دھمکی دی جارہی ہے کہ تمہیں موجودہ خوشحالی دھوکے میں نہ رکھے اور بڑا دغاباز شیطان تمہیں دھوکہ نہ دے کہ شاید یہ وعدہ شدنی نہیں ہے۔اور تمہاری یہ موجودہ مرفہ الحالی شاید ہمیشہ رہے گی۔خبردار! یہ کسی عام آدمی کا وعدہ نہیں ہے کہ غلط ہوجائے گا بلکہ یہ اس خدا کا وعدہ ہے جو کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔لہٰذا خیال رکھنا دنیائے دوں کی لذتوں میں پڑ کر آخرت سے غافل نہ ہوجانا اور حلال وحرام اور جائز وناجائز میں تفریق نہ کر کے اپنی عاقبت خراب نہ کرنا۔

ایضاح

شیطان کی دھوکہ دہی کی بعض قسموں کا تذکرہ

مخفی نہ رہے کہ غرور مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے معنی بڑا دھوکہ باز کے ہیں اور اس سے مراد شیطان ہے جو دھوکہ دہی کے فن میں یکتائے روزگار ہے وہ ہر شخص کی نفسیات اور اس کی کمزوریوں سے خوب واقف ہے اس لیے وہ ہر شخص پر جب حملہ کرتا ہے تو اس کے کمزور پہلو پر کرتا ہے کبھی عقیدہ پر ڈاکہ ڈالتا ہے اور آدمی کو کافر ومشرک اور منافق بنادیتا ہے اور اگر ایمان کو ختم نہیں کرسکتا تو پھر مختلف لطائف الحیل سے آدمی کو فاسق وفاجر بناتا ہے۔

واضح رہے کہ گناہ کرتے چلے جانا اور پھر مغفرت وبخشش کی توقع بھی رکھنا یہ بھی شیطانی غرور اور دھوکہ دہی کی ایک قسم ہے وہ آدمی کو رحمت خدا اور شفاعت مصطفٰی کا چکمہ دے کر گناہ کرنے پر آمادہ کرتا ہے کہ بے شک گناہ کئے جاؤ۔خدا غفور ورحیم ہے اور نبی رحمۃللعالمین ہے اور علی شفیع المذنبین ہے کوئی فکر نہ کر شاہ جانے تے راہ جانے

۸)۔انّ الشّیطان لکم عدوّ۔۔۔الآیۃ

شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے

جب انبیاء ومرسلین نے کہا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے جب آئمہ طاہرین نے کہا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اور علماء کاملین وصالحین نے کہا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اور خود خدا فرمارہا ہے کہ شیطان تمہارا دشمن ہے تو پھر شیطان ہزار ہماری دوستی اور خیرخواہی کے دعوے کرے عقل مندی اور دانش مندی یہ ہے کہ دشمن کو دشمن ہی

سمجھا جائے اس کے دام ہمرنگ زمین سے بچا جائے اس کی کسی بات پر اعتبار نہ کیا جائے اور اگر کسی نے اسے اپنا دوست و رہنما سمجھ لیا تو پھر اس کا انجام یہ ہوگا کہ وہ اس کے گروہ میں شامل ہو جائے گا اور پھر وہ سب واصل جہنم ہو جائیں گے۔لیکونوا من اصحاب السعیر۔حضرت امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ فرمایا خداوند نے جناب موسیٰ کو چار نصیحتیں فرمائیں:

۱)۔جب تک اپنے گناہوں کی معافی کا یقین نہ ہو جائے تب تک کسی کی عیب جوئی نہ کرنا

۲)۔جب تک میرے خزانے ختم نہ ہو جائیں تب تک اپنے رزق کی فکر نہ کرنا

۳)۔جب تک میری مملکت کے زوال کا یقین نہ ہو جائے تب تک دوسروں پر بھروسہ نہ کرنا

۴)۔اور جب تک شیطان کی موت کا یقین نہ ہو جائے تب تک اس کے مکر و فریب سے غافل نہ ہونا۔(الخصال)

۹)۔الّذین کفروا۔۔۔الآیۃ

شیطانی و رحمانی گروہ اور ان کا انجام؟

اس آیت میں شیطانی اور رحمانی گروہوں کا تذکرہ اور ان کا انجام بیان کیا جا رہا ہے کہ جو لوگ شیطان کی دعوت پر لبیک کہہ کہ شیطانی کام کریں گے انجام کار قیامت کے دن ان کے لیے سخت عذاب ہوگا اور جو لوگ شیطان سے الگ تھلگ رہیں گے اور رحمان کی دعوت پر لبیک کہیں گے اور داعیان حق کی اتباع و پیروی کریں گے ان کے لیے مغفرت اور اجر کبیر ہے کہ مغفرت ان کے ایمان کا نتیجہ ہے اور اجر کبیر ان کے اعمال صالحہ کا ثمرہ ہے۔وذلك هو الفوز المبين

آیات القرآن

اَفَمَنۡ زُیِّنَ لَهٗ سُوۡٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنۡ یَّشَآءُ وَیَهۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذۡهَبۡ نَفۡسُكَ عَلَیۡهِمۡ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیۡمٌۢ بِمَا یَصۡنَعُوۡنَ ﴿۸﴾ وَاللّٰهُ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیۡرُ سَحَابًا فَسُقۡنٰهُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحۡیَیۡنَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوۡرُ ﴿۹﴾ مَنۡ كَانَ یُرِیۡدُ الۡعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الۡعِزَّةُ جَمِیۡعًا ؕ اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ

الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ﴿۱۰﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۱﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖؗ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴿۱۳﴾ؕ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿۱۴﴾ۧ

ترجمۃ الآیات

بھلا وہ شخص جس کا برا عمل (اس کی نگاہ میں) خوشنما بنا دیا گیا ہو اور وہ اسے اچھا سمجھنے لگے (کیا وہ ایک مومن صالح کی مانند ہوسکتا ہے؟ یا کیا اس کی اصلاح کی کوئی امید ہوسکتی ہے؟) بے شک اللہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ پس ان (بدبختوں) کے بارے میں افسوس کرتے کرتے آپ کی جان نہ چلی جائے۔ جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں یقینا اللہ اسے خوب جانتا ہے(۸) اور اللہ ہی وہ (قادر) ہے جو ہواؤں کو

بھیجتا ہے تو وہ بادل کو حرکت میں لاتی (اٹھاتی) ہیں پھر ہم اسے ایک مردہ (اجاڑ) شہر کی طرف لے جاتے ہیں پھر ہم اس کے ذریعہ سے زمین کو اس کے مردہ (اجاڑ) ہونے کے بعد زندہ (سرسبز) کر دیتے ہیں اسی طرح (قیامت کے دن لوگوں کا) جی اٹھنا ہوگا (۹) جو کوئی عزت کا طلبگار رہے (تو وہ سمجھ لے کہ) ساری عزت اللہ ہی کے لیے ہے (لہٰذا وہ خدا سے طلب کرے) اچھے اور پاکیزہ کام اس کی طرف بلند ہوتے ہیں اور نیک عمل انہیں بلند کرتا ہے (یا اللہ نیک عمل کو بلند کرتا ہے) اور جو لوگ (آپ کے خلاف) برائیوں کے منصوبے بناتے ہیں (بری تدبیریں کرتے ہیں) ان کے لیے سخت عذاب ہے (اور ان کا مکروفریب آخرکار) نیست و نابود ہو جائے گا (۱۰) اور اللہ ہی نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا ہے پھر نطفے سے پھر تمہیں جوڑا جوڑا (نر و مادہ) بنادیا اور کوئی عورت حاملہ نہیں ہوتی اور بچہ نہیں جنتی مگر اس (اللہ) کے علم سے اور نہ کسی شخص کی عمر میں زیادتی ہوتی ہے اور نہ کمی ہوتی ہے مگر یہ کہ وہ ایک کتاب (لوح محفوظ) میں موجود ہے اور یقیناً یہ بات اللہ کے لیے آسان ہے (۱۱) اور پانی کے دونوں (ذخیرے) برابر نہیں ہیں یہ ایک میٹھا پیاس بجھانے والا ہے (اور) پینے میں خوشگوار اور دوسرا سخت کھاری اور کڑوا ہے اور تم ہر ایک سے تازہ گوشت کھاتے ہو اور زیور برآمد کر کے پہنتے ہو اور تم اس کی کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ وہ پانی کو چیرتی پھاڑتی چلی جاتی ہیں تاکہ تم اللہ کا فضل (رزق) تلاش کرو اور تاکہ شکرگزر رہو (۱۲) وہ رات کو دن کے اندر داخل کرتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے (ان میں سے) ہر ایک (اپنی) مقررہ میعاد تک رواں دواں ہے یہ ہے اللہ تمہارا پروردگار! اسی کی حکومت ہے اور اسے چھوڑ کر جنہیں تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں (۱۳) اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار کو سن نہیں سکتے۔ اور اگر (بالفرض) سنیں بھی تو وہ تمہاری التجا قبول نہیں کر سکتے اور قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا انکار کریں گے (اس سے بیزاری کا اعلان کریں گے) اور خدائے خبیر کی طرح تمہیں اور کوئی خبر نہیں دے سکتا (۱۴)

تشریح الالفاظ

(۱)۔یبسور۔بور کے معنی ہلاکت اور بربادی کے ہیں۔(۲)۔فرات۔کے معنی ہیں بہت میٹھا(پیاس بجھانے والا)۔(۳)۔زجاج کے معنی بہت کھاری اور کڑوا کے ہیں۔(۴)۔لحما طریا۔کے معنی ہیں تروتازہ گوشت (۵)۔قطمیر۔کے معنی ہیں کھجور کی گٹھلی کا چھلکا۔

تفسیر الآیات

۱۰)۔افمن زیّن۔۔۔الآیۃ

جوشخص گناہ کو گناہ سمجھ کر کرے اس کی اصلاح ہوسکتی ہے لیکن جو گناہ کو ثواب سمجھ کر کرے اس کی اصلاح نہیں ہوسکتی

اگر گنہگار اور بدکردار لوگوں کا جائزہ لیا جائے تو ان کی دو قسمیں نظر آتی ہیں ایک وہ جو گناہ کو گناہ سمجھ کر کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کا چونکہ ذہن صحیح ہوتا ہے صرف کردار غلط ہوتا ہے۔لہٰذا ایسے لوگ اپنے خوابیدہ ضمیر کی بیداری سے یا کسی ناصح کی نصیحت سے گناہ ترک کر کے راہ راست پر آسکتے ہیں۔دوسرے وہ کہ جن کا ذہن بگڑ جاتا ہے اور وہ گنا کو گناہ ہی نہیں سمجھتے بلکہ نفس امارہ کی انگیخت یا شیطان کی تسویل سے اسے نیکی خیال کرتے ہیں یعنی مسلسل گناہ کر کر کے ان کے اندر نیکی اور بدی، خیر وشر کا امتیاز ہی ختم ہوجاتا ہے اور ان کے ذہن اور اُن کی سوچ کے زاویئے یوں بدل جاتے ہیں کہ وہ نیکی کو برائی اور برائی کو اچھائی سمجھتے ہیں لہٰذا نہ ان کا ضمیر انہیں ملامت کرتا ہے اور نہ کسی واعظ و ناصح کا پند وموعظہ ان پر اثر انداز ہوتا ہے اس لیے ان کے راہ راست پر آنے کی کوئی امید نہیں کی جاسکتی۔لہٰذا ایسے لوگوں پر جان کھپانے کی بجائے داعی الی اللہ کو اپنی توجہ کا مرکز ان لوگوں کو بنانا چاہیے جن کے ضمیر ابھی زندہ ہیں اور ان کے ذہن ابھی تک اس حد تک ماؤف نہیں ہوئے کہ وہ سود وزیاں اور ثواب وعذاب میں تمیز نہ کرسکیں۔

ایضاح:۔

افمن زین له۔ بھلا وہ شخص؟ میں جو سوال مضمر ہے اس کا جواب ہر شخص اپنی خداداد عقل وخرد کے مطابق دے سکتا ہے! کیا وہ ایک نیکوکار مومن کی طرح ہوسکتا ہے؟ یا کیا وہ کسی قسم کی ہمدردی کا حقدار ہوسکتا ہے؟ یا اس کے برے انجام پر رنج وافسوس کیا جاسکتا ہے؟ یعنی ہرگز نہیں کیونکہ جو جان بوجھ کر گمراہ ہوجائے تو ایسے لاعلاج مریض کا علاج لقمان حکیم کے پاس بھی نہیں ہے۔

سچ ہے کہ ع

خود کردہ راعلاج نیست

ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے: قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالاً. الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِبُونَ صُنْعاً

۱۱) فان اللّٰه یضلّ ... الآیة

توفیق باندازہ ہمت ہے ازل سے

یہ مذکورہ بالا بات کا نتیجہ ہے چونکہ خالق حکیم نے ہر شخص کو یہ صلاحیت دی ہے کہ وہ حق و باطل اور خیر وشر میں تمیز کرسکے۔ چنانچہ جو لوگ اس فطری صلاحیت کو استعمال کرتے ہیں وہ ہدایت پاجاتے ہیں اور جو اس سے کام نہیں لیتے اور اپنے ذہن کو اس حد تک بگاڑ لیتے ہیں کہ حق و باطل میں تمیز نہیں کرسکتے۔ خدا ان سے اپنی توفیق ہدایت سلب کرلیتا ہے اور انہیں گمراہی میں ٹامک ٹوئیاں مارنے کے لیے چھوڑ دیتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ چونکہ خدا عادل ہے اس لیے وہ نہ بلاوجہ توفیق ہدایت عطا کرتا ہے اور نہ ہی بلاوجہ یہ توفیق سلب کرتا ہے بلکہ یہ سب کچھ آدمی کے ذاتی حسن اختیار اور اس کی ذاتی طلب ہدایت اور اس کے ذاتی سوء اختیار اور جذبہ طلب ہدایت کے فقدان کا نتیجہ ہوتا ہے۔

۱۲) فلا تذّھب نفسك ... الآیة

اسی لیے ایسے مورکھوں پر رنج وافسوس کرکے اپنی جان کھپانے اور گھلانے سے از راہ شفقت ورافت پیغمبر اسلامؐ کو روکا گیا ہے جو کچھ لوگ کررہے ہیں اللہ اس سے خوب واقف ہے۔ لہٰذا اس میں دھمکی موجود ہے کہ عادل حقیقی ان لوگوں کو ان کے کرتوتوں کی سزا ضرور دے کر رہے گا۔ واضح رہے کہ اس قسم کی آیت سورۂ کہف نمبر ۶ پر مع تفسیر گزر چکی ہے۔ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ عَلَى آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَسَفاً۔ مزید وضاحت کی خاطر اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

۱۳)۔ واللّٰہ الّذی ارسل۔۔۔الآیۃ

اس قسم کی ایک آیت جس میں یہی پورا مضمون مذکور ہے۔قبل ازیں سورۂ اعراف میں آیت ۵۷ میں مع تفسیر گزر چکی ہے۔وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ۔۔۔۔الآیۃ۔لہٰذا اس میں بیان شدہ حقائق و معارف کو سمجھنے کے لیے اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔یہاں ان مطالب کے اعادہ تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۴)۔ کذالك النّشور۔۔۔۔الآیۃ

جس طرح بارش سے مردہ زمین زندہ ہوجاتی ہے اسی طرح خدا مردہ انسانوں کو زندہ کرے گا

کفار ومشرکین جس جسمانی حشر ونشر کو محال اور ناممکن سمجھتے تھے۔قرآن نے مختلف مثالیں دے کر اس کے جواز وامکان کی وضاحت کی ہے اور یہ بتایا کہ موجودہ دنیا عالم آخرت کی تمثیل ہے دنیا کی بارش کیا ہے؟ سورج ،ہوا،سمندر اور جذب وکشش وغیرہ بہت سے اسباب وآلات کے متحدہ عمل کا نتیجہ ہے جو جب برستی ہے تو مردہ اور خشک زمین کو زندہ اور سرسبز وشاداب کردیتی ہے تو گویا مردہ زمین کو دوبارہ زندہ کرنا یعنی اسے سرسبز کرنا اور ایک مردہ انسان کو دوبارہ زندہ کرنا ایک ہی قسم کے واقعات ہیں تو جب پہلا واقعہ ممکن ہے تو تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے تو اس سے اس کی مماثل واقعہ کا امکان بھی روز روشن کی طرح ثابت ہوجاتا ہے۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا۔جب خدا مردوں کو زندہ کرنا چاہے گا تو چالیس دنوں تک مسلسل بارش برسائے گا جس سے مردوں کے جوڑ اور بند اکٹھے ہوجائیں گے اور گوشت پوست اگ آئیں گے۔(تفسیر قمی وصافی وغیرہ)

۱۵)۔ من کان یرید العزّۃ۔۔۔الآیۃ

جب ہر شخص عزت کا طلبگار ہے تو اس کے حاصل کرنے کا صحیح راستہ کونسا ہے؟

دنیا میں کون ایسا انسان ہے جسے عزت کی طلب نہیں ہے؟ کوئی شاہ ہو یا گدا،عرب ہو یا عجم،سفید ہو یا سیاہ،عالم ہو یا جاہل اور نیک ہو یا بد۔الغرض ہر شخص عزت نفس چاہتا ہے کوئی بھی انسان ذلت کو پسند نہیں کرتا یہ

الگ بات ہے کہ کوئی اقتدار میں اسے ڈھونڈتا ہے تو کوئی مال ومنال میں، کوئی اولاد وجائیداد میں تلاش کرتا ہے تو کوئی قوم وقبیلہ کی کثرت میں تو خداوند عالم نے یہاں عزت کے طلبگاروں کو اس کے حاصل کرنے کا صحیح راستہ بتایا ہے کہ عزت کا مرکز چونکہ خدا کی ذات جامع جمیع کمالات ہے۔لہٰذا جو عزت چاہتا ہے تو وہ اسے خدا سے طلب کرے اور اس راستہ اور طریقہ سے طلب کرے جو اس نے بتایا ہے۔لہٰذا۔**العزة لله ولرسوله وللمؤمنين ولكن المنافقين لا يعلمون**۔یعنی اولاً بالذات عزت خدا کے لیے ہے اور اس کے رسول کی عزت خدا کی وجہ سے ہے اور اہل ایمان کی عزت خدا اور رسول کے سبب سے ہے ہمارے اسلاف اسی لیے صاحب عزت تھے کہ وہ خدا اور رسولؐ کی تعلیمات پر عمل پیرا تھے اور ان کی صفوں میں اتحاد واتفاق تھا اور آج ہم اس لیے ذلیل ورسوا ہیں کہ ہم عزت وعظمت کو غیر اللہ کے دروازہ پر جبہ سائی کرنے میں پوشیدہ سمجھتے ہیں۔ ؎

وہ معزز تھے زمانے میں صاحب قرآں ہو کر
اور ہم ہوئے رسوا تارک قرآں ہو کر

پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے فرمایا **انّ ربكم يقول كل يوم انا العزيز فمن اراد عزّ الدارين فليطع العزيز** تمہارا پروردگار ہر روز فرماتا ہے کہ میں صاحب عزت ہوں۔لہٰذا جو کوئی دنیا وآخرت کی عزت چاہتا ہے وہ (میں) صاحب عزت کی اطاعت کرے۔(مجمع البیان)

حضرت امام حسینؑ سے مروی ہے کہ جو شخص قبیلہ کے بغیر عزت چاہتا ہے اور حکومت کے بغیر ہیبت تو اسے چاہیے کہ اللہ کی عصیاں کاری کی ذلت سے نکل کر اللہ کی اطاعت والی عزت میں داخل ہو جائے۔(بحارالانوار)

۱۶) ۔اليه يصعد الكلم ...الآية

کلمہ طیبہ ایمانیہ کا ثبوت

الكلم ۔**الكلمة**۔کی جمع ہے جس طرح کہ کلمات بھی کلمہ کی جمع ہے اور اس میں تذکیر وتانیث دونوں جائز ہیں کیونکہ ہر وہ جمع کا صیغہ جس کے اور جس کے مفرد کے درمیان صرف ھا کا فرق ہو اس میں تذکیر وتانیث دونوں جائز ہوتی ہیں جیسے کلمہ اور کلم (تفسیر مجمع البیان)

کلمات طیبات اللہ کی بارگاہ میں بلند ہوتے ہیں یعنی قبول ہوتے ہیں ان کلمات سے توحید اور دین اسلام کے ان سب حقائق ومعارف کا اقرار کرنا مراد ہے جو پیغمبر اسلامؐ منجانب اللہ لائے ہیں۔(تفسیر قمی)

گویا بناء بریں کلمہ طیب سے مراد ایمان ہے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا الکلم الطیب قول المومن لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وخلیفۃ رسول اللہ نیز یہی کلمہ طیبہ حضرت امام موسیٰ کاظم اور حضرت امام رضا علیہ السلام سے بھی منقول ہے۔ (ملاحظہ ہو تفسیر قمی وصافی، البرہان ونور الثقلین وغیرہ وغیرہ)

والعمل الصالح یرفعہ کی نحوی ترکیب میں چند قول ہیں:

۱)۔ **العمل الصالح** مبتداء ہے اور **یرفعہ** جملہ فعلیہ اس کی خبر ہے۔ یعنی یرفع کا فاعل عمل صالح ہے اور ضمیر مفعول (**یرفعہ**) کا مرجع **الکلمۃ الطیب** ہے یعنی پاک و پاکیزہ کلمات کو بارگاہ خداوندی میں **العمل الصالح** بلند کر کے قبول کراتا ہے یعنی کلمہ طیبہ کو جو کہ ایمان کا ترجمان ہے پر پرواز عمل صالح عطا کرتا ہے۔

۲)۔ یرفع کا فاعل اللہ ہے اور ضمیر مفعول کا مرجع عمل صالح ہے یعنی نیک اعمال کو جن میں کسی قسم کی ریا وسمعہ شامل نہ ہو بلکہ محض خالصاً لوجہ اللہ کئے جائیں ان کو اللہ بلند کرتا ہے یعنی قبول کرتا ہے۔

۳)۔ یرفع کا فاعل الکلم الطیب ہے اور ضمیر مفعول کا مرجع العمل الصالح ہے۔ یعنی پاکیزہ کلمات نیک عمل کو بلند کرتے ہیں اور اسے قبول کراتے ہیں مطلب یہ ہے کہ نیک کام جب تک توحید وایمان کی بنیاد پر قائم نہ ہوں تب تک اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

مفسر قمی نے جو روایت حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کی ہے اس سے پہلی تفسیر کی تائید مزید ہوتی ہے کہ پاکیزہ کلمات کو عمل صالح خدا کی بارگاہ بلند کر کے قبول کراتا ہے اور یہ اس کے لیے پر پرواز ہے۔ چنانچہ وہ روایت یہ ہے فرمایا: ان لکل قول مصدقاً من عمل یصدقہ او یکذبہ۔۔۔الخ ۔۔۔۔ ہر قول کی صداقت ثابت کرنے کا ذریعہ عمل ہوتا ہے جو اس کی تصدیق یا تکذیب کرتا ہے تو جب کوئی آدمی کوئی بات کہے اور اپنے عمل سے اسے سچ کر دکھائے تو اس کا قول اس کے عمل کی وجہ سے اللہ کی طرف بلند ہوتا ہے اور جب وہ آدمی کوئی بات کہے مگر اس کا عمل اس کے خلاف ہو تو اس کا قول اس کے خبیث عمل کی طرف پلٹا یا جاتا ہے اور وہ اسے جہنم میں گرا دیتا ہے۔ (تفسیر قمی) واللہ العالم

۱۷)۔ والّذین یمکرون۔۔۔الآیۃ

اور جو لوگ اسلام، بانی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بری چالیں چل رہے ہیں اور اس طرح ان کو زک پہنچانا چاہتے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کی سب یہ تدبیریں نابود ہو جائیں گی اور وہ کبھی اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ کیونکہ من بشر حفر بئراً لا خیہ وقع فیہ۔ کی صداقت مسلم ہے

یعنی چاہ کن را چاہ درپیش اور سخت عذاب اس کے علاوہ ہے جس کا مزہ انہیں ہر حال میں چکھنا پڑے گا۔

۱۸)۔ واللہ خلقکم من تراب ۔۔۔ الآیۃ

اس قسم کی ایک آیت جس میں پہلے انسان کی خلقت کا مٹی سے اور پھر نطفے سے ہونے کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ قبل ازیں سورۂ حج آیت ۵ میں مع تفسیر گزر چکی ہے۔ فانا خلقنا کم من تراب ثم من نطفۃ ۔۔۔ الآیۃ ۔ لہٰذا اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۹)۔ وما یعمر من معمر ۔۔۔ الآیۃ

انسان کی طبعی عمر بڑھ بھی سکتی ہے اور گھٹ بھی سکتی ہے

جس طرح خدا تعالیٰ ولادت سے لے کر وفات تک انسانی سفر حیات کے پورے حالات و واقعات اور اس کے ذرہ ذرہ جزئیات سے واقف ہے اور ایک نوشتے یعنی لوح محفوظ میں بھی درج کر دیئے ہیں اسی طرح یہ حقیقت بھی لوح محفوظ میں محفوظ ہے کہ کس شخص کی عمر بڑھے گی اور کس کی گھٹے گی؟

اس آیت سے بعبارۃ النص واضح ہوتا ہے کہ انسان زندگی بعض اسباب کی وجہ سے بڑھ بھی سکتی ہے اور بعض وجوہ سے گھٹ بھی سکتی ہے جن میں ایک وجہ قطع رحمی کرنا ہے اور دوسری وجہ صدقہ و خیرات نہ دینا ہے۔ (تفسیر قمی وصافی، بخاری و مسلم)

پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے ۔ انّ الصدقۃ وصلۃ الرحم تعمران الدیار و تزیدان فی الاعمار ۔ کہ صدقہ دینا اور صلہ رحمی کرنا شہروں کو آباد کرتے ہیں اور زندگی میں اضافہ کرتے ہیں۔ (صافی)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ ایک شخص کی عمر کے صرف تین سال باقی رہ جاتی ہے مگر وہ صلہ رحمی کرتا ہے تو خداوند عالم تیس سال کا اضافہ کر کے انہیں تینتیس (۳۳) سال کر دیتا ہے اور ایک شخص کے ہنوز تینتیس (۳۳) باقی ہوتے ہیں مگر وہ قطع رحمی کرتا ہے تو تیس کاٹ کر صرف تین سال کر دیئے جاتے ہیں۔ (اصول کافی و تفسیر صافی)

والاخبار فی ھذا المعنی کثیرۃ جدا ۔ نیز اس سے بداء کا بھی واضح ثبوت ملتا ہے کہ یمحو اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب ۔ کہ خدا جس لکھی ہوئی چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے لکھ دیتا ہے اور اس کے پاس ام الکتاب ہے کل یوم ھو فی شأن ۔ اس کی ہر روز نئی شان اور نئی آن بان ہوتی ہے اور یہ سب کچھ اس کے لیے آسان ہے۔ سلسلہ بداء کی جملہ تفصیلات اور لوح محو و اثبات اور لوح

محفوظ کے جملہ جزئیات معلوم کرنے کے خواہش مند حضرات ہماری کتاب احسن الفوائد فی شرح العقائد کی طرح رجوع کریں۔

۲۰)۔وما یستوی البحران۔۔۔الآیة

بعض مفسرین کی یہ تحقیق قابل داد ہے کہ یہاں البحران کا ترجمہ دو سمندر یا دو دریا کرنا درست نہیں ہے جیسا کہ عام اردو تراجم میں کیا جاتا ہے کیونکہ سمندر سارے کھارے ہوتے ہیں کوئی میٹھا نہیں ہوتا اور دریا اور چشمے سارے میٹھے ہوتے ہیں کوئی کھاری نہیں ہوتا۔لہٰذا اس لفظ کا صحیح ترجمہ دو ذخیرے درست ہے ایک ذخیرہ سمندروں میں ہے اور دوسرا دریاؤں اور چشموں میں ہے۔(ضیاءالقرآن)

مخفی نہ رہے اس قسم کی آیت مع تفسیر قبل ازیں سورۂ فرقان آیت ۵۳ میں گزر چکی ہے۔وھو الذی مرج البحرین ھذا عذب فرات۔۔۔الآیة۔ قدرت خدا کی اس نشانی کی تفصیل معلوم کرنے کے خواہش مند حضرات اس مقام کی طرف رجوع کریں۔

۲۱)۔ومن کلّ تاکلون۔۔الآیة

یہ پوری آیت لعلکم تشکرون ۔تک قریباً انہی الفاظ کے ساتھ سورۂ نحل کی آیت ۱۴ میں مع تفسیر گزر چکی ہے۔لہٰذا اس کی تفسیر و تشریح دیکھنے کے لیے اس مقام کی طرف رجوع فرمائیں۔اعادہ تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۲)۔یولج اللّیل۔۔۔الآیة

اس قسم کی آیت سورۂ آل عمران میں نمبر ۲۷ پر مع تفسیر گزر چکی ہے۔وہاں رجوع کیا جائے۔

۲۳)۔وسخّر الشّمس۔۔۔الآیة

یہ آیت انہی الفاظ کے ساتھ مع تفسیر سورۂ رعد آیت نمبر ۲ مع گزر چکی ہے لہٰذا اس کی تشریح معلوم کرنے کے لیے اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

۲۴)۔والّذین تدعون۔۔۔الآیة

مزعومہ شرکاء کی بے بضاعتی اور بے حقیقتی

قطمیر۔کھجور کی گٹھلی کے اوپر والے باریک غلاف کو کہا جاتا ہے مقصد یہ ہے کہ جن کو مشرک لوگ خدا

کا شریک سمجھ کر پکارتے ہیں وہ تو خود کسی ادنیٰ اوراحقر چیز کے بھی مالک ومختار نہیں ہیں تو اپنے پجاریوں کو کیا فائدہ پہنچائیں گے؟

اس آیت میں بڑے دلکش اور مؤثر انداز میں لوگوں کے مزعومہ شرکاء کی بے بضاعتی اور بے حقیقتی واضح وآشکار کی گئی ہے کہ اگر وہ احساس وشعور سے محروم ہیں جیسے بت، ستارے اور درخت وغیرہ تو وہ ہماری دعا و پکار سن نہیں سکتے اور اگر احساس وشعور رکھتے ہیں جیسے جن وانس اور فرشتے وغیرہ تو وہ اگر بالفرض سن سکتے ہیں تو تمہاری التجاء کو قبول نہیں کرسکتے کیونکہ جب وہ ذاتی نفع ونقصان کے بھی مالک نہیں ہیں تو دوسروں کے نفع ونقصان کے کس طرح مالک ومختار ہوں گے؟؟

اور مزید برآں قیامت کے دن تمہارے کفر وشرک کا انکار کریں گے اور اس سے اپنی بیزاری کا اعلان کریں گے اور پھر مشرکین کو زبان حال سے کہنا پڑے گا۔

باغباں نے آگ دی جب آشیانے کو مرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

آیات القرآن

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ‌ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الۡغَنِىُّ الۡحَمِيۡدُ ﴿۱۵﴾ اِنۡ يَّشَاۡ يُذۡهِبۡكُمۡ وَيَاۡتِ بِخَلۡقٍ جَدِيۡدٍ‌ۚ ﴿۱۶﴾ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيۡزٍ‏ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى‌ؕ وَاِنۡ تَدۡعُ مُثۡقَلَةٌ اِلٰى حِمۡلِهَا لَا يُحۡمَلۡ مِنۡهُ شَىۡءٌ وَّلَوۡ كَانَ ذَا قُرۡبٰى‌ؕ اِنَّمَا تُنۡذِرُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَيۡبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ‌ؕ وَمَنۡ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفۡسِهٖ‌ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الۡمَصِيۡرُ ﴿۱۸﴾ وَمَا يَسۡتَوِى الۡاَعۡمٰى وَالۡبَصِيۡرُ ۙ‏ ﴿۱۹﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوۡرُ ۙ‏ ﴿۲۰﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الۡحَـرُوۡرُ‌ۚ ﴿۲۱﴾ وَمَا يَسۡتَوِى الۡاَحۡيَآءُ وَلَا الۡاَمۡوَاتُ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُسۡمِعُ مَنۡ يَّشَآءُ‌ۚ وَمَاۤ اَنۡتَ بِمُسۡمِعٍ مَّنۡ فِى

الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿۲۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ؕ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿۲۴﴾ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۲۶﴾

ترجمۃ الآیات

اے لوگو! تم (سب) اللہ کے محتاج ہو اور اللہ ہی بے نیاز ہے جو قابل تعریف ہے (۱۵) وہ اگر چاہے تو تم سب کو (عدم آباد کی طرف) لے جائے اور (تمہاری جگہ) کوئی نئی مخلوق لے آئے (۱۶) اور ایسا کرنا اللہ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہے (۱۷) اور کوئی بوجھ اٹھانے والا (گنہگار) کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور اگر کوئی بھاری بوجھ والا اس کے اٹھانے کے لیے (کسی کو) بلائے گا تو اس میں سے کچھ بھی نہ اٹھایا جائے گا اگرچہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو؟ (اے رسول!) آپ صرف انہی لوگوں کو ڈرا سکتے ہیں جو بے دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور جو (باقاعدہ) نماز پڑھتے ہیں اور جو (گناہوں سے) پاکیزگی اختیار کرتا ہے تو وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے پاکباز رہتا ہے (آخرکار) اللہ ہی کی طرف (سب کی) بازگشت ہے (۱۸) اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہیں (۱۹) اور نہ اندھیرا (کفر) اور اجالا (ایمان) برابر ہیں (۲۰) اور نہ ہی (ٹھنڈا) سایہ (بہشت) اور تیز دھوپ (جہنم) برابر ہیں (۲۱) اور نہ ہی زندے (مؤمنین) اور مردے (کافرین) برابر ہیں۔ بے شک اللہ جسے چاہتا ہے سنواتا ہے (اے رسول) جو (کفار مردوں کی طرح) قبروں میں دفن ہیں آپ انہیں نہیں سنا سکتے (۲۲) آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں (۲۳) بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بشیر و نذیر (بشارت دینے والا اور ڈرانے والا) بنا کر بھیجا ہے اور کوئی امت ایسی نہیں (گزری) جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو (۲۴) اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں (تو یہ کوئی نئی بات نہیں) ان سے پہلے والے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں ان کے رسول ان کے پاس کھلے ہوئے نشان

(معجزے) اور (آسمانی) صحیفے اور روشن (واضح ہدایت دینے والی) کتابیں لے کر آئے تھے(۲۵) پھر میں نے کافروں کو پکڑ لیا (دیکھو) میری سزا کیسی سخت تھی (۲۶)

تشریح الالفاظ

(۱)۔الفقراء۔فقیر کی جمع ہے جس کی معنی محتاج اور نیاز مند کے ہیں۔(۲)۔وازرۃ۔ یہ وزر سے مشتق ہے جس کے معنی بوجھ کے ہیں۔(۳)۔مثقلۃ۔کے معنی گراں بار اور بھاری بوجھ والا۔(۴)۔الحرور۔کے معنی سورج کی گرمی اور دھوپ کے ہیں۔(۵)۔بالزبر یہ زبور کی جمع ہے جس کے معنی صحیفے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۲۵)۔یا ایّھا النّاس انتم ۔۔۔۔الآیۃ

تم سب محتاج ہو اللہ ہی بے نیاز ہے

چونکہ خداوند عالم علیم و حکیم انسانوں کو بے شمار نعمتوں سے نواز کر اور بالخصوص اس کی راہنمائی کے لیے انبیاء و مرسلین بھیج کر برابر اس کی ناز برداریاں کر رہا ہے تو اندیشہ تھا کہ کوئی کوتاہ اندیش آدمی یہ خیال نہ کرے کہ شاید خدا ہمارا محتاج ہے اگر ہم اس کی توحید کا اقرار نہیں کریں گے تو اس کے کارخانہ قدرت میں کوئی خلل پڑ جائے گا تو اس خیال کے ابطال کے لیے خداوند عالم وضاحت کر رہا ہے کہ تم دنیا و آخرت میں غرضیکہ اپنے پورے سفر حیات میں اس کے محتاج ہو اگر اس کا لطف و کرم نہ ہو تو تم ایک لحظہ بھی زندہ نہیں رہ سکتے اگر سورج موجودہ فاصلہ سے ہٹ کر تھوڑا سا زمین کے قریب آ جائے تو سب انسان جل کر بھسم ہو جائیں اور زمین کے اندر جو بے حد گرم مادہ ہے اگر وہ حرکت میں آ کر قدرے اوپر آ جائے تو سطح زمین پر ایسا زبردست زلزلہ آ جائے جس سے سب آبادیاں کھنڈر بن جائیں اوپر والی فضا میں ہر وقت شہابی پتھر برستے رہتے ہیں اگر موجودہ نظام تھوڑا سا بگڑ جائے تو یہ شہابیے ایسی سنگ باری کی صورت اختیار کر لیں جس سے سب انسان ہلاک ہو جائیں۔الغرض انسان دنیا میں بالکل غیر محفوظ ہے اس کی بقاء خدا کے مخصوص نظام قدرت و فطرت پر منحصر ہے۔یہ توازن بگڑ جائے تو فوراً انسانی زندگی ختم ہو جائے۔(تذکیر القرآن)

الغرض انسان خدا کا محتاج ہے۔خدا ایسا غنی مطلق ہے کہ وہ کسی کا بھی محتاج نہیں ہے؟

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا؟

۲۶)۔ان یشاء یذھبکم...الآیۃ

اس کی شان بے نیازی کا اظہار کیا جارہا ہے کہ وہ ایسا بے نیاز ہے کہ اگر وہ چاہے تو موجودہ تمام گنہگار انسانوں کو لمحہ بھر میں فنا کر کے ان کی جگہ نئی نیکوکار مخلوق کو لے آئے تو وہ ایسا کرنے پر قادر ہے اس کے لیے ایسا کرنا کچھ دشوار نہیں ہے۔

واضح رہے کہ یہی آیت الٰہی انہی الفاظ کے ساتھ سورۂ ابراہیم آیت ۱۹ اور بالمعنی سورۂ فاطر، سورۂ نساء آیت ۱۳۲ اور سورۂ انعام آیت ۱۳۳ میں مع تفسیر گزر چکی ہے۔مزید تفصیل کے لیے ان مقامات کی طرف رجوع کیا جائے۔

۲۷)۔ولا تزر وازرۃ...الآیۃ

کسی کا بوجھ دوسرا نہیں اٹھائے گا

اس آیت مبارکہ میں عدل الٰہی کا تذکرہ کیا جارہا ہے کہ کسی گنہگار کے گناہ کا بوجھ خود گنہگار کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں اٹھائے گا۔اگرچہ وہ اس کا قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو بلکہ جو کرے گا وہی بھرے گا۔چنانچہ دوسرے مقام پر ارشاد قدرت ہے: يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ‎.‏ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ‎.‏ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ۔ (عبس۔۳۷) قیامت کے دن ہر شخص اپنے بھائی، اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی بیوی بچوں سے دور بھاگے گا۔اس دن ہر شخص کو نجات کی فکر دامن گیر ہوگی جو اسے مشغول رکھے گی۔

مخفی نہ رہے کہ یہ آیت انہی الفاظ کے ساتھ قبل ازیں سورۂ انعام کی آیت ۱۶۴ پر مع اپنی تفسیر کے گزر چکی ہے وہیں برادران اسلامی کی اس روایت پر بھی تبصرہ کیا جا چکا ہے کہ زندہ کے رونے سے مرنے والے کو قبر میں عذاب ہوتا ہے کہ یہ روایت اس نص قرآنی کی مخالفت کی بناء پر جعلی ہے۔مزید تفصیلات معلوم کرنے کے لیے اس مقام مذکور کی طرف رجوع کیا جائے۔

۲۸)۔انما تنذر الذین...الآیۃ

پیغمبر اسلامؐ کی تبلیغ انذار سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جن کے دلوں میں خوف خدا ہے

آپ انہی لوگوں کو ڈرا سکتے ہیں جو بے دیکھے خدا سے ڈرتے ہیں یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ انّما انت منذر من یخشاھا آپ صرف انہیں ڈرا سکتے ہیں جو آخرت کا خوف وخشیہ محسوس کرتے ہیں یا جیسے ارشاد قدرت ہے کہ ھدیً للمتقین۔ کہ قرآن متقیوں کے لیے ذریعہ ہدایت ہے یعنی اگرچہ قرآن عالمی کتاب ہدایت ہے اور پیغمبر اسلامؐ عالمی پیغمبر ہیں مگر قرآن کے چشمہ ہدایت اور پیغمبر کے مرکز رحمت ورسالت سے فائدہ اور فیض وہی پا سکتے ہیں جن کے دلوں میں خوف خدا اور خوف آخرت موجود ہے اور ان کی ظاہری علامت یہ ہے کہ پابندی کے ساتھ باقاعدہ نماز ادا کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں کے دلوں میں خوف خدا اور خوف آخرت نہیں ہے۔ یعنی خدا اور یوم جزا پر ایمان نہیں رکھتے ان کو پیغمبر اسلامؐ کی تبلیغ اور آپ کا انذار بھی کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ سچ ہے

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
درزار لالہ روید و در شور بوم و خس

(۲۹)۔ ومن تزکیّٰ۔۔۔ الآیۃ

یہ فقرہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح یہ فقرہ ہے: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔ جو کوئی نیک کام کرتا ہے تو اپنے فائدہ کے لیے اور جو کوئی برا کام کرتا ہے تو اپنے نقصان کے لیے آپ کا پروردگار تو بندوں پر ظلم کرنے کا ارادہ بھی نہیں کرتا۔ وھذا اوضح من ان یخفیٰ

(۲۰)۔ وما یستوی الاعمیٰ۔۔۔ الآیۃ

دنیا میں کوئی بھی دو چیزیں برابر نہیں ہیں

ہم اس تفسیر کی پہلی جلد اور تیسرے پارہ کے آغاز میں یہ حقیقت تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ خالق علیم وحکیم نے اپنی حکمت بالغہ کے تحت کائنات کی کوئی بھی اچھی یا بری دو چیزیں برابر پیدا نہیں کیں۔ تو پھر دل و دماغ کا اندھا اور عقل وخرد والا، کفر کا اندھیرا اور ایمان کی روشنی، جنت کا ٹھنڈا سایہ اور جہنم کی تپش اور گرمی یا پھر

زندے یعنی اہل ایمان اور مردے یعنی کافر مشرک کس طرح یکساں و برابر ہو سکتے ہیں۔ یعنی عدل الٰہی کی بناء پر ان میں تفریق لازم وضروری ہے سب ایک جیسے نہیں ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں بلکہ مومن و کافر اور مصلح ومفسد میں جو فرق ہے وہ عیاں راچہ بیان کا مصداق ہے۔

۳۱)۔ انّ اللہ یسمع من یشاء۔۔۔ الآیۃ

اللہ جس کو چاہتا ہے سنواتا ہے (ہدایت کرتا ہے) آپ ان لوگوں (کافروں) کو جو مردوں کی طرح قبروں میں مدفون ہیں کچھ نہیں سنا سکتے (ہدایت نہیں کر سکتے)۔

مخفی نہ رہے کہ اس قسم کی ایک آیت قبل ازیں سورۂ یونس آیت ۴۲ اور سورۂ نحل آیت ۸۰ میں مع تفسیر گزر چکی ہے اس مقام پر سماع موتیٰ کا مسئلہ بھی واضح کیا جا چکا ہے۔ جو حضرات اس موضوع کی تفصیل ملاحظہ کرنا چاہتے ہیں وہ ان مقامات کی طرف رجوع کریں۔

۳۲)۔ انّا ارسلنک۔۔۔ الآیۃ

یہ آیت انہی الفاظ کے ساتھ اس سے پہلے سورۂ بقرہ آیت ۱۱۹ میں مع تفسیر کے ساتھ گزر چکی ہے اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔ اعادہ وتکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

۳۳)۔ وإن من امّۃ۔۔۔ الآیۃ

ہر امت میں کوئی نہ کوئی ڈرانے والا گزرا ہے

یہ مطلب قرآن مجید میں جابجا مختلف انداز وعبارات کے ساتھ ادا کیا گیا ہے کہ مشرق ہو یا مغرب الغرض جہاں بھی انسان رہتے ہیں وہاں کبھی نہ کبھی کوئی داعی حق اور راہنما ضرور آیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ نبی ورسول ہو۔ بشیر ہو یا نذیر یا شہید یا بلا فصل یا بالواسطہ وصی یعنی علماء اعلام۔ الفرض کوئی ایسا ہادی و راہنما آنا چاہیے جس سے حجت تمام ہو جائے تبلیغ کا حق ادا ہو جائے اور عذر قطع ہو جائے۔ یہاں ارشاد ہوتا ہے: وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيۡهَا نَذِيۡرٌ۔ اور سورۂ نساء آیت ۴۱ میں ارشاد ہوتا ہے۔ فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید۔ اور سورۂ نحل آیت ۳۶ میں ارشاد ہوتا ہے کہ ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا۔ اور سورۂ یونس میں آیت نمبر ۴۷ میں ارشاد ہوتا ہے لکل امۃ رسول۔ اور سورۂ رعد آیت ۷ میں ارشاد ہوتا ہے لکل قوم ھاد اور سورۂ شعراء آیت ۲۰۸ میں ارشاد ہوتا ہے کہ وما اھلکنا من قریۃ الالھا منذرون۔ ان حقائق کی بناء پر ضروری ہے کہ ہر قوم اور ہر بستی والوں کے پاس کسی بھی طرح نبی ورسول کی دعوت ہدایت پہنچنی

ضروری ہے تاکہ ان پر حجت تمام ہوجائے اور اگر وہ ان تعلیمات کو بھلادیں اور ان پر عمل نہ کریں تو عذاب الٰہی کے مستحق قرار پائیں۔

۳۴)۔وان یکذّبوک۔۔۔۔الآیة

یہاں بینات سے مراد معجزات اور زبر سے آسمانی صحیفے اور کتب اور کتاب منیر سے تورات وانجیل وغیرہ مراد ہیں اس قسم کی ایک آیت سورۂ آل عمران ۱۸۴،سورۂ حج آیت ۴۴،اور ابھی سورۂ سباء آیت ۴۵ میں مع تفسیر گزر چکی ہے۔وہاں رجوع کیا جائے۔

آیات القرآن

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخۡتَلِفًا اَلۡوَانُهَا ؕ وَمِنَ الۡجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيۡضٌ وَّحُمۡرٌ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهَا وَغَرَابِيۡبُ سُوۡدٌ ۝۲۷ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالۡاَنۡعَامِ مُخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخۡشَى اللّٰهَ مِنۡ عِبَادِهِ الۡعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ غَفُوۡرٌ ۝۲۸ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَتۡلُوۡنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرۡجُوۡنَ تِجَارَةً لَّنۡ تَبُوۡرَ ۝۲۹ لِيُوَفِّيَهُمۡ اُجُوۡرَهُمۡ وَيَزِيۡدَهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوۡرٌ شَكُوۡرٌ ۝۳۰ وَالَّذِىۡۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ مِنَ الۡكِتٰبِ هُوَ الۡحَـقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيۡرٌۢ بَصِيۡرٌ ۝۳۱ ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡكِتٰبَ الَّذِيۡنَ اصۡطَفَيۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا ۚ فَمِنۡهُمۡ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ ۚ وَمِنۡهُمۡ مُّقۡتَصِدٌ ۚ وَمِنۡهُمۡ سَابِقٌۢ بِالۡخَيۡرٰتِ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَضۡلُ الۡكَبِيۡرُ ۝۳۲ جَنّٰتُ عَدۡنٍ يَّدۡخُلُوۡنَهَا يُحَلَّوۡنَ فِيۡهَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَهَبٍ وَّلُـؤۡلُـؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمۡ فِيۡهَا حَرِيۡرٌ ۝۳۳ وَقَالُوا الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِىۡۤ

اَذۡهَبَ عَنَّا الۡحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوۡرٌ شَكُوۡرُۨ ﴿۳۴﴾ الَّذِىۡۤ اَحَلَّنَا دَارَ الۡمُقَامَةِ مِنۡ فَضۡلِهٖ‌ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيۡهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيۡهَا لُغُوۡبٌ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَهُمۡ نَارُ جَهَنَّمَ‌ ۚ لَا يُقۡضٰى عَلَيۡهِمۡ فَيَمُوۡتُوۡا وَلَا يُخَفَّفُ عَنۡهُمۡ مِّنۡ عَذَابِهَا ‌ؕ كَذٰلِكَ نَجۡزِىۡ كُلَّ كَفُوۡرٍ‌ ۚ ﴿۳۶﴾ وَهُمۡ يَصۡطَرِخُوۡنَ فِيۡهَا‌ ۚ رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا نَعۡمَلۡ صَالِحًا غَيۡرَ الَّذِىۡ كُنَّا نَعۡمَلُ‌ ؕ اَوَلَمۡ نُعَمِّرۡكُمۡ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيۡهِ مَنۡ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيۡرُ‌ ؕ فَذُوۡقُوۡا فَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ نَّصِيۡرٍ ‌ۚ ﴿۳۷﴾

ترجمۃ الآیات

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا اور پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے مختلف رنگوں کے پھل نکالے اور (اسی طرح) پہاڑوں میں بھی مختلف رنگوں کی گھاٹیاں ہیں کوئی سفید اور کوئی سرخ اور بعض حصے گہرے سیاہ (۲۷) اور انسانوں، چلنے پھرنے والے جانوروں اور چوپایوں میں بھی اسی طرح مختلف رنگ پائے جاتے ہیں اور اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء ہی اس سے ڈرتے ہیں بے شک اللہ غالب ہے (اور) بڑا بخشنے والا ہے (۲۸) بے شک جو لوگ (کما حقہ) کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور باقاعدہ نماز پڑھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس سے پوشیدہ اور اعلانیہ طور پر خرچ کرتے ہیں وہ ایک ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں تباہی (خسارہ) نہیں (۲۹) تاکہ وہ (اللہ) انہیں پورا پورا اجر عطا فرمائے اور اپنے فضل وکرم سے اور زیادہ دے۔ بے شک وہ بڑا بخشنے والا، بڑا قدردان ہے (۳۰) اور جو کتاب ہم نے بذریعہ وحی آپ کی طرف بھیجی ہے وہ برحق ہے اور اپنے سے پہلے والی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے بے شک اللہ اپنے بندوں (کے حالات) سے باخبر (اور) بڑا دیکھنے والا نگران ہے (۳۱) پھر ہم نے اس کا وارث ان کو بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب کرلیا ہے پس ان بندوں سے بعض تو اپنے نفسوں پر ظلم

کرنے والے ہیں اور بعض معتدل ہیں اور بعض اللہ کے اذن (اور اس کی توفیق) سے نیکیوں میں سبقت لے جانیوالے ہیں یہی تو بہت بڑا فضل ہے (۳۲) (ان کا صلہ) سدا بہار بہشت ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے وہاں ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کا لباس ریشمی ہوگا (۳۳) اور وہ (بطور شکرانہ نعمت کہیں گے سب تعریف اللہ) کے لیے ہے (اور اس کا شکر ہے) جس نے ہم سے رنج وغم دور کر دیا ہے بے شک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا، بڑا قدردان ہے (۳۴) جس نے ہمیں اپنے فضل وکرم سے ایسی دائمی قیامت کی جگہ پر اتارا ہے جہاں نہ کوئی زحمت ہوتی ہے اور نہ ہی تھکن محسوس ہوتی ہے (۳۵) اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے لیے دوزخ کی آگ ہے (وہاں) نہ ان کی موت کا فیصلہ کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ ہی ان کے لیے عذاب جہنم میں کوئی کمی کی جائے گی ہم اسی طرح ہر ناشکرے کو سزا دیتے ہیں (۳۶) اور وہ (دوزخی) اس میں چیخیں چلائیں گے اے ہمارے پروردگار! ہمیں یہاں سے نکال (اور دار دنیا میں بھیج) تاکہ ہم نیک عمل کریں ایسے نہیں جیسے پہلے کرتے تھے (ارشاد قدرت ہوگا) کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں نصیحت قبول کرنے والا نصیحت قبول کر سکتا تھا؟ اور (علاوہ بریں) تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا تھا اب (اپنے کئے کا) مزہ چکھو (آج) ظالموں کا کوئی یار ومددگار نہیں ہے (۳۷)۔

تشریح الالفاظ

(۱)۔جدد۔ یہ جدہ کی جمع ہے جس کے معنی دھاری، راستہ اور قطعہ کے ہیں۔(۲)۔تبور ،بور و بوار۔ سے مشتق ہے جس کے معنی تباہی اور خسارہ کے ہیں۔(۳)۔غرابیب۔ یہ غربیب کی جمع ہے جس کے معنی گہرے سیاہ کے ہیں۔(۴)۔دار المقامه۔ کے معنی ابدی قیام گاہ کے ہیں المقامہ مصدر میمی بمعنی اقامہ ہے۔(۵)۔نصب۔ نصب کے معنی زحمت اور تکلیف کے ہیں۔(۶)۔لغوب۔ کے معنی جسمانی تھکاوٹ کے ہیں۔(۷)۔یصطرخون ،اصطراح۔ کے معنی چیخنے چلانے اور واویلا کرنے کے ہیں۔(۸)۔تذکیر۔ کے معنی نصیحت حاصل کرنے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

(۳۵) ۔الم تر ...الآیۃ

قدرت خدا کی نیرنگی قابل دید ہے کہ پانی ایک، زمین ایک مگر ہر چیز کا رنگ الگ الگ ہے

ہم قبل ازیں سورۂ رعد کی آیت وفی الارض قطع متجاورات وجنات من اعناب ...الآیۃ ۔کی تفسیر میں قدرت کی اس صناعی اور کاریگری پر بقدر ضرورت تبصرہ کر چکے ہیں بادل سے جو پانی برستا ہے وہ بھی ایک اور زمین بھی ایک مگر اس سے اگنے والے پھلوں کا رنگ و روپ بھی مختلف اور ذائقہ بھی مختلف۔اسی طرح ایک مادہ ہوتا ہے جو پہاڑوں کی شکل میں منجمد ہوتا ہے مگر اس کے مختلف راستوں،ٹکڑوں اور گھاٹیوں کا رنگ وروپ مختلف،کوئی سفید کوئی سرخ اور کوئی کالا سیاہ۔اسی طرح مختلف حیوانات اور چوپائے ایک ہی غذا کھاتے ہیں اور ایک ہی زمین اور ایک ہی ہوا و فضا میں رہتے ہیں مگر سب کا رنگ وروپ اور شکل الگ الگ ہے اور یہی حالت مختلف انسانوں کے اختلاف رنگ وروپ کی ہے۔

الغرض قدرت کاملہ کی نیرنگی اور اعجاز آفرینی پر جس قدر غور کیا جائے صناع ازل کی قدرت نمائی اور اس کی عظمت و کبریائی کے کئی کئی در کھلتے ہیں اور رحمت ربانی کے کئی کئی جلوے نظر آتے ہیں اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر چہ مبداء فیض وجود کا فیض عام ہے مگر ہر چیز اپنی طبعی استعداد کے مطابق اس سے فائدہ حاصل کرتی ہے اور کسب فیض کرتی ہے اور یہ بات جہاں خالق کائنات کیے فاعل مختار ہونے کی قاطع دلیل ہے۔وہاں تمام انسان کے درمیان مساوات مطلقہ کے نظریہ کے خلاف عقل وفطرت ہونے کا بھی قاطع برہان ہے۔تمام مخلوقات میں ہر چیز کی خاصیت وصلاحیت مختلف ہوتی ہے اسی طرح مختلف انسانوں کی استعداد اور صلاحیتیں بھی مختلف ہوتی ہیں۔لہٰذا وہ سب یکساں نہیں ہوسکتے۔بموجب ویؤت کل ذی فضل فضلہ۔ ہر صاحب فضیلت کو اس کے فضل وکمال کے مطابق دوسرے عام انسانوں سے خصوصی امتیاز حاصل ہوتا ہے۔

(۲۶) ۔انّما یخشی اللہ من عبادہ ...الآیۃ

اس حقیقت کا بیان کہ اللہ کے تمام بندوں میں صرف علماء ہی خدا سے ڈرتے ہیں اوران علماء کی تعیین

یہاں علماء سے وہ لوگ مرادنہیں ہیں جوبعض رسمی علوم وفنون کی مخصوص درسی کتابیں پڑھے ہوئے ہوں یا بعض امتحانات پاس کرنے کی سند رکھتے ہوں کیونکہ تجربہ اور مشاہدہ شاہد ہے کہ ایسے اکثر لوگ خوف وخشیہ الٰہی کی نعمت سے تہی دست ہوتے ہیں بلکہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کی ذات جامع ،جمیع کمالات اور اس کی صفات عالیات اوراس کے دین اسلام اوراس کے احکام کی معرفت رکھتے ہیں اوراس کے مطابق عمل کرتے ہیں ۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔فرمایا العالم من صدق فعله قوله ومن لم یصدق فعله قوله فلیس بعالم ۔عالم دین وہ ہے جس کا عمل اس کے قول کی تصدیق کرے یعنی جو کچھ زبان سے کہے اپنے عمل سے وہی کام کرکے دکھائے اور جس کا فعل اس کے قول کی تصدیق نہ کرے یعنی اس کے قول وفعل میں تضاد پایا جائے وہ دراصل عالم نہیں ہے۔(اصول کافی)

الغرض جس قدر جس شخص کی معرفت خدا زیادہ ہوگی اسی قدر وہ خدا کے عدل اوراس کے قہر وغضب سے زیادہ خائف وترساں ہوگا۔اسی بناء پر پیغمبر اسلامؐ فرماتے ہیں انّی اخشا کم الله واتقا کم له۔کہ میں تم سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا اوراس کا تقویٰ رکھنے والا ہوں۔(تفسیر صافی)

اور ایک روایت میں وارد ہے کہ اعلمکم بالله اخوفکم بالله۔کہ تم میں سے زیادہ اللہ کا جاننے والا وہ ہے جو زیادہ ڈرنے والا ہے۔(ایضا)

ایسے علماء ربانیین کے بارے میں پیغمبر اسلام فرماتے ہیں فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلة البدر علی النجوم۔کہ عالم کو عابد پر وہی فضیلت حاصل ہے جو چودھویں کے چاند کو عام ستاروں پر ہے۔(تفسیر کاشف)

ایسے نابغہ روزگار علماء کے بارے میں کہا گیا ہے کہ نوم العالم خیر من عبادة الجاهل کہ عالم کی نیند جاہل کی عبادت سے افضل ہے۔(ایضا)اللّهم اجعلنا منهم وهؤلاء بعضهم لا کلهم۔

اس بیان حقیقت ترجمان سے واضح ہوگیا کہ اگر ایک علامۃ الدھر ہوکر خوف وخشیہ الٰہی سے خالی ہے تو وہ جاہلوں سے بھی بدتر ہے اور اگر ایک رسمی ان پڑھ بقدر ضرورت خدا کی ذات وصفات کی معرفت رکھتا ہے اور ضروری عمل بھی کرتا ہے اور خوف وخشیہ کی دولت رکھتا ہے تو وہ صاحب علم ہے اور اس آیت کا مصداق ہے۔

۳۷)۔ انّ الّذین یتلون۔۔۔الآیة

اللہ تعالیٰ سے وہ کاروبار کرنے والوں کا ذکر خیر جس میں خسارہ نہیں ہے

انّما یخشیٰ اللہ من عبادہ العماء ۔ کے بعد ان اوصاف جلیلہ وجمیلہ کا تذکرہ گویا انہی علماء کرام کے کردار کی تفصیل بیان کی جارہی ہے کہ وہ

۱)۔غور وفکر کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں

۲)۔واجبات بلکہ مستحبات وآداب کی رعایت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں

۳)۔اور خدا کے عطا کردہ رزق میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ طور پر راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں کیونکہ جو علم ومعرفت رکھتا ہو وہ کتاب اللہ کو اپنا فکری راہبر بنائے گا اور اللہ کا عبادت گزار بندہ بن جائے گا اور جب ایسا ہوگا تو اسے اللہ کے بندوں سے پیار بھی ہوگا اور جب وہ بندوں سے پیار کرے گا تو پھر اپنی محنت کی کمائی سے ان پر کچھ خرچ بھی کرے گا۔خدائے علیم وحکیم نے ایسے نیکوکار بندوں کے اس عمل کو ایک ایسی تجارت سے تشبیہ دی ہے جس میں کساد بازاری اور خسارہ کا کوئی اندیشہ نہیں ہے ان کو صرف اپنی محنت کا پورا پھل ہی نہیں ملے گا بلکہ خدا کے فضل وکرم سے کچھ مزید منافع بھی ملے گا اور ایک روایت کے مطابق اس سے پیغمبر اسلامؐ کی شفاعت مراد ہے۔(مجمع البیان)

حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں: باع المؤمنون قلیلاً من الدنیا لا یبقی بکثیر من الآخرۃ لا یفنیٰ ۔کہ اہل ایمان نے دنیا کے تھوڑے سے فانی مال کو آخرت کے اس بہت سے ثواب کے عوض فروخت کر دیا ہے جو باقی ہے۔(نہج البلاغہ)

مخفی نہ رہے کہ اس قسم کی ایک آیت سورۂ رعد آیت ۲۲ پر مع تفسیر گزر چکی ہے: وَالَّذِيْنَ صَبَرُوْ ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوْ الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوْ مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَة۔۔۔الآیة اور اس سے ملتی جلتی ایک آیت سورۂ بقرہ میں آیت ۲۷۴ پر مع تفسیر گزر چکی ہے ان مقامات کی طرف رجوع کیا جائے۔

۳۸)۔ والّذی اوحینا الیك۔۔۔الآیة

اس آیت میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ اس کتاب میں کوئی انوکھی چیز بیان نہیں کی گئی ہے بلکہ وہی ابدی حقائق پیش کر رہی ہے جو سابقہ انبیاء کے صحیفوں اور کتابوں میں پیش کئے گئے ہیں اور ان پیشین گوئیوں کے عین مطابق ہے جو سابقہ کتابوں میں آچکی ہیں اور یہ بات قرآن کی صداقت کا بین ثبوت ہے۔

۳۹)۔ ثم اورثنا الکتاب۔۔۔الآیة

علم قرآن کے وارث صرف اللہ کے خاص منتخب بندے ہیں

ارشاد قدرت ہے کہ ہم نے قرآن کا وارث اپنے خاص بندوں کو قرار دیا ہے جن کو ہم نے عام بندوں سے منتخب کرلیا ہے اور پھر عام بندوں کے بارے میں وضاحت کی کہ ان کی تین قسمیں ہیں:

۱)۔ظالم ۲)۔معتدل ۳)۔اور سابق بالخیرات

ان اقسام کی تعریف

ان کی ایک تعریف تو وہ ہے جو بعض احادیث اہل بیتؑ میں کی گئی ہے کہ

۱)۔ظالم وہ ہے جو اپنے وقت کے امام کو نہ پہنچانے

۲)۔معتدل وہ ہے جو اپنے وقت کے امام کو پہنچانے

۳)۔سابق بالخیرات سے خود وقت کا امام مراد ہے۔(اصول کافی، الصافی، البصائر وغیرہ)

اور دوسری تعریف وہ ہے جو بعض مفسرین نے کی ہے

۲)۔ظالم وہ ہے جس کی برائیاں اس کی اچھائیوں پر غالب ہوں

۲)۔معتدل وہ ہے جس کی اچھائیاں اور برائیاں برابر ہوں

۳)۔سابق بالخیرات وہ ہے جس کی اچھائیاں اس کی برائیوں پر غالب ہوں۔(تفسیر کاشف)

یہ اللہ کے منتخب خاص بندے کون ہیں؟

جو بات قرآن وسنت اور نا قابل رد تاریخی شواہد سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ اس سے سرکار محمدؐ وآل محمد مراد ہیں۔بالخصوص پیغمبر اسلامؐ کے بعد وارثان قرآن اہل بیتؑ نبوتؐ ہیں جیسا کہ حدیث ثقلین وغیرہ جیسے نا قابل رد دلائل اس پر دلالت کرتے ہیں۔انّی تارك فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھلبیتی۔(الحدیث)

ہماری بیان کردہ تفسیر اور برادران اسلامی کی تفسیر میں فرق؟

چونکہ خدا کے بندوں میں ہر قسم کے لوگ موجود ہیں عالم اور جاہل بھی، صالح بھی اور ظالم بھی۔لہٰذا سب لوگ کتاب خدا کے وارث ہونے کے اہل نہیں ہیں اس لیے انتخاب کی ضرورت پیش آئی کہ اس وراثت کے لیے ان عام بندوں سے خاص بندوں کا انتخاب کیا جائے۔مگر برداران اسلامی پوری امت مسلمہ کو وارث قرار

دیتے ہیں پھر اس امت کی تین قسمیں بھی مانتے ہیں۔ ۱)۔ ظالم ۲)۔ مقتصد۔ ۳)۔ سابق الخیرات

نیز وہ اتنا بھی غور نہیں کرتے کہ اگر پوری امت وارث قرآن ہے تو پھر اس انتخاب خداوندی کا کیا مقصد ہے؟ جس کا یہاں تذکرہ کیا جارہا ہے؟

نیز وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ فمنھم ظالم لنفسہ۔۔۔ الآیۃ میں ھم کی ضمیر مرجع الذین اصطفینا ہیں یعنی خدا کے منتخب کردہ بندوں کی تین قسمیں ہیں۔ ۱)۔ ظالم۔ ۲)۔ معتدل۔ ۳)۔ اور سابق الخیرات

مگر یہ نہیں سوچتے کہ اگر خدا کے ان منتخب کردہ وارثان کتاب میں بھی ظالم وغیرہ شامل ہیں تو پھر اس انتخاب کا مقصد کیا ہے؟ اور اگر عام لوگوں کی بھی تین قسمیں ہیں اور خاص کی بھی تو پھر عوام اور خواص میں کیا فرق ہے؟

مگر ہماری تحقیق یہ ہے کہ فمنھم کی ضمیر ھم کا مرجع پہلے والی لفظ عبادنا ہے۔ بناء بریں مفہوم یہ ہوگا کہ ہم نے قرآن کی وراثت کے لیے اپنے عام بندوں میں سے کچھ کو منتخب کیا ہے اور اس انتخاب کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ ان عام بندوں میں کچھ ظالم ہیں اور کچھ معتدل اور کچھ سابق الخیرات۔ لہٰذا یہ منتخب گروہ وہی تیسرا گروہ ہے یعنی سابق الخیرات ہے اس میں دوسرے دو گروہ شامل نہیں ہیں اور یہ بات صاحبان عقل وانصاف پر بالکل واضح جس میں کوئی خفا نہیں ہے۔

۴۰)۔ جنّات عدن۔۔ الآیۃ

اللہ کے نیکوکار بندوں کا صلہ

سابق الذکر عام بندوں کی تین قسموں میں سے دو اقسام یعنی متعدل اور سابق بالخیرات کے انجام خیر کا اس آیت میں تذکرہ کیا جارہا ہے کہ ان کا صلہ وہ سدا بہار بہشت ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے۔ (تفسیر نور الثقلین، وانی فی معانی الاخبار عن الصادق علیہ السلام۔ یعنی المقتصد والسابق)

اور انہیں وہاں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور ان کے کپڑے ریشم کے ہوں گے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سونے کے زیور اور موتی اور ریشمی لباس اپنی اصل کے لحاظ سے گندے نہیں ورنہ اہل جنت کے لیے موقع مدح پر ان کا ذکر کیوں آتا؟ البتہ دنیا میں یہاں کی مصلحتوں اور حکمتوں کی بناء پر مردوں کے لیے حرام ہیں۔ (تفسیر ماجدی)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ایک طویل حدیث کے ضمن میں پیغمبر اسلامؐ سے روایت کرتے ہیں فرمایا جب مومن جنت میں داخل ہوگا تو اس کے سر پر ملک وکرامت کا تاج رکھا جائے گا اور اس کے بدن پر سونے چاندی اور یاقوت سے جڑا ہوا لباس ہوگا اس وقت اس کے مخصوص خیمہ سے اس کی زوجہ حور العین برآمد ہوگی اور اسے خوش آمدید کہے گی۔ (البرہان)

(۴۱)۔ والّذین کفروا ۔۔۔ الآیة

کافروں کا انجام اور ان کی ایک درخواست اور اس کا جواب

مؤمنین عاملین کو جنت نعیم کی بشارت دینے کے بعد اب یہاں کفار کو جہنم کی نذارت کی جارہی ہے یا بالفاظ دیگر پہلے گروہ کو جنت کے وعدے کے بعد دوسرے گروہ کو جہنم کی وعید کی جارہی ہے جس میں لوگوں کی پہلی قسم یعنی ظالم بھی شامل ہے یعنی جب وہ دوزخ میں گل سڑ رہے ہوں گے تو بارگاہ خداوندی میں بڑی داد و فریاد کریں گے بار الہا! ایک بار ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج دے اب کی بار ہم برے کام نہیں کریں گے جیسے پہلے کرتے تھے بلکہ نیک عمل کریں گے ان کے جواب میں ارشاد ہوگا۔ **اولم نعمر کم** ۔ کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اگر کوئی نصیحت حاصل کرنا چاہتا تو کر سکتا تھا؟

اور علاوہ بریں تمہارے پاس ہمارا ڈرانے والا بھی آیا تھا مگر تم نے اس کی بات قبول نہ کی۔ غرضیکہ ان کی درخواست مسترد کر دی جائے گی۔ اس قسم کی ایک آیت سورۂ المومنون آیت ۱۰۰ میں گزر چکی ہے اور سورۂ انعام آیت ۲۸ میں تو یہ مذکور ہے **وَلَوۡ رُدُّوۡا لَعَادُوۡا لِمَا نُهُوۡا عَنۡهُ وَاِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ**۔ کہ اگر بفرض محال ان کی یہ درخواست منظور بھی کر لی جائے اور انہیں دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے تو بھی یہ وہاں جا کر وہی کام کریں گے جن سے ان کو روکا گیا تھا کیونکہ یہ جھوٹے ہیں۔ لہٰذا جہنم کے عذاب کا مزہ چکھو۔ آج تمہارا کوئی یار و مددگار نہیں ہے۔

ایضاح:۔

وہ کونسی عمر ہے جس کے بعد حجت تمام ہوجاتی ہے؟ ایک روایت میں اٹھارہ سال مذکور ہے اور یہ اٹھارہ سال والے جوان کو تنبیہ کی گئی ہے۔ (کتاب الخصال)

اور دوسری روایت میں چالیس سال کا تذکرہ ہے جس کے بعد عذر قطع ہوجاتا ہے۔ (مجمع البیان)

ایک روایت میں ساٹھ سال مذکور ہے کہ جس شخص کو خدا ساٹھ سال کی عمر عطا کرے اس سے اس کا

عذر قطع ہوجاتا ہے اور حجت تمام ہوجاتی ہے۔(مجمع البیان، نہج البلاغہ)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس عمر کے بعد آدمی کو کسی قسم کی کوئی رعایت نہیں دی جاتی۔ لہٰذا اگر کوئی شخص اس سن و سال کو پہنچنے سے پہلے انتقال کر جائے تو ان کے ساتھ نسبتاً نرمی برتی جائے گی اور اس کو رعایت دی جائے گی۔

آیات القرآن

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۳۸﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ﴿۳۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۴۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ۨ ﴿۴۲﴾ اسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ؕ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ؕ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿۴۳﴾ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿۴۴﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴿۴۵﴾

ترجمۃ الآیات

بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یقیناً وہ دلوں کے رازوں سے خوب واقف ہے (۳۸) وہ وہی ہے جس نے تمہیں (گذشتہ لوگوں کا) جانشین بنایا سو جو کوئی کفر کرے گا۔ تو اس کے کفر (کا وبال) اسی پر پڑے گا اور کافروں کا کفران کے پروردگار کے ہاں سوائے قہر وغضب الٰہی کے اور کسی چیز میں اضافہ نہیں کرتا اور کافروں کا کفر صرف ان کے خسارے اور گھاٹے میں اضافہ کرتا ہے (۳۹) آپ کہہ دیجئے! (اے مشرکو) کیا تم نے کبھی اپنے (خودساختہ) شریکوں کو دیکھا بھی ہے جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین میں کیا پیدا کیا ہے؟ یا ان کی آسمانوں میں شرکت ہے یا ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اس کی بناء پر (اپنے شرک کے جواز کی) کوئی سند رکھتے ہوں؟ (کچھ بھی نہیں) بلکہ (یہ) ظالم لوگ ایک دوسرے سے محض پرفریب وعدے کرتے ہیں (۴۰) بے شک اللہ (اپنی قدرت کاملہ سے) آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ نہ جائیں اور اگر وہ (بالفرض) ہٹ جائیں تو اس کے سوا انہیں کون تھام سکتا ہے؟ بے شک وہ (اللہ) بڑا بردبار (اور) بڑا بخشنے والا ہے (۴۱) اور یہ لوگ (کفار مکہ) بڑی سخت قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا (پیغمبر) آیا تو وہ ہر ایک قوم سے بڑھ کر ہدایت قبول کرنے والے ہوں گے لیکن جب ان کے پاس ڈرانے والا آ گیا تو اس (کی آمد) نے ان کی نفرت (۴۲) زمین میں سرکشی کرنے اور بری سازشیں کرنے میں اضافہ ہی کیا حالانکہ بری سازشیں تو اس کو گھیر تی ہیں جو بری سازش کرتا ہے سو کیا اب یہ لوگ پہلے والے لوگوں کے ساتھ خدا کے طریقہ کار کا

انتظار کر رہے ہیں (کہ ان کے ساتھ بھی وہی ہو) تم خدا کے دستور (طریقہ کار) میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے (کہ مقررہ قاعدے سے پھر جائے) (۴۳) کیا یہ لوگ زمین میں چلتے پھرتے نہیں ہیں کہ وہ دیکھتے کہ ان سے پہلے والے لوگوں کا انجام کیا ہوا تھا حالانکہ وہ قوت وطاقت میں ان سے بڑھے ہوئے تھے، آسمانوں اور زمین میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اللہ کو عاجز (بے بس) کر سکے۔ وہ بڑا جاننے والا بڑا قدرت رکھنے والا ہے (۴۴) اور اگر خدا لوگوں کا ان کے (برے) اعمال کی پاداش میں جلدی مواخذہ کرتا (پکڑتا) تو روئے زمین پر کوئی جاندار نہ چھوڑتا لیکن ان کو ایک مقررہ مدت تک مہلت دیتا ہے تو جب ان کی مدت پوری ہو جائے گی تو اللہ اپنے بندوں کو خوب دیکھنے والا (نگران) ہے (۴۵)

تشریح الالفاظ

(۱)۔خلائف۔خلیفہ کی جمع ہے جس کے معنی قائمقام اور جانشین کے ہیں۔(۲)۔مقتا۔اس کے معنی غضب اور ناراضی کے ہیں۔(۳)۔جهد ایمانهم۔کا مفہوم ہے بڑی جدو جہد کر کے قسمیں کھائی تھیں یعنی جاهدین فی ایمانهم ن(۴)۔نفورا کے معنی نفرت اور وحشت کے ہیں۔(۵)۔استکبارا فی الارض۔کا مفہوم سرکشی ہے۔(۶)۔المکر۔کا مطلب بری سازش ہے۔

تفسیر الآیات

سا اِنَّ اللّٰہَ عٰلِمُ غَیۡبِ السَّمٰوٰتِ

۴۳)۔هو الّذی جعلکم خلائف۔۔۔الآیة

یہاں خلافت سے پچھلی قوموں کی خلافت مراد ہے

خدا نے تم کو زمین میں جانشین بنایا۔ یہاں آیت میں اس خلافت و جانشینی سے پچھلی قوموں کی خلافت مراد ہے۔ قانون قدرت یہ ہے کہ وہ ایک قوم کو پیدا کر کے زمین میں رہنے اور عمل کرنے کا موقع دیتا ہے اور جب کوئی قوم اپنے عمل و کردار سے اپنی نااہلی ثابت کر دیتی ہے تو خدا اسے ختم کر کے دوسری قوم کو اس کی جگہ لاتا ہے یہ

سلسلہ قدیم الایام سے جاری ہے اس پیرایہ میں مشرکین عرب کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ تم جن قوموں کے جانشین ہو ان کے حالات و واقعات معلوم کرکے ان سے درس عبرت حاصل کرو اگرچہ وہ قوت و طاقت اور شان و شوکت میں تم سے بڑھ کر تھیں مگر کفران نعمت اور رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے تباہ و برباد ہوگئیں تو اگر تم بھی انہی جرائم کا ارتکاب کرو گے تو پھر تمہارا انجام بھی ان سے مختلف نہ ہوگا اور تم بھی ہرگز خدا کے قہر غضب سے نہیں بچ سکو گے۔

(۴۴)۔قل أرأيتم...الآية

مشرکین کے شرکیہ عقائد پر کاری ضرب

جن مزعومہ شرکاء کو مشرکین عرب خدا کا شریک سمجھتے تھے ان کے اس شرکیہ عقیدہ پر اور ان شرکاء کی بے حقیقتی پر بھی کاری ضرب لگائی جارہی ہے اور ان سے پوچھا جارہا ہے کہ اتنی بڑی زمینی تخلیق کائنات میں اگر انہوں نے کوئی چیز پیدا کی ہے تو وہ مجھے دکھاؤ اور آسمانی خلا میں جو بے شمار اجرام سماوی کا انتظام موجود ہے آیا ان کی تخلیق میں یا ان کے انتظام و انصرام میں ان کی کچھ شرکت اور حصہ داری ہے تو اس کی کچھ نشاندہی کرو۔ اور اگر کچھ نہیں تو کیا ہم نے ان پر کوئی کتاب نازل کی ہے جس میں ان کی شراکت اور تمہارے شرک کی کوئی دلیل و سند موجود ہو اور جب کچھ بھی نہیں تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ غیر اللہ کی پرستش کا سارا معاملہ فریب کاری پر چل رہا ہے ۔یہ لوگ ایک دوسرے سے پُرفریب وعدے کررہے ہیں کہ قیامت کے دن ان کے یہ شرکاء ان کے شفعاء ہوں گے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور قیامت کے آنے پر ان جھوٹے وعدوں کا خاتمہ ہوجائے گا کہ ان کی پرستش کرنے ،ان سے حاجتیں طلب کرنے اور ان کے حضور چڑھاوے چڑھانے اور ان کا شکریہ ادا کرنے کا کوئی عقلی یا شرعی جواز نہیں تھا۔

(۴۵)۔انّ اللہ یمسك...الآیة

اس بے کراں کائنات کو سنبھالنے والا خدا ہی ہے

اس بے کراں کائنات ارضی و سماوی میں بے شمار اجرام کو قادر مطلق خدا نے جذب وکشش غیر مرئی کڑیوں میں جکڑ رکھا ہے کہ کوئی چیز اپنی جگہ سے ذرا بھر ادھر ادھر نہیں ہٹتی ورنہ اگر خدا ان کی تھوڑی سی لگام ڈھیلی چھوڑ دے اور وہ اپنے محور سے ذرا ہٹ جائیں تو سارا انظام کائنات ہی درہم برہم ہوجائے بھلا اللہ کے سوا کون پیر،فقیر یا دیوی ،دیوتا یا نبی وولی ہے جو اس کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے؟ بھلا جو اپنے وجود کو نہیں سنبھال سکتے؟ بلکہ اپنے وجود اور اس کی بقاء کی خاطر ہر لمحہ و ہر لحظہ اللہ کے محتاج ہیں وہ دوسری کائنات و مخلوقات کو کس طرح سنبھال سکتے ہیں؟ اور اگر

کائنات کی کوئی کڑی ٹوٹ جائے تو اسے کس طرح بحال کر سکتے ہیں یا کون ہے جو گرتے ہوئے آسمان کو کاندھا دے سکے یا پانی میں دھنستی ہوئی زمین کو اونچا کرے؟ بس اللہ ہی وہ قادر مطلق ہے جس نے پہلے یہ کائنات پیدا کی ہے اور وہی اس کی بقاء کا انتظام کئے ہوئے ہے۔ **ولا یؤدہ حفظھما وھو العلی العظیم** ۔ واضح رہے کہ اس آیت میں زمین وآسمان کے ساکن یا متحرک ہونے کی کسی جانب پر کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ قرآن کوئی سائنس کی کتاب ہے یہاں ایک اور حیثیت سے یہ اٹل حقیقت بیان کی گئی ہے۔ **کما لا یخفیٰ**

۴۲)۔ واقسموا باللہ ۔۔۔ الآیۃ

اس آیت کی شان نزول

مروی ہے کہ جب قوم قریش کو یہ اطلاع ملی کہ خداوند عالم نے یہود ونصاریٰ اور مجوس کی طرف رسول بھیجے تھے انہوں نے ان کو جھٹلایا تھا تو انہوں نے کہا تھا کہ خدا یہود ونصاریٰ پر لعنت کرے جنھوں نے اپنے رسولوں کے ساتھ یہ سلوک کیا۔ خدا کی قسم اگر خدا ہماری طرف کوئی رسول بھیجے تو ہم ہر امت سے بڑھ کر ہدایت قبول کرنے والے ہوں گے۔ (تفسیر صافی، تفسیر درمنثور)

ارشاد قدرت ہے کہ جب ان کے پاس رسول اعظم آ گئے تو اس رسول یا اس کی آمد نے ان کی نفرت و وحشت، تکبر وسرکشی اور بری سازشوں میں اضافہ کر دیا۔ سچ ہے کہ **لا تغنی الآیات والنذر عن قوم لا یؤمنون**۔ یعنی

نہ ہو طبیعت ہی جن کی قابل وہ تربیت سے نہیں سنورتے
ہوا نہ سرسبز دریا میں رہ کر عکس سروکنار جو کا

۴۳)۔ ولا یحیق المکر ۔۔۔ الآیۃ

عموماً بری چلال اپنے چلنے والے کو لے ڈوبتی ہے

تاریخ شاہد ہے کہ جو کوئی حق اور اہل حق کے خلاف سازش کے جال بنتا ہے وہ خود بموجب **من حضر بئراً لا خیه وقع فیه**۔ یعنی چاہ کن را چاہ درپیش۔ عموماً اس میں پھنستا ہے اور اگر کبھی اس کی سازش کا ضرر اس شخص کو پہنچ جائے جس کے خلاف وہ تیار کی گئی ہے تو جو ضرر ضرر رساں کو پہنچے گا وہ زیادہ سخت ہوگا کیونکہ سازش کے شکار شخص کو جو ضرر پہنچے گا وہ دنیوی ہوگا اور یہ اخروی ضرر عذاب ہوگا۔ **وعذاب الآخرۃ اشد وابقیٰ**۔

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات
بادرد کساں ہرکہ در افتاد بر افتاد

۴۸)۔فھل ینظرون۔۔۔الآیۃ

یہاں نظر بمعنی انتظار ہے ارشادِ قدرت ہے کہ یہ مکذبین اسی عذاب کا انتظار کر رہے ہیں جو ان جیسے جرائم کا ارتکاب کرنے والی قوموں پر نازل ہو چکا ہے کیونکہ خالق کا قانونِ مکافات کبھی تبدیل نہیں ہوتا۔اور نہ ہی اسے کوئی پھیر سکتا ہے اور اگر اس کی قسم کے عذاب کے نزول میں شک ہے تو پھر زمین میں چلیں پھریں آج بھی ان ہلاک شدہ قوموں کے محلات کے کھنڈرات درسِ عبرت دیتے ہوئے نظر آئیں گے اللہ کوئی عاجز نہیں مگر آہ۔

کاخ جہاں پر است ز ذکر گذشتگان
لیکن کسے کہ گوش نہد ایں صدا کم است

۴۹)۔ولو یؤاخذ اللہ الناس۔۔۔الآیۃ

اللہ کے قانونِ امہال کا اجمالی تذکرہ

یہ آیت مبارکہ تھوڑے سے تغیر الفاظ کے ساتھ قبل ازیں سورۂ نحل آیت ۶۱ پر گزر چکی ہے۔ولو یؤاخذ اللہ الناس بظلمھم ما ترک علیھا من دابۃ۔۔۔الآیۃ اور اس سے پہلے اس قسم کی ایک اور آیت لا یحسبن الّذین نملی لھم۔۔۔الآیۃ بھی گزر چکی ہے اور وہاں ہم بڑی تفصیل کے ساتھ خدا کے قانونِ مہلت پر تبصرہ کر چکے ہیں کہ خدا کا قانونِ قدرت یہ ہے کہ وہ مجرموں کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ ایک مقررہ وقت تک برابر مہلت دیتا ہے کہ وہ توبہ و انابہ کر لیں یا پھر دل کھول کر گناہ و عصیاں کر لیں۔ان مقامات کی طرف رجوع کیا جائے۔

۵۰)۔فانّ اللہ کان بعبادہ۔۔۔الآیۃ

اللہ اپنے بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے وہ جانتا ہے کہ وہ کہاں ہیں؟ اور کیا کر رہے ہیں؟۔لہٰذا وہ جب چاہے ان کو پکڑنے اور جزا و سزا دینے پر قادر ہے۔وما کان اللہ لیعجزہ من شئ فی السموات ولا فی الارض انہ کان علیما قدیرا۔صدق اللہ العلی العظیم۔

بفضلہ تعالیٰ وحسن توفیقہ۔سورۂ فاطر کا ترجمہ اور اس کی تفسیر اختتام پذیر ہوئی۔والحمد للہ اولاً و آخراً

سُوۡرَةُ یٰسٓ

وجہ تسمیہ:۔

اس سورۃ کی پہلی دوحرفی آیت کو ہی اس سورۃ کا نام دیا گیا ہے۔

عہدنزول:۔

اس سورۃ کے مطالب ومعانی میں غور وفکر کرنے سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ سورۃ پیغمبر اسلامؐ کی مکی زندگی کے وسطانی دور کے آخر میں یا آخری دور کے اوائل میں نازل ہوئی ہے جب کہ اسلام وقرآن کی دعوت حقہ سعید روحوں کو اپنی طرف بے حد مائل کر رہی تھی اور اہل مکہ اپنی شقاوت وبدبختی سے پوری شدت کے ساتھ نہ صرف یہ کہ اس کا انکار کر رہے تھے بلکہ دوسروں کو بھی اس کے قبول کرنے سے روک رہے تھے۔

اس سورۃ کے مطالب ومضامین کی اجمالی فہرست

۱)۔اسلام کے اساسی تین عقائد (توحید، رسالت، قیامت) پر ایمان لانے کی لوگوں کو دعوت دی گئی ہے۔

۲)۔پیغمبر اسلامؐ کی نبوت کا انکار واستہزاء کرنے والوں کو انجام بد سے ڈرایا گیا ہے اور آپ کی رسالت کی صداقت پر قرآن مجید کی قسم کھائی گئی ہے۔

۳)۔زمانہ فترت کا بیان۔یعنی آنحضرتؐ کی تشریف آوری سے پہلی مدت جس میں کوئی نبی نہیں آیا تھا۔

۴)۔امام مبین میں ہر چیز کے احصار کرنے کا تذکرہ اور اس کا مفہوم

۵)۔کفار عرب کی عبرت کے لیے ایک تباہ شدہ بستی کا حال بیان کیا گیا ہے جس سے باشندوں کو ڈرانے کے لیے خدا نے رسول بھیجے تھے جب وہ زمانے کو تائید مزید کے لیے تیسرا بندہ بھیجا مگر ان لوگوں نے اسے بھی جھٹلایا انجام کار خدا نے اس بستی کو ہلاک کر دیا۔

۶)۔توحید پروردگار پر تکوینی دلائل اور بنجر زمین پر بارش برسانے اور اجناس کے اگنے کی مثال اور شمس وقمر کے مقررہ اوقات پر طلوع وغروب اور ان کی رفتار سے استدلال۔

۷)۔منکرین قیامت کے بعض شبہات اور ان کے جوابات۔

۸)۔قیامت کی تصویر کشی اور ایمان لانے والوں اور جھٹلانے والوں کے حال کی تفصیل۔

۹)۔داعیان حق کے ساتھ عام لوگوں کی عمومی روش کا تذکرہ

۱۰)۔مؤمن آل یس کا تذکرہ

۱۱)۔بہشت عنبر سرشت کی کیفیت کا بیان

۱۲)۔ہر چیز میں نر و مادہ ہونے کی طرف لطیف اشارہ

۱۳)۔قیامت کے دن مونہوں کا خاموش ہونا اور اعضاء وجوارح کا بول کر گواہی دینا

۱۴)۔پیغمبر خداؐ کے شاعر ہونے کی نفی اور اس کا مفہوم

۱۵)۔شگون بد لینے کی مذمت

۱۶)۔سرمایہ دارانہ ذہنیت کی بےنقابی

۱۷)۔حیات بعد الموت کا انکار کرنے والوں کی فہمائش

۱۸)۔انسانی باقیات وآثار کا تذکرہ

۱۹)۔معاوضہ نہ مانگنے والوں کی پیروی کا حکم

۲۰)۔منازل قمر کا ذکر اور اجرام سماوی کے کسی ٹھوس جسم میں جڑے ہوئے نہ ہونے کا تذکرہ

۲۱)۔اہل جنت پر خدا کا سلام کرنا

۲۲)۔اولاد آدم سے شیطان کی عبادت نہ کرنے کا عہد و پیمان لیے جانے کا تذکرہ

۲۳)۔ارذل العمر کا ذکر

۲۴)۔خدا جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو کن کہنے سے وہ چیز ہو جاتی ہے

۲۵)۔ہر چیز کی حکومت خدا کے قبضہ قدرت میں ہے۔وغیرہ وغیرہ۔

سورۂ یٰسں کی تلاوت کرنے کا ثواب

۱)۔پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے فرمایا ہر شئی کا ایک دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل سورۂ یٰسں ہے۔(مجمع البیان)

۲)۔ابوبصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سورۂ یٰسں کے قلب قرآن ہونے کے بارے میں جو روایت نقل کی ہے اس کے ساتھ یہ تتمہ بھی ہے کہ فرمایا جو شخص شام ہونے سے پہلے دن میں سورۂ یٰسں پڑھے وہ اس دن محفوظ رہے گا اور رزق سے بہرہ مند ہوگا اور جو رات کو سونے سے پہلے پڑھے تو ایک ہزار فرشتے اس پر مقرر کئے جاتے ہیں جو شیطان اور ہر آفت سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔(ایضا)

۳)۔پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے فرمایا جو شخص خوشنودی خدا کی خاطر سورۂ یٰسں کی تلاوت کرے خدا اسے بخش دیتا ہے اور اسے بارہ قرآن ختم کرنے کا ثواب عنایت فرماتا ہے۔(مفاتیح الجنان)

۴)۔مروی ہے کہ سورۂ یٰس کے پڑھنے والے کو دنیا وآخرت کی ہر خیر وخوبی حاصل ہوتی ہے اور اس سے دنیا و آخرت کی ہر مصیبت دور ہوتی ہے اور اس کی ہر حاجت روا ہوتی ہے۔(ایضا)

۵)۔پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے فرمایا جو شخص قبرستان میں داخل ہو کر سورۂ یٰس پڑھے تو خداوند عالم مردوں کے عذاب میں تخفیف کرتا ہے اور تمام مردوں کی تعداد کے مطابق اس کے نامہ اعمال میں حسنات درج کرتا ہے۔(ایضا)

(سورۂ یٰس مکی ہے اس کی ۸۳ آیات اور ۵ رکوع ہیں)

آیاتُ القرآن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ یٰسٓ ﴿۱﴾ وَ الۡقُرۡاٰنِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۲﴾ اِنَّکَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۳﴾ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۴﴾ تَنۡزِیۡلَ الۡعَزِیۡزِ الرَّحِیۡمِ ﴿۵﴾ لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اُنۡذِرَ اٰبَآؤُہُمۡ فَہُمۡ غٰفِلُوۡنَ ﴿۶﴾ لَقَدۡ حَقَّ الۡقَوۡلُ عَلٰۤی اَکۡثَرِہِمۡ فَہُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۷﴾ اِنَّا جَعَلۡنَا فِیۡۤ اَعۡنَاقِہِمۡ اَغۡلٰلًا فَہِیَ اِلَی الۡاَذۡقَانِ فَہُمۡ مُّقۡمَحُوۡنَ ﴿۸﴾ وَ جَعَلۡنَا مِنۡۢ بَیۡنِ اَیۡدِیۡہِمۡ سَدًّا وَّ مِنۡ خَلۡفِہِمۡ سَدًّا فَاَغۡشَیۡنٰہُمۡ فَہُمۡ لَا یُبۡصِرُوۡنَ ﴿۹﴾ وَ سَوَآءٌ عَلَیۡہِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَہُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡہُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۰﴾ اِنَّمَا تُنۡذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّکۡرَ وَ خَشِیَ الرَّحۡمٰنَ بِالۡغَیۡبِ ۚ فَبَشِّرۡہُ بِمَغۡفِرَۃٍ وَّ اَجۡرٍ کَرِیۡمٍ ﴿۱۱﴾ اِنَّا نَحۡنُ نُحۡیِ الۡمَوۡتٰی وَ نَکۡتُبُ مَا قَدَّمُوۡا وَ اٰثَارَہُمۡ ؕ وَ کُلَّ شَیۡءٍ اَحۡصَیۡنٰہُ فِیۡۤ اِمَامٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۱۲﴾

ترجمۃ الآیات

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے یاسین(۱) قرآن حکیم کی قسم(۲)یقینا آپ(خدا) کے رسولوں میں سے ہیں (۳)(اور) سیدھے راستے پر ہیں (۴)(یہ قرآن)عزیز(غالب اور) بڑے مہربان کا نازل کیا ہوا ہے(۵) تاکہ آپ اس قوم کو ڈرائیں جس کے باپ دادا کو (براہ راست کسی پیغمبر سے)ڈرایا نہیں گیا اس لیے وہ غافل ہیں(۶)ان میں سے اکثر پر(ان کے تعصب وعناد کی وجہ سے) یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے(۷) ہم نے(ان کے پیہم کفر وعناد کی وجہ سے گویا)ان کی گردنوں میں (گمراہی اور شیطان کی غلامی کے)طوق ڈال دیئے ہیں جو ان کی ٹھوڑیوں تک آگئے ہیں اس لیے وہ سر اوپر اٹھائے ہوئے ہیں (لہٰذا وہ سر جھکا نہیں سکتے)(۸)اور ہم نے ایک دیوار ان کے آگے کھڑی کردی ہے اور ایک دیوار ان کے پیچھے کھڑی کردی ہے (اس طرح) ہم نے انہیں ڈھانک دیا ہے پس وہ کچھ دیکھ نہیں سکتے (۹) ان کے لیے (دونوں باتیں) برابر ہیں خواہ آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے(۱۰) آپ تو صرف اس شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرے اور بے دیکھے خدائے رحمن سے ڈرے پس ایسے شخص کو مغفرت (بخشش)اور عمدہ اجر کی خوشخبری دے دیں(۱۱) بے شک ہم ہی مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور ان کے وہ اعمال بھی لکھ لیتے ہیں جو وہ آگے بھیج چکے ہیں اور ان کے وہ آثار بھی ثبت کرتے ہیں جو وہ اپنے پیچھے چھوڑ جاتے ہیں اور ہم نے ہر چیز کو امام مبین میں جمع کردیا ہے(۱۲)

تشریح الالفاظ

(۱)۔حق القول۔کے معنی ہیں بات ثابت ہوچکی۔(۲)۔اغلال۔یہ غل کی جمع ہے جس کے معنی طوق کے ہیں۔(۳)۔مقمحون۔یہ قمح۔سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں اس طرح سر اوپر اٹھانا کہ جس کی وجہ سے وہ نیچے نہ جھک سکے اور نہ دیکھ سکے(۴)۔سداً۔کے معنی دیوار اور آڑ کے ہیں۔(۵)۔فاغشینا ھم۔کے معنی

ہیں ان کو ڈھانک لیا اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔

تفسیر الآیات

۱)۔یٰس۔۔۔الآیۃ

اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یٰس بھی الم وغیرہ کی طرح ان مقطعات ومتشابہات سے ہے جن کی حقیقی تاویل خدا اور راسخون فی العلم کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ ویسے مختلف مفسرین نے اس کے مختلف معانی بیان کئے ہیں جیسے

۱)۔ یاانسان ۲)۔ یارجل ۳)۔ یامحمد ۴)۔یاسید الاولین و الآخرین
۵)۔ یہ پیغمبر اسلامؐ کا نام ہے۔(مجمع البیان)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا پیغمبر اسلامؐ کے پانچ نام قرآن میں مذکور ہیں۔

۱)۔محمد ۲)۔احمد ۳)۔عبداللہ ۴)۔یٰس ۵)۔نون (تفسیر صافی) واللہ العالم

۲)۔والقرآن۔۔۔الآیۃ

خدا کا حلفی بیان کہ آپؐ اس کے رسولوں میں سے ہیں

چونکہ کفار قریش بڑے شد و مد سے پیغمبر اسلامؐ کی نبوت ورسالت کا انکار کرتے تھے اور آپ کا تمسخر اڑاتے تھے خداوند عالم بھی اتنے ہی شد و مد کے ساتھ محکم اور پر حکمت قرآن کی قسم کھا کر آپ کی رسالت کی شہادت دے رہا ہے کہ آپ میرے رسولوں میں سے ہیں اور آپ سیدھے راستے پر قائم ہیں جس قرآن حکیم کی خدائے علیم وحکیم نے قسم کھائی ہے وہ خود آپ کے پیغمبر خدا ہونے کا ناقابل رد ثبوت ہے یعنی وہ جس راستے کی طرف دعوت دیتا ہے اور راہنمائی کرتا ہے وہ ایسا سیدھا اور سچا ہے کہ اس کی کوئی بات عقل اور فطرت کے خلاف نہیں ہے۔آج قرآن کو نازل ہوئے ڈیڑھ ہزار سال ہو رہا ہے مگر آج تک کوئی بڑے سے بڑا منکر قرآن واسلام اس کی کوئی بات خلاف فطرت ثابت نہیں کر سکا تو اس سے بڑھ کر اس کے کلام خدا ہونے کی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے؟ اور یہ کہ یہ کسی جن وملک یا کسی انسان کا کلام نہیں ہے بلکہ عزیز ورحیم خدائے قادر وکریم کا کلام معجز نظام ہے۔

۳)۔لتنذر قوما...الآیۃ

نزول قرآن کا مقصد؟

تا کہ تم اس قوم کو ڈراؤ جس کے باپ دادکو نہیں ڈرایا گیا۔ یہاں باپ دادا سے قریبی باپ دادا مراد ہیں کہ زمانہ فترت میں واقع ہونے کی وجہ سے ان کو کسی پیغمبر کے ذریعہ سے نہیں ڈرایا گیا اور اسے زمانہ بعید والے آباؤ اجداد مراد نہیں کیونکہ ان کے پاس تو کئی داعیان حق یعنی انبیاء ورسل آ چکے تھے جن کو انہوں نے جھٹلایا تھا جس کی وجہ سے نبوت والی نعمت ان سے سلب کر لی گئی مگر ان کی تعلیم وہدایت کے آثار ان کے اوصیاء کے ذریعہ سے نسل بعد نسل باقی بھی رہے اور چلتے بھی رہے اور جب بالکل مٹنے لگے تو خداوند عالم نے خاتم الانبیاء کو مبعوث کر کے قیامت تک ان آثار ہدایت کی بقاء کا انتظام فرمایا اور اب ان کے اوصیاء نجباء کے طفیل یہ آثار نبوت اور نقوش ہدایت صبح قیامت کے طلوع ہونے تک نہ کبھی مٹ سکیں گے اور نہ ہی محرف ہو سکیں گے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں یہ سوال کیا جاتا ہے کہ جب یہ ثابت شدہ بات ہے اور علم الٰہی میں ہے کہ اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے تو اس سے تو جبر لازم آتا ہے پھر وہ کس طرح ایمان لا سکتے ہیں؟ اس سوال کا جواب بالکل واضح ہے کسی چیز کا علم اس چیز کی علت نہیں ہوتا اور نہ ہی اس میں جبر واکراہ کا کوئی شائبہ پایا جاتا ہے محکمہ موسمیات والے روزانہ پیشگوئی کرتے ہیں کہ فلاں دن بارش ہوگی، فلاں تاریخ کو آندھی آئے گی اور فلاں دن زلزلہ آئے گا تو کیا یہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان کی پیشگوئی ان امور کے واقع ہونے کی علت ہے؟ حاشا وکلا

یا اگر ماہر طبیب پرہیزگار یا بدپرہیز مریض کے انجام کے بارے میں پیشگوئی کرے تو آیا اسے انجام کا سبب یا اس پر اس کی رضامندی کی دلیل قرار دیا جا سکتا ہے؟

(۴)لقد حق القول...الآیۃ

۵)۔انا جعلنا....الآیۃ

تعصب وعناد اور کفر و استکبار کی وجہ سے ان لوگوں کی بطور استعارہ حالت زار کا بیان

ان لوگوں کے از روئے تعصب وعناد اور ضد اور ہٹ دھرمی حق سے روگردانی کی جو حالت زار ہو چکی ہے اور جس طرح ان سے توفیق ہدایت سلب ہو چکی ہے اور جس طرح کفر وشرک ان کے رگ وریشہ میں سرایت کر چکا ہے اور جس طرح وہ حق کو دیکھنے، حق بات سننے اور حق کا اقرار کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو کر اندھے، بہرے اور گونگے ہو چکے ہیں بطور استعارہ و کنایہ ان کی اسی حالت کی یہاں تصویر کشی کی جا رہی ہے کہ جس طرح کسی شخص کے گلے میں طوق ڈال کر اسے اس طرح کس کر گردن کے ساتھ باندھ دیا جائے کہ جس کی وجہ سے اس کا سر اوپر اٹھا ہوا رہ جائے کہ نہ سر جھکا سکے اور نہ ہی کچھ دیکھ سکے۔ یا جیسے کسی شخص کے آگے دیوار کھڑی کر دی جائے اور اس کے پیچھے بھی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا جائے کہ نہ آگے جا سکے اور نہ پیچھے مڑ سکے اور نہ ہی کچھ دیکھ سکے تو جس طرح ایسا شخص کفر واسلام، حق و باطل اور صحیح وغلط میں تمیز نہیں کر سکتا اسی طرح یہ لوگ بھی حق و باطل اور کفر واسلام اور اپنے نفع ونقصان میں امتیاز نہیں کر سکتے۔ **و ذالك هو الخسران المبين**

ایضاح:۔

واضح رہے کہ یہاں جو خدائے حکیم نے ان لوگوں کی حالت زار کی نسبت اپنی طرف دی ہے کہ ہم نے ان کو ایسا بنا دیا اور ویسا بنا دیا تو یہ نسبت مجازی ہے اس سے صرف اس حقیقت کا اظہار کرنا مقصود ہے کہ جب کوئی شخص یا لوگ اپنی ضد وہٹ دھرمی کی وجہ سے حق سے اعراض وروگردانی کی یہ روش اختیار کر لیتے ہیں تو پھر دستور خداوندی یہ ہے کہ ایسے مورکھوں پر کوئی پند وموعظہ اور تذکیر وتعلیم اثر انداز نہیں ہوتی اور وہ **أولئك كالانعام بل هم اضل** ۔ کے مصداق بن کر رہ جاتے ہیں۔ **كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ**۔ ایسے لوگوں پر اللہ ظلم نہیں کرتا بلکہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ (المطففین۔ ۱۴)

ایضاح:۔

بعض کتب فریقین میں ان آیات کی ایک دوسری ظاہری شان نزول بھی مروی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دن ابوجہل نے قسم کھائی کہ اگر اس نے پیغمبر اسلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا تو وہ پتھر سے ان کا سر پھاڑ دے گا اور جب ایسا کرنا چاہا تو پتھر ہاتھ سے چمٹ گیا اور ہاتھ گردن سے چپک گیا اور ولید بن مغیرہ نے ایسا

کرنا چاہا تو خدا نے اسے اندھا کر دیا۔ (تفسیر صافی)

٦)۔ انما تنذر ۔۔۔ الآیۃ

اللہ انہی لوگوں کو ہدایت کرتا ہے جن کے اندر ہدایت کی طلب وتڑپ ہوتی ہے

اس آیت میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ تبلیغ اور انذار انہی لوگوں کے لیے مفید ہو سکتا ہے جن کے اندر ہدایت حاصل کرنے کی طلب وتڑپ ہو، حق پذیری کی استعداد اور اعتراف حق کی صلاحیت ہو جو نصیحت کی پیروی کرے اور جسے بارگاہ خداوندی میں حاضری وحضوری کا خوف اور کھٹکا لگا ہوا ہو۔ یہ آیت ایسی ہے جیسی سورۂ فاطر کی آیت إِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوْا الصَّلَاةَ یا جیسے سورۂ نازعات کی یہ آیت إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَخْشَاهَا (۴۵)

الغرض جس طرح قرآن کے چشمہ فیض سے صرف وہ خوش قسمت لوگ فیض پاتے ہیں جن کے دلوں میں خوف خدا ہوتا ہے (ھدی للمتقین) اسی طرح پیغمبر اسلامؐ کی تبلیغ رسالت سے بھی وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرتے ہیں اور بے دیکھے خدا سے ڈرتے ہیں حکم ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کو مغفرت اور عمدہ وباعزت اجر وثواب کی خوشخبری دے دیں۔ **وھو الفوز المبین**۔

٧)۔ انّا نحن نحی الموتیٰ ۔۔۔ الآیۃ

ہم ہر آدمی کے دو قسم کے عمل ثبت کرتے ہیں ایک وہ جو آگے بھیجتے ہیں دوسرے وہ آثار جو وہ چھوڑ جاتے ہیں

یہ بات کسی خاص وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ اعمال اچھے ہوں یا برے دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ عمل جو آدمی اپنے حین حیات میں کرتا ہے اور وہ اس کی موت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے جیسے نماز اور روزہ اور چوری چکاری وشراب خواری وغیرہ وغیرہ اور دوسرا عمل جو آدمی اگرچہ کرتا تو اپنے حین حیات میں ہے مگر اس کے اثرات اس کی موت کے بعد بھی باقی رہتے ہیں جیسے کوئی مسجد و مدرسہ بنایا جائے، کوئی فری ہسپتال کھولا جائے یا اس قسم کا کوئی رفاہی ادارہ قائم کیا جائے یا کوئی علمی کتاب لکھ کر چھوڑ جائے یا کوئی جائیداد کسی کار خیر کے لیے وقف کر جائے یا کسی اور عمدہ کام کی سنت جاری کر جائے تو جب تک عام لوگ اس

چشمہ فیض سے فائدہ حاصل کرتے رہیں گے تو برابر اس کے نامہ اعمال میں بھی اس کا ثواب درج ہوتا رہے گا۔ بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے اجر وثواب میں کوئی کمی واقع ہو یا کوئی برا طریقہ جاری کر جائے یا کوئی بدعت رائج کر جائے تو جب تک لوگ وہ غلط کام کر کے گمرا ہو بدراہ ہوتے رہیں گے اس کے وزو ربال میں برابر اضافہ ہوتا رہے گا بغیر اس کے ان لوگوں کے وزر وو بال میں کوئی کمی واقع ہو۔

بہرحال خدا انسان کے ہر قسم کے اعمال اور ان کے آثار کو اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیتا ہے اور ثبت کر دیتا ہے الغرض آدمی اپنی زندگی میں پورے عالم انسانیت کے لیے جو پھول یا کانٹے بو کر جاتا ہے تو جب تک اس کی یہ بیجی ہوئی فصل اچھے یا برے پھل لاتی رہے گی تو وہ بھی اس اچھے یا برے اثرات سے حصہ پاتا رہے گا اور خداوند عالم مردوں کو زندہ کر کے جزا دے گا۔ واللہ الموافق

٨)۔ کل شئی احصیناہ۔۔۔الآیۃ

امام مبین سے کیا مراد ہے؟

مفسرین اسلام میں اختلاف ہے کہ امام مبین سے کیا مراد ہے؟ برادران اسلامی کے سب مفسرین نے اس سے لوح محفوظ مراد لی ہے۔

باقی رہے ہمارے مفسرین تو ان میں سے اکثر نے اس سے لوح محفوظ مراد لی ہے۔ (تفسیر بتیان ،مجمع البیان، ابوالفتوح رازی وغیرہ)

اور بعض نے اس سے نامہ اعمال مراد لیا ہے۔ (مجمع البیان) بعض نے اس سے علم خداوندی مراد لیا ہے (تفسیر کاشف)

صاحب المیزان نے یہ تینوں قول لکھ کر لوح محفوظ والے قول کو ترجیح دی ہے۔ (ملاحظہ ہو۔ المیزان ج ٧، ص ٦٧) اور بعض نے اس سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ذات مراد لی ہے اور یہی تفسیر بروایت امام محمد باقر علیہ السلام حضرت پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے۔ (معانی الاخبار)

اور مفسر قمی کے مطابق خود حضرت امیر علیہ السلام سے مروی ہے اور تفسیر المیزان کے فاضل مصنف نے پہلی تفسیروں کو ظاہری اور آخری تفسیر کو باطنی تفسیر قرار دیا ہے۔ (ص ٧٠، ج ٧)

ایضاح:۔

مخفی نہ رہے کہ اس آخری تفسیر کے مطابق یہاں کل شئی سے وہ ہر شئی مراد ہے جس کا تعلق براہ

راست منصب نبوت سے ہے اور پھر اس کے توسط سے منصب امامت سے ہے یعنی وہ ہر چیز جس کا تعلق شریعت سے ہے کہ اس کا جاننا کسی بھی نبی و امام کے لیے لازم ہے۔ باقی رہیں اور دوسری اشیاء تو ان کا نہ جاننا نبی و امام کے لیے ضروری ہے اور نہ ہی خدا کے لیے جنوانا اور بتانا ضروری ہے۔ بلکہ یہ اس کا خصوصی لطف و کرم ہے جو جس پر جس قدر کرنا چاہے کر دے۔ ولا یحیطون بشئی من علمه الا بما شاء

آیات القرآن

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۰﴾ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمۃ الآیات

اور (ان کو سنبھالنے کے لیے) بطور مثال ایک خاص بستی کا قصہ سنائیں جب ان کے پاس (ہمارے) پیغام رساں آئے (۱۳) (پہلے) ہم نے ان کی طرف دو (رسول) بھیجے تو انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں تیسرے (رسول) کے ساتھ تقویت دی۔ چنانچہ تینوں نے کہا کہ ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں (۱۴) ان لوگوں نے کہا تم بس

ہمارے ہی جیسے انسان ہو اور خدائے رحمن نے (تم پر) کوئی چیز نازل نہیں کی ہے تم بالکل جھوٹ بول رہے ہو (۱۵) رسولوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں (۱۶) اور ہماری ذمہ داری صرف یہ ہے کہ ہم (خدا کا پیغام) صاف صاف پہنچا دیں تو بستی والوں نے کہا کہ ہم تو تمہیں اپنے لیے فال بد سمجھتے ہیں (کہ تمہارے آنے سے قحط پڑ گیا ہے) اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے اور ہماری طرف سے تمہیں دردناک سزا ملے گی (۱۸) رسولوں نے کہا کہ تمہاری فال بد تو تمہارے ساتھ ہے! کیا اگر تمہیں نصیحت کی جائے (تو یہ بات بدشگونی ہے)؟ حقیقت یہ ہے کہ تم حد سے بڑھ جانے والے لوگ ہو (۱۹) اور ایک شخص شہر کے پرلے سرے سے دوڑتا ہوا آیا اور کہا اے میری قوم! رسولوں کی پیروی کرو (۲۰) ان لوگوں کی پیروی کرو جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور خود ہدایت یافتہ بھی ہیں (۲۱)

تشریح الالفاظ

(۱)۔فعزّزنا ۔عزیعزّ۔ کے معنی تقویت دینے اور تائید کرنے کے ہیں ۔(۲)۔تطیرنا ۔تطیر۔ کے معنی فال بد اور بدشگونی کے ہیں (۳)۔مسرفون ۔اسراف۔ کے معنی حد سے بڑھنے کے ہیں ۔(۴)۔اقصی المدینہ۔ کے معنی شہر کے دوردراز گوشہ وکنارہ کے ہیں

تفسیر الآیات

۹)۔واضرب لھم...الآیۃ

انطاکیہ والے لوگوں کے قصہ پر نقد وتبصرہ

فریقین کے مفسرین میں مشہور یہ ہے کہ اس بستی سے مراد شام کا شہر انطاکیہ ہے جن دو رسولوں کا یہاں تذکرہ کیا گیا ہے یہ وہ مبلغ تھے جن کو حضرت عیسیٰؑ نے عیسائیت کی تبلیغ کے لیے بھیجا تھا جن کے نام صادق ومصدوق تھے جب ان لوگوں نے تکذیب کی اور انہیں بڑی اذیت پہنچائی تو ان کی تائید مزید کے لیے جناب عیسیٰؑ نے ایک

تیسرے شخص کو بھیجا جس کا نام شمعون تھا اور جو شخص شہر کے پرلے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا تھا۔ اکثر مفسرین کے بیان کے مطابق اس کا نام حبیب نجار بیان کیا جاتا ہے جسے مؤمن آل یاسین بھی کہا جاتا ہے بعض روایات میں وارد ہے کہ ان سباق الامم ثلاثۃ لم یکفروا باللہ طرفۃ عین علی بن ابیطالب وصاحب یٰس ومؤمن آل فرعون ۔ کہ تمام امتوں میں سے سابق الاسلام تین ہیں جنہوں نے طرفۃ العین تک بھی کفر نہیں کیا۔

۱)۔حضرت علیؑ ۲)۔مؤمن یٰس ۳)۔مؤمن آل فرعون (مجمع البیان)

چونکہ یہ قصہ مستند اسلامی روایات میں مذکور نہیں ہے بلکہ عموماً مفسرین نے اسے قتادہ، عکرمہ، کعب بن الاحبار اور ابن منبہ وغیرہ سے لیا ہے اور انہوں نے اسے عیسائیوں کی غیر مستند روایتوں سے لیا ہے۔ لہٰذا یہ داخلی اور خارجی شہادتوں کی بناء پر قابل اعتماد نہیں ہے۔

اس قصہ کے غیر مستند ہونے کے وجوہ

اس قصہ کے غیر مستند ہونے کی بہت سی وجوہ ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

۱)۔قرآنی الفاظ قالوا ربّنا یعلم انّا الیکم لمرسلون سے مستفاد ہوتا ہے کہ وہ براہ راست خدا کے رسول تھے وہ صرف جناب عیسیٰؑ کے نمائندے نہیں تھے۔

۲)۔قرآن میں مذکور ہے کہ اس بستی والوں نے ان کی تکذیب کی ان کو بڑی اذیتیں پہنچائیں اور انہیں منحوس کہا اور انہیں سنگسار کرنے کی دھمکیاں دیں اور ان رسولوں کی مخلصانہ تبلیغ سے کوئی اثر نہ لیا۔ یہاں تک کہ خدا نے اس بستی پر عذاب نازل کر کے اس بستی والوں کو تباہ کر دیا۔ مگر تاریخ سے انطاکیہ اور اس کے باشندوں پر کسی ایسے عذاب کے نازل ہونے کی کوئی شہادت نہیں ملتی۔ حالانکہ انطاکیہ ہمیشہ سے عیسائیت کا مرکز رہا ہے اور اس کے باشندوں نے سب سے بڑھ کر دین مسیح کو قبول کیا ہے۔

۳)۔اور پھر سب سے بڑھ کر جب قرآن وسنت میں نہ اس بستی کا نام مذکور ہے اور نہ آنے والے رسولوں کے نام وغیرہ کی کوئی تفصیل مذکور ہے تو خواہ مخواہ تکلف کر کے اس قصہ کو انطاکیہ پر منطبق کرنے کی کیا مجبوری ہے؟

اسی بناء پر صاحب تدبر قرآن نے ان دو رسولوں سے جناب موسیٰؑ وہارون کو مراد لیا ہے اور تیسرے بزرگ سے مؤمن آل فرعون کو مراد لیا ہے۔ (تدبر القرآن۔ج۶)

مگر میرے نزدیک یہ بات بھی تکلف سے خالی نہیں ہے اور اس کی صداقت پر بھی کوئی قابل اطمینان شہادت موجود نہیں ہے۔

لہٰذا اس قصہ سے کفار اور مشرکین عرب کو صرف یہ تنبیہ کرنا اور انہیں درس عبرت دینا مقصود ہے کہ تم جس طرح میرے سید الانبیاء کا انکار کر کے انہیں مختلف جسمانی و روحانی اذیتیں پہنچا رہے ہو۔ اس قسم کے کئی واقعات میں سے ایک دو رسولوں کا واقعہ بھی ہے جنہیں ہم نے خلعت نبوت سے نواز کر ایک خاص بستی والوں کی طرف بھیجا تھا تو انہوں نے ان کی تکذیب کی تو ہم نے ایک تیسرے کو ان کی تائید و تقویت کے لیے بھیجا۔ مگر ان بدبختوں نے اسے بھی جھٹلایا۔ انجام کار خدائے جبار نے اس بستی کے باشندوں پر عذاب نازل کر کے انہیں نیست و نابود کر دیا۔ لہٰذا اس سے یہ درس عبرت حاصل ہوتا ہے کہ جو قوم اس بستی والے لوگوں جیسا کردار اپنائے گی۔ اس کا انجام بھی ان سے مختلف نہ ہوگا۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ (تفسیر الکاشف، مطبوعہ لبنان، المیزان، تفہیم القرآن، ضیاء القرآن وغیرہ) واللہ العالم بحقیقۃ الحال

اس قصہ سے وہ چند درس جو حاصل ہوتے ہیں

۱)۔ عام کفار کی طرح اس بستی والے کافر بھی اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ نبی و رسول کو بشر و انسان نہیں ہونا چاہیے بلکہ اس کے لیے فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ ہونا ضروری ہے مگر قرآن نے جابجا اس باطل نظریہ کی تردید کی ہے اور واضح کیا ہے کہ جب انسانوں کی ہدایت کے لیے رسول بھیجنا ہے تو اسے انسان ہی ہونا چاہیے تاکہ حجت تمام ہو سکے۔

۲)۔ اسی بستی والے بھی عام جاہلوں کی طرح فال بد اور بدشگونی کے واہمہ میں گرفتار تھے جس کی بانی اسلام نے لا طیرۃ فی الاسلام۔ فرما کر تردید کی ہے کہ کوئی چیز کسی کے لیے منحوس نہیں ہوتی۔ ع

وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

ہر شخص کے ساتھ اس کے نوشتہ تقدیر کے مطابق سلوک کیا جاتا ہے و کل انسان الزمنہ طائرہ فی عنقہ (بنی اسرائیل۔ ۱۳) اور اسی مقام پر اس موضوع پر مفصل تبصرہ کیا جا چکا ہے۔ وہاں رجوع کیا جائے۔

۳)۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اچھی بات جہاں سے بھی ملے وہ لے لینی چاہیے اور اس کی پیروی کرنی چاہیے لیکن اگر کوئی ایسا بے لوث اور مخلص داعی حق مل جائے جو کسی قسم کے معاوضہ کا مطالبہ بھی نہ کرے تو اس کی بالخصوص اتباع و اطاعت کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند
جوانان سعادتمند پند پیر دانا

بفضلہ وعونہ۔ آج قرآن مجید کے بائیسویں پارہ کا ترجمہ اور اس کی تفسیر اختتام پذیر ہوئی والحمد للہ۔ ۲۹ مئی ۲۰۰۳ بوقت پونے آٹھ بجے شب بمطابق ۲۶ ربیع الاول ۱۴۲۴ ہجری وانا الاحقر محمد

حسین النجفی سرگودھا پاکستان

آیات القرآن

وَمَالِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ﴿۲۲﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْـًٔا وَّلَا یُنْقِذُوْنِ﴿۲۳﴾ اِنِّیْۤ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴿۲۴﴾ اِنِّیْۤ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ﴿۲۵﴾ قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ﴿۲۶﴾ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُكْرَمِیْنَ﴿۲۷﴾ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰی قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِیْنَ﴿۲۸﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ﴿۲۹﴾ یٰحَسْرَةً عَلَی الْعِبَادِ ۚ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ﴿۳۰﴾ اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَیْهِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ﴿۳۱﴾ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ﴿۳۲﴾

ترجمۃ الآیات

مجھے کیا ہوگیا ہے کہ میں اس ہستی کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے حالانکہ تم سب اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے (۲۲) کیا میں اسے چھوڑ کر ایسے خداؤں کو اختیار کروں کہ اگر خدائے رحمن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش مجھے کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے گی اور نہ ہی وہ مجھے چھڑا سکیں گے (۲۳) (اگر میں ایسا کروں) تو میں اس وقت کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہوں گا (۲۴) میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لے آیا ہوں تم میری بات (کان لگا

کر) سنو (اور ایمان لے آؤ) (۲۵) (انجام کار ان لوگوں نے اس مؤمن کو سنگسار کر دیا اور اس سے) کہا گیا کہ بہشت میں داخل ہوجاؤ۔ وہ کہنے لگا کاش میری قوم کو معلوم ہوجاتا (۲۶) کہ میرے پروردگار نے کس وجہ سے مجھے بخش دیا ہے اور مجھے معزز لوگوں میں سے قرار دیا ہے (۲۷) اور ہم نے اس (کی شہادت) کے بعد نہ تو اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر اتارا اور نہ ہی ہم کو (اتنی سی بات کے لیے لشکر) اتارنے کی ضرورت تھی (۲۸) وہ سزا تو صرف ایک مہیب آواز (چنگھاڑ) تھی جس سے وہ ایک دم بجھ کر رہ گئے (۲۹) افسوس ہے (ایسے) بندوں پر کہ جب بھی ان کے پاس کوئی رسول آتا ہے تو یہ اس کا مذاق اڑاتے ہیں (۳۰) کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں (اور) وہ کبھی ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے (۳۱) (ہاں البتہ) وہ سب (ایک بار) ہماری بارگاہ میں حاضر کئے جائیں گے۔ (۳۲)

تشریح الالفاظ

(۱)۔فطرنی ۔فطر ۔یفطر۔ کے معنی ایجاد کرنے اور پیدا کرنے کے ہیں۔ (۲)۔لا تغن ۔اغنی ۔یغنی۔ کے معنی بے نیاز کرنے کے ہیں۔ (۳)۔لا ینقذون ۔یہ نقذ سے مشتق ہے جس کے معنی چھڑانے کے ہیں۔ (۴)۔جند ۔جس کی جمع جنود ہے اس کے معنی لشکر کے ہیں۔ (۵)۔صیحۃ۔ کے معنی چنگھاڑ اور چیخ کے ہیں۔ (۶)۔خامدون ۔خمود۔ کے معنی آگ کی بھڑک کے ختم ہونے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱۰)۔ومالی۔۔۔الآیۃ

شہر کے اس سرے سے آنے والے مرد مؤمن کی گفتگو

وہ شخص جو شہر کے دور دراز گوشے سے آیا تھا اور اپنی زندگی کو خطرہ میں ڈال کر پیغمبروں کی دعوت کی تائید کرتے ہوئے قوم کو تنبیہ کی تھی اور قوم سے کہا تھا کہ ان بے غرض اور بے لوث داعیان حق کی پیروی کرو جو تم

سے اپنی تبلیغ وارشاد کا کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور ایسے ہدایت یافتہ ہیں کہ ان کی سیرت وکردار پر کسی قسم کے کفر و شرک یا گناہ وعصیاں کا کوئی دھبہ نظر نہیں آتا اور اس کے ساتھ ہی اپنے ایمان وایقان کا اعلان کرتے ہوئے یوں مومنانہ اور ناصحانہ گفتگو کی کہ میں اپنے اس محسن کی جو میرا خالق و مالک ہے کیوں پرستش نہ کروں حالانکہ تم سب نے اسی کی بارگاہ میں پلٹ کر جانا ہے اور کیا میں ایسوں کو خدا اختیار کروں کہ اگر میرا حقیقی خدا مجھے کوئی ضرر وزیاں پہنچانا چاہے تو نہ یہ میری سفارش کر کے بچا سکیں اور نہ اس کی گرفت سے چھڑا سکیں۔لہٰذا میں تو وحدہ لاشریک پر ایمان لایا ہوں۔اے قوم! میری بات مانو تم بھی اسی ذات پر ایمان لاؤ کہ اسی میں سب کی بہتری ہے۔

۱۱)قیل ادخل الجنة...الآیة

قریباً سب مفسرین نے لکھا ہے کہ ان خونخوار ظالموں نے اس مرد مؤمن کو سنگسار کر کے شہید کر دیا ۔ارشاد قدرت ہوا جنت میں داخل ہو جا جنت کی اس نوید سے مستفاد ہوتا ہے کہ ایک شہید راہ خدا کا صلہ یہ ہے کہ اس شہید سے نہ کوئی حساب وکتاب لیا جاتا ہے اور نہ ہی برزخ کے ختم ہونے کا انتظار کیا جاتا ہے بلکہ جام شہادت پیتے ہی اسے جنت الفردوس میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ارشاد قدرت ہے۔یا ایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضية مرضية فادخلی عبادی وادخلی جنتی۔

۱۲)۔قال یٰلیت قومی....الآیة

جو مرد حق ہوتا ہے وہ سب کا خیر خواہ ہوتا ہے

اس داعی حق اور مخلص بندہ کا جذبہ ہمدردی یہ ہے کہ وہ اپنی اسی ظالم قوم جس نے اس کو سنگسار کیا اور جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کئے ان سے نفرت کرنے اور ان پر نفرین کرنے کی بجائے یہ تمنا کر رہا ہے کہ کاش میری قوم کو کسی طرح میرے اس اچھے انجام کا علم ہو جاتا کہ خدائے کریم اور رحیم نے کس طرح میرے گناہ معاف کر دیئے ہیں اور مجھے معزز لوگوں میں شامل کیا ہے تاکہ وہ بھی میرے نقش قدم پر چل کر ایمان لاتی اور نیک عمل کر کے اپنے انجام کو بخیر بناتی۔یہ ہے ایک بندہ مؤمن کی تصویر جو ہر حال میں خلق خدا کا بہی خواہ ہوتا ہے اور دوست دشمن سب کے لیے اس کا سینہ کشادہ ہوتا ہے۔اور رب اهد قومی انهم لا يعلمون۔کا علمبردار ہوتا ہے۔ع

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

مخفی نہ رہے کہ اس آیت سے بھی بہت سی دوسری آیات کی طرح برزخی حیات کا ثبوت ملتا ہے جس میں روح زندہ رہتی ہے کلام کرتی ہے اور سنتی ہے اور اسے خوشی وغم کا بھی احساس ہوتا ہے اور اہل دنیا سے بھی فی الجملہ

تعلق ہوتا ہے۔فتدبر

۱۳)۔وما انزلنا ۔۔۔۔الآیۃ

وہ مردمومن جام شہادت نوش کر کے جنت میں داخل ہوا۔ یہاں اس قوم کے انجام بد کا تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ خدا جب کسی قوم کی تباہی کا فیصلہ کرے تو اسے ہمیشہ قوم لوط کی طرح یا جنگ بدر کی طرح آسمان سے لاؤ لشکر اتارنے کی ضرورت نہیں پڑتی ۔وہ قادر مطلق ہے کسی کا خاص سبب کا محتاج نہیں ہے وہ جس طرح چاہے اسے صفحۂ ہستی سے مٹا سکتا ہے۔ چنانچہ ایک مہیب آواز یعنی زبردست چیخ وچنگھاڑ سے ان ظالموں کو نیست ونابود کر دیا اور ان کے شعلہ حیات کو سرد کر دیا اور وہ بجھ کر رہ گئے۔

۱۴)۔یٰحسرۃ علی العباد ۔۔۔الآیۃ

ایسے لوگوں کے حال زار پر افسوس کیا جا رہا ہے جو نبیوں کو حقیر سمجھ کر ان کا مذاق اڑاتے ہیں ااوران کی تعلیمات کو نہ قبول کرتے ہیں اور نہ ان پر عمل کرتے ہیں پھر اپنی روش ورفتار کے برے انجام سے دوچار بھی ہوتے ہیں مگر پھر بھی عبرت حاصل نہیں کرتے۔کتنی قومیں اپنی اسی کجروی کی پاداش میں تباہ وبرباد ہوگئیں مگر یہ لوگ پھر بھی اس سے درس عبرت حاصل نہیں کرتے۔ چنانچہ اس انداز میں کفار مکہ کو یہ دھمکی دی جا رہی ہے کہ اگر انہوں نے اپنی روش نہ بدلی تو پھر ان کا انجام بھی انبیاء کو جھٹلانے والی اور مذاق اڑانے والی قوموں سے مختلف نہ ہوگا۔بعض مفسرین نے یہ کلام اسی مردمؤمن کا قرار دیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ خداوند عالم کا کلام ہے۔باقی رہا یہ اشکال کہ افسوس ایک تاثر ہے اور خداوند عالم کی ذات اس سے منزہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ غضب ورحمت کی طرح بے شک یہ انفعالی کیفیت ہے تو جس طرح عقلی تاویل کے ساتھ ان کی نسبت خدا کی طرف جائز ہے یعنی باعتبار غایت ونتیجہ تو اسی طرح اس کے لیے عقلی تصرف کے ساتھ افسوس کی نسبت بھی جائز ہے۔فتدبر

واضح رہے کہ وان کل لما جمیع لدنیا محضرون ان کل نفس لمّا علیھا حافظ۔کی طرح ''ان''مثقلہ سے مخففہ ہے اور لما بمعنی الا ہے

آیات القرآن

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الۡاَرۡضُ الۡمَيۡتَةُ ۖۚ اَحۡيَيۡنٰهَا وَاَخۡرَجۡنَا مِنۡهَا حَبًّا فَمِنۡهُ يَاۡكُلُوۡنَ ۝۳۳ وَجَعَلۡنَا فِيۡهَا جَنّٰتٍ مِّنۡ نَّخِيۡلٍ وَّاَعۡنَابٍ وَّفَجَّرۡنَا فِيۡهَا مِنَ

الْعُيُوْنِ ﴿٣٤﴾ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ؕ اَفَلَا
يَشْكُرُوْنَ ﴿٣٥﴾ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ
وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚۖ نَسْلَخُ مِنْهُ
النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ
تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿٣٨﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ
كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿٣٩﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا
الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿٤٠﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا
ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿٤١﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا
يَرْكَبُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿٤٣﴾
اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿٤٤﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ
اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ
اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا
رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ
اللّٰهُ اَطْعَمَهٗۤ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٤٧﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا
الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤٨﴾ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً
تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ﴿٤٩﴾ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَاۤ اِلٰۤى
اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٥٠﴾

ترجمة الآیات

اور (ہماری نشانیوں میں سے) ان کے لیے ایک نشانی وہ مردہ زمین ہے جسے ہم نے زندہ کر دیا اور اس سے دانہ (غلہ) نکالا جس سے وہ کھاتے ہیں (۳۳) اور ہم نے اس (زمین) میں کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کئے اور اس سے چشمے جاری کر دیئے (۳۴) تاکہ وہ اس کے پھلوں سے کھائیں حالانکہ یہ ان کے ہاتھوں کی کارگزاری نہیں ہے کیا یہ لوگ (اس پر بھی) شکرادا نہیں کرتے ؟ (۳۵) پاک ہے وہ ذات جس نے سب اقسام کے جوڑے جوڑے پیدا کئے ہیں خواہ (نباتات) ہو جسے زمین اگاتی ہے یا خود ان کے نفوس ہوں (بنی نوع انسان) یا وہ چیزیں ہوں جن کو یہ نہیں جانتے (۳۶) اور ان کے لیے ایک نشانی رات بھی ہے جس سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں تو ایک دم وہ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں (۳۷) اور (ایک نشانی) سورج ہے جو اپنے مقررہ ٹھکانے (مدار) کی طرف چل رہا ہے (گردش کر رہا ہے) یہ اندازہ اس (خدا) کا مقرر کیا ہوا ہے جو غالب ہے (اور) بڑا علم والا (۳۸) اور (ایک نشانی) چاند بھی ہے جس کی ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ وہ (آخر میں) کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے (۳۹) نہ سورج کے بس میں ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات کے لیے ممکن ہے کہ وہ دن پر سبقت لے جائے اور سب (اپنے) ایک ایک فلک (دائرہ) میں تیر رہے ہیں (۴۰) اور ان کے لیے (قدرت خدا کی) ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی (نوح) میں سوار کیا (۴۱) اور ان کے لیے (خشکی اور تری) میں کشتی کی مانند اور سواریاں پیدا کی ہیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں (۴۲) اور اگر ہم چاہیں تو انہیں غرق کر دیں پھر نہ کوئی ان کا فریادرس ہو اور نہ ہی وہ چھڑائے جا سکیں (۴۳) مگر یہ کہ ہماری رحمت (شامل حال) ہو جائے اور ایک (خاص) وقت تک بہرہ مند کرنا منظور ہو (۴۴) اور جب ان سے کہا جاتا ہے ڈرو اس (انجام وعذاب) سے جو تمہارے آگے ہے اور اس سے ڈرو جو تمہارے پیچھے ہے کہ تم پر رحم کیا جائے (تو وہ اس کی پرواہ نہیں کرتے) (۴۵) اور ان کے پروردگار کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی بھی ان کے پاس نہیں آتی مگر یہ کہ وہ اس سے

روگردانی کرتے ہیں (۴۶) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے تمہیں جو کچھ عطا کیا ہے اس سے (کچھ) راہ خدا میں بھی خرچ کروتو کافر اہل ایمان سے کہتے ہیں کیا ہم اسے کھلائیں جسے اگر خدا چاہتا تو خود کھلا دیتا؟ تم لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہو (۴۷) اور وہ (کافر) کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہوتو بتاؤ کہ یہ (قیامت کا) وعدہ وعید کب پورا ہوگا؟ (۴۸) وہ صرف ایک مہیب آواز (چنگھاڑ) یعنی نفخ صور کا انتظار کر رہے ہیں جو انہیں اپنی گرفت میں لے لے گی جبکہ یہ لوگ (اپنے معاملات میں) باہم لڑ جھگڑ رہے ہوں گے (۴۹) (اس وقت) وہ نہ کوئی وصیت کرسکیں گے اور نہ ہی اپنے گھر والوں کی طرف واپس جاسکیں گے (۵۰)

تشریح الالفاظ

(۱)۔نسلخ۔ کے لغوی معنی کھال اتارنے کے ہیں جب کہا جائے سلخ اللہ النھار من اللیل تو اس کے معنی دن کورات سے علیحدہ کرنے کے ہوتے ہیں۔(۲)۔کالعرجون القدیم ۔کے معنی کھجور کی پرانی شاخ کے ہیں۔(۳)۔فلك۔ کے معنی گول دائرہ کے ہیں ویسے آسمان اور ستاروں کے چکر لگانے کی جگہ پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔(۴)۔یسبحون ۔سباحت۔ کے معنی تیرنے کے ہیں۔(۵)۔صریخ ۔ کے معنی فریادرس کے ہیں۔(۶)۔یخصمون۔کا مفہوم ہے باہمی لڑائی جھگڑا کرنا۔

تفسیر الآیات

۱۵)۔وآیۃ لھم الارض۔۔۔الآیۃ

پروردگار عالم کی وحدانیت کے تکوینی دلائل

کائنات توحید پروردگار کی حقانیت اور رسولوں کی صداقت کے تکوینی دلائل سے لبریز نظر آتی ہے مگر عام منکرین ان دلائل اور آیات بینات سے آنکھیں بند کرکے نبیوں سے نت نئے معجزات دکھانے کا مطالبہ کرتے تھے۔الغرض یہاں ان آیات میں خدائے علیم وحکیم نے زمین وآسمان کی چند نشانیوں کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کرائی ہے۔

پہلی نشانی :۔

مردہ زمین ہے جس میں نباتاتی حیات کا کوئی نام ونشان نہیں ہوتا پھر اس کی سطح پر زرخیز مٹی جمع ہوتی ہے دھوپ اور ہوا کا نظام ہوتا ہے اسی طرح بیج میں نشوونما کی صلاحیت ہوتی ہے۔ پس جب خدا بارش وغیرہ کے ذریعہ سے پانی کا انتظام کرتا ہے تو اس میں ایک دم نباتاتی زندگی کے آثار نمودار ہوجاتے ہیں اور بالآخر فصل پک کر تیار ہوجاتی ہے جس سے غلہ پھل اور سبزیاں اگتی ہیں اور پھر انسان ان چیزوں سے خوراک حاصل کرتے ہیں۔

دوسری نشانی :۔

زمین سے خدا نے کھجور اور انگور وغیرہ کے باغات اگائے ہیں نیز زمین سے پانی کے چشمے جاری کئے ہیں تاکہ خدا کے بندے خدا کی ان بیش بہا نعمتوں سے بہرہ مند ہوں اور اس کا شکریہ ادا کریں۔ یہاں جو فقرہ موجود ہے وما عملته ايديهم اس ما کے بارے میں مفسرین میں اختلاف ہے کہ آیا یہ نافیہ ہے یا الذی کے معنی میں موصولہ ہے مشہور ہے کہ یہ نافیہ ہے اور ہم نے اس کے مطابق ترجمہ کیا ہے کہ یہ لوگوں کے ہاتھوں کی کارگزاری نہیں ہے اور اسے موصولہ بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ بناء بریں ترجمہ یہ ہوگا ”تاکہ یہ اس کے پھلوں سے بھی کھائیں اور اپنے ہاتھوں کی محنت سے بھی“ کہ وہ ان باغات سے جوس، مربہ اور چٹنی وغیرہ بناتے ہیں اور اسے استعمال میں لاتے ہیں“۔ مخفی نہ رہے کہ اس قسم کی ایک آیت قبل ازیں سورۂ انعام ۹۹، سورۂ رعد آیت ۴ اور سوۂ حج آیت ۵ میں میں مع تفسیر گزر چکی ہیں۔

۱۶)۔ سبحان الذی خلق۔۔۔الآیة

تیسری نشانی یہ ہے کہ خدا نے ہر چیز کا جوڑا جوڑا پیدا فرمایا ہے

قدیم زمانہ میں صرف کھجور کے اندر نر و مادہ کا تصور تھا۔ باقی نباتات وغیرہ میں نر و مادہ کا کوئی تصور نہ تھا اس لیے یہاں ازواج کے معنی انواع و اقسام کے کئے جاتے تھے۔ مگر اب علم جدید یعنی موجودہ سائنس نے حقیقت کے چہرہ سے نقاب کشائی کی ہے کہ حیوانات کے علاوہ تمام نباتات میں بھی بلکہ باقی مجہولات میں بھی نر و مادہ کا یہ نظام نافذ ہے۔ یعنی جہاں تک انسان کے عقل و علم کی ہنوز رسائی نہیں ہوئی وہاں بھی یہی نظام قدرت جاری ہے۔ جیسا کہ حالیہ تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ ایٹم بم میں بھی یہ نظام زوجیت جاری ہے ایک دوسری جگہ ارشاد قدرت ہے۔ ومن كل شئى خلقنا زوجين۔ یعنی ہم نے ہر چیز کا جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے اور عمل تلقیح

عام حیوانات بلکہ نامعلوم اجناس وانواع تک پھیلا ہوا ہے اور یہ بات قرآن کے معجزہ خالدہ ہونے کی ناقابل رد دلیل ہے جس نے آج سے چودہ سو سال پہلے اس حقیقت کا انکشاف کر دیا۔

ایضاح:۔

جب یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ دنیا کی تمام چیزوں میں زوجیت (جوڑے) کا یہ نظام موجود ہے کہ تمام چیزیں اپنے جوڑے کے ساتھ مل کر مکمل ہوتی ہیں تو پھر اس دنیا کا بھی کوئی جوڑا ہونا چاہیے اور ظاہر ہے کہ اس کا جوڑا آخرت ہی ہوسکتی ہے اس قانون قدرت سے بھی قیامت کے وقوع پذیر ہونے کا امکان ثابت ہوتا ہے۔

۱۷)۔وایۃ لّھم الّیل۔۔۔۔الآیۃ

چوتھی نشانی رات ہے

کہ جب ہم سورج کو کھینچ کر اس سے علیحدہ کرتے ہیں اور آفتاب کا نور اور اجالا غائب ہوجاتا ہے تو لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔لہٰذا اگر ہر وقت دن کا اجالا رہتا یا ہمیشہ رات کی تاریکی رہتی تو یہ سب نیرنگی کائنات ختم ہوجاتی اور نظام قدرت درہم برہم ہوجاتا۔اس لیے اب لوگ دن کے اجالے میں اپنا کام کاج کرتے ہیں اور رات کی تاریکی میں آرام کرتے ہیں اسی نظام پر نظام فطرت چل رہا ہے۔مخفی نہ رہے کہ اس قسم کی ایک آیت مع تفسیر سورۂ آل عمران آیت ۲۷ اور سورۂ اسراء آیت ۱۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۸)۔والشّمس تجری۔۔۔الآیۃ

پانچویں نشانی گردش آفتاب ہے

جس وقت قرآن مجید کا نزول ہوا تو اس وقت دنیا میں فلکیات کے بارے میں نظام بطلیموس کا نظریہ مستند مانا جاتا تھا اور جب اس نظریہ کا عربی میں ترجمہ ہوا تو عام مسلمان بھی اس کے قائل ہوگئے اور اس نظریہ کے مطابق زمین کائنات کا مرکز تھی اور آفتاب و ماہتاب اور دوسرے تمام سیارے اس کے اردگرد گردش کرتے تھے اور یہ ستارے آسمان میں جڑے ہوئے تھے اور جب آسمان گردش کرتے تو یہ بھی ان کے ساتھ گھومتے تو جب جدید علوم نے نظام بطلیموس کا غلط ہونا ثابت کر دیا اور واضح کیا کہ نظام شمسی کا مرکز زمین نہیں بلکہ سورج ہی مرکز ہے اور باقی تمام سیارے اس کے اردگرد گردش کرتے ہیں اور ستارے بھی خود گھومتے ہیں کسی آسمان میں جڑے ہوئے نہیں ہیں تو کوتاہ اندیش لوگوں نے ڈھنڈورا پیٹنا شروع کیا کہ قرآنی نظریہ غلط ہوگیا ہے جو سورج کی گردش کا

اعلان کرتا ہے مگر بفضلہٖ تعالیٰ بہت سے سائنسدانوں کو اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑا کہ سورج باوجود مرکز ہونے کے اپنے تمام سیاروں سمیت اپنے محور و مدار میں بارہ میل فی سیکنڈ کے حساب سے گردش کرتا ہے اور اس کے طلوع وغروب اور بلندی و پستی کا جو وقت مقرر کر دیا گیا ہے اس میں ایک سیکنڈ کی بھی کمی بیشی نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ اپنے مدار سے تھوڑا سا بھی ادھر ادھر ہوسکتا ہے۔ذالك تقدير العزيز العليم ۔ یہ نظام ایک عزیز وعلیم کا مقرر کردہ ہے۔

واضح رہے کہ اس قسم کی ایک آیت مع تفسیر قبل ازیں سورۂ رعد آیت ۳۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۹)۔والقمر قدرناہ۔۔۔الآیة

چھٹی نشانی منازل قمر ہیں

چاند اور اس کا طلوع وغروب اور اس کی گردش بھی قدرت خدا کی ایک نشانی ہے مگر وہ اپنے نظام الاوقات میں مختار نہیں ہے بلکہ قادر و مختار کے حکم کا پابند ہے اور مسخر ہے خدا نے اس کے لیے اٹھائیس منزلیں مقرر کر دی ہیں جن میں سے ہر رات ایک منزل میں ہوتا ہے اور آخر کار ایک یا دو راتوں میں نظر نہیں آتا اور وہ ہلال بن کر (ناخن کے تراشے کی طرح) طلوع ہوتا ہے۔چودھویں کو بدر کامل بن جاتا ہے بعد ازاں گھٹنے لگتا ہے اور مہینے کے آخر میں کھجور کی پرانی خمیدہ ٹہنی کی مانند ہوجاتا ہے۔

واضح رہے کہ اس قسم کی ایک آیت قبل ازیں مع تفسیر سورۂ توبہ آیت ۲۶ میں گزر چکی ہے۔

۲۰)۔لا الشّمس۔۔۔الآیة

ساتویں نشانی

ساتویں نشانی یہ ہے کہ سورج اپنے مدار سے نکل کر اور چاند کے مدار میں داخل ہوکر اسے پکڑ نہیں سکتا اور نہ ہی رات دن پر سبقت لے جاسکتی ہے کہ دن کی مقررہ مقدار ختم ہونے سے پہلے آجائے۔یہ اس بات کی ناقابل رد دلیل ہے کہ کائنات میں ہر چیز کی باگ ڈور خدائے علیم و حکیم اور قدیر و خبیر خدا کے قبضہ قدرت میں ہے اور ان میں سے کوئی چیز بھی خودکار اور مختار نہیں ہے ورنہ سب آپس میں ٹکرا کر فنا ہوجائیں۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا دن رات سے پہلے اور سورج چاند سے پہلے اور زمین آسمان سے پہلے پیدا ہوئی ہے۔(احتجاج طبرسی، تفسیر صافی)

ایضاح:۔

اسلامی تقویم میں رات دن پر مقدم ہوتی ہے۔ چنانچہ یکم ماہ رمضان کی رات ماہ رمضان میں اور یکم شوال کی رات شوال میں داخل سمجھی جاتی ہے۔ الغرض ہر ماہ کا آغاز اس کی رات سے ہوتا ہے۔ کما لا یخفیٰ

۲۱)۔ وایۃ لّھم انّا حملنا۔۔۔الآیۃ

آٹھویں نشانی

آٹھویں نشانی یہ ہے کہ ہم نے اولاد آدم کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ عام مفسرین نے اس بھری ہوئی کشتی سے کشتی نوح مراد لی ہے۔ (تفسیر بتیان)

تاریخی نگاہ سے یہ پہلی کشتی ہے جو دریا و سمندر کو عبور کرنے کے لیے بنائی گئی اور پھر اس میں نسل انسانی کو سوار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ جناب نوحؑ کے ہمراہ تو صرف چند ہی آدمی سوار ہوئے تھے مگر آگے نسل انسانی انہی چند سواروں سے چلی ہے کیونکہ باقی سب اولاد آدم طوفان نوح میں غرق ہوگئی تھی اور بعض مفسرین نے اسم جنس اس بھری ہوئی کشتی سے عام کشتیاں مراد لی ہیں۔ (مجمع البیان)

۲۲)۔ وخلقنا لھم۔۔۔الآیۃ

نویں نشانی

اس آیت میں مثلہ کی ضمیر کا مرجع کشتی ہے یعنی ہم نے اس کشتی کی طرح اور چیزیں بھی لوگوں کے لیے پیدا کی ہیں اس سے بحری جہاز، کروزر اور آبدوز کشتیاں بھی مراد ہوسکتی ہیں اور خشکی وتری کی دوسری عام سواریاں بھی جیسے گھوڑے، گدھے اور اونٹ وغیرہ جسے صحراء کی کشتی کہا جاتا ہے بلکہ آج موجودہ دور کی سب نو ایجاد سواریاں جیسے لاریاں، موٹریں، اور ہوائی جہاز وغیرہ وغیرہ سب اس میں داخل ہیں جو انسان نے خداداد عقل کے بل بوتے پر ایجاد کی ہیں۔

۲۳) وان نشأ نغرقھم۔۔۔الآیۃ

ہماری اس دنیا میں خشکی بھی ہے، سمندر بھی اور اوپر کی وسیع فضا بھی تو آج جو انسان سینہ کائنات کو چاک کر کے ہر قسم کے بحری و بری سفر کر رہا ہے اور بڑے بڑے، بحری و بری مضبوط جہاز بنا لیے ہیں اور ان میں برقی آلات بھی نصب کر دیئے ہیں تو یہ سب خدا کا فضل و کرم ہے اور اس کی رحمت واسعہ کے تحت یہ سفر ممکن ہوئے ہیں

وہ جب چاہے ان سب کو اس طرح غرق وتباہ کر سکتا ہے کہ نہ کوئی فریادرس ہو اور نہ کوئی بچانے والا۔ بس یہ خدا کی رحمت ہے کہ اس نے ایک خاص وقت تک فائدہ اٹھانے کا موقع دے رکھا ہے۔

۲۴)۔ واذا قیل لھم ۔۔۔ الآیۃ

آگے پیچھے سے ڈرنے کا مفہوم کیا ہے؟

جب ان سے کہا جائے کہ ڈرو اس سے جو تمہارے پیچھے ہے اور اس سے جو تمہارے آگے ہے (تو وہ اس کی پرواہ نہیں کرتے) اس آگے اور پیچھے سے مراد کیا ہے؟ اس کے حضرت شیخ طوسی نے دو مفہوم نقل کئے ہیں ایک یہ کہ آگے سے مراد عذاب الٰہی ہے جو پہلی امتوں پر نازل ہو چکا ہے یعنی ان لوگوں جیسے برے اعمال نہ کرو اور پیچھے سے مراد آخرت کا عذاب ہے دوسرے یہ کہ تمہارے آگے سے مراد وہ گناہ ہیں جن کے کرنے کا تم ارادہ رکھتے ہو اور پیچھے سے مراد وہ گناہ ہیں جو تم کر چکے ہو ان سے ڈرو یعنی بارگاہ الٰہی میں ان سے توبہ کرو۔ (تفسیر بتیان)

فاضل طبرسی نے اس سلسلہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت نقل کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ڈرو اس سے جو تمہارے آگے ہے اور اس سے مراد وہ گناہ ہیں جن کا کرنا تمہارے تصور میں ہے یعنی ان سے اجتناب کرو اور اس سے جو تمہارے پیچھے ہے اس سے مراد وہ عذاب ہے جو ان گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے ہوگا۔ (مجمع البیان)

۲۵)۔ واذا قیل لھم انفقوا ۔۔۔ الآیۃ

کفر وشرک نے صرف کافروں کی عقل کو ہی اندھا نہیں کیا بلکہ ان کی اخلاقی ہمدردی بھی ختم کر دی ہے

چونکہ عام طور پر کفار سرمایہ دار اور مالدار ہوتے تھے اور اہل ایمان غریب و نادار۔ تو ان سرمایہ دار کفار کے افلاس ذہنی کی تصویر کشی کی جا رہی ہے کہ جن کے کفر وشرک نے جہاں ان کی عقل اندھی کی تھی وہاں ان کی اخلاقی وانسانی ہمدردی کی حس بھی ختم کر دی تھی کہ اگر ان سے کہا جاتا تھا کہ جو کچھ خدا نے تمہیں عطا کیا ہے اس سے بطور شکرانہ نعمت کچھ غرباء کو بھی دو تو وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم اس کو کھلائیں جسے اگر وہ چاہتا تو خود کھلا دیتا تو جب اللہ نے انہیں محروم کر رکھا ہے تو پھر ہم کیوں کھلائیں؟ مگر وہ یہ بات بھول گئے ہیں کہ دنیا دار الامتحان ہے خدائے حکیم نے یہاں کسی کا امتحان لیا ہے مالدار بنا کہ آیا وہ اس کا شکر ادا کرتا ہے یا نہیں؟ اور کسی کا امتحان لیا ہے نادار بنا کہ آیا وہ صبر

کرتا ہے یا نہیں؟ اور اگر اسے غریبوں کو بہر حال غریب رکھنا ہی منظور ہوتا تو سرمایہ داروں کے مال میں ان کا حق کیوں مقرر کرتا؟ اور جب اس نے ان کا حق مقرر کر دیا ہے تو پھر ان لوگوں کو اس کے روکنے کا کیا حق ہے؟

۲۶)۔ویقولون متی ھذا ۔۔۔الآیۃ

کافر کہتے ہیں کہ قیامت کا وعدہ وعید کب پورا ہوگا؟

ظاہر ہے کہ کفار کے سوال کا مقصد قیامت کے آنے کی واقعی تاریخ معلوم کرنا نہ تھا تاکہ اس کے آنے سے پہلے اپنی اصلاح کر لیں کیونکہ وہ اس کے قائل ہی نہ تھے بلکہ ان کا مقصد تمسخر اڑانا تھا اور یہ بتانا تھا کہ یہ محض ڈراوا ہے ورنہ کوئی قیامت نہیں ہے اس کے جواب میں کہا جا رہا ہے کہ قیامت کسی پیشگی اعلان کے بعد نہیں آئے گی کہ فلاں تاریخ، فلاں دن، اور اتنے بجے آئے گی وہ اچانک آئے گی۔ نفخ صور کے دھما کہ خیز چنگھاڑ کے ساتھ آئے گی جو جہاں ہوگا وہ وہیں دھرا کا دھرا جائے گا۔ حدیث میں وارد ہے کہ کپڑا فروش کپڑا بیچ رہا ہوگا کپڑا کھلا ہوگا مگر اس کے لپیٹنے سے پہلے قیامت آجائے گی اور ایک شخص سودا تول رہا ہوگا مگر ترازو اونچا کرنے سے پہلے قیامت قائم ہو جائے گی اور ایک شخص منہ میں ڈالنے کے لیے لقمہ اٹھائے گا مگر اس کے نگلنے سے پہلے ہی قیامت آجائے گی۔ (تفسیر صافی وقرطبی وغیرہ)۔ ظاہر ہے کہ اس حالت میں نہ کوئی وصیت کر سکے گا اور نہ واپس لوٹ سکے گا بلکہ جو جہاں ہوگا وہیں لقمہ اجل بن جائے گا۔ لا تاتیکم الا بغتۃً۔

آیات القرآن

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَإِذَا هُمْ مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾ إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾ إِنَّ أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْأَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا

يَدَّعُوْنَ ﴿٥٧﴾ سَلٰمٌ ۚ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿٥٨﴾ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٥٩﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٦٠﴾ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۭ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٢﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿٦٣﴾ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿٦٤﴾ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ نَشَاۗءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿٦٦﴾ وَلَوْ نَشَاۗءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٦٧﴾

ترجمۃ الآیات

اور جب (دوبارہ) صور پھونکا جائے گا تو وہ ایک دم اپنی قبروں سے (نکل کر) اپنے پروردگار کی طرف تیز تیز چلنے لگیں گے (۵۱) (اس وقت گھبرا کر) کہیں گے ہائے افسوس! کس نے ہمیں ہماری خوابگاہ سے اٹھایا؟ (جواب دیا جائے گا) یہ وہی (قیامت) ہے جس کا خدائے رحمن نے وعدہ (وعید) کیا تھا اور پیغمبروں نے بھی سچ کہا تھا (۵۲) بس وہ ایک مہیب آواز (چنگھاڑ) ہوگی پھر سب کے سب ہمارے حضور حاضر کر دیئے جائیں گے (۵۳) پس آج کے دن کسی پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور تمہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر انہی اعمال کا جو تم کیا کرتے تھے (۵۴) بے شک آج بہشتی لوگ اپنے مشغلہ میں خوش ہوں گے (۵۵) وہ اور ان کی بیویاں (گھنے) سایوں میں مسندوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے (۵۶) وہاں ان کے (کھانے پینے) کے لیے (ہر قسم کے) پھل ہوں گے اور وہ سب کچھ ہوگا جو وہ طلب کریں گے (۵۷) (انہیں) مہربان (پروردگار) کی طرف سے سلام کہا جائے گا (۵۸)

(ارشاد قدرت ہوگا) اے مجرمو! الگ ہوجاؤ(۵۹) اے اولاد آدم کیا میں نے تمہیں حکم نہیں دیا تھا کہ شیطان کی پرستش نہ کرنا؟ کہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے(۶۰) ہاں البتہ میری عبادت کرو کہ یہی سیدھا راستہ ہے(۶۱) (اس کے باوجود) اس نے تم میں سے ایک کثیر گروہ کو گمراہ کر دیا کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے تھے؟(۶۲) یہ ہے وہ جہنم جس سے تمہیں ڈرایا جاتا تھا(۶۳) آج اپنے کفر کی پاداش میں اس میں داخل ہوجاؤ(اوراس کی آگ تاپو)(۶۴) آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگادیں گے اور ہم سے ان کے ہاتھ کلام کریں گے اوران کے پاؤں گواہی دیں گے اس کے بارے میں جو کچھ وہ کیا کرتے تھے؟(۶۵) اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھوں کو مٹا دیتے پھر وہ راستہ کی طرف دوڑتے تو ان کو کہاں نظر آتا؟(۶۶) اور اگر ہم چاہتے تو نہیں ان کی جگہ پر مسخ کر کے رکھ دیتے کہ نہ آگے بڑھ سکتے اور نہ پیچھے پلٹ سکتے(۶۷)

تشریح الالفاظ

(۱)۔الاجداث۔ یہ جدث کی جمع ہے جس کے معنی قبر کے ہیں ۔(۲)۔ینسلون ،نسل ،ینسل اور نسلانا۔ کے معنی تیز چلنے کے ہیں ۔(۳)۔مرقد۔ کے معنی خوابگاہ کے ہیں ۔(۴)۔الارائك۔ یہ اریکہ کی جمع کے اس کے معنی مزین تخت اور مسند کے ہیں ۔(۵)۔ وامتازو۔ کے معنی علیحدہ ہونے کے ہیں ۔(۶)۔جبلا ۔ کے معنی خلق کے ہیں ۔(۷)۔لطمسنا ۔طمس۔ کے معنی مٹانے اور ناپید کرنے کے ہیں ۔(۸)۔مکانته۔ کے معنی جگہ کے ہیں۔(۹)۔مضیا۔ کے معنی آگے بڑھنے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۲۶)۔ونفخ فی الصور۔۔۔الآیة

دوبارصور پھونکا جائے گا

قبل ازیں سورۂ کہف آیت ۱۰۰ میں ایک ایسی ہی آیت مع تفسیر گزر چکی ہے جس کی تفسیر میں ہم بیان

کر چکے ہیں کہ دوبار صور پھونکا جائے گا پہلی بار جب اسرافیل بحکم پروردگار بیت المقدس پر رو بقبلہ ہو کر صور پھونکیں گے اور اس کے سرے سے آواز برآمد ہوگی جو زمین کی طرف ہے تو اہل زمین کی ہلاکت واقع ہو جائے گی اور جب اس طرف سے آواز نکلے گی جو آسمان کی طرف ہے تو اہل آسمان مرجائیں گے بعد ازاں خدا کے حکم سے خود اسرافیل بھی مرجائیں گے اور اس کے بعد پورا نظام شمسی وقمری زیروزبر اور ابتر ہو جائے گا۔ اب جب تک خدا چاہے گا تب تک یہی کیفیت رہے گی اور ہر چیز نیستی کی حالت میں پڑی رہے گی اور جب مشیت ایزدی دوبارہ زندہ کرنے سے متعلق ہوگی تو چالیس دن تک باران رحمت کا نزول ہوگا۔ جس سے مردوں کے متفرق اجزاء جمع ہوں گے اور اب قدرت کاملہ سے دوبارہ صور میں آواز پیدا ہوگی تو جب اس سرے سے آواز نکلے گی جو آسمان کی طرف ہے تو آسمان والی مخلوق زندہ ہو جائے گی اور جب اس طرف سے آواز برآمد ہوگی جو زمین کی طرف ہے تو اس سے زمین والی مخلوق زندہ ہو جائے گی اور لوگ سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے نکل کھڑے ہوں گے اور خداوند عالم کی بارگاہ میں حاضری کے لیے دوڑیں گے۔ (بحارالانوار، حق الیقین، احسن الفوائد)

۲۷۔ قالو یویلنا۔۔۔ الآیۃ

عالم برزخ میں مختلف لوگوں کی حالت زار کا اجمالی بیان

عالم دنیا اور عالم آخرت کے درمیان والے زمانے کو عالم برزخ کہا جاتا ہے اس عالم میں روح کے ساتھ کیا بیتتی ہے؟ اس کی تفصیل کو چھوڑتے ہوئے اس کا اجمالی خاکہ احادیث اہل بیتؑ کی روشنی میں یہ ہے کہ روح جب قفس عنصری سے پرواز کر جاتی ہے تو وہ جسم کے ساتھ ساتھ رہتی ہے اور جب اسے قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو اس میں دوبارہ داخل ہو جاتی ہے تا کہ نکیرین کے سوالوں کا جواب دے سکے اس سوال و جواب کے بعد جب فرشتے واپس چلے جاتے ہیں تو انسان دوبارہ مرجاتا ہے اب اس کا جسم تو وہیں قبر میں رہ جاتا ہے البتہ روح اس عالم میں یا منعم ہوتی ہے یا معذب یا پھر سوئے ہوئے آدمی کی طرح غافل۔ بہر حال جو لوگ مؤمن کامل ہوتے ہیں ان کی روحوں کو جسم مثالی میں ڈال کر وادی السلام میں رکھا جاتا ہے جو وہاں عیش وعشرت کے ساتھ وقت گزارتی ہیں اور جو کافر ومشرک اور پکے بدکردار ہوتے ہیں ان کی روحوں کو جسم مثالی میں داخل کر کے وادی برہوت میں رکھا جاتا ہے جو عذاب وعقاب میں گرفتار رہ کر وقت گزارتی ہیں اور جو لوگ درمیانہ قسم کے ہوتے ہیں یعنی نہ مؤمن کامل ہوتے ہیں اور نہ ہی پکے بے ایمان ہوتے ہیں ان کی روحیں اس عالم میں سوئے ہوئے انسان کی طرح غفلت کی حالت میں پڑی رہتی ہیں۔

اس موضوع کی باقی تفصیلات معلوم کرنے کے خواہش مند حضرات ہماری کتاب ''احسن الفوائد'' کا مطالعہ کریں۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اوپر بیان کردہ تفصیل کے مطابق جب کفار ومشرکین اور پکے بدکردار لوگوں کی روحیں عالم برزخ میں وادی برہوت کے اندر عذاب الٰہی میں گرفتار رہتی ہیں تو قیامت کے دن کس طرح کہیں گے کہ ہمیں خوابگاہ سے کس نے اٹھایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات دوبارہ صور پھونکے جانے کے درمیانی وقفہ کے متعلق ہے جس وقت یہ عذاب موقوف کردیا جائے گا۔ جیسا کہ ابن عباس اور قتادہ سے مروی ہے (تفسیر مجمع البیان، روح المعانی) اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان لوگوں نے قیامت کی ہولناک اور ہیبت ناک صورت حال کے بالمقابل قبر کو خوابگاہ کہا ہو۔ (ایضا) واللہ العالم

٢٨)۔ فالیوم لا تظلم ... الآیۃ

نفخ صور کی مہیب اور ہولناک آواز کے بعد جب سب لوگ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں گے تو اس وقت آواز قدرت آئے گی فَالۡیَوۡمَ لَا تُظۡلَمُ نَفۡسٌ شَیۡـًٔا ...الآیۃ۔ آج کے دن کسی پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور تمہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر انہی اعمال کا جو تم کرتے تھے۔ یہ آیت ویسی ہی ہے اَلۡیَوۡمَ تُجۡزٰی کُلُّ نَفۡسٍۭ بِمَا کَسَبَتۡ لَا ظلم الۡیَوۡمَ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ (غافر۔١٧)

٢٩)۔ انّ اصحاب الجنۃ ... الآیۃ

''بہشتی لوگ اپنے مشغلہ میں خوش ہوں گے'' کا کیا مفہوم ہے؟

موجودہ دنیا میں ایک عامل کے عمل کے معنوی وروحانی نتائج سامنے نہیں آتے اور آخرت وہ مقام ہے جہاں ہر شخص اپنے عمل کے معنوی نتائج کو سامنے موجود پائے گا۔ لہٰذا جو لوگ دار دنیا میں محض ذاتی اور وہ بھی وقتی مفادات کے لیے کام کرتے رہے وہ وہاں خالی ہاتھ ہوں گے لیکن جو لوگ یہاں اعلیٰ مقاصد کے لیے جئے اور کام کیا وہ وہاں اپنے کام وکردار کے شاندار نتائج دیکھ کر خوش وخرم ہوں گے جب جنسی خواہش کی تسکین کے لیے حوریں موجود ہوں گی جن سے لذت اندوز ہوں گے اور مرصع ومزین مسندوں پر گھنے سایوں میں آرام فرما ہوں گے اور خوردونوش کے لیے ہر قسم کے پھل فروٹ موجود ہوں گے اور وہ جو چاہیں گے وہ وہاں حاضر پائیں گے اور یہ وہ درجہ ہے جو یہاں آج تک کسی بادشاہ بلکہ شہنشاہ کو نہ حاصل ہوا ہے اور نہ آئندہ ہوگا کہ وہ جو کچھ چاہے وہ

فوراً حاضر پائے۔مگر وہاں ہر جنتی کو یہ درجہ حاصل ہوگا اس لیے وہ اپنے پروردگار کی ان خصوصی عنایات پر خوش ہوں گے اوران مشغلوں میں مشغول ہوں گے۔

۳۰۔سلٰمٌ قولاً۔۔۔الآیة

جنت کی سب سے بڑی نعمت پروردگار کی خوشنودی ہے

جنت الفردوس کی سب نعمتیں ایک طرف،سب راحتیں ایک جانب وہاں جنتیوں کے لیے سب سے بڑی نعمت خدا کی خوشنودی ہوگی جیسا کہ ارشادقدرت ہے **ورضوان من الله اکبر**۔کہ اللہ کی خوشنودی کی سند سب سے بڑی نعمت ہے۔

بھلاوہ خداجس کی رضاجوئی کی خاطر یہ لوگ ساری زندگی عمل وعبادت کرتے رہےاورجس کی خوشنودی کا پروانہ حاصل کرنے کے لیے زندگی بھر ماہی بے آب کی طرح تڑپتے رہے جب اس محبوب حقیقی کی طرف سے سلام آئے گا۔**سلام قولا من رب رحیم** اس وقت ان کی کیف وسروراورروحانی مسرت وشادمانی کا کیا عالم ہوگا؟قلم زباں اس کی حقیقت بیان کرنے سے عاجزوناتواں ہے! ع

بریں مشردہ گرجان فشانم رو ااست

۳۱۔وامتازوالیوم۔۔۔الآیة

اے مجرمو!الگ ہوجاؤ

جنت والے محسنین کی عمدہ حالت بیان کرنے کے بعداب جہنم والے مجرمین کی حالت زار بیان کی جارہی ہےاس دنیامیں تواچھےاور برےلوگ اورمؤمن وبےایمان اکٹھے رہتے ہیں اورمؤمنین کی صفوں میں بے ایمان لوگ اورمخلصوں کی صفوں میں منافق لوگ گھسے رہتے ہیں اس لیے اکثر لوگوں پران کی اصل حقیقت ظاہر نہیں ہوتی۔

مگر آخرت میں ان کی دنیا الگ الگ کردی جائے گی اورشیطان کے بندے الگ اور رحمان کے بندے الگ کردیئے جائیں گے اس دن کہا جائے گا کہ اے مجرمو!الگ ہوجاؤ کیونکہ تمہارا ٹھکانہ الگ ہے اور ایمانداروں اور نیکوکاروں کا الگ۔ارشادقدرت ہے کہ **یعرف المجرمون بسیماھم فیو خذبا لنواصی والاقدام** ۔ مجرم لوگ اپنے چہروں سے پہچان لیے جائیں گے اور پیشانیوں سے پکڑکر جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

(۳۲)۔الم اعهد اليكم ۔۔۔الآية

اولاد آدم کے بے ایمانوں اور بدکرداروں کو خطاب

اے اولاد آدم! کیا میں نے انبیاء ومرسلین، آئمہ طاہرین اور علماء کاملین کے ذریعہ سے تمہیں حکم نہیں دیا تھا کہ شیطان کی بندگی اور اطاعت نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ ہاں البتہ میری بندگی اور عبادت کرنا کہ یہی سیدھا راستہ ہے مگر اس کے باوجود اس نے تم سے ایک کثیر گروہ کو گمراہ کر دیا ہے کیا تم اتنا عقل نہیں رکھتے تھے اور اتنا بھی نہیں سمجھتے تھے؟

شیطان کی پرستش کرنے کا مفہوم کیا ہے؟

دنیا میں کوئی بھی آدمی شیطان کے نام پر شیطان کی عبادت نہیں کرتا جس طرح کوئی شخص اپنی خواہش نفس کو خدا نہیں جانتا۔ افرائیت من اتخذ الھه ھواہ مگر بالواسطہ ہر غیر اللہ کا پرستار اور ہر خواہش نفس میں گرفتار دراصل شیطان اور خواہش نفس کا پرستار ہے کیونکہ وہ شیطان اور نفس امارہ کی ترغیب وتزئین پر ایسا کر رہا ہے۔

چنانچہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا۔ من اصغى الى ناطق فقد عبده فان كان الناطق يروى عن الله فقد عبد الله عزوجل وان كان الناطق يروى عن الشيطان فقد عبد الشيطان۔ جو شخص کسی بولنے والے کی بات پر کان دھرتا ہے تو گویا وہ اس کی پرستش کرتا ہے پس اگر وہ بولنے والا خدا کی طرف سے بول رہا ہے تو پھر اس کان دھرنے والے نے بھی خدائے عزوجل کی پرستش کی ہے اور اگر بولنے والا شیطان کی طرف سے بول رہا ہے تو پھر اس نے شیطان کی پرستش کی ہے۔ (اصول کافی)

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا من اطاع رجلا فی معصية فقد عبده۔ جو شخص خدا کی معصیت کاری میں کسی شخص کی اطاعت کرے تو گویا اس نے اس کی پرستش کی ہے۔ (ایضا)

(۳۳)۔هذه جهنم ۔۔۔الآية

جب تم لوگوں نے میرا حکم بھلا دیا، میرے عہد و پیمان کو فراموش کر دیا اور میری عبادت کرنے کی بجائے میرے اور اپنے کھلے دشمن کی پرستش کی تو پھر اب یہ جہنم موجود ہے۔ لہٰذا اپنے کفر وشرک اور گناہ وعصیاں کی پاداش میں اس میں داخل ہو جاؤ اور اس کی گرمی کا مزہ چکھو۔ کیونکہ ع

خود کردہ را علاجے نیست

۳۴۔ الیوم نختم ۔۔۔ الآیۃ

قیامت کے دن کچھ لوگوں کے مونہوں پر مہر لگنے اور ان کے اعضاء کی گواہی دینے کا تذکرہ

خدا عادل ہے وہ ہرگز اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا، اس نے قیامت کے آغاز پر اعلان بھی کر دیا کہ فالیوم لا تظلم نفس شیئا۔ آج کسی پر ظلم نہیں ہوگا مگر اس کا کیا علاج کہ جب مجرمین عدالت خداوندی کے کٹہرے میں کھڑے ہوں گے اور ان کے خلاف فرد جرم عائد کی جائے گی تو وہ صاف مکر جائیں گے۔ صحیفۂ عمل پیش کیا جائے گا اور کراما کاتبین گواہی دیں گے مگر وہ ان پر جنبہ داری کا الزام لگا دیں گے اور زبان حال سے کہیں گے۔ ؎

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا

تو ایسے حالات میں اقبال جرم کرانے اور حجت تمام کرنے کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ باقی نہیں رہ جائے گا کہ ان کے مونہوں پر مہریں لگا دی جائیں اور زبانیں بند کر دی جائیں اور ان کے ہاتھوں اور پاؤں اور دوسرے متعلقہ اعضاء و جوارح ان کے کرتوتوں کی گواہی دیں۔ مخفی نہ رہے کہ اس آیت میں صرف ہاتھوں اور پاؤں کی گواہی کا تذکرہ کیا گیا ہے مگر ایک اور آیت میں ہاتھوں اور پاؤں کے علاوہ خود زبانوں کی بھی گواہی دینے کا تذکرہ موجود ہے۔ یوم تشھد علیھم السنتھم وایدیھم وارجلھم بما کانوا یعملون جس دن ان کی زبانیں (یعنی پابندی ہٹ جانے کے بعد) اور ان کے ہاتھ اور پاؤں انکے کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے اور ایک اور آیت میں ان اعضاء کے علاوہ ان کے کانوں، آنکھیں، اور چمڑوں کی گواہی کا بھی تذکرہ موجود ہے۔ حتی اذا ما جاؤھا شھد علیھم سمعھم وابصارھم وجلودھم بما کانو یعملون۔ (السجدہ۔۲۰)

اس طرح جب حجت تمام ہو جائے گی اور ان کے اپنے اعضاء یعنی گواہ ہونے کی بناء پر سارا کچا چھٹہ کھول دیں گے تو اب اقبال جرم کے سوا کیا چارہ رہ جائے گا؟ سچ ہے

باغباں نے آگ دی جب آشیانے کو مرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

ایضاح:۔

قدیم زمانے میں جب اعتراض کیا جاتا تھا کہ ہاتھ، پاؤں وغیرہ اعضاء میں تو زبان نہیں ہوتی وہ زبان کے بغیر کسی طرح بولیں گے تو جواب میں خدا کی قدرت کا سہارا لیا جاتا ہے کہ انطقنا اللہ الذی انطق کل شئی۔ کہ ان لوگوں کے ایراد پر خود یہ اعضاء جواب دیں گے کہ ہمیں اس قادر مطلق خدا نے بلوایا ہے جو ہر چیز کو بلوا سکتا ہے مگر آج کے اس ترقی یافتہ دور میں ٹیپ ریکارڈروں نے یہ مسئلہ بالکل حل کر دیا ہے کہ ریل زبان کے بغیر کسی طرح بولتی ہے۔

۳۵)۔ولو نشاء لمسخنٰہم ۔۔۔الآیۃ

ایک غلط فہمی کا ازالہ

کوئی کوتاہ اندیش یہ خیال نہ کرے کہ خدا یہ سب سزا و جزا قیامت کے دن ہی دے گا اب کچھ نہیں کر سکتا؟ ارشاد قدرت ہے کہ اگر آج بھی ہم چاہیں تو ان کو مسخ کر کے رکھ دیں اور ان کی آنکھ، ناک کا نقشہ ہی مٹا دیں اور بالکل محو کر دیں۔ مگر ہماری حکمت بالغہ کا تقاضا یہ ہے کہ آخری اور بڑا عذاب صرف آخرت ہی میں دیا جائے گا۔ وبس

آیات القرآن

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ؕ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ۝۶۸ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ۝۶۹ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۝۷۰ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ۝۷۱ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ۝۷۲ وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ۝۷۳ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ۝۷۴ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ۝۷۵ فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا

يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۷﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿۷۸﴾ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ ۙ﴿۷۹﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۗ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

ترجمۃ الآیات

اور جس کو ہم لمبی عمر دیتے ہیں اسے خلقت (ساخت) میں الٹ دیتے ہیں کیا وہ عقل سے کام نہیں لیتے؟ (۶۸) اور ہم نے انہیں شعر وشاعری نہیں سکھائی اور نہ ہی یہ ان کے شایان شان ہے یہ تو بس ایک نصیحت اور واضح قرآن ہے (۶۹) تاکہ آپ (اس کے ذریعہ سے) انہیں ڈرائیں جو زندہ (دل) ہیں اور تاکہ کافروں پر حجت تمام ہو جائے (۷۰) کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے (غور نہیں کرتے) کہ ہم نے ان کے لیے اپنے دست ہائے قدرت سے بنائی ہوئی چیزوں میں سے مویشی پیدا کئے (چنانچہ اب) یہ ان کے مالک ہیں (۷۱) اور ہم نے ان (مویشیوں) کو ان کا مطیع کر دیا ہے پس ان میں سے بعض پر وہ سوار ہوتے ہیں اور بعض کا گوشت کھاتے ہیں (۷۲) اور ان کے لیے ان میں اور بھی طرح طرح کے فائدے اور پینے کی چیزیں (دودھ وغیرہ) بھی ہیں تو کیا یہ لوگ شکر ادا نہیں کرتے؟ (۷۳) اور کیا انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور خدا بنا لیے ہیں کہ شاید ان کی مدد کی جائے گی (۷۴) حالانکہ وہ ان کی (کچھ بھی) مدد نہیں کر سکتے (بلکہ) وہ (کفار) ان (بتوں) کی حفاظت اور ان کے (دفاع) کے لیے حاضر باش لشکر ہیں (۷۵) (اے پیغمبر!) ان لوگوں کی باتیں آپ کو رنجیدہ نہ کریں بے شک ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں (۷۶) کیا

انسان یہ نہیں دیکھتا (اس پر غور نہیں کرتا) کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا ہے سو وہ یکا یک (ہمارا) کھلا ہوا مخالف بن گیا (۷۷) وہ ہمارے لیے مثالیں پیش کرتا ہے اور اپنی خلقت کو بھول گیا ہے وہ کہتا ہے کہ ان ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا جبکہ وہ بالکل بوسیدہ ہو چکی ہوں؟ (۷۸) آپ کہہ دیجئے! انہیں وہی (خدا دوبارہ) زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا تھا وہ ہر مخلوق کو خوب جانتا ہے (۷۹) (خدا) جس نے تمہارے لیے سرسبز درخت سے آگ پیدا کی ہے اس سے (اور) آگ سلگاتے ہو (۸۰) کیا وہ (قادر مطلق) جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس بات پر قادر نہیں ہے کہ ان (لوگوں) جیسے (دوبارہ) پیدا کرے؟ ہاں وہ بڑا پیدا کرنے والا (اور) بڑا جاننے والا ہے (۸۱) اس کا معاملہ تو بس یوں ہے کہ جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ (فوراً) ہو جاتی ہے (۸۲) پس پاک ہے وہ ذات جس کے قبضہ قدرت میں ہر چیز کی حکومت ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے (۸۳)

تشریح الالفاظ

(۱)۔نُنَکِّسۡہُ ،نکس ،ینکس۔کے معنی ساخت کو الٹنے کے ہیں۔(۲)۔ذللّناھا،ذلّل،یذلّل۔کے معنی مطیع اور تابع بنانے کے ہیں۔(۳)۔رمیم۔کے معنی ہیں بوسیدہ اور کہنہ۔(۴)۔ملکوت۔اس کے معنی حکومت اور بادشاہی کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۳۶)۔ومنّ نعمّرہ۔۔۔الآیۃ

جس کو لمبی عمر دی جائے اس کی ساخت الٹ جاتی ہے

طویل العمری میں جہاں فائدے ہیں وہاں اس میں بعض نقصان بھی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی پلٹ کر پھر بچہ بن جاتا ہے۔ظاہر ہے کہ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو وہ صرف ایک مفضہ گوشت اور مشت

استخوان ہوتا ہے۔ پھر خداوند عالم اسے رفتہ رفتہ طاقت وتوانائی عطا کرتا ہے یہاں تک کہ جوانی کے عالم میں اس کے تمام قویٰ اور سب اعضاء اپنی حد کمال کو پہنچ جاتے ہیں اور اس کے بعد جب بڑھاپا شروع ہوتا ہے تو اس کے قویٰ میں انحطاط شروع ہوجاتا ہے اور اس کی تمام قوتیں آہستہ آہستہ کمزور ہونا شروع ہوجاتی ہیں یہاں تک کہ بڑھاپے میں ایک ایسی منزل آجاتی ہے کہ آدمی چھوٹے بچوں کی طرح چلنے پھرنے اور کھانے پینے سے معذور ہوجاتا ہے اب اسے دوسرے لوگ سہارا دے کر اٹھاتے اور کھلاتے پلاتے ہیں اور یہی کیفیت اس کی ذہنی قوتوں کی ہوجاتی ہے کہ وہ بڑی عقل مندی اور زیرکی کے بعد نا سمجھی کی باتیں کرنے لگتا ہے۔ یہ ہے **من نعمّرہ ننکسہ فی الخلق**۔ کا ایک مفہوم چونکہ نکس وتنکیس کے ایک معنی اوندھا کرنے کے بھی ہیں تو چونکہ بڑھاپے میں آدمی کی کمر خمیدہ ہوجاتی ہے اور گردن نیچے جھک جاتی ہے اس لئے طویل العمر آدمی کو ساخت الٹانا اور وندھا کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے قرآن نے اس حالت کی یوں تصویر کشی کی ہے: **اللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ ضَعۡفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۡۢ بَعۡدِ ضَعۡفٍ قُوَّۃً ثُمَّ جَعَلَ مِنۡۢ بَعۡدِ قُوَّۃٍ ضَعۡفًا وَّ شَیۡبَۃً** (سورۂ الروم۔ ۵۴) اللہ وہی ہے جس نے تمہیں کمزوری سے پیدا کیا۔ پھر کمزوری کے بعد توانائی بخشی پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا طاری کردیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوتیں آدمی کی اپنی نہیں ہیں بلکہ یہ سب توانائیاں اور صلاحیتیں خدا کی عطا کردہ ہیں۔ لہٰذا جس طرح وہ دے سکتا ہے اسی طرح وہ واپس بھی لے سکتا ہے۔ **وَمِنۡکُمۡ مَّنۡ یُّرَدُّ اِلٰۤی اَرۡذَلِ الۡعُمُرِ لِکَیۡ لَا یَعۡلَمَ بَعۡدَ عِلۡمٍ شَیۡئًا** (سورۂ النحل۔ ۷۰)

۳۷۔ وما علّمناہ۔۔۔ الآیۃ

خدا نے پیغمبر کو شعر وشاعری نہیں سکھائی

کفار چونکہ پیغمبر اسلام کو شاعر اور قرآن کو ان کا شاعرانہ کلام کہتے تھے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ اس سے ان کا مقصد کیا تھا؟ شعر کا عرفی و اصطلاحی مفہوم تو یہ ہے کہ **کلام موزوں یقصد بہ الوزن والتقفیہ**۔ وہ کلام جس کے وزن اور قافیہ کا قصد کیا جائے اور اس کا دوسرا مفہوم جھوٹے مضمون اور خیالی تک بندی ہے ظاہر ہے کہ کفار جو آنحضرت کو شاعر اور قرآن کو شاعرانہ کلام کہتے تھے تو اس سے ان کا مقصد اس کا عرفی مفہوم نہیں تھا کیونکہ قرآن موزون و مقفیٰ کلام نہیں ہے بلکہ وہ اس دوسرے مفہوم کے اعتبار سے آپ کو شاعر کہتے تھے کہ وہ توحید پروردگار، حیات بعد الموت، اور جنت ودوزخ کی جو باتیں کرتے ہیں یہ محض آپ کی شاعری ہے یعنی یہ خیالی اور بے بنیاد باتیں ہیں اور خدا نے ان لوگوں کے اسی نظریہ کی رد کی ہے کہ ہم نے اپنے پیغمبر کو شعرو

شاعری نہیں سکھائی اور نہ ہی یہ آپ کے شایان شان ہے یہ تو بس نصیحت اور واضح قرآن ہے۔ بہر حال چونکہ قرآن مجید اپنے معجزانہ انداز بیان سے اور اپنے بلیغانہ اسلوب کلام سے سامعین کے دل و دماغ کو اپنی طرف کھینچتا تھا تو مخالفین اس کے اس تاثر کو کم کرنے کی خاطر یہ کہا کرتے تھے کہ اس کی یہ تاثیر اس کے شاعرانہ کلام ہونے کی وجہ سے ہے مگر ان لوگوں کی یہ بات بالکل بے بنیاد ہے۔ قرآن مجید میں حقائق و دقائق کا انکشاف ہے معرفت حق وحقیقت کی جھلکیاں ہیں۔ یہ باتیں دلیل ہیں کہ قرآن نہ صرف یہ کہ شاعرانہ کلام نہیں بلکہ یہ دلیل ہے کہ یہ کلام معجز نظام کسی عبد کا کلام نہیں ہے بلکہ خالق کون ومکان کا کلام حق ترجمان ہے۔

ایک عام غلط فہمی کا ازالہ

کئی کوتاہ اندیش لوگ اس آیت سے جہاں شعر وشاعری کی مذمت سمجھتے ہیں وہاں یہ بھی کہتے ہیں کہ آنحضرت شعر کہنا تو بجائے خود جب کسی اور شاعر کا شعر پڑھتے تھے تو پڑھتے وقت اس کا حلیہ بگاڑ دیتے تھے حالانکہ یہ سب باتیں غلط ہیں اسلام میں نہ کلام منظوم کی کوئی مذمت وارد ہوئی ہے اور نہ ہی صحیح مطالب ومعانی اور معقول حقائق کو نظم کا لباس پہنانے والے شعراء کی کوئی تنقیص کی گئی ہے بلکہ ایسے شعراء کو سرکار محمد وآل محمد علیہم السلام نے انعام واکرام سے نواز کر حوصلہ افزائی کی ہے۔

آنحضرتؐ نے اپنے درباری شاعر حسان بن ثابتؓ کے بارے میں فرمایا تھا۔ لا تزال یاحسان مؤ یدا بروح القدس ما نصرتنا بلسانك۔ اے حسان! جب تک تم اپنی زبان سے ہماری نصرت کرتے رہو گے روح القدس سے تمہاری نصرت کی جاتی رہے گی اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ شعر سنتے تھے، شعر کہنے پر آمادہ بھی کرتے تھے اور شعراء کی حوصلہ افزائی بھی کرتے تھے۔ (مجمع البیان) حدیث میں وارد ہے کہ ان من الشّعر لحکمة کہ بعض شعر حکمت آمیز ہوتے ہیں۔ (صافی)۔ اور آپ نے کعب بن زہیر کو قصیدہ بردہ پڑھنے پر نہ صرف یہ کہ داد دی تھی بلکہ اپنی مخصوص چادر، بطور خلعت عطا فرمائی تھی۔ (تفسیر کاشف) اسی طرح حضرت امیر علیہ السلام کا شعر کہنا اور پڑھنا اور دوسرے آئمہ طاہرین کا بھی اشعار پڑھنا اور سننا تاریخی مسلمات میں سے ہے۔

۳۸)۔ لینذر به... الآیة

تنزیل قرآن کا مقصد کیا ہے؟

اس آیت مبارکہ میں نزول قرآن کا مقصد واضح کیا گیا ہے اور وہ دو مقصد ہیں:

۱)۔ ایک یہ کہ جن لوگوں کے دل ودماغ اور ضمیر زندہ ہیں ان کو خدا کی نافرمانی اور اس کے برے انجام سے ڈرایا جائے۔

۲)۔دوسرا جن کے دل ودماغ اور ضمیر بالکل مردہ ہوچکے ہیں اوران میں اب قبول حق کی صلاحیت بالکل ختم ہوچکی ہے ان پر حجت تمام ہوجائے تا کہ وہ کل فردائے قیامت بارگاہ خداوندی میں کوئی عذر بہانہ پیش نہ کرسکیں۔

۳۹)۔اولم یروا۔۔۔الآیۃ

خداوندعالم کے بعض مخصوص احسانات کا تذکرہ

خالق دوجہاں کا اپنے بندوں پر یہ مخصوص احسان ہے کہ اس نے اپنے مخصوص اہتمام سے مویشی یعنی اونٹ، گائے اور بھیڑ بکریاں پیدا کی ہیں جن کا گوشت کھاتے ہیں، دودھ پیتے ہیں اوران پر سوار ہوتے ہیں اور ان کے چمڑوں اورکھالوں سے مختلف فائدے اٹھاتے ہیں۔مما عملت ایدینا۔ہم نے اپنے دست قدرت سے یہ چیزیں بنائی ہیں۔بطور استعارہ ومجاز یہاں ''ایدینا'' (اپنے ہاتھوں) کا لفظ استعمال ہوا ہے اس سے مقصد یہ حقیقت بیان کرنا ہے ان کی تخلیق میں کسی غیر اللہ کا کوئی بھی دخل نہیں ہے۔اللہ نے ان چیزوں کو پیدا کر کے انہیں انسان کا مسخر وتابع بنادیا۔ورنہ اگر گھوڑے بیل اور بھیڑ بکریاں بھی بھیڑیئے اور شیر کی طرح وحشیانہ مزاج کے مالک ہوتے تو پھر انسان ان سے کس طرح فائدہ اٹھاتا؟ انسان ان چیزوں سے جو بھی فائدے حاصل کرتا ہے یہ سب کچھ کیوں کیا؟ تا کہ بندے اس کا شکرادا کریں مگر اکثر ناشکرے بندے پھر بھی اس کا شکر ادانہیں کرتے۔اس قسم کی کئی آیتیں قبل ازیں سورۂ انعام آیت ۱۴۲،سورۂ نحل آیت ۷ وغیرہ میں گزر چکی ہیں

حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں لو لم یتوعّد اللہ علی معصیہ لکان یجب ان لا یعصی شکراً لنعمتہ۔(نہج البلاغہ) اگر خدا اپنی نافرمانی پر عذاب کی دھمکی نہ بھی دیتا تب بھی لازم تھا کہ اس کی نعمتوں کا شکرادا کرتے ہوئے اس کی نافرمانی نہ کی جاتی۔آہ ما اکثر العبر وما اقل الاعتبار۔

۴۰)۔واتّخذوا من دون اللہ۔۔۔الآیۃ

لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور معبود بنالئے ہیں

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ جس محسن اعظم نے انسان پر عظیم احسانات کئے تھے انسان اس کا شکرادا کرتا اور اس کا عبادت گزار بندہ بن کر رہتا۔مگر اس کی سرکشی کا عالم یہ ہے کہ وہ شکرادا کرنے کی بجائے الٹا خودساختہ خدا بناتا ہے تا کہ وہ مشکل وقت میں اس کی نصرت کریں۔ارشادقدرت ہے کہ وہ عاجز وناتواں معبودان کی نصرت تو کر نہیں سکتے۔الٹا یہ بت پرست ان جھوٹے معبودوں کی حفاظت اوران کا دفاع کرنے کے لیے حاضر باش فوج ہیں۔

بناء بریں ''ھم'' ضمیر کا مرجع مشرکین ''لھم'' کا مرجع یہ خود ساختہ معبود ہیں اور'' جند

محضرون‘‘(حاضر باش) یہی مشرکین ہیں جن سب کو قیامت کے دن اکٹھا کر کے واصل جہنم کر دیا جائے گا۔وان بطش ربك لشديد

کس قدر تعجب کا مقام ہے؟

اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ انسان خردمند ہو کر بے جان و ناتواں بتوں کی پرستش کرے؟ اور پھر چوری چکاری اور توڑ پھوڑ سے ان کی حفاظت کرے اور عین اس وقت ان سے یہ امید بھی رکھے کہ مشکل وقت آنے پر یہ اس کی نصرت کریں گے اور اسے خدا کا مقرب بنائیں گے۔اور پھر اس سے بڑھ کر تعجب انگیز بات یہ ہے کہ یہ بت پرست نبی خاتم کو مجنون کہتے ہیں کیوں؟ اس لیے کہ وہ پتھروں کی پرستش نہیں کرتا اور خود عقل مند ہیں کیوں؟ اس لیے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے معبود بنا کر ان کی پوجا پاٹ کرتے ہیں۔یا للعجب

(۴۱)۔فلا یحزنك...الآیة

پیغمبر اسلامؐ کو تسلی دی جا رہی ہے

پیغمبر اسلامؐ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ یا رسول اللہ! یہ لوگ آپ کے بارے میں جو ناشائستہ الفاظ و القاب استعمال کرتے ہیں آپ اس سے رنجیدہ خاطر نہ ہوں ہم ان کی ظاہری و علانیہ باتوں کو بھی جانتے ہیں اور ان کی باطنی و خفیہ شرارتوں کو بھی جانتے ہیں آپ کوئی فکر نہ کریں، ہم خود ان سے نمٹ لیں گے۔

(۴۲)۔اولم یر الانسان...الآیة

انسان کی اصل حقیقت اور پھر اس کی سرکشی کا تذکرہ

ارشاد قدرت ہے کہ ہم نے انسان کو نطفہ (پانی کی ایک بوند) سے پیدا کیا جس میں صرف ایک جرثومہ حیات تھا اور پھر اسے جسم و جان، صحت، اور دولت دی بلکہ علم و عقل کی دولت سے بھی نوازا اور تقریر تحریر اور خطابت کی صلاحیت بھی دی اگر وہ اپنی اصل خلقت پر فکر کرتا تو پھر ہمارے منہ نہ لگتا اور یہ نہ کہتا کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟؟

ارشاد ہوتا ہے کہ اس سے کہو! ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں پیدا کیا تھا حالانکہ ایجاد مشکل ہوتی ہے اور اعادہ آسان۔تو جو ایجاد کر سکتا ہے وہ اعادہ نہیں کر سکتا؟۔واضح رہے کہ اس قسم کی آیت مع تفسیر سورۂ اسراء (۴۹۔۵۰) پر گزر چکی ہے۔وہاں رجوع کیا جائے۔

۴۳۔ الّذی جعل لکم۔۔۔الآیۃ

قادر مطلق کی قدرت کاملہ کا کرشمہ

جو قادر مطلق ''مرخ'' اور ''غفار'' دومخصوص سرسبز درختوں سے آگ پیدا کرسکتا ہے اور جو آسمان و زمین خلق کرسکتا ہے کیا وہ لوگوں کو دوبارہ پیدانہیں کرسکتا؟ ما لکم کیف تحکمون یقیناً ایسا کرسکتا ہے کیونکہ وہ بڑا پیدا کرنے والا، بڑا جاننے والا (ماہر خلاق) ہے اس قسم کی ایک آیت مع تفسیر سورۂ اسراء آیت ۹۹ میں گزر چکی ہے أَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللهَ الَّذِی خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔۔۔الآیۃ وہاں رجوع کریں۔

۴۴۔ انّما امرہ۔۔۔الآیۃ

یہ کن کہنا بھی ایک استعارہ ہے ورنہ وہ کن کہنے کا بھی محتاج نہیں ہے

انسان کو کوئی کام کرنا ہو تو اس کے لیے اسے ہزار تردد کرنا پڑتا ہے مگر خدا وہ قادر مطلق ہے کہ وہ جب کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کرے تو وہ نہ مادہ کا محتاج ہے نہ روح کا نہ ہیولی کا اور نہ صورت کا۔ بلکہ اس سے کہہ دیتا ہے کہ ہوجا اور وہ ہوجاتی ہے یہ کن اور فیکون بھی انتہائی سرعت تکوین کا ایک استعارہ اور محاورہ ہے ورنہ وہ لفظ کن کہنے کا بھی محتاج نہیں ہے۔

جیسا کہ حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں یقول لما اراد کونہ کن فیکون لا بصوت یقرع ولا بنداء یسمع وانّما کلامہ سبحانہ فعل منہ۔ یعنی اللہ جب کسی چیز کو پیدا کرنا چاہے تو کن کہتا ہے مگر نہ ایسی آواز کے ساتھ جو کانوں سے ٹکرائے اور نہ ایسی نداء سے جو سنی جائے بلکہ اس کا کلام اس کا فعل ہے۔

مقصد یہ کہ اللہ کے کسی کام کو انجام دینے کے لیے صرف اس کا ارادہ ہی کافی ہے۔ پھر اس کے لیے اس سوال کا کیا جواز ہے کہ وہ بوسیدہ ہڈیوں کو کیسے دوبارہ زندہ کرے گا؟

واضح رہے کہ اس قسم کی ایک آیت مع تفسیر سورۂ نحل آیت ۴۰ میں گزر چکی ہے اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَا اَرَدْنٰہُ اَنْ نَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۔ وہاں رجوع کیا کرے۔

۵۴۔ سبحان الّذی۔۔۔الآیۃ

ہر چیز کی حکومت اور اس کا اقتدار خدا کے قبضہ قدرت میں ہے

اللہ تعالیٰ ہر قسم کے نقص و عیب سے منزہ ہے اور ذات صفات، افعال اور عبادات میں واحد لاشریک

ہے اس کے لیے کسی کا ایجاد کرنا اور اس کا اعادہ کرنا یکساں آسان کام ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز کا عالم بھی ہے۔ کائنات کی کوئی بھی چیز اس کی قدرت و علم سے خارج نہیں ہے کیونکہ ہر چیز کی حکومت اور اس کا اقتدار و اختیار بلا شرکت غیرے اسے ہی حاصل ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے اور پھر عادل حقیقی تم میں سے ہر شخص کو اس کے اچھے اور برے اعمال کے مطابق جزا یا سزا دے گا۔ **وھم لا یظلمون**۔ اور ان پر ذرہ برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

انہی الفاظ کے ساتھ ہی بفضلہٖ وعونہ سورۂ یٰسں کی تفسیر مکمل ہوئی ۴ جون ۲۰۰۳ بمطابق ۳ ربیع الثانی ۱۴۲۴ ہجری بوقت پونے چار بجے دن۔ **والحمد للہ رب العالمین**۔

سُورَةُ الصّٰفّٰتِ

وجہ تسمیہ:۔

بسم اللہ کے بعد اس سورۃ کی پہلی آیت کے پہلے لفظ ''الصافات'' سے اس سورۃ کا نام ماخوذ ہے۔

عہد نزول:۔

یہ سورہ ہے تو مکی مگر یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہاں کے ادوار ثلاثہ میں سے آنحضرتؐ کے کس دور زندگی میں نازل ہوئی ہے البتہ کہا گیا ہے کہ انداز بیان اور مضامین و مطالب میں غور و فکر کرنے سے مترشح ہوتا ہے کہ آپ کی وسطانی زندگی کے آواخر میں نازل ہوئی ہے۔

اس سورۃ کے مضامین و مطالب کی اجمالی فہرست

۱)۔ یہ سورۃ گویا یٰس کا مثنیٰ ہے کہ اس کے مطالب و مضامین بھی توحید، رسالت، اور قیامت کے اردگرد گھومتے ہیں

۲)۔ عرب کے کفار و مشرکین شرک کے موذی مرض میں اس طرح مبتلا ہیں کہ جب پیغمبر اسلامؐ انہیں توحید کی دعوت دیتے ہیں تو وہ آپ کو شاعر و مجنون کہ کر ان کی اس دعوت کا تمسخر اڑاتے ہیں۔

۳)۔ قیامت ضرور آئے گی اور اس دن اس کے منکرین کے بڑوں اور چھوٹوں پر کس طرح باہمی لعنت ملامت ہوگی عبرت حاصل کرنے کے لیے اس کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔

۴)۔ بعض انبیاء عظام کے حالات بیان کئے گئے ہیں کہ انہوں نے مشکلات و مصائب کے کن حوصلہ شکن حالات میں گھر کر بھی شمع حق کو روشن رکھا تا کہ مسلمانوں کا ان کی تائسی میں حوصلہ بڑھایا جائے۔

۵)۔ کفار کو تنبیہ کی گئی ہے کہ جن اہل اسلام کا تم آج مذاق اڑا رہے ہو یہ کل کلاں غالب آجائیں گے۔

۶)۔ خدا نے ہمیشہ داعیان حق اور ان کی دعوت پر لبیک کہنے والوں کو جس طرح نوازا اور ان کے مخالفین کے ساتھ جس طرح سلوک کیا اس کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔

۷)۔ جناب خلیلؑ خدا کی عظیم قربانی کا تذکرہ

۸)۔ جہاں کفار و مشرکین کے بے ہودہ نظریات پر تنقید کی گئی ہے اور ان کے برے نتائج سے آگاہ کیا گیا ہے وہاں ایمان و عمل صالح کے خوشگوار نتائج کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔

۹)۔ خدا کے مشارق و مغارب کا پروردگار ہونے اور بہت سے سورجوں کا تذکرہ۔

۱۰)۔شیطانوں کے عالم بالا پر جانے کی رکاوٹ کے سامان یعنی شہاب ثاقب کا بیان

۱۱)۔اہل بہشت میں گفتگو اور وہاں سے جہنم کا منظر دیکھنے کا امکان

۱۲)۔جناب نوحؑ کی فریاد، جناب ابراہیمؑ کی قوم سے گفتگو اور جناب اسماعیلؑ کی قربانی کا بیان

۱۳)۔ذبح عظیم کا تذکرہ

۱۴)۔جناب الیاسؑ اور جناب یونسؑ کا تذکرہ اور ان کی قوم پر آئے ہوئے عذاب کے ٹل جانے کا بیان

۱۵)۔مختلف انبیاء پر نام بنام سلام

۱۶)۔جناب موسیٰ و فرعون کا تذکرہ

۱۷)۔ولایت علیؑ کے بارے میں سوال کئے جانے کا بیان

۱۸)۔جنت اور اس کے نعمات کا تذکرہ

۱۹)۔جہنم اور اس کے نقمات کا تذکرہ

۲۰)۔زقوم کے درخت کا تذکرہ

۲۱)۔جناب ابراہیمؑ کے شیعہ نوح ہونے کا تذکرہ

۲۲)۔ملائکہ کرام کا تذکرہ

۲۳)۔انبیاء کی کامیابی کا اعلان

۲۴)۔آیات تلاوت کا تذکرہ وغیرہ وغیرہ

سورۂ صافات کی تلاوت کرنے کی فضیلت کا بیان

۱)۔حضرت رسول خداؐ سے منقول ہے فرمایا جو شخص سورۂ صافات کی تلاوت کرے تو اسے تمام جنوں اور شیطانوں کی تعداد سے دس گنا زیادہ نیکیاں ملیں گی اور شیاطین اس سے دور ہو جائیں گے اور وہ شخص شرک سے بری الذمہ ہو جائے گا اور اس کے دو محافظ فرشتے قیامت کے دن گواہی دیں گے کہ یہ پیغمبروں پر ایمان لانے والوں میں سے تھا۔(مجمع البیان)

۲)۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا جو شخص ہر جمعہ کے دن سورۂ صافات کی تلاوت کرے تو وہ ہر آفت سے محفوظ رہے گا اور زندگانی دنیا کی ہر مصیبت اس سے دور ہو جائے گی اور اسے وسیع ترین رزق حاصل ہوگا۔نیز خدا اس کی جان، اس کے مال اس کی اولاد کے بارے میں شر شیطان سے اور ہر جبار و سرکش کے شر سے محفوظ رکھے گا اور اگر وہ اس دنیا اس رات میں وفات پا گیا تو شہید مرے گا اور خدا اسے قیامت

کے دن شہداء کے زمرے میں محشور کرے گا اور وہ شہداء کے ساتھ جنت الفردوس میں داخل ہوگا۔(مجمع البیان۔ثواب الاعمال)

۳)۔حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے مروی ہے فرمایا جو شخص موت کے وقت جان کنی کی تکلیف میں مبتلا ہو تو اگر اس کے پاس سورۂ صافات پڑھی جائے تو خدا اس کی آسائش میں جلدی کرے گا۔(انشاءاللہ)۔(الکافی)

سورۃ صافات مکی ہے اس کی ۱۸۲ آیات اور ۵ رکوع ہیں

آیات القرآن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجۡرًا ۙ﴿۲﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكۡرًا ۙ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰهَكُمۡ لَوَاحِدٌ ؕ﴿۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا وَرَبُّ الۡمَشَارِقِ ؕ﴿۵﴾ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡيَا بِزِيۡنَةِ اۨلۡكَوَاكِبِ ۙ﴿۶﴾ وَحِفۡظًا مِّنۡ كُلِّ شَيۡطٰنٍ مَّارِدٍ ۚ﴿۷﴾ لَا يَسَّمَّعُوۡنَ اِلَى الۡمَلَاِ الۡاَعۡلٰى وَيُقۡذَفُوۡنَ مِنۡ كُلِّ جَانِبٍ ۖ﴿۸﴾ دُحُوۡرًا وَّلَهُمۡ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۙ﴿۹﴾ اِلَّا مَنۡ خَطِفَ الۡخَطۡفَةَ فَاَتۡبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾ فَاسۡتَفۡتِهِمۡ اَهُمۡ اَشَدُّ خَلۡقًا اَمۡ مَّنۡ خَلَقۡنَا ؕ اِنَّا خَلَقۡنٰهُمۡ مِّنۡ طِيۡنٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾ بَلۡ عَجِبۡتَ وَيَسۡخَرُوۡنَ ۖ﴿۱۲﴾ وَاِذَا ذُكِّرُوۡا لَا يَذۡكُرُوۡنَ ۖ﴿۱۳﴾ وَاِذَا رَاَوۡا اٰيَةً يَّسۡتَسۡخِرُوۡنَ ۖ﴿۱۴﴾ وَقَالُوۡۤا اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ ۖ﴿۱۵﴾ ءَاِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ ۙ﴿۱۶﴾ اَوَاٰبَآؤُنَا الۡاَوَّلُوۡنَ ؕ﴿۱۷﴾ قُلۡ نَعَمۡ وَاَنۡتُمۡ دَاخِرُوۡنَ ۚ﴿۱۸﴾ فَاِنَّمَا هِىَ زَجۡرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمۡ يَنۡظُرُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوۡا يٰوَيۡلَنَا هٰذَا يَوۡمُ الدِّيۡنِ ﴿۲۰﴾ هٰذَا يَوۡمُ الۡفَصۡلِ الَّذِىۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ تُكَذِّبُوۡنَ ۚ﴿۲۱﴾

ترجمۃ الآیات

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے باقاعدہ طور پر صف باندھنے والی ہستیوں کی قسم (۱) برائی سے جھڑکنے (اور) ڈانٹنے والی ہستیوں کی قسم (۲) پھر ذکر (قرآن) کی تلاوت کرنے والی ہستیوں کی قسم (۳) تمہارا الٰہ (خدا) ایک ہی ہے (۴) جو آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ اس کے درمیان ہے (سب کا) پروردگار ہے (۵) بے شک ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی آرائش سے آراستہ کیا ہے (۶) اور ہر سرکش شیطان کی (دراندازی سے اسے) محفوظ کر دیا ہے (۷) (اب) ملاءاعلیٰ (عالم بالا) کی باتوں کو کان لگا کر نہیں سن سکتے اور وہ ہر طرف سے مارے جاتے ہیں (۸) (ان کو) دھتکارنے (اور بھگانے) کے لیے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے (۹) مگر یہ کہ کوئی شیطان (فرشتوں کی) کوئی اڑتی ہوئی خبر اچک لے تو ایک تیز شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے (۱۰) پس آپ ان سے پوچھئے کہ آیا ان کی خلقت زیادہ سخت ہے یا ان کی جن کو ہم نے پیدا کیا ہے؟ بے شک ہم نے انہیں ایک لیس دار مٹی سے پیدا کیا ہے (۱۱) تم تو (ان کے انکار پر) تعجب کرتے ہو مگر وہ اس کا مذاق اڑا رہے ہیں (۱۲) اور جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ قبول نہیں کرتے (۱۳) اور جب کوئی نشانی (معجزہ) دیکھتے ہیں تو اس کا مذاق اڑاتے ہیں (۱۴) اور کہتے ہیں کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے (۱۵) بھلا جب ہم مر جائیں گے اور (مر کر) مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے) تو کیا ہم (زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے (۱۶) یا کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی (اٹھائے جائیں گے؟) (۱۷) آپ کہیے کہ ہاں اور تم (اس وقت) ذلیل وخوار ہو گے (۱۸) بس وہ قیامت تو صرف ایک جھڑک ہوگی (اس کے بعد) ایک دم (زندہ ہو کر ادھر ادھر) دیکھ رہے ہوں گے (۱۹) اور کہیں گے ہائے ہماری بدبختی! یہ تو جزا (وسزا) کا دن ہے (۲۰) (ہاں) یہ وہی فیصلہ کا دن ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے (۲۱)

تشریح الالفاظ

(۱)۔والصّافات۔ یہ صافہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں (نماز یا جہاد کے لیے) صف بستہ کھڑے ہونے والے (۲)۔فالزّجرات۔ یہ زاجرۃ کی جمع ہے جس کے معنی زجر و توبیخ اور ڈانٹ پلانے کے ہیں ۔(۳)۔والتا لیات۔ یہ تالیہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں تلاوت کرنے والے۔اور چونکہ یہ تینوں قسمیں جماعتوں کی تاویل میں ہیں اس لیے ان کے لیے مؤنث کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں ۔(۴)۔واصب۔ کے معنی دائمی کے ہیں (۵)۔لازب۔ کے معنی لیس دار مٹی کے ہیں ۔(۶)۔خطف الخطفه۔خطف کے معنی جھپٹنے اور اچکنے کے ہیں (۷)۔زجرۃ۔ کے معنی ڈانٹ اور جھڑکی کے ہیں (یعنی نفخ صور)۔(۸)۔دحور۔ کے معنی دھتکارنے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱)۔والصّافات...الآیۃ

صافات، زاجرات اور تالیات سے کون سی ہستیاں مراد ہیں؟

مفسرین اسلام میں فی الجملہ اختلاف پایا جاتا ہے کہ ان صافات وغیرہ سے کون سی ہستیاں مراد ہیں؟ چنانچہ فاضل طبرسی نے مجمع البیان میں ان ہر سہ گروہوں میں تین تین احتمال ذکر کئے گئے ہیں اگرچہ قول معصوم موجود نہ ہونے کی وجہ سے جزم و یقین کے ساتھ تو کچھ نہیں کہا جا سکتا۔مگر اکثر مفسرین نے ان سے مختلف فرشتے مراد لیے ہیں اور اگر حضرت امیر علیہ السلام کے اس خطبہ کا مطالعہ کیا جائے جو آپ نے ملائکہ اور ان کے مختلف انواع و اقسام کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے اور جو نہج البلاغہ کا پہلا خطبہ ہے تو ان ہر سہ قسم کے ملائکہ کی نشاندہی ہو جاتی ہے۔مثلاً صافات کے متعلق اس خطبہ میں مذکور ہے فرمایا وصافون لا یتزایلون۔ کہ کچھ اس طرح مستقل صف بستہ ہیں جو اپنی جگہ سے ادھر ادھر نہیں ہوتے۔خود قرآن میں فرشتوں کا اپنے بارے میں قول ہے وانا لنحن الصافون۔اور زاجرات کے متعلق فرماتے ہیں ومنھم الحفظۃ لعبادہ۔ کہ ان فرشتوں سے بعض وہ ہیں جو (بحکم پروردگار) بندوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

بناء بریں زجر سے بندوں سے اذیت دور کرنا مراد ہوگا اور اس سے وہ فرشتے بھی مراد ہو سکتے ہیں جو امور تکوینیہ کی

انجام دہی میں بادل، بارش، ہوا اور مہر و ماہ وغیرہ بطور آلات خداوندی متعین ہیں اور احکم الحاکمین کے حکم کے مطابق یہ کام انجام دے رہے ہیں اور بادلوں کو ہانکتے ہیں اور بارش برساتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

نیز آپ تالیات کے متعلق فرماتے ہیں ومنهم امناء وحيه والسنة الى رسله کہ ان فرشتوں میں سے کچھ فرشتے اس کی وحی کے امین ہیں کہ اس کے حکم سے انبیاء پر وحی لاتے ہیں اور اس کے رسولوں تک اس کا پیغام پہنچاتے ہیں جو بمنزلہ خدا کی زبان کے ہیں کہ جب خدا کی وحی اس کے رسولوں تک پہنچاتے ہیں تو گویا کتاب الٰہی کی تلاوت کرتے ہیں۔(تفسیر کاشف)

خداوند عالم فرشتوں کے ان تین قسم کے گروہوں کی قسم کھانے کے بعد فرما رہا ہے کہ تمہارا الٰہ (معبود حقیقی) ایک ہے جو آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کا مالک و مختار ہے اور رب المشارق بھی ہے۔ وہ کائنات کا خالق و مالک اور پالک بھی ہے اور اس کا مدبر و منتظم اعلیٰ بھی ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔

افادہ:۔

عموماً قسم دو چیزوں کی کھائی جاتی ہے۔

۱۔ ایک وہ جس کی ذات بڑی عظیم ہو۔

۲۔ دوسری وہ جو بہت عزیز ہو۔

اب جب اللہ کسی چیز کی قسم کھاتا ہے تو اس سے عظیم تر کوئی ہستی ہو نہیں سکتی۔ لہٰذا وہاں دو باتوں میں سے ایک تسلیم کرنی پڑتی ہے ایک یہ کہ وہاں مضاف محذوف ہے والصافات یعنی ورب الصافات یعنی صفت بستہ فرشتوں کے رب کی قسم والتین والزیتون یعنی ورب التین۔۔۔ انجیر اور زیتون کے رب کی قسم اس طرح یہ اللہ کی ذات کی قسم متصور ہوگی یا پھر یہ کہ اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ یہ چیزیں اللہ کو عزیز ہیں اور بحیثیت مخلوق و مصنوع ہونے کے اپنے صانع کے وجود اور اس کی یکتائی کی ناقابل تردید دلیل ہیں۔

وفی کل شئی له آیة

تدل علی انه واحد

نیز مخفی نہ رہے کہ متعدد حدیثوں میں وارد ہے کہ خدا کے لیے جائز ہے کہ اپنی مخلوق میں سے جس چیز کی چاہے قسم کھائے مگر مخلوق کے لیے اپنے خالق کے ذاتی یا صفاتی ناموں کے سوا کسی اور کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔(مجمع البیان، صافی وغیرہ)

۲)۔وربّ المشارق۔۔۔الآیۃ

رب المشارق سے کیا مراد ہے؟

اللہ کے بہت سے صفاتی ناموں میں سے ایک نام رب المشارق بھی ہے اب اس سے کیا مراد ہے ؟ جب تک دنیا والوں کا نظریہ یہ تھا کہ سورج ایک ہے تو وہ اس سے موسموں کے اختلاف کے مطابق سورج کے طلوع کے مختلف مقامات مراد لیتے تھے کہ ہر روز اس کا نقطہ طلوع وغروب الگ ہوتا ہے اور اس طرح وہ چھ ماہ خط استوا کے شمال سے، چھ ماہ خط استوا کے جنوب سے طلوع وغروب ہوتا ہے اور اس طرح سال بھر میں تین سو پینسٹھ مشارق اور اتنے ہی مغارب بنتے ہیں۔

مگر اب جبکہ علوم جدیدہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ جتنے تارے ثوابت کہلاتے ہیں وہ سب درحقیقت اپنے اپنے نظام سیارات کے لیے آفتاب کی حیثیت رکھتے ہیں تو اب مشرقوں کی کثرت کا تصور بالکل آسان ہو گیا ہے اور ہمارے راہنمایان دین نے تو آج سے چودہ سال پہلے سورجوں کی کثرت کا پتہ دے دیا تھا۔(فصل الخطاب)

۳)۔انّا زیّنّا۔۔۔الآیۃ

یہاں آیت (۶) سے آیت (۱۰) تک جو حقائق بیان کئے گئے ہیں وہ قبل ازیں سورۂ حجر میں آیت ۱۶ سے ۱۸ تک پوری شرح و بسط کے ساتھ بیان کئے جا چکے ہیں وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۱۷﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾

لہٰذا ان آیتوں کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لیے اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے تا کہ واضح ہو جائے کہ آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے کس طرح مزین و آراستہ کیا گیا ہے اور اسے شیطانوں کی دراندازی سے کس طرح محفوظ کر دیا گیا ہے اور اگر کوئی شیطان ملاء اعلیٰ سے غیب کی خبریں حاصل کرنے کی ناکام کوشش کرتا ہے تو اس پر شہاب ثاقب کے کوڑے برسا کر کس طرح اسے دھتکارا جاتا ہے؟ سورۂ ملک آیت ۵ میں بھی یہی حقیقت ان الفاظ کے ساتھ بیان کی گئی ہے وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيَاطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ۔ لہٰذا احمق ہیں وہ لوگ جو شیاطین جنی وانسی سے تعلق و توسل پیدا کر کے ان سے غیبی خبریں معلوم کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

۴)۔فاستفتھم۔۔۔الآیۃ

کفار کے نظریہ پر نکیر

کفار مکہ چونکہ بعث بعد الممات کو ناممکن ومحال سمجھتے تھے ان کے غیر معقول نظریہ پر نکیر کرتے ہوئے ان سے پوچھا جارہا ہے کہ جس قادر مطلق نے یہ زمین وآسمان اور کروڑوں ثوابت وسیارے اور سورج وچاند اور فلک بوس پہاڑ وغیرہ پیدا کئے ہیں آیا ان چیزوں کا پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے یا موجودہ انسان کا دوبارہ اعادہ کرنا ؟ جو پہلے بھی لیس دار مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔

لہٰذا جب وہ یہ سب کچھ مانتے ہیں تو حیات بعد الموت کا انکار کیوں کرتے ہیں؟ ان کی عقل کہاں ماری گئی ہے؟ وہ اتنی واضح حقیقت بھی نہیں سمجھ سکتے۔

۵)۔بلّ عجبت۔۔۔الآیۃ

پروردگار عالم کی وحدانیت کے واضح دلائل کے باوجود آپ ان لوگوں کے شرک پر تعجب کرتے ہیں کہ وہ کس طرح اپنے خود ساختہ معبودوں کو خدا کا شریک مانتے ہیں اور وہ آپ کے اس تعجب پر صرف تعجب ہی نہیں کرتے بلکہ اس کا مذاق بھی اڑاتے ہیں کیونکہ ان کی کج نگاہ میں شرک کے دلائل توحید کے دلائل وشواہد سے زیادہ واضح ہیں۔خداوند عالم نے مشرکین کے اس تعجب کا تذکرہ ''سورہ ص'' میں ان الفاظ میں کیا ہے: **اجعل الالھۃ الھا واحدا ان ھذا لشئی عجاب**

۶)۔واذا ذکّرو۔۔۔الآیۃ

ان لوگوں کے حالات وکوائف کا تذکرہ کیا جارہا ہے کہ جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو اسے قبول نہیں کرتے، جب کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور اسے جادو قرار دیتے ہیں اور سب سے بڑھ کر قیامت کے دن دوبارہ اٹھائے جانے پر اعتراض کرتے ہیں ان سے کہہ دو کہ بس نفخ صور کی دیر ہے اس کے بعد تم سب ذلیل ہو کر زندہ کئے جاؤ گے اور پھر ادھر ادھر دیکھنے لگ جاؤ گے اور کف افسوس ملو گے اور کہو گے ہائے ہماری بدبختی یہ تو جزا وسزا کا دن ہے۔

اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ ہاں یہ فیصلے کا دن ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے۔

ایضاح:۔

اس مضمون کی مختلف آیات اس سے پہلے مختلف مقامات پر گزر چکی ہیں جیسے سورۂ انعام آیت ۷ ء اذا متنا و کنا ترابا۔۔۔الآیۃ ۔سورۂ رعد آیت ۵ ،سورۂ اسراء آیت ۴۹، ۹۸ سورۂ المؤمنون آیت ۸۲ اور سورۂ نحل آیت ۶۸ وغیرہ وغیرہ۔

آیات القرآن

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ﴿۲۲﴾ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ﴿۲۳﴾ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ﴿۲۴﴾ مَا
لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ﴿۲۵﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ﴿۲۶﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ
عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ﴿۲۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ﴿۲۸﴾
قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴿۲۹﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ
بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ اِنَّا لَذَآىِٕقُوْنَ﴿۳۱﴾
فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ﴿۳۲﴾ فَاِنَّهُمْ يَوْمَىِٕذٍ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ﴿۳۳﴾
اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ﴿۳۴﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ﴿۳۵﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اَىِٕنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ﴿۳۶﴾
بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ﴿۳۷﴾ اِنَّكُمْ لَذَآىِٕقُوا الْعَذَابِ
الْاَلِيْمِ﴿۳۸﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ
الْمُخْلَصِيْنَ﴿۴۰﴾ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ﴿۴۱﴾ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ
مُّكْرَمُوْنَ﴿۴۲﴾ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴿۴۳﴾ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ﴿۴۴﴾ يُطَافُ

عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ٤٥ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ٤٦ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا
هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ٤٧ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ٤٨ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ
مَّكْنُوْنٌ ٤٩ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ٥٠ قَالَ قَآئِلٌ
مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ٥١ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ٥٢ ءَاِذَا مِتْنَا
وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ٥٣ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ٥٤
فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ٥٥ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ٥٦ وَلَوْلَا
نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ٥٧ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ٥٨ اِلَّا مَوْتَتَنَا
الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ٥٩ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ٦٠ لِمِثْلِ هٰذَا
فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ٦١ اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ٦٢ اِنَّا جَعَلْنٰهَا
فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ٦٣ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ٦٤ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ
رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ٦٥ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ٦٦
ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ٦٧ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِالَى
الْجَحِيْمِ ٦٨ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ٦٩ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ
يُهْرَعُوْنَ ٧٠ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ٧١ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ
مُّنْذِرِيْنَ ٧٢ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ٧٣ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ
الْمُخْلَصِيْنَ ٧٤

ترجمۃ الآیات

(فرشتوں کو حکم ہوگا کہ) جن لوگوں نے ظلم کیا اور ان کے ہم مشربوں کو اور اللہ کو چھوڑ کر جن کی یہ

پرستش کرتے تھے ان سب کو جمع کرو (۲۲) اور پھر سب کو دوزخ کا راستہ دکھاؤ (۲۳) اور انہیں ٹھہراؤ (ابھی) ان سے کچھ پوچھنا ہے (۲۴) تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟ (۲۵) بلکہ وہ تو آج سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں (۲۶) اور (اس کے بعد) ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے (اور) باہم سوال و جواب کریں گے (۲۷) (کمزور گروہ دوسرے بڑے گروہ سے) کہے گا کہ تم ہی ہمارے پاس دائیں جانب سے (بڑی شدومد سے) آیا کرتے تھے (اور ہمیں کفر پر آمادہ کرتے تھے) (۲۸) وہ کہیں گے بلکہ تم خود ہی ایمان نہیں لائے تھے (۲۹) اور ہمارا تم پر کوئی زور نہیں تھا بلکہ تم خود ہی سرکش لوگ تھے (۳۰) سو ہم پر ہمارے پروردگار کی بات پوری ہو گئی ہے اب ہم (سب عذاب خداوندی کا مزہ) چکھنے والے ہیں (۳۱) پس ہم نے تمہیں گمراہ کیا (کیونکہ) ہم خود بھی گمراہ تھے (۳۲) سو وہ سب اس دن عذاب میں باہم شریک ہوں گے (۳۳) بے شک ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے ہیں (۳۴) وہ ایسے (شریر) لوگ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے تو یہ تکبر کیا کرتے تھے (۳۵) اور کہتے تھے کہ آیا ایک دیوانے شاعر کی خاطر ہم اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں (۳۶) حالانکہ وہ (دین) حق لے کر آیا تھا اور (سارے) رسولوں کی تصدیق کی تھی (۳۷) (اے مجرمو!) تم ضرور دردناک عذاب کا مزہ چکھنے والے ہو (۳۸) اور تمہیں اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے (۳۹) ہاں البتہ اللہ کے برگزیدہ بندے (اس سے مستثنٰی ہوں گے) (۴۰) یہ وہ (خوش نصیب) ہیں جن کے لیے معلوم و معین رزق ہے (۴۱) یعنی طرح طرح کے میوے اور وہ عزت واکرام کے ساتھ ہوں گے (۴۲) باغہائے بہشت میں (۴۳) (مرصع) پلنگوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے (۴۴) (شراب طہور کے) جام چشموں سے پر کر کے ان کے درمیان گردش کر رہے ہوں گے (۴۵) (یعنی بالکل) سفید براق شراب جو پینے والوں کے لیے بڑی لذیذ ہو گی (۴۶) نہ اس میں درد سر و بدحواسی ہو گی اور نہ ہی مدہوشی کی وجہ سے وہ بہکی ہوئی باتیں کریں گے (۴۷) اور ان کے پاس نگاہیں نیچے رکھنے والی (باحیا) اور غزال چشم (بیویاں) ہوں گی (۴۸) (وہ رنگ و روپ اور نزاکت) گویا چھپے ہوئے انڈے ہیں (۴۹) پھر وہ (بہشتی لوگ) ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے اور سوال و جواب کریں گے (۵۰) (چنانچہ) ان میں سے ایک کہے گا کہ (دنیا

میں) میرا ایک رفیق تھا(۵۱) جو (مجھ سے) کہتا تھا کہ آیا تم بھی (قیامت کی) تصدیق کرتے ہو؟(۵۲) کب جب مرجائیں گے اور (سڑ گل کر) مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو (اس وقت زندہ کرکے) ہمیں جزا و سزا دی جائے گی؟(۵۳) پھر وہ (اپنے جنتی ساتھیوں سے) کہے گا کیا تم اسے جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو؟ (کہ اب وہ رفیق کہاں اور کس حال میں ہے؟)(۵۴) پھر جب وہ جھانک کر دیکھے گا تو اسے جہنم کے وسط میں پائے گا(۵۵) اس وقت (اس سے خطاب کرکے) کہے گا کہ خدا کی قسم تو تو مجھے ہلاک کرنا ہی چاہتا تھا(۵۶) اور اگر میرے پروردگار کا فضل و کرم نہ ہوتا تو آج میں بھی اس گروہ میں شامل ہوتا جو پکڑ کر لایا گیا ہے(۵۷) (جنتی لوگ) کہیں گے کیا اب تو ہم نہیں مریں گے؟(۵۸) سوائے پہلی موت کے اور نہ ہی ہمیں کوئی عذاب ہوگا(۵۹) بے شک یہ بڑی کامیابی ہے(۶۰) ایسی ہی کامیابی کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے(۶۱) کیا یہ ضیافت اچھی ہے یا زقوم کا درخت؟(۶۲) جسے ہم نے ظالموں کے لیے آزمائش بنایا(۶۳) وہ ایک درخت ہے جو جہنم کی گہرائی سے نکلتا ہے(۶۴) اس کے شگوفے ایسے ہیں جیسے شیطانوں کے سر(۶۵) جہنمی لوگ اسے کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھریں گے(۶۶) (پھر زقوم کھانے کے بعد) انہیں (پینے کے لیے) کھولتا ہوا پانی ملا کر دیا جائے گا(۶۷) پھر ان کی بازگشت جہنم ہی کی طرف ہوگی(۶۸) ان لوگوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا(۶۹) اور یہ (بے سوچے سمجھے) انہی کے نقش قدم پر دوڑتے رہے(۷۰) اور بے شک ان سے پہلے بھی اگلوں میں اکثر لوگ گمراہ ہوچکے تھے(۷۱) اور ہم نے ان میں ڈرانے والے (رسول) بھیجے تھے(۷۲) تو دیکھو کہ ڈارئے ہوؤں کا انجام کیا ہوا؟(۷۳) ہاں البتہ اللہ کے برگزیدہ بندے اس سے مستثنٰی ہیں(۷۴)

تشریح الالفاظ

(۱)۔احشروا۔حشر۔کے معنی جمع اور اکٹھا کرنے کے ہیں۔(۲)۔وازواجھم۔یہ زوج کی جمع ہے جو بیوی، ساتھی اور ہم مشرب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔(۳)۔سرر۔سریر کی جمع ہے جس کے معنی پلنگ اور چارپائی کے ہیں۔(۴)۔معین۔کے معنی جاری چشمہ کے ہیں۔(۵)۔غول۔کے معنی دردسر اور بدحواسی کے

ہیں۔(۶)۔نزف۔کے معنی مدہوشی کی وجہ سے بہکی ہوئی باتیں کرنے کے ہیں۔(۷)۔عین، عیناء۔کی جمع ہے جس کے معنی کشادہ چشم کے ہیں۔(۸)۔لتردین۔یہ ارداء سے مشتق ہے جس کے معنی ہلاک کرنے کے ہیں۔(۹)۔لنزلا۔نزل کے معنی ضیافت اور مہمانی کے ہیں۔(۱۰)۔طلعھا۔طلع۔کے معنی شگوفہ کے ہیں۔(۱۱)۔یھرعون، ھرع۔کے معنی دوڑنے اور تیز چلنے کے ہیں۔(۱۲)۔عاقبۃ۔کے معنی انجام کے ہیں

تفسیر الآیات

۷)۔احشروا الّذین۔۔۔الآیۃ

قیامت کے دن ظالم و نافرمان لوگ اپنے ہم مشربوں اور اپنے معبودوں سمیت جہنم میں جھونکے جائیں گے

ظالمین سے صرف وہی لوگ مراد نہیں ہیں جنہوں نے کسی دوسرے پر ظلم کیا ہوگا بلکہ سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو مشرک ہے کیونکہ انّ الشّرك لظلم عظیم۔اس کے بعد اللہ کی حدود شریعت کو توڑنے والا اور حکم خداوندی کی خلاف ورزی کرنے والا سرکش بھی ظالم ہے۔ومن یتعدّ حدود الله فقد ظلم نفسه۔اور ازواج جو کہ زوج کی جمع ہے اس سے مراد یہاں بیویاں نہیں ہاں البتہ وہ اپنے شوہروں کے ساتھ ظلم و سرکشی میں شامل ہیں تو پھر وہ بھی مراد ہو سکتی ہیں ویسے اس سے مراد ان کے ساتھی ہیں جو ظلم و سرکشی میں ان کے ساتھ شریک ہیں اور اس سے ہم مشرب اور ہم نوالہ و پیالہ لوگ بھی مراد ہو سکتے ہیں جیسے چور چوروں کے ساتھ اور قاتل قاتلوں کے ساتھ زانی زانیوں کے ساتھ جمع کر کے ایک جگہ رکھے جائیں گے۔

الغرض ملائکہ کو حکم ہوگا کہ ظالموں کو ان کے ساتھیوں اور جن کی یہ پوجا پاٹ کرتے تھے ان سب بتوں اور جنی و انسی شیاطین کو بھی اکٹھا کرو اور پھر ان کو جہنم کا راستہ دکھاؤ یعنی سب کو واصل جہنم کرو۔

۸)۔وقفوھم انّھم۔۔۔۔الآیۃ

آخری اور بڑا سوال ولایت علیؑ کے بارے میں ہوگا

چنانچہ جب فرشتے ان کو لے کر چلیں گے اور پل صراط کے قریب پہنچیں گے تو آواز قدرت آئے گی کہ ان کو ٹھہراؤ کہ ابھی ان سے کچھ پوچھنا باقی ہے، وہاں کیا پوچھا جائے گا؟ اس میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ عقائد ونظریات کے بارے میں سوال ہوگا۔(تفسیر صافی) دوسرا یہ ہے کہ اعمال و افعال کے متعلق ہوگا۔(تفسیر مجمع البیان) تیسرا یہ کہ زندگی کے تمام نشیب وفراز بالخصوص جوانی کے بارے میں اور مال کمانے اور اس کے صرف کرنے کے بارے میں سوال وجواب ہوگا۔(علل الشرائع)

چوتھا قول یہ ہے کہ جو فریقین کی بعض روایات میں وارد ہے کہ وہ سوال خاندان نبوت بالخصوص حضرت امیر علیہ السلام کی ولایت ومحبت کے بارے میں کیا جائے گا۔(تفسیر آمالی، عیون الاخبار وصواعق محرقہ)

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ سوال وہی ہے جو آگے مذکور ہے مالکم لاتناصرون؟۔۔آج تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟ دنیا میں تم ایک دوسرے کے جھنڈے اٹھائے پھرتے تھے اور بڑے جاں نثاریوں و جان سپاریوں کے وعدے کیا کرتے تھے مگر آج نفسانفسی کا عالم ہے نہ کوئی پیر ولیڈر ان پیروکاروں کی مدد کرتا ہے اور نہ کوئی پیروکار اپنے پیروں کی ہمدردی کا دم بھرتا ہے نہ کوئی معبود اپنے عابد کی نصرت کرتا ہے اور نہ کوئی عابد اپنے معبود کو بچانے کی فکر کرتا ہے بلکہ آج تو تم سر تسلیم خم کئے ہوئے اور گردن جھکائے بڑے مطیع وفرمانبردار نظر آرہے ہو۔آج تمہاری وہ اکڑفوں اور فرعونیت اور یزیدیت کہاں غائب ہوگئی ہے؟اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انسانی تعلقات جو احکام خداوندی سے بغاوت اور ذاتی مفادات پر استوار ہوں ان کا انجام یہی ہوتا ہے۔**الا خلّاء یومئذ بعضھم لبعض عدوّ**

۹)۔واقبل بعضھم۔۔۔الآیۃ

شکست خوردہ لوگوں کی باہمی تو تکار

جس طرح شکست خوردہ لوگ شکست کے بعد آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں اور اپنی شکست کی ذمہ داری ایک دوسرے پر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔یہاں ان آیات میں دوزخیوں کی اسی تو تکار کا تذکرہ کیا گیا ہے اور عوام اور لیڈروں کا یا پیروکاروں اور غلط رہبروں کا یا فقیروں اور پیروں کا یہ باہمی جھگڑا درس عبرت کے طور پر قرآن مجید میں کئی جگہ مذکور ہے۔عوام اور مرید اپنے لیڈروں اور رہبروں سے کہیں گے کہ آج یہ روز بد ہمیں تمہاری وجہ سے دیکھنا پڑا ہے تم بڑے کروفر اور شدومد سے ہمارے پاس آتے تھے اور ہمیں راہ راست سے گمراہ کرتے تھے اور وہ لیڈر اور راہبر جواب میں کہیں گے کہ تمہارا یہ الزام غلط ہے ہمیں تم پر کوئی غلبہ حاصل نہیں تھا کہ ہم زبردستی تمہیں گمراہ کرتے تم خود ہی بے ایمان تھے۔تمہارا مزاج سرکشی کا تھا ہماری بات تمہیں اپنے مزاج کے مطابق نظر آئی اس لیے قبول کرلیا۔

الغرض قیامت کے دن ہر شخص اپنے قول و فعل کا ذمہ دار ہوگا اپنے کام و فعل کی ذمہ داری دوسروں پر تھوپنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اس لیے عوام اور لیڈر، پیروکار اور راہنما دونوں برے انجام سے دوچار ہوں گے نہ لیڈر و راہبر کی بڑائی اسے عذاب الٰہی سے بچا سکے گی اور نہ عوام کا کوئی عذر و بہانہ انہیں عذاب سے چھڑا سکے گا۔ فانّھم یومئذ فی العذاب مشترکون!!

ایضاح:۔

تأتونا عن الیمین۔ جس کا عموماً معنی یہ کیا جاتا ہے کہ تم ہمارے دائیں جانب سے آتے تھے مگر اس کا کوئی صحیح مفہوم متعین کرنے میں مفسرین کو خاصی الجھن کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ الیمین کے ایک معنی القدرۃ اور القوۃ کے بھی ہیں۔ (لسان العرب)

بناء بریں عوام کے اس قول کا مفہوم یہ ہوگا کہ وہ اپنے گمراہ کرنے والے لیڈروں سے کہیں گے کہ آج تم ہماری کوئی مدد نہیں کر رہے کل تو تم بڑے شد و مد سے ہمارے پاس آتے تھے اور بڑے زور شور سے ہمیں گمراہ کرتے تھے۔

۱۰)۔ انّا کذالك نفعل۔۔۔ الآیة

ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے ہیں

اللہ کا دستور ہے کہ وہ ایسے مجرموں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتا ہے یہ جو آج مسکینوں کی طرح سرافگندہ کھڑے ہیں کبھی ان کے کبر و نخوت کا یہ عالم تھا کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ لا الہ الا اللہ (کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے) تو یہ تکبر کرنے لگتے تھے اور کہتے تھے کہ آیا ہم ایک دیوانے کی خاطر اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں؟

۱۱)۔ بل جاء بالحق۔۔۔ الآیة

خدا کا جواب باصواب

مجرمین یعنی کفار و مشرکین کے اس مجرمانہ الزام کے جواب میں خداوند عالم فرما رہا ہے کہ وہ میرا پیغمبر نہ شاعر ہے اور نہ مجنوں۔ بلکہ وہ دین حق لے کر آیا ہے اور اصول اسلام یعنی توحید، رسالت اور قیامت وغیرہ میں دوسرے رسولوں کی تصدیق کرنے والا ہے اور کوئی نئی و نرالی بات نہیں لایا نیز سابقہ نبیوں کی پیشگوئی کے مطابق آیا

ہے۔لہٰذا تمہیں اس اباؤ انکار کا مزہ چکھنا پڑے گا اور تم پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا بلکہ تمہیں اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے؟

۱۲)۔الّا عباداللہ۔۔۔۔الآیۃ

اللہ کے مخلص اور برگزیدہ بندوں کے نیک انجام کا بیان

یہ استثناء منقطع ہے مقصد یہ ہے کہ جو اللہ کے مخلص اور برگزیدہ بندے ہیں وہ اس انجام بد سے محفوظ رہیں گے اور ظاہر ہے کہ یہ استثناء اور یہ برگزیدگی ان لوگوں کے استحقاق کی وجہ سے ہے اور وہ استحقاق ان کے ایمان اور عمل صالح کی وجہ سے ہے۔

اس اچھے انجام کی بعض نعمتوں کا بیان

خدائے عادل اپنے مخلص بندوں کو جن انعامات سے نوازے گا ان میں سے بعض یہ ہیں:

۱)۔ان کا مستقر اور قیام گاہ باغہائے بہشت ہوں گے وہ جنت کے لطیف ونفیس جگہ پر بسائے جائیں گے اور عزت واکرام کے ساتھ وہاں رہیں گے۔

۲)۔انہیں رزق معلوم عطا کیا جائے گا یعنی ان کے رزق کے اوقات بھی ان کی مرضی کے مطابق ہوں گے اور طرح طرح کے میوے اور وہ بھی ان کی اپنی پسند کے موافق ہوں گے۔

۳)۔وہ جنت کے پلنگوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے کیونکہ ان کے دلوں میں کوئی نفرت وکدروت نہیں ہوگی بلکہ باہمی محبت واخلاص سے ان کے دل لبریز ہوں گے۔

۴)۔حور وغلمان ان کے درمیان شراب طہور کے جام پھرائیں گے وہ شراب طہور دنیا کے پھلوں اور غلوں سے کشید کردہ نہ ہوگی بلکہ اس کے بہتے ہوئے چشموں سے بھر بھر کر لائیں گے جس سے دنیا کی شراب کی طرح نہ درد ہوگا اور نہ ددوران سر اور نہ ہی اس سے ایسی مدہوشی ہوگی کہ پینے والا بہکی بہکی باتیں کرے۔بلکہ وہ سفید براق رنگ کی ہوگی کہ اس میں لذت وسرور تو ضرور ہوگا مگر دنیوی شراب والی کوئی خرابی اور ضرر وزیاں نہیں ہوگا۔

۵)۔ان کے پاس غزال چشم حسین وجمیل عورتیں ہوں گی جو حسن وجمال اور عفت وعصمت اور رنگ وروپ ونزاکت میں گویا وہ چھپے چھپائے رکھے ہوئے انڈے ہیں۔انڈہ بالخصوص جبکہ شتر مرغ کا ہو اس میں سفید وزرد رنگ کی بڑی عمدہ آمیزش ہوتی ہے اور جس طرح ہمارے ہاں سرخ وسفید رنگ کو زیادہ پسند کیا جاتا ہے عرب عورتوں کے سفید وزرد یعنی سنہرے رنگ کو زیادہ پسند کرتے تھے اور یہ ظاہر ہے کہ انسان کی کوئی خوشی اور اس کی

کوئی عیش عورت کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔اس لیے وہاں اس چیز کا بھی خصوصی اہتمام کیا گیا ہے اور وہ باحیا ہوں گی کہ ان کی نگاہیں نیچے جھکی ہوں گی کہ اپنے شوہروں کے سوا ادھر ادھر دیکھتی ہی نہیں ہوں گی اور بعض مفسرین نے اس چھپے ہوئے انڈے والی تشبیہ سے انڈے کی وہ جھلی مراد لی ہے جو انڈے کے چھلکے کے گودے کے درمیان ہوتی ہے۔(تفسیر طبری)

۱۳)۔فاقبل بعضھم ۔۔۔الآیۃ

بہشتیوں کی باہمی احوال پرسی اور گفتگو کا تذکرہ

جنت میں لطیف سرگرمیاں ہوں گی، نورانی ملاقاتیں ہوں گی، عجیب وغریب مشاہدات ہوں گے اور اعلیٰ اور آفاقی سطح کی گفتگوئیں ہوں گی۔ چنانچہ اسی اثناء میں ایک جنتی اپنے دوسرے ساتھیوں کو اپنے ایک کافر رفیق کی داستان سنائے گا میرا ایک رفیق منکر قیامت تھا کہ جو مجھ سے کہا کرتا تھا کہ آیا تم بھی یہ بات مانتے ہو کہ جب مر کر مٹی ہو جائیں گے تو ہمیں جزا دی جائے گی تو پھر وہ اپنے ساتھیوں سے کہے گا کہ تم اسے جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو کہ وہ ساتھی کہاں اور کس حال میں ہے؟

یہ کہہ کر جونہی وہ نیچے جھانکے گا تو اسے جہنم کے وسط میں پائے گا اور اس سے خطاب کر کے کہے گا کہ اگر میرے پروردگار کا فضل وکرم میرے شامل حال نہ ہوتا تو خدا کی قسم تو تو مجھے ہلاک کرنا ہی چاہتا تھا اس پر جنتی لوگ کہیں گے کہ اب ہم پہلی موت کے بعد نہیں مریں گے اور نہ ہمیں کوئی عذاب ہوگا۔ یہ بڑی کامیابی ہے اور عمل کرنے والوں کے لیے عمل کو ایسی کامیابی کے لیے عمل کرنا چاہیے۔

مخفی نہ رہے کہ یہ آخری قول حسب ظاہر تو جنتیوں کا ہے اگرچہ خدا کا ارشاد بھی ہوسکتا ہے۔(تفسیر البیان)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا جب جنتی لوگ جنت میں اور جہنمی لوگ جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو موت کو دنبہ کی صورت میں لا کر جنت اور جہنم کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اب ہمیشہ یہ حالت رہے گی کیونکہ اب کبھی موت نہیں آئے گی۔اس وقت جنتی لوگ خوش ہو کر کہیں گے۔افما نحن بمیتین (تفسیر صافی)

چنانچہ ایک دوسرے مقام پر ارشاد قدرت ہوتا ہے: لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُوْلٰى وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۔فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (۵۷)

۱۴)۔ذلك خير۔۔۔۔الآية

اہل جنت کی ضیافت کے بعد اہل جہنم کی مہمانی کا بیان

ارشاد قدرت ہے یہ ضیافت اچھی ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے یا جہنمیوں کی اچھی ہے کہ جب وہ بھوک و پیاس سے نڈھال ہو جائیں گے تو کھانے کے لیے زقوم (تھوہر) کا درخت اور پینے کے لیے کھولتا ہوا پانی ملے گا۔

زقوم کیا ہے؟

ایک درخت ہے جو جہنم کی تہہ سے نکلتا ہے اور اس کے شگوفے ایسے ہیں جیسے شیطان کا سر؟ مزہ تلخ، بونا گوار تہامہ کے علاقہ میں ہوتا ہے۔یعنی تھوہر جسے خدا نے ظالموں کے لیے آزمائش کا باعث بنایا ہے کہ وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔یہ عجیب قسم کی تخیلی تشبیہ ہے جب کسی شخص کا حسن و جمال بیان کرنا ہو تو کہا جاتا ہے کہ ملك کریم وہ تو کوئی فرشتہ ہے حالانکہ فرشتہ کسی نے نہیں دیکھا اور جب کسی قبیح المنظر کی بدصورتی بیان کرنا ہو تو کہا جاتا ہے کہ وہ بالکل شیطان ہے یا وہ ایسا ہے جیسے شیطان کا سر۔حالانکہ شیطان کا سر کسی نے نہیں دیکھا۔ان سب کی بازگشت جہنم کی طرف ہے۔

۱۵)۔انّھم الفوا آبائھم۔۔۔۔الآية

ان لوگوں کی گمراہی کا اصلی سبب بے سوچے سمجھے باپ دادا کی اندھی تقلید ہے

باپ دادا تو گمراہ تھے ہی مگر ان کی اولاد محض بغیر سوچے سمجھے اندھا دھند ان کی تقلید و تاسی کرنے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی وجہ سے گمراہ ہوئی اور یہ بات قرآن مجید میں کئی جگہ بیان ہوئی ہے کہ جب بھی اللہ کا کوئی نمائندہ (نبی و رسول) لوگوں سے کہتا تھا کہ اللہ کے نازل کردہ احکام کی تعمیل کرو تو وہ ہمیشہ یہی جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اپنے دادا کے نقش قدم پر چلیں گے اس سے واضح ہوتا ہے کہ اپنی عقل و فکر اور اپنی قوت و استطاعت کے مطابق ہر شخص پر حق کی جستجو کرنا لازم ہے اور اس کے بغیر آدمی کی حجت تمام نہیں ہوتی۔

۱۶)۔ولقد ضلّ قبلھم اکثر۔۔۔۔الآية

جن کو ڈرایا گیا مگر وہ نہ ڈرے ان کے انجام بد کا بیان

ارشاد قدرت ہے اور بے شک ان سے پہلے بھی اگلوں میں اکثر لوگ گمراہ تھے اور ہم نے ان میں ڈرانے والے (انبیاء و رسل بھی بھیجے مگر انہوں نے باپ دادا کی اندھی تقلید کے جوش میں ان کی بات رد کر دی۔ اب دیکھو ان ڈرائے ہوؤں کا انجام کیا ہوا؟ وہی جو ڈرانے کے بعد نہ ڈرنے والی بدبخت قوم کا ہوا کرتا ہے۔ وما تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔

آیات القرآن

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۱﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۸۲﴾ وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿۸۳﴾ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۴﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿۸۶﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ﴿۹۷﴾ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ

فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ﴿۱۰۳﴾ۚ وَ نَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ﴿۱۰۴﴾ۙ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ﴿۱۰۶﴾ وَ فَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ﴿۱۰۷﴾ وَ تَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ﴿۱۰۸﴾ۖ سَلٰمٌ عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ﴿۱۱۱﴾ وَ بَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ﴿۱۱۲﴾ وَ بٰرَكْنَا عَلَیْهِ وَ عَلٰۤى اِسْحٰقَ ؕ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِیْنٌ﴿۱۱۳﴾ؒ

ترجمۃ الآیات

اور یقیناً نوح نے ہم کو پکارا تو ہم کیا اچھا جواب دینے والے تھے(۷۵)اور ہم نے انہیں اور ان کے اہل کو سخت تکلیف سے نجات دی(۷۶)اور ہم نے انہی کی نسل کو باقی رہنے والا بنایا(۷۷)اور ہم نے بعد میں آنے والے لوگوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا(۷۸)تمام جہانوں میں نوحؑ پر سلام ہو(۷۹)بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں (۸۰)بے شک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے(۸۱)پھر دوسرے لوگوں کو ہم نے غرق کر دیا(۸۲)اور انہی (نوحؑ) کے پیروکاروں میں سے ابراہیم بھی تھے(۸۳)جبکہ وہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں قلب سلیم کے ساتھ حاضر ہوئے(۸۴)جبکہ انہوں نے اپنے باپ (یعنی چچا) اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟(۸۵)کیا تم اللہ کو چھوڑ کر جھوٹے گھڑے ہوئے خداؤں کو چاہتے ہو(۸۶)آخر تمام جہانوں کے پروردگار کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟(۸۷)پھر آپ نے ستاروں پر ایک نگاہ ڈالی(۸۸)اور کہا کہ میں بیمار ہونے والا ہوں(۸۹)اس پر وہ لوگ پیٹھ پھیر کر ان کے پاس سے چلے گئے

(۹۰) پس چپکے سے ان کے دیوتاؤں کی طرف گئے اور (ان سے) کہا کہ تم کھاتے کیوں نہیں (۹۱) تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم بولتے بھی نہیں ہو؟ (۹۲) پھر ان پر پل پڑے اور اپنے دائیں ہاتھ سے خوب ضربیں لگائیں (۹۳) پھر وہ لوگ دوڑتے ہوئے ان (ابراہیم) کے پاس آئے (۹۴) آپ نے کہا کیا تم ان چیزوں کی پرستش کرتے ہو جنہیں خود تراشتے ہو؟ (۹۵) حالانکہ اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا ہے اور ان چیزوں کو بھی جو تم بناتے ہو (۹۶) ان لوگوں نے کہا کہ ان کے لیے ایک آتش کدہ بناؤ اور اسے دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دو (۹۷) سو انہوں نے آپ کے خلاف چال چلنا چاہی مگر ہم نے انہیں کو نیچا دکھا دیا (۹۸) آپ نے فرمایا کہ میں اپنے پروردگار کی طرف جاتا ہوں وہ میری راہنمائی فرمائے گا (۹۹) (اور عرض کیا) اے میرے پروردگار مجھے ایک بیٹا عطا فرما جو صالحین میں سے ہو (۱۰۰) (اس دعا کے بعد) ہم نے ان کو ایک حلیم و بردبار بیٹے کی بشارت دی (۱۰۱) پس جب وہ لڑکا آپ کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہوا تو آپ نے فرمایا (اے بیٹا) میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں تم غور کر کے بتاؤ کہ تمہاری رائے کیا ہے؟ عرض کیا بابا جان! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے وہ بجالایئے اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے (۱۰۲) پس جب دونوں (باپ بیٹے) نے سر تسلیم خم کر دیا اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا (۱۰۳) تو ہم نے ندا دی اے ابراہیم! (۱۰۴) تم نے (اپنے) خواب کو سچ کر دکھایا بے شک ہم نیکوکاروں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں (۱۰۵) بے شک یہ ایک کھلی ہوئی آزمائش تھی (۱۰۶) اور ہم نے ایک عظیم قربانی کے عوض اس کو چھڑا لیا (۱۰۷) اور ہم نے اس کا ذکر خیر آنے والوں میں چھوڑا (۱۰۸) سلام ہو ابراہیم پر (۱۰۹) ہم اسی طرح نیکوکاروں کو جزا دیتے ہیں (۱۱۰) یقیناً وہ ہمارے ایمانداروں میں سے تھے (۱۱۱) اور ہم نے انہیں اسحاق کی بشارت دی جو نیک بندوں میں سے نبی ہوں گے (۱۱۲) اور ہم نے انہیں اسحاق کو برکت عطا کی اور ان دونوں کی اولاد میں سے نیکوکار بھی ہوں گے اور اپنے نفس پر کھلا ظلم کرنے والے بھی (۱۱۳)

تشریح الالفاظ

(۱)۔الکرب العظیم ۔ کے معنی سخت تکلیف اور سخت رنج وغم کے ہیں ۔(۲)۔شیعۃ۔ کے معنی جماعت اور پیروکار کے ہیں اور آج کل جب اضافت کے بغیر یہ لفظ بولا جائے تو اس سے وہ اسلامی مکتب فکر سمجھا جاتا ہے جو حضرت امیر علیہ السلام کی خلافت بلافصل کا قائل ہے (۳)۔سقیم ۔ کے معنی بیمار یا بیمار ہونے والا جیسے انك میت کے معنی مرنے والا ہیں ۔(۴)۔راغ۔کا صلہ جب الی ہوتو اس کے معنی مائل ہونا اور جب اس کا صلہ علیٰ ہوتو اس کے معنی کسی پر ٹوٹ پڑنے کے ہوتے ہیں ۔(۵)۔یزفون۔زف۔ یزف۔کے معنی تیز چلنے اور دوڑنے کے ہیں ۔(۶)۔وفدینٰہ۔ فدیہ اس مال کو کہا جاتا ہے جسے ادا کر کے کسی کو چھڑایا جائے ۔(۷)۔وذریۃ ۔ذریت۔ کے معنی اولاد اور نسل کے ہیں ۔(۸)۔وظالم لنفسہ مبین ۔ کا مفہوم ہے کھلم کھلا اپنے نفس پر ظلم کرنے والا گنہگار۔

تفسیر الآیات

۱۷)۔ولقد نادانا نوح.....الآیۃ

اللہ بہترین جواب دینے اور لبیک کہنے والا ہے

جناب نوحؑ کی دعا و پکار اور خداوند عالم کے جواب سے واضح ہوتا ہے کہ جب کوئی پریشان بندہ خلوص نیت سے اپنے پروردگار کو پکارتا ہے تو مہربان خدا اسے بہترین جواب دیتا ہے اور اس کی دستگیری فرماتا ہے۔مگر یہ خیال رہے کہ جناب نوحؑ نے ساڑھے نوسو سال تک خلوص نیت،صبر وضبط اور حکمت عملی اور ہمدردی کے ساتھ قوم کو دعوت حق دینے اور قوم کی ہر قسم کی مخالفت برداشت کرنے مگر آخرکار اس کے ایمان نہ لانے سے مایوس ہو کر ان الفاظ کے ساتھ خدا کو پکارا:ربّ انّی مغلوب فانتصر ۔اے میرے پروردگار! میں مغلوب ہو گیا ہوں۔بس اب تو میری مدد کر۔(سورۂ قمر۔۱۰)

۱۸)۔ونجّیناہ....الآیۃ

جناب نوحؑ اور ان کے اہل کے نجات پانے اور قوم کے ہلاک و برباد ہوجانے کا اجمالی بیان

قبل ازیں سورۂ اعراف از آیت ۵۹ تا ۶۴ کی تفسیر اور دوسرے کئی مقامات پر تفصیل کے ساتھ جناب نوح کے واقعات یعنی ان کے بے لوث تبلیغ حق کرنے، ناہنجار قوم کے انہیں اذیت پہنچانے اور صرف چند افراد کے ایمان لانے، باقیوں کے کفر و شرک پر ڈٹے رہنے اور بالآخر بحکم پروردگار جناب نوحؑ کے کشتی بنانے اور اس میں اپنے متبعین کو اور حیوانات میں سے جوڑا جوڑا سوار کرنے اور انجام کار پانی کے ایک عظیم طوفان آنے، ان کشتی والوں کی سوا باقی سب کے غرق ہوجانے کے قصص و حکایات گزر چکے ہیں۔

انہی واقعات کی طرف اجمالی اشارہ کیا جا رہا ہے کہ ہم نے ان کو سخت رنج و غم سے نجات دی اور اس طوفان نے تمام انسانی نسل ختم کر دی اور آگے صرف جناب نوحؑ کی اولاد سے دنیا کی آبادی بڑھی یا ان کے ہمراہ کشتی پر سوار لوگوں کی اولاد سے نسل بڑھی، طوفان نوح کے بعد صدیاں گزر گئیں۔ مگر آج تک دنیا جناب نوحؑ کا ذکر خیر ہی کرتی ہے کوئی بھی آپ کی بدی و برائی نہیں کرتا۔ سارے جہانوں میں حضرت نوحؑ پر سلام ہو۔ انا كذالك نجزي المحسنين

۱۹)۔ وانّ من شيعته۔۔۔۔ الآية

جناب ابراہیمؑ، جناب نوحؑ کے شیعوں میں سے تھے

باوجود یہ کہ جناب ابراہیمؑ اور جناب نوحؑ کے درمیان کم و بیش دو ہزار سال کا فاصلہ ہے مگر چونکہ سب انبیاء کا مشن ایک ہے، دعوت ایک ہے اور اصول ایک ہیں جو کہ اسلامی اصول ہیں اس لیے خداوند عالم فرماتا ہے کہ جناب ابراہیم، جناب نوح کی جماعت اور انہی کے مقدس گروہ میں سے تھے۔

اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ لفظ شیعہ جماعت گروہ اور پیروکار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور یہ لفظ جو کچھ فضیلت یا رذیلت حاصل کرتا ہے وہ اسی نسبت سے کرتا ہے کہ وہ کس کا شیعہ ہے حضرت علیؑ کا شیعہ ہے یا امیر شام کا؟ اب عرف عام میں جب یہ لفظ بغیر کسی قید و اضافت کے بولا جائے تو اس سے وہی اسلامی مکتب فکر مراد ہوتا ہے جو پیغمبر اسلامؐ کے بعد ان کا خلیفہ بلافصل حضرت علیؑ اور پھر ان کی اولاد میں سے گیارہ آئمہ کو تسلیم کرتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: یاعلی انت و شیعتك هم الفائزون یوم القیامة۔ (متفق

علیہ۔حدیث نبوی)

۲۰)۔اذجاءربّہ۔۔۔الآیۃ

جناب ابراہیمؑ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں ایسے دل و دماغ کے ساتھ حاضر ہوئے جو ہر قسم کے کفرو شرک،شک وشبہ اور ہر قسم کے غلط خیالات وجذبات واحساسات سے صحیح وسالم تھا اور ایسا قلب سلیم رکھنے والا انسان ہی وہ ہوتا ہے جو اپنے تمام افعال واقوال میں مخلص ہو۔حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں۔طوبی لقلب سلیم اطاع من یھدیه و تجنب من یردیه ۔ خوشخبری ہے قلب سلیم کے لیے جو اپنے راہنمائے ہدایت کی اطاعت کرتا ہے اور ہلاک کرنے والے سے اجتناب کرتا ہے۔(نہج البلاغہ)

۲۱)۔اذقال لابیہ۔۔۔۔الآیۃ

قبل ازیں سورۂ انعام آیت ۷۵ تا۸۵ تک اور سورۂ انبیاء آیت ۵۱ سے لےکر آیت ۷۳ تک اور سورۂ شعراء کی آیت ۶۹ سے لےکر ۸۹ تک اور سورۂ عنکبوت آیت ۱۶ سے ۱۷ تک جناب خلیل خدا کے واقعات وحالات اور یہ کہ یہاں باپ سے ان کا تایا آزر مراد ہے جبکہ ان کے حقیقی والد کا نام تارخ تھا جو کہ مومن تھے نیز ان کے بت شکنی کے سب واقعات پھر قوم کے ان کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈالنے کا شیطانی منصوبہ بنانے اور خالق کائنات کے ان لوگوں کو اپنے مذموم ارادوں میں ناکام بنانے اور اپنی قدرت کاملہ سے آگ کو گل وگلزار بنا کر آپ کو زندہ وسلامت رکھنے کے سب واقعات مذکور بالا مقامات پر تفصیل سے بیان کئے جا چکے ہیں۔لہٰذا قارئین کرام ان مقامات کی طرف رجوع کر کے اطمینان حاصل کر سکتے ہیں۔اعادہ وتکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۲)۔ربّ ھب لی۔۔۔الآیۃ

جناب ابراہیم خلیل کا اولاد کے لیے اپنے رب جلیل سے دعا کرنا اور اس کا یکے بعد دیگرے دو بیٹے عطا کرنا

اس دعا واستدعا سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ اپنے وطن بابل سے اللہ کی خاطر ہجرت کر کے بیت المقدس(شام)تشریف لے گئے اس وقت آپ کی کوئی اولاد نہ تھی اور نہ ہی ہنوز آپ نے دوسری شادی کی تھی۔ہجرت کے وقت آپ کے ہمراہ صرف آپ کی بیوی جناب ہاجرہ اور بھتیجا(یا بھانجا)لوط تھے۔الغرض

شام پہنچ کر یہ دعا کی اور خدا نے انہیں ایک حلیم و بردبار فرزند کی بشارت دی جو کہ بالاتفاق جناب اسماعیلؑ ہیں۔
بناء بر مشہور اس وقت آپ کی عمر چھیاسی (۸۶) سال تھی۔ بعدازاں آپ نے جناب سارہ سے عقد ثانی کیا اور اس کے بعد آپ کے ہاں دوسرا بیٹا اسحاق پیدا ہوا جبکہ آپ کی عمر سو سال تھی ان دونوں بیٹوں کی ولادت پر آپ نے جن الفاظ کے ساتھ خدا کا شکر ادا کیا تھا وہ یہ تھے۔ الحمد للہ الّذی وھب لی علی الکبر اسماعیل و اسحاق انّ ربّی لسمیع الدعاء۔ الغرض جب جناب اسماعیلؑ اتنے بڑے ہو گئے کہ اپنے عظیم والد کے ساتھ کارگاہ ہستی میں دوڑ دھوپ کر سکیں۔ (۱۲۔۱۴ سال کے ہو گئے) تو جناب خلیلؑ نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے لخت جگر کو ذبح کر رہے ہیں آپ نے اس خواب کو بیٹا ذبح کرنے کا ارشاد ربانی سمجھتے ہوئے بیٹے سے اپنا خواب بیان کیا کہ بیٹا بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ اس مشاورت سے آپ کا مقصد صرف یہ تھا کہ بیٹے کی روش سے پتہ چلے کہ وہ کس قدر صالح ہے؟ جس کی آپ نے دعا کی تھی؟ بہرحال رمز شناس بیٹے نے اپنے عظیم باپ کا خواب سن کر اسے حکم خداوندی سمجھتے ہوئے عرض کیا۔ ابا جان! آپ کو جس بات کا حکم دیا گیا ہے آپ اس کی تعمیل کریں آپ مجھے صابرین میں سے پائیں گے۔

۲۳۔ فلمّا اسلما وتلّه۔۔۔ الآیۃ

آواز آئی آپ نے اپنا خواب سچ کر دکھایا ہے

الغرض جب باپ بیٹا دونوں اسی حکم الٰہی کے سامنے سر تسلیم کر کے قربانی پیش کرنے پر آمادہ ہو گئے اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا تو ایک دم آواز آئی اے ابرہیم! آپ نے اپنا خواب سچ کر دکھایا بس تعمیل ہو گئی ہے اب ہاتھ روک لو کیونکہ تم نے یہ خواب دیکھا تھا کہ تم بیٹے کو ذبح کر رہے ہو یہ تو نہیں دیکھا کہ بیٹا ذبح کر دیا ہے ہم نیکوکاروں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں یقیناً یہ ایک کھلا امتحان تھا جس میں دونوں باپ بیٹا کامیاب ہوئے۔

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

جناب ابراہیمؑ نے جس فرزند کو قربان کرنا چاہا تھا وہ اسماعیلؑ تھے نہ کہ اسحاقؑ

اگرچہ مفسرین اسلام میں مشہور و منصور قول یہی ہے کہ جناب خلیلؑ کو جس فرزند ارجمند کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور وہ پیکر تسلیم و رضا اس پر فوراً تیار ہو گیا تھا مگر مشیت ایزدی نے بچا لیا وہ جناب اسماعیلؑ تھے نہ کہ جناب اسحاقؑ مگر تمام یہودیوں اور بعض مسلمانوں کا یہ خیال ہے وہ ذبیح جناب اسحاقؑ تھے مگر یہ بات مندرجہ ذیل

وجوہ کی بناء پر غلط ہے۔

۱)۔ بالاتفاق حضرت ابراہیمؑ کے بڑے بیٹے جناب اسماعیلؑ ہیں اور انہی کی ولادت کی پہلے بشارت ملی پھر وہ پیدا ہوئے اور جب چلنے پھرنے لگے تو انہیں ذبح کرنے کا حکم ہوا اور دونوں باپ بیٹے تیار ہوئے مگر مشیت الٰہی نے ذبح ہونے سے بچا لیا اور جناب اسحاق تو آپ سے چودہ سال چھوٹے تھے۔

۲)۔ قربانی کا یہ واقعہ سرزمین مکہ میں پیش آیا جہاں جناب اسماعیلؑ اپنی والدہ ماجدہ کے ہمراہ رہائش پذیر تھے اسی لیے آج اس قربانی کی یاد مکہ میں منائی جاتی ہے۔ جناب اسحاقؑ تو اپنی والدہ ماجدہ کے ہمراہ شام میں قیام پذیر تھے اگر یہ ان کا واقعہ ہوتا تو پھر شام میں وقوع پذیر ہوتا اور اس کی یاد بھی وہیں منائی جاتی۔

۳)۔ پیغمبر اسلامؐ کے اس فرمان سے بھی اس کی تائید مزید ہوتی ہے کہ فرمایا انا ابن ذبیحین۔ میں دو ذبیحوں کا فرزند ہوں۔ ظاہر ہے کہ ایک ذبیح آپ کے جد اعلیٰ اسماعیلؑ ہیں اور دوسرے آپ کے والد عبداللہ۔ کیونکہ جناب عبدالمطلب نے اپنا ایک بیٹا راہ خدا میں قربان کرنے کی منت مانی تھی اور پھر قرعہ فال جناب عبداللہ کے نام نکلا مگر آپ کے ننھیال کے اصرار پر اس کے عوض سو اونٹ کا فدیہ دیا گیا۔

۴)۔ جناب اسحاقؑ کی ولادت و بشارت ہی جناب اسماعیلؑ کی قربانی کے صلہ میں وجود میں آئی۔ جیسا کہ ارشاد قدرت سے عیاں ہے: وبشّرناہ باسحاق نبیّا من الصالحین۔ وغیرہ وغیرہ

۲۴)۔ وفدیناہ بذبحٍ۔۔۔ الآیۃ

ذبح عظیم سے کیا مراد ہے؟

فریقین کے اخبار و آثار سے جو کچھ واضح و آشکار ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جب جناب اسماعیلؑ بچ گئے تو خداوند عالم نے فرشتوں کے ہاتھ جنت سے ایک دنبہ بھیجا جسے خلیلؑ نے ذبح کیا اور وہ بڑی قربانی اس لیے قرار پائی کہ وہ ایک بڑے عظیم بیٹے کا فدیہ تھی۔ نیز وہ اس لیے بھی بڑی قربانی تھی کہ اس کی وجہ سے قیامت تک یہ طریقہ جاری کر دیا گیا کہ اہل اسلام اس تاریخ کو دنیا میں قربانی کے جانور ذبح کرتے رہیں گے مگر ہماری بعض روایات میں ذبح عظیم کی تاویل حضرت امام حسینؑ کی شہادت سے کی گئی ہے جیسا کہ تفسیر صافی، نور الثقلین اور البرہان وغیرہ کتب میں روایتیں موجود ہیں۔ بناء بریں پہلی تفسیر ظاہری تسلیم کی جائے گی اور دوسری باطنی تاویل۔

ایک ایراد کا جواب

اس تفسیر کی بناء پر یہاں ایک ایراد کیا جاتا ہے کہ مفدی عنہ (جس کا فدیہ دیا جائے) وہ فدیہ

سے عقلاً افضل ہوتا ہے اس طرح جناب اسماعیلؑ حضرت امام حسینؑ سے افضل قرار پائیں گے! تو اس کا جواب یہ ہے کہ جناب اسماعیلؑ کی نسل سے کئی انبیاء اور اوصیاء پیدا ہونے والے تھے جن میں سرکار محمد وآل محمد علیہم السلام بھی شامل ہیں تو اگر جناب اسماعیلؑ ذبح ہو جاتے تو پھر نہ ان کی نسل کے نبی پیدا ہوتے اور نہ محمد وآل محمد علیہم السلام۔ تو اس طرح جناب امام حسینؑ صرف جناب اسماعیلؑ کا فدیہ نہیں بنے بلکہ اپنے اب وجد کا بھی فدیہ بھی قرار پائے اور ظاہر ہے کہ یہ بزرگوار حضرت امام حسینؑ سے افضل ہیں۔ ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

الله الله بائے بسم الله پدر

معنئی ذبح عظیم آمد پسر

بناء بریں آنے والے لوگوں میں حضرت ابراہیم کا ذکر خیر ہوتا ہے۔ **وجعلنا له لسان صدق علیا**۔ سلام ہو جناب ابراہیمؑ پر بے شک وہ اللہ کے مؤمن بندوں میں سے تھے۔ **کذالك نجزی المحسنین**

۲۵)۔ وبارکنا علیه....الآیة

خلیلؑ واسحاقؑ کی اولاد سے نیکوکار بھی ہوں گے اور بدکار بھی

ہم نے جناب ابراہیمؑ واسحاقؑ کو برکت عطا فرمائی کہ دونوں معصوم نبی تھے مگر عام قانون قدرت کے مطابق یہ ضروری نہیں ہے کہ معصوم کی اولاد بھی معصوم ہی ہو نہیں۔ بلکہ ان کی اولاد سے نیکوکار بھی ہوں گے اور کھلے ہوئے گنہگار بھی یہی وجہ ہے کہ جب جناب خلیل خدا نے اپنی ذریت میں عہدہ امامت کے باقی رکھنے کی دعا کی تھی تو خدا نے فرمایا تھا کہ **لا ینال عهدی الظالمین**۔ کہ میرا یہ عہدہ امامت (تیری اولاد میں سے) ظالموں کو نہیں ملے گا بلکہ صالحین ومعصومین کو ملے گا چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ **ابطلت هذه الآیه امامة کل ظالم الی یوم القیامة**۔ کہ اس آیت نے قیامت تک ہر ظالم کی امامت پر خط نسخ پھیر دیا ہے۔ (اصول کافی وصافی)

آیات القرآن

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ

الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۵﴾ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِالَّيْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

ترجمۃ الآیات

بے شک ہم نے موسیٰؑ و ہارونؑ پر (بھی) احسان کیا (۱۱۴) اور ہم نے ان دونوں کو اوران کی قوم کو عظیم کرب وبلا سے نجات دی (۱۱۵) اور ہم نے ان کی مدد کی (جس کی وجہ سے) وہی غالب رہے (۱۱۶) اور ہم نے ان دونوں کو واضح کتاب (تورات) عطا کی (۱۱۷) اور ہم نے (ہی) ان دونوں کو راہ راست دکھائی (۱۱۸) اور ہم نے آئندہ آنے والوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا (۱۱۹) موسیٰؑ و ہارونؑ پر سلام ہو (۱۲۰) اسی طرح ہم نیکو کاروں کو جزا دیتے ہیں (۱۲۱) بے شک یہ دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے (۱۲۲) اور بے شک الیاس (بھی) پیغمبروں میں سے تھے (۱۲۳) (وہ وقت یاد کرو) جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں ہو؟ (۱۲۴) کیا تم بعل (نامی بت) کو پکارتے ہو (اور اس کی

پرستش کرتے ہو) اور بہترین خالق اللہ کو چھوڑتے ہو (۱۲۵) جو تمہارا بھی پروردگار ہے اور تمہارے پہلے والے آباؤ اجداد کا بھی پروردگار ہے (۱۲۶) سو ان لوگوں نے انہیں جھٹلایا ۔لہٰذا وہ (سزا کے لیے) ضرور (پکڑ کر) حاضر کئے جائیں گے (۱۲۷) ہاں البتہ جو اللہ کے مخلص اور برگزیدہ بندے ہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں (۱۲۸) اور ہم نے آئندہ آنے والوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا (۱۲۹) سلام ہو الیاس پر (۱۳۰) ہم اسی طرح نیکو کاروں کو جزا دیتے ہیں (۱۳۱) بے شک وہ مؤمن بندوں میں سے تھے (۱۳۲) اور یقینا لوط (بھی) پیغمبروں میں سے تھے (۱۳۳) جب کہ ہم نے انہیں اور ان کے گھر والوں کو نجات دی (۱۳۴) سوائے ایک بڑھیا (بیوی) کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی (۱۳۵) پھر دوسروں کو ہم نے تہس نہس کر دیا (۱۳۶) اور تم لوگ صبح بھی ان (کی ویران شدہ بستیوں) پر سے گزرتے ہو (۱۳۷) اور شام کو بھی کیا پھر بھی عقل سے کام نہیں لیتے؟ (۱۳۸)

تشریح الالفاظ

(۱)۔مننّا،منّ، یمنّ ۔کے معنی احسان وانعام کرنے کے ہیں۔(۲)۔بعلا،بعل۔ایک مخصوص بت کا نام ہے۔(۳)۔تزرون،وزر یذر۔کے معنی ترک کرنے کے ہیں۔(۴)۔الغابرین، غبر۔کے اضداد میں سے ہے جس کے معنی گزشتہ کے بھی ہیں اور باقی ماندہ کے بھی۔(۵)۔دمرّنا، تدمیر۔کے معنی تہس نہس کرنے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۲۶)۔ولقد مننّا ....الآیة

جناب موسیٰؑ و ہارون پر خدائے منان کے بعض احسانات کا تذکرہ

خدائے تعالیٰ نے جناب موسیٰؑ و ہارون پر بے شمار احسانات فرمائے منجملہ ان کے چند یہ ہیں:

۱)۔ان کو خلعت نبوت سے سرفراز کیا۔

۲)۔ذکر دوام عطا فرمایا

۳)۔انہیں فرعون اور فرعونیوں کے جان گداز شدائد اور تکالیف سے نجات عطا فرمائی

۴)۔ان کے دشمنوں کو تباہ و برباد فرمایا

۵)۔اور ان کو فتح و فیروزی عطا فرمائی

۶)۔انہیں وہ کتاب یعنی تورات عطا فرمائی جس کے احکام بالکل واضح ہیں

۷)۔انہیں راہ راست دکھائی

۸)۔اور اس پر چلنے اور باوجود نامساعد حالات کے اس پر ثابت قدم رہنے کی توفیق مرحمت فرمائی۔وغیرہ وغیرہ

۲۷)۔وانّ الیاس.....الآیۃ

جناب الیاسؑ کا اجمالی تذکرہ

آپ انبیائے بنی اسرائیل میں سے تھے جن کا سلسلہ نسب جناب ہارونؑ تک منتہی ہوتا ہے اور ان کا زمانہ بعثت علماء نے ۸۷۵ق۔م۔اور ۸۵۰ متعین کیا ہے آپ کا ذکر خیر قرآن مجید میں دو مقامات پر کیا گیا ہے ایک سورۂ انعام آیت ۸۵ میں وہیں آپ کے مختصر حالات و واقعات بیان کر دیئے گئے ہیں اور دوسرا یہاں ۔انہوں نے بھی دوسرے عام داعیان حق کی طرح اپنی قوم کو جہاں کفر و شرک سے روکا وہاں تقوائے الٰہی اختیار کرنے اور اس کی عبادت کرنے کا حکم بھی دیا۔مگر عام قوموں کی طرح آپ کی بد بخت قوم نے بھی آپ کو جھٹلایا۔لہٰذا وہ حساب و سزا کے لیے پکڑ کر حاضر کئے جانے والوں میں سے ہو گئے۔

۲۸)۔اتدعون بعلا....الآیۃ

بعض غلاۃ کے ایک غلط استدلال کا ابطال

جناب الیاسؑ کے اس کلام سے جو انہوں نے اپنی قوم کے مشرکوں سے کیا تھا کہ تم بعل نامی بت کو خدا سمجھ کر پکارتے ہو اس کی پرستش کرتے ہو مگر احسن الخالقین کو چھوڑ دیتے ہو،بعض غالی لوگ جو خدا کے ساتھ سرکار محمد وآل محمد علیہم السلام کو بھی خالق ورازق جانتے ہیں وہ اسی احسن الخالقین اور خیر الرازقین کے الفاظ سے غلط استدلال کرتے ہوئے کہا کرتے ہیں کہ ان آیتوں سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ کے علاوہ اور بھی کچھ خالق ورازق ہیں فرق صرف اس قدر ہے کہ اللہ بہترین خالق ورازق ہے۔اس شبہ کے کئی جوابات دیئے جا سکتے ہیں اور ہم نے احسن الفوائد میں دیئے بھی ہیں مگر اختصار کے پیش نظر یہاں صرف دو مختصر جوابات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے

ایک یہ ہے کہ کفار ومشرکین کو مزید زجر وتوبیخ کی خاطر کہا جارہا ہے کہ جن (اصنام وغیرہ) کو تم خدا کے علاوہ خالق و رازق مانتے ہو جب خود تمہارے نظریہ کے مطابق خداوند عالم ان سب سے بہتر وبرتر خالق ورازق ہے تو افضل و اعلیٰ کو چھوڑ کر مفضول اورادنیٰ کو ماننا کہاں کی عقل مندی ودانشمندی کی بات ہے؟

دوسری یہ کہ لفظ خلق ورزق یہاں اپنے لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی خلق بمعنی تقدیر وتخمین اور رزق معنی عطا وبخشش۔

بناء بریں مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ احسن المقدرین وخیر المعطین ہے کہ خدا بہترین اندازہ لگانے والا اور بہترین عطا کرنے والا ہے جیسا کہ کتاب متشابہ القرآن جلد ا ص ۴۳ اور کلیات ابوالبقاء ص ۱۶۳ پر لکھا ہے احسن الخالقین اے احسن المقدرین واحسن الصانعین۔ ورنہ اصطلاحی معنوں میں لفظ خالق ورازق کا اطلاق غیر اللہ پر جائز نہیں ہے۔ چنانچہ فاضل شہر بن آشوب اپنی کتاب متشابہ القرآن ج ا ص ۱۷۳ پر لکھتے ہیں: انا لا نطلق ھذہ الصفۃ الا فیہ تعالیٰ۔ کہ ہم اس صفت (خالقیت) کا اطلاق صرف ذات خداوندی پر کرتے ہیں اور جناب علامہ مجلسی آیت مبار کہ اللہ الذی خلقکم ثمّ رزقکم ..... الآیۃ۔ (سورۂ روم، پ۲۱ ع۷) کی تفسیر وتشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''یدّل علی عدم جواز نسبۃ الخلق والرزق والاماتۃ و الا حیاء الی غیرہ سبحانہ وانہ شرك''، یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ پیدا کرنے، رزق دینے اور مارنے وجلانے کی نسبت اللہ کے سوا کسی اور کی طرف دینا جائز نہیں ہے اور یہ شرک ہے۔ (بحار الانوار، ج ۷، ص ۲۳، طبع قدیم)

(۲۰)۔ سلام علی ال یاسین ... الآیۃ

ال یاسین سے کیا مراد ہے؟

موجودہ قرآن میں اسے الیاسین پڑھا جاتا ہے اور بظاہر یہ جناب الیاسؑ ہی کا نام ہے جو الیاس بھی پڑھا جاتا ہے جیسے طور سینا اور سینین دوطرح پڑھا جاتا ہے مگر بعض مفسرین کو اس میں خاصی ذہنی الجھن محسوس ہوئی ہے کہ یہ لفظ اپنے حروف اور متفقہ رسم الخط کے اعتبار سے اور قواعد کتابت کے لحاظ سے بالکل الیاس سے الگ ہے۔

دوسرے الیاس کا الف لام داخل لفظ ہے اس لیے ملا کر لکھا جاتا ہے لیکن ال یاسین میں ''ال'' لکھا جاتا ہے جسے بغیر اعراب کے کوئی بھی عربی دان اسے ''آل'' پڑھے گا اور یس وہ لفظ ہے جس کے نام پر قرآن میں سورہ موجود ہے۔ یٰسٓ ۚ﴿۱﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳﴾ اس لیے یہ عام مسلمانوں

میں رسول اللہ کے القاب میں درج ہوتا ہے۔(فصل الخطاب ج ٦)

اور پھر قراء سبعہ میں سے ابن عامر، نافع اور یعقوب نے اسے آل یٰس الف کے فتحہ اور لام کی زیر سے اور یسین سے الگ جبکہ باقی قاریوں نے اسے ال یاسین پڑھا ہے۔(مجمع البیان)

نیز ابن عباس سے مروی ہے کہ ال یٰس آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و یٰس من اسمائہ۔ یٰس حضرت رسول خدا کا نام ہے اور آل یٰس سے آل محمد علیہم السلام مراد ہیں۔(ایضا، کذا فی الجوامع)

ہماری بعض احادیث سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے کہ یس سے پیغمبر اسلامؐ اور ال یٰسین سے آل محمد علیہم السلام مراد ہیں۔ چنانچہ تفسیر قمی میں لکھا ہے یس محمد وآل یس الائمۃ علھم السلام۔ اور کتاب معانی الاخبار میں حضرت امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے اور وہ اپنے آباؤ اجداد کے سلسلہ سند سے حضرت امیر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا: یس محمد ونحن آل یس۔ یس محمدؐ ہیں اور ہم آل یس ہیں۔(تفسیر صافی)

اور اس بات کی تائید مزید علامہ سیوطی کی تفسیر در منشور کی اس روایت سے ہوتی ہے جو بحوالہ ابن ابی حاتم طبرانی، ابن مردویہ ابن عباس سے نقل کی ہے کہا کہ ال یٰس آل محمد ہیں۔(تفسیر در منشور ج ۵ ص ۲۸۲ طبع مصر)۔ واللہ العالم۔

(۳۰)۔ وانّ لوطا ۔۔۔۔ الآیۃ

جناب لوطؑ کے حالات قبل ازیں متعدد مقامات پر تفصیل سے بیان کئے جا چکے ہیں جیسے سورۂ انعام آیت ۸۰، سورۂ اعراف آیت ۱۱۴، سورۂ ہود آیت ۷۷ تا ۸۳، سورۂ عنکبوت آیت ۲۸۔ ۳۵ وغیرہ وغیرہ۔ لہذا ان مقامات کی طرف رجوع کیا جائے۔ یہاں اعادہ تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں البتہ یہ واضح رہے کہ یہاں بڑھیا عورت سے انکی نافرمان بیوی مراد ہے جو ہجرت کے وقت اپنے شوہر نامدار کے ہمراہ نہیں گئی تھی اور اپنے قبیلہ میں باقی رہ گئی تھی اور جب ان پر عذاب نازل ہوا تو وہ بھی اس کی لپیٹ میں آ گئی تھی۔

(۳۱)۔ وانکم لتمرّون ۔۔۔ الآیۃ

کفار قریش کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم جب تجارتی سفروں میں شام و فلسطین جاتے ہو تو صبح و شام تمہارا گزر قوم لوط کی ان تباہ شدہ بستیوں کے کھنڈرات سے ہوتا ہے کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے اور اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے؟؟؟

آیات القرآن

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾
فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾
فَلَوْلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ
يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ
يَّقْطِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ
اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ اَمْ
خَلَقْنَا الْمَلٰٓىِٕكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ اَلَاۤ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ
لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى
الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ لَكُمْ
سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَجَعَلُوْا
بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾
سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّكُمْ وَمَا
تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾
وَمَا مِنَّاۤ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ
الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ
الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ
يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ

الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى
حِيْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾
فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى
حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا
يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾

ترجمۃ الآیات

اور یقیناً یونس (بھی) پیغمبروں میں سے تھے (۱۳۹) جبکہ وہ (سوار ہونے کے لیے) بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگ کر گئے (۱۴۰) پھر وہ قرعہ اندازی میں شریک ہوئے تو وہ پھینک دیئے گئے (۱۴۱) تو انہیں مچھلی نے نگل لیا درآنحالیکہ وہ (اپنے آپ کو) ملامت کر رہے تھے (۱۴۲) پس اگر وہ تسبیح (خدا) کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو (دوبارہ) اٹھائے جانے والے دن (قیامت) تک اسی (مچھلی) کے پیٹ میں رہتے (۱۴۳) سو ہم نے انہیں (مچھلی کے پیٹ سے نکال کر) ایک کھلے میدان میں ڈال دیا۔ اس حال میں کہ وہ بیمار تھے (۱۴۵) اور ہم نے ان پر (سایہ کرنے کے لیے) کدو کا ایک درخت اگا دیا (۱۴۶) اور ہم نے ان کو ایک لاکھ یا اس سے کچھ زیادہ لوگوں کی طرف بھیجا (۱۴۷) پس وہ ایمان لائے تو ہم نے انہیں ایک مدت تک (زندگی سے) لطف اندوز ہونے دیا (۱۴۸) ان سے ذرا پوچھئے! کہ تمہارے پروردگار کے لیے بیٹیاں ہیں اور خود ان کے لیے بیٹے؟ (۱۴۹) کیا ہم نے فرشتوں کو عورت پیدا کیا اور وہ دیکھ رہے تھے (۱۵۰) آگاہ ہو جاؤ کہ یہ دروغ بافی کرتے ہیں (۱۵۱) جب کہتے ہیں کہ اللہ کے اولاد ہے اور بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں (۱۵۲) کیا اللہ نے بیٹوں کے مقابلہ میں بیٹیوں کو ترجیح دی (۱۵۳) تمہیں کیا ہو گیا ہے تم کیا فیصلہ کرتے ہو؟ (۱۵۴) کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے (۱۵۵) کیا تمہارے پاس کوئی واضح دلیل ہے؟ (۱۵۶) اگر تم سچے ہو تو پھر اپنی وہ دستاویز پیش کرو (۱۵۷) کیا ان لوگوں نے اس (خدا) اور جنوں

کے درمیان کوئی رشتہ ناطہ قرار دیا ہے؟ حالانکہ خود جنات جانتے ہیں کہ وہ (جزاوسزا کے لیے) پکڑ کر حاضر کئے جائیں گے (۱۵۸) پاک ہے اللہ (ان غلطیوں سے) جو وہ بیان کرتے ہیں (۱۵۹) ہاں البتہ اللہ کے مخلص اور برگزیدہ بندے اس سے مستثنیٰ ہیں (۱۶۰) سو تم اور جن کی تم پرستش کرتے ہو (۱۶۱) تم (سب مل کر بھی) اللہ سے کسی کو پھیر نہیں سکتے (۱۶۲) سوائے اس کے جو دوزخ کی بھڑکتی آگ کو تاپنے والا ہے (۱۶۳) اور (فرشتوں) میں سے کوئی ایسا نہیں مگر یہ کہ اس کا ایک خاص مقام ہے (۱۶۴) اور بے شک ہم صف بستہ حاضر ہیں (۱۶۵) اور بے شک ہم تسبیح و تقدیس کرنے والے ہیں (۱۶۶) اور (کفار بعثت نبوی سے پہلے) کہا کرتے تھے (۱۶۷) کہ اگر ہمارے پاس پہلے والے لوگوں کی طرح کوئی نصیحت (والی کتاب) ہوتی (۱۶۸) تو یقیناً ہم اللہ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہوتے (۱۶۹) اور جب وہ (کتاب آئی) تو اس کا انکار کر دیا سو عنقریب (اس کا انجام) معلوم کرلیں گے (۱۷۰) اور ہمارا وعدہ پہلے ہو چکا ہے اپنے ان بندوں کے ساتھ جو رسول ہیں (۱۷۱) کہ یقیناً ان کی نصرت اور مدد کی جائے گی (۱۷۲) اور یقیناً ہمارا ہی لشکر غالب ہے (۱۷۳) سو ایک مدت تک ان سے بے اعتنائی کیجئے (۱۷۴) اور انہیں دیکھتے رہئے اور عنقریب وہ خود بھی (اپنا انجام) دیکھ لیں گے۔ (۱۷۵) کیا وہ ہمارے عذاب کیلئے جلدی کرتے ہیں؟ (۱۷۶) تو جب وہ ان کے ہاں نازل ہو جائے گا تو وہ بڑی بری صبح ہوگی ڈرائے ہوؤں کے لیے (۱۷۷) اور ایک مدت تک ان سے بے توجہی کیجئے (۱۷۸) اور دیکھئے وہ بھی دیکھ رہے ہیں (۱۷۹) پاک ہے آپ کا پروردگار جو کہ عزت کا مالک ہے ان (غلط) باتوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں (۱۸۰) اور سلام ہو رسولوں پر (۱۸۱) اور ہر طرح کی تعریف ہے اس اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے (۱۸۲)

تشریح الالفاظ

(۱)۔اذ ابق ،ابق یبق کے معنی غلام کے سردار سے بھاگنے کے ہیں ۔(۲)۔فساھم ،ساھم، یساھم ۔ کے لغوی معنی ہیں قرعہ اندازی کرنا۔(۳)۔من المدحضین۔ یہ دحض سے مشتق ہے جس کے

معنی ہیں پاؤں کا پھسلنا۔(۴)۔ بالعراء۔عراء کے معنی کھلے میدان کے ہیں۔(۵)۔ بفاتنین۔فتن کے معنی کسی کو فتنہ میں مبتلا کرنا اور جب اس کا صلہ ''عن'' ہوتو اس کی معنی پھیرنے کے ہوتے ہیں۔(۶)۔ بساحتھم۔ساحت کے معنی گھر کی ڈیوڑھی کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۳۲)۔وانّ یونس۔۔۔الآیۃ

جناب یونسؑ کا اجمالی تذکرہ

جناب یونسؑ کا تذکرہ قبل ازیں سورۂ نساء آیت ۶۳، یونس آیت ۹۸ اور سورۃ الانبیاء آیت ۸۷۔۸۸ میں کیا جا چکا ہے اور بالخصوص سورۂ انبیاء میں۔لہذا ان کے مختصر حالات اور قوم پر عذاب الٰہی کے آثار دیکھ کر ان کا وہاں سے چلا جانا اور کشتی پر سوار ہونا اور وسط دریا میں کشتی کا رک جانا اور قرعہ اندازی کے بعد ان کا دریا میں ڈالا جانا اور مچھلی کا انہیں نگل جانا اور پھر آئے ہوئے عذاب کا ٹل جانا اور قوم کا ایمان لانا اور خدا کا انہیں مہلت دینا وغیرہ وغیرہ۔یہ سارے واقعات جن کی طرف یہاں اشارہ کیا گیا ہے وہاں بالصراحت بیان ہو چکے ہیں لہذا ان مقامات کی طرف رجوع کیا جائے۔

۳۳)۔وارسلناہ۔۔۔الآیۃ

خداوند عالم نے جناب یونسؑ کو ایک لاکھ سے کچھ زیادہ لوگوں کی طرف بھیجا تھا جنہوں نے پہلے تو ان کی تکذیب کی مگر جب قہر الٰہی کے آثار نمودار ہوئے اور جناب یونسؑ چلے گئے تو وہ ایمان لائے اور ان کی واپسی پر بڑے خوش ہوئے اس لیے خداوند عالم نے انہیں زندگی کی عیش سے ایک مدت لطف اندوز ہونے کی مہلت دی اور وہیں یعنی سورۂ انبیاء کی تفسیر میں ان کے ترک اولیٰ کی وضاحت بھی کی جا چکی ہے۔

ایضاح:۔

خدا کے کلام میں چونکہ تردد نہیں ہوسکتا۔لہذا یہاں ''او'' کی لفظ جس کے معنی ''یا'' کے ہیں یہاں اپنے مجازی معنی ''بل''، یعنی بلکہ میں استعمال ہوئی ہے۔مطلب یہ کہ وہ ایک لاکھ بلکہ اس سے کچھ زیادہ لوگوں کی

ہدایت کے لیے بھیجے گئے ایک لاکھ سے کتنے زیادہ تھے اسے غیر ضروری سمجھ کر اس کی وضاحت نہیں کی گئی۔ ویسے بعض روایات میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس زیادہ کی تعداد تیس ہزار بتائی ہے۔(اصول کافی، تفسیر صافی)

۳۴۔ فاستفتھم۔۔۔الآیة

اللہ کے لیے بیٹیاں اور تمہارے لیے بیٹے؟ یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟

یہاں سے ایک اور موضوع شروع ہو رہا ہے کئی بار اس مطلب کی وضاحت کی جا چکی ہے کہ عرب کے بعض قبائل جیسے قریش، خزاعہ اور جہینہ وغیرہ قائل تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ پیغمبر اسلامؐ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ ان لوگوں سے پوچھو کہ وہ کس بنا پر اللہ کی طرف اولاد منسوب کرتے ہیں حالانکہ وہ لم یلد ولم یولد کا مصداق ہے اور پھر اولاد بھی وہ یعنی بیٹیاں جن کو خود اپنے لیے پسند نہیں کرتے؟ ایسا کیوں؟ پھر اس کا کیا ثبوت ہے کہ فرشتے مونث ہیں کیا جب اللہ نے فرشتوں کو پیدا کیا تھا تو وہ موجود تھے؟ یا ان کے پاس منجانب اللہ کوئی دستاویز ہے اگر واقعاً کوئی تحریری ثبوت ہے تو اسے پیش کریں ورنہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ دروغ بافی کر رہے ہیں جو کہہ رہے کہ اللہ کی اولاد ہے؟

۳۵۔ وجعلوا بینه۔۔۔الآیة

اس آیت کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

یہ لوگ خدا اور جنوں کے درمیان رشتہ قرار دیتے ہیں اس کا مفہوم کیا ہے؟ اگر جنوں سے اصطلاحی معنوں والی مخلوق مراد لی جائے تو پھر خدا سے ان کی رشتہ داری کی دو تاویلیں کی گئی ہیں۔

ایک یہ کہ بعض زندیق لوگ کہتے تھے کہ اللہ اور شیطان دو بھائی ہیں (العیاذ باللہ) چنانچہ اللہ نے نور اور مفید چیزیں پیدا کیں اور ظلمت اور مضر چیزیں شیطان نے پیدا کی ہیں۔ دوسری یہ کہ بعض کفار عرب کہتے تھے کہ اللہ نے جنوں میں شادی کی اور اس کے نتیجہ میں فرشتے پیدا ہوئے۔ (مجمع البیان)

بناء بریں ولقد علمت الجنة انّھم لمحضرون۔ اپنے ظاہری مفہوم پر ہوگا کہ حالانکہ جن جانتے ہیں کہ وہ حساب وسزا کے لیے پکڑ کر حاضر کئے جائیں گے اور بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہاں لفظ جن اپنے لغوی معنی (پوشیدہ مخلوق) میں استعمال ہوا ہے اور اس سے مراد فرشتے ہیں کیونکہ وہ بھی پوشیدہ ہوتے ہیں اس بناء پر خدا اور فرشتوں کے درمیان باپ بیٹی والے رشتے کا غلط عقیدہ تو عام تھا اور اس تفسیر کی بناء پر ولقد

علمت الجنة انهم لمحضرون۔ میں انهم کی ضمیر کا مرجع مشرکین عرب ہوں گے کہ فرشتے جانتے ہیں کہ وہ مشرکین عرب جو ان کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں وہ سزا کے لیے پکڑ کر حاضر کئے جائیں گے اور اللہ لوگوں کے ان ہفوات وخرافات سے منزہ ومبرا ہے۔ (تفسیر صافی ومجمع البیان)

اور اللہ کے مخلص و برگزیدہ بندے اس ہرزہ سرائی سے مستثنیٰ ہیں اور اے مشرکو! تم اور تمہارے جھوٹے معبود جس قدر چاہو کدو کاوش کرو تم خدا سے کسی کو منحرف نہیں کر سکتے اور نہ ہی کسی کو اس کے خلاف بہکا سکتے ہو۔ سوائے اس بدبخت کے جو اپنے اختیار سے بھڑکتی ہوئی آگ کا تاپنے والا ہو۔

بناء بریں ما انتم علیه۔ میں علیه کی ضمیر کا مرجع خداوند عالم ہوگا۔ جبکہ اس کا مرجع ما تعبدون بھی ہوسکتا ہے کہ تم اپنے جھوٹے معبودوں پر صرف انہی لوگوں کو مفتون کر سکتے ہو جو خود ہی آتش دوزخ کا مزہ چکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

۳۶)۔ وما منّا ۔۔۔ الآیة

فرشتوں کی حقیقت کیا ہے؟ اور ان کا خدا سے تعلق کیا ہے؟

فرشتوں کے بارے میں مشرکین عرب کیا نظریہ رکھتے تھے؟ اس کا بالائی آیتوں میں فی الجملہ تذکرہ کیا جاچکا ہے اب ان آیتوں میں ان کی اصل حقیقت بیان کی جارہی ہے اور یہ کہ خداوند عالم کے ہاں ان کا مرتبہ ومقام کیا ہے؟ یہاں عام ملائکہ یا ان کے سید سردار جبرائیل امین کی زبانی کہلوایا جارہا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کا معرفت، عبادت، اور خدا سے ربط وتعلق کا ایک خاص مقام ہے جس سے وہ آگے نہیں بڑھ سکتے اور ہر ایک کی کارکردگی کا ایک معین دائرہ ہے جس سے وہ باہر نہیں جا سکتا۔ ہم سورۂ بقرہ کی آیت وعلّم آدم الاسماء کلّها۔ کی تفسیر میں واضح کر آئے ہیں کہ ''فرشتوں میں اپنی ساخت مزاج اور جبلت کے مطابق اس بات کی اہلیت ہی نہیں تھی کہ وہ کائنات کی ہر ایک چیز کا نام، اس کی حقیقت اور خاصیت سمجھ سکیں اور پھر معلومات سے مجہولات کا استخراج کر سکیں مگر انسان میں اس کی ساخت، فطرت اور جبلت ومزاج کہ وجہ سے اس قسم کے علم حاصل کرنے کی اہلیت ولیاقت پائی جاتی ہے وہ پایان ناپذیر علمی وعقلی استعداد کا مالک ہے۔ (فیضان ج ۱ ص ۱۱۶)

اور یہی بات خدا ثابت کرنا چاہتا تھا کہ فرشتے عہدہ خلافت الہیہ کے اہل نہیں ہیں ہم ہر وقت اس کی بارگاہ میں صف بستہ عبادت میں مصروف رہیں یا اور کوئی کام بھی انجام دینے کے لیے آمادہ ہیں اور ہم اس کی تسبیح وتقدیس کرتے رہتے ہیں اور ان باتوں کی وضاحت اسی سورۂ کی پہلی آیت کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

۳۷)۔ وان کانو لیقولون۔۔۔۔الآیۃ

اس آیت میں جو مضمون بیان کیا گیا ہے وہ قبل ازیں سورۂ فاطر کی آیت ۴۲ میں گزر چکا ہے ''واقسموا باللہ جھد ایمانھم ان جاء ھم نذیر۔۔۔الآیۃ'' وہ بڑی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اگر ان کے پاس ڈرانے والا (نبی) آجائے تو وہ سب قوموں سے بڑھ کر ہدایت یافتہ ہوں گے مگر جب آ گیا تو ان کی نفرت اور تکبر میں اور اضافہ ہو گیا۔ یہاں بھی یہی بات دہرائی گئی ہے کہ وہ پیغمبر اسلامؐ کی آمد سے پہلے کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس پہلے والے لوگوں کی طرح کوئی کتاب ہوتی تو یقینا ہم اللہ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہوتے۔ مگر جب یہ کتاب ان کے پاس آ گئی تو اس کا انکار کر دیا عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ان کے اس انکار کا انجام کیا ہے؟

۳۸)۔ ولقد سبقت کلمتنا۔۔۔۔الآیۃ

ہمارا رسولوں سے وعدہ ہو چکا ہے کہ وہی مظفر و منصور ہوں گے

اس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ کا رسولوں سے وعدہ لا غلبن انآ ورسلی۔ کہ میں اور میرے رسول ہی غالب ہوں گے۔ (المجادلہ۔ ۲۱) انّا لننصر رسلنا والّذین امنوا ۔۔۔الآیۃ۔ ہم اپنے رسولوں کی اور اہل ایمان کی مدد کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں وہی مظفر و منصور ہوتے ہیں اور ان کے مکذبین اور مخالفین کا انجام عبرت ناک ہوتا ہے اور آخری فتح اللہ کے لشکر کی ہی ہوتی ہے۔

اس غلبہ سے کیا مراد ہے؟

اگر اس غلبہ سے سیاسی اور دنیوی غلبہ مراد لیا جائے اور وہ بھی ہر پیغمبر اور ہر مؤمن کے لیے تو یہ بات مشاہدہ کے خلاف ہے۔ بظاہر شخصی طور پر کئی انبیاء و مرسلین اور مخلص مؤمنین کو یہ غلبہ حاصل نہیں ہوا تو اس بات کی کوئی مناسب تاویل کرنا پڑے گی جو ایک یہ ہے کہ یہ بات مجموعی طور پر انبیاء کے لیے ہے کہ ان کا دین برحق آخر کار غالب آ کر رہتا ہے اور جو لوگ ان کی تعلیمات و ہدایات پر عمل نہیں کرتے بلکہ اپنے خود ساختہ نظریات اپناتے ہیں اور اپنی خود ساختہ تہذیب و تمدن پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ انجام کار ان کا نظریہ ہو یا تہذیب سب اپنی موت آپ مر جاتے ہیں۔

دوسری تاویل یہ ہے کہ اس غلبہ سے دلیل و برہان اور اخلاق و اطوار کا غلبہ مراد ہے کہ اگرچہ ان کو مادی طور پر غلبہ نہ بھی حاصل ہو مگر نظریاتی اور استدلالی فتح ہمیشہ ان کو حاصل ہوتی ہے اور دنیا کے تمام غیر جانبدار عقلاء

روزگاران کے نظریات اورافکاراوران کی سیرت وکردار کی صحت وبلندی کا اقرار کرنے پر مجبور نظر آتے ہیں۔
تیسری تاویل یہ ہے کہ ان تمام انبیاء ومرسلین اور عباد اللہ الصالحین کے مشن کا مادی اور دنیاوی غلبہ اس وقت ظہور پذیر ہوگا جب حضرت مہدیؑ کا ظہور موفور السرور ہوگا اور جناب عیسیٰؑ بن مریمؑ کا آسمان سے نزول ہوگا اس وقت سوائے دین اسلام کے جو سب انبیاء کا برحق دین ہے باقی تمام ادیان حرف غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے جائیں گے اور اس دن ''لیظھرہ علی الدین'' کا منظر دنیا کے سامنے آئے گا۔
چوتھی تاویل اگر بفرض محال یہ غلبہ دنیا میں حاصل نہ ہوا تو آخرت میں تو ضرور ہی حاصل ہوگا ''یومئذ یفرح المومنون بنصر اللہ'' اس دن اہل ایمان اللہ کی مدد ونصرت دیکھ کر خوش ہوں گے۔

(۳۹)۔ فتولّ عنھم۔۔۔ الآیۃ

ایک خاص مدت تک ان سے بے اعتنائی کیجئے اور دیکھئے

اس پیرایہ میں پیغمبر اسلامؐ کو تسلی دی جارہی ہے اور انہیں صبر وانتظار کی تلقین کی جارہی ہے کہ وہ جو عذاب کے نزول کی جلدی کررہے ہیں وہ عنقریب اپنی تکذیب اور روش کے انجام کو دیکھ لیں گے۔

(۴۰)۔ سبحان ربّك۔۔۔ الآیۃ

پاک ہے آپ کا پروردگار جو عزت کا مالک ہے ان غلط باتوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں، سلام ہو رسولوں پر والحمد للہ رب العالمین۔ یہ آخری جملے ویسے قرآن مجید کی تلاوت کے بعد عموماً پڑھے جاتے ہیں۔ مزید برآں بعض اخبار میں وارد ہے کہ ہر محفل ومجلس کے اختتام پر اگر یہ جملے کہے جائیں تو اس سے ان بعض فروگذاشتوں کی تلافی ہوجاتی ہے جو اس مجلس ومحفل میں ہوئی ہوں اور ثواب عظیم بھی حاصل ہوتا ہے۔ (اصول کافی)۔ نیز ہر نماز کے بعد بھی ان فقروں کا پڑھنا مروی ہے۔ (قرب الاسناد)
بفضلہ تعالیٰ سورۂ صافات کا ترجمہ اور اس کی تفسیر بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوئی۔ والحمد للہ

سُوۡرَۃُ صٓ

وجہ تسمیہ:۔

اس سورہ کی ابتداء میں حرف ص مذکور ہے اسی سے یہ نام ماخوذ ہے۔

عہد نزول:۔

یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے مگر آنحضرتؐ کی مکی زندگی کے ادوار ثلاثہ میں سے کس دور میں نازل ہوئی ہے۔اس میں اختلاف ہے۔بعض روایات سے پہلا دور ظاہر ہوتا ہے کہ جب آپ نے اعلانیہ طور پر اپنی دعوت کا آغاز کیا تھا بعض آثار سے ہجرت حبشہ کے بعد اور بعض اخبار سے مکی زندگی کا دسواں گیارھواں سال مترشح ہوتا ہے جبکہ اسلام کو روز افزوں ترقی ہو رہی تھی اور کفار کا نہ صرف تمسخر و مذاق بلکہ جبر و جور بھی ناکام ہو چکا تھا۔

اس سورہ کے مضامین ومطالب کی اجمالی فہرست

۱)۔مشرکین مکہ اللہ کو ماننے کے منکر نہ تھے انہیں جو اعتراض تھا وہ اس کی وحدانیت پر تھا۔

۲)۔ان کو پیغمبر اسلامؐ کی نبوت پر سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ اللہ نے صنادید عرب کو چھوڑ کر یتیم عبداللہ جیسے بے زر و مال کا اس عہدے کے لیے کیوں انتخاب کیا؟

۳)۔ان لوگوں کو زیادہ وحشت عقیدہ توحید و آخرت سے ہوتی تھی جسے وہ لائق مذاق نظریہ جانتے تھے۔

۴)۔جناب داؤدؑ کے پاس دو فریقوں کے مقدمہ پیش کرنے کا قصہ۔

۵)۔جناب سلیمانؑ کے تفصیلی حالات۔

۶)۔ان کے گھوڑے کا معائنہ کرنے اور سورج کے پلٹنے کا واقعہ۔

۷)۔حکومت کے حصول کی دعا اور اس کا حصول۔

۸)۔جناب ایوبؑ اوران کے صبر وضبط کا تفصیلی تذکرہ۔

۹)۔بعض دوسرے انبیا جیسے الیسعؑ اور ذوالکفل کا اجمالی بیان۔

۱۰)۔آخر میں آدمؑ وابلیس کا قصہ اور تکبر کے انجام بد کا بیان۔

۱۱)۔قرآن کے ذکر للعالمین ہونے کا بیان۔

۱۲)۔اہل دوزخ کا باہمی جھگڑا وغیرہ وغیرہ۔

سورۃ ص کی تلاوت کرنے کا ثواب

۱)۔پیغمبر اسلامؐ سے منقول ہے فرمایا جو شخص سورۂ ص کی تلاوت کرے گا خدا اسے ہر اس پہاڑ کے وزن کے برابر نیکیاں عطا فرمائے گا جسے خدا نے جناب داؤد کے لیے مسخر کیا تھا اور اسے ہر صغیرہ وکبیرہ گناہ پر اصرار کرنے سے محفوظ رکھے گا۔(مجمع البیان)

۲)۔حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا جو شخص شب جمعہ سورۂ ص کی تلاوت کرے گا اسے دنیا و آخرت کی ہر خیر وخوبی عطا کی جائے گی جو نبی ومرسل یا ملک مقرب کے سوا کسی اور کو عطا نہیں کی جاتی اور خدا اسے جنت میں داخل کرے گا اور اس کے گھر والوں میں سے بھی جسے وہ چاہے گا حتیٰ کہ اس کے خدمت گزار کو بھی فردوس بریں میں داخل کرے گا۔(تفسیر عیاشی)

(سورۃ ص مکی ہے اس کی ۸۸ آیات اور ۵ رکوع ہیں)

آیات القرآن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ ① بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ② كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ③ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ؗ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ④ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ⑤ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ⑥ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ

اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۚۖ ۝٧ ءَاُنْزِلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَیْنِنَا ؕ بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِیْ ۚ بَلْ لَّمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِ ؕ ۝٨ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِیْزِ الْوَهَّابِ ۚ ۝٩ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا ۫ فَلْیَرْتَقُوْا فِی الْاَسْبَابِ ۝١٠ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۝١١ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ عَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۙ ۝١٢ وَ ثَمُوْدُ وَ قَوْمُ لُوْطٍ وَّ اَصْحٰبُ لْـَٔیْكَةِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ الْاَحْزَابُ ۝١٣ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۠ ۝١٤

ترجمۃ الآیات

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے ص! قسم ہے نصیحت والے قرآن کی (۱) آپ کی (نبوت برحق ہے) بلکہ وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا ہے وہ تکبر اور مخالفت میں مبتلا ہیں (۲) ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کر دیں۔ پس (عذاب کے وقت) وہ پکارنے لگیں مگر وہ وقت خلاصی کا نہ تھا (۳) اور وہ اس بات پر تعجب کر رہے ہیں کہ ان کے پاس ایک ڈرانے والا (پیغمبر) انہی میں سے آیا ہے اور کافر کہتے ہیں کہ یہ (شخص) جادوگر (اور) بڑا جھوٹا ہے (۴) کیا اس نے بہت سے خداؤں کو ایک خدا بنا دیا؟ بے شک یہ بڑی عجیب بات ہے (۵) اور ان کے بڑے لوگ (سردار) یہ کہتے ہوئے (آپ کے پاس سے) اٹھ کھڑے ہوئے (اور قوم سے کہا) چلو اور اپنے معبودوں (کی عبادت) پر صبر و ثبات سے قائم رہو (ڈٹے رہو) یقیناً اس بات میں (اس شخص کی) کوئی غرض ہے (۶) ہم نے تو یہ بات (کسی) پچھلے مذہب (عیسائیت) میں (بھی) نہیں سنی یہ تو محض ایک من گھڑت بات ہے (۷) کیا ہم میں سے صرف اسی شخص پر الذکر (قرآن) اتارا گیا ہے؟ دراصل یہ لوگ میرے ذکر (کتاب) کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں بلکہ انہوں نے ابھی میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا (۸) کیا تمہارے غالب اور فیاض پروردگار کی رحمت کے

خزانے ان کے پاس ہیں؟(۹) یا کیا آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کی حکومت ان کے لیے ہے(اگر ایسا ہے) تو پھر انہیں چاہیے کہ سیڑھیاں لگا کر چڑھ جائیں (۱۰) یہ(کفار کے) لشکروں میں سے ایک لشکر ہے جسے وہاں (بمقام بدر) شکست ہوگی (۱۱) اور ان سے پہلے قوم نوح وعاد اور میخوں والا فرعون(۱۲) اور ثمود اور قوم لوط اور ایکہ والے (اپنے نبیوں کو) جھٹلا چکے ہیں یہ لوگ بڑے بڑے گروہ تھے(۱۳) ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو ہمارے عذاب کے مستوجب ہوئے (۱۴)

تشریح الالفاظ

(۱)۔ذی الذکر۔ذکر کی لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوتی ہے جیسے ذکر خدا، قرآن اور نصیحت۔(۲)۔عزۃ۔کے معنی تکبر اور گھمنڈ کے ہیں۔(۳)۔شقاق۔کے معنی مخالفت اور ضد کے ہیں۔(۴)۔مناص۔کے معنی خلاصی اور بچنے کے ہیں۔(۵)۔عجاب۔کے معنی بہت عجیب وغریب کے ہیں۔(۶)۔اختلاق۔کے معنی من گھڑت کے ہیں۔(۷)۔الاسباب۔کے معنی وسائل اور آلات کے ہیں۔(۸)۔الاوتاد۔یہ وتد کی جمع ہے جس کے معنی میخ کے ہیں ۔(۹)۔مھزوم۔کے معنی شکست خوردہ کے ہیں۔(۱۰)۔الاحزاب۔یہ حزب کی جمع ہے جس کے معنی جماعت اور گروہ کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱)۔ص...الآیۃ

یہ ان حروف مقطعات میں سے ہے جن کے بارے میں کئی بار وضاحت کی جا چکی ہے کہ یہ ان متشابہات میں سے ہیں کہ جن کی حقیقی تاویل خدا اور راسخون فی العلم کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ یہ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جس کی اس نے قسم کھائی ہے اور ضحاک سے منقول ہے کہ اس کے معنی ہیں صدق اللہ۔(مجمع البیان)

نیز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ صاد نامی ایک چشمہ ہے جو عرش الٰہی کے نیچے سے (یعنی دائیں جانب سے) پھوٹتا ہے جس سے شب معراج پیغمبر اسلامؐ نے وضو کیا تھا۔(تفسیر صافی)

۲)۔والقرآن ذی الذّکر۔۔۔۔الآیۃ

ذکر کے ایک معنیٰ نصیحت کے بھی ہیں جیسے ان ھو الا ذکر میں اور دوسرے معنیٰ عزوشرف کے بھی ہیں جیسے انّہ ذکر لك ولقومك۔کہ یہ قرآن آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے عزوشرف کا باعث ہے۔

بہرحال یہ تو نصیحت اور عزت والے قرآن کی قسم ہے اور جواب قسم محذوف ہے کہ آپ کی نبوت برحق ہے اور کفار مکہ کی روش ورفتار غلط ہے۔

۳)۔بل الّذین کفروا۔۔۔۔الآیۃ

کفار کے انکار رسالت کا سبب ان کا خاندانی تکبر اور ضد وہٹ دھرمی تھا

اگر بنظر غائر کفار کے پیغمبر اسلامؐ کی دعوت ورسالت اور قرآن کے کلام اللہ ہونے کے انکار کے علل و اسباب کو دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کی وجہ پیغمبر اسلامؐ کی صداقت میں نہ کوئی شک ہے اور نہ قرآن کے کلام اللہ ہونے میں کوئی ریب ہے اور نہ ہی آپ کی دعوت میں کوئی عیب ہے بلکہ اس کی وجہ صرف اور صرف ان کی ذاتی انانیت و کبریائی اور ضد وتعصب نظر آتی ہے کہ وہ دنیاوی اور سیاسی طور پر اپنے آپ کو بڑا آدمی اور پیغمبر اسلامؐ کو ایک معمولی آدمی جانتے تھے اور نظر بہ ظاہر حالات اس وقت صورت حال بھی یہی تھی گو آج پیغمبر اسلامؐ کا نام بہت عظیم نام ہے اور آج دنیا ان کے علمی وعملی کارناموں کی بناء پر ان کو ایک عظیم انسان ماننے پر مجبور ہے مگر جب آپ نے مکہ میں دعوائے نبوت کیا تھا تو صنادید عرب اور اکابر قریش آپ کو ایک معمولی آدمی سمجھتے تھے تو چونکہ ان کا خیال تھا کہ اس عہدہ کے لیے کوئی بڑا شخص ہونا چاہیے۔جیسا کہ دوسرے مقام پر ان کا یہ قول نقل کیا گیا ہے۔لو لا نزل ھذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم۔کہ یہ قرآن مکہ وطائف کے کسی بڑے(سرمایہ دار)شخص پر کیوں نہیں اتارا گیا؟ تو ان کے لیے یہ باور کرنا مشکل تھا کہ یہی یتیم عبداللہ ہی وہ شخص ہے جس پر خدا نے اپنا قرآن نازل کیا ہے اور جسے اس نے منصب نبوت کے لیے منتخب کیا ہے؟ کیونکہ پیغمبر شناسی کے لیے جس صلاحیت کی ضرورت ہے ان کی اکثریت اس سے عاری تھی۔چنانچہ خدا فرماتا ہے کہ وہ تعجب کرتے ہیں کہ خدا نے انہی میں سے ایک عام آدمی کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور ان کو نظر انداز کر دیا ہے یہ وہ ساحر ہے یہ کذاب ہے ہم نے یہ بات نہیں سنی ہے یہ سب کچھ من گھڑت ہے خدا نے ان لوگوں کی سوچ کے اس انداز کا ہمیشہ یہ جواب دیا ہے کہ نبوت ورسالت خدا کی رحمت ہے جسے وہ خود تقسیم کرتا ہے اور اس کے نزدیک اس کا معیار مال ودولت کی کثرت یا سیاسی اقتدار واختیار نہیں ہے بلکہ ایک روحانی جوہر ہے جو علم وعمل،قوت وطاقت اور تقویٰ

وطہارت ہے۔ ارشاد قدرت ہے اھم یقسمون رحمۃ ربك۔ کیا خدا کی رحمت یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں یا اللہ؟ یعنی اگر یہ چیز ان کے اختیار میں ہوتی تو یقیناً کسی بڑے سرمایہ دار کو ہی نبی بناتے۔ مگر جب ان کی روزی اللہ تقسیم کرتا ہے نحن قسمنا معیشتھم فی الحیوۃ الدنیا۔ تو نبوت والی رحمت تقسیم کرنے والے یہ کون ہوتے ہیں اور یہاں بھی آیت ۱۰ میں یہی حقیقت بیان کی گئی ہے ام لھم ملك السموات والارض۔ کہ اگر آسمان وزمین وغیرہ کی حکومت ان کے زیر نگیں ہے تو پھر سیڑھیوں کے ذریعہ آسمان پر چڑھ کر اقتدار پر قبضہ کرلیں اور اپنی مرضی کے نبی ورسول بنائیں۔

۴)۔ کم اھلکنا ۔۔۔الآیۃ

مکذبین رسول کو دھمکی

اسلام وقرآن کا انکار کرنے والوں کو دھمکی دی جارہی ہے کہ اگر وہ اپنی انانیت اور تکبر اور ضد وتعصب کی اسی روش ورفتار پر برقرار ہے تو پھر ان کا انجام ان لوگوں سے مختلف نہیں ہوگا جو پہلی قوموں کے مکذبین ومنکرین کا ہو چکا ہے جب خدا نے ان کو پکڑا تو انہوں نے بڑی ہائے پکار کی اور بڑی داد وفریاد کی مگر اب خلاصی کا وقت گزر چکا تھا۔ لہٰذا ان لوگوں کو اس برے انجام سے ڈرنا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ جب وہ خواب غفلت سے بیدار ہوں تو خلاصی کا وقت گزر چکا ہو اور ان کی ہائے پکار انہیں کوئی فائدہ نہ دے۔

۵)۔ اجعل الالھۃ۔۔۔الآیۃ

قرآن اور تاریخ اسلام گواہ ہے کہ قریش اور دوسرے مشرکین عرب کو اللہ کے ماننے سے انکار نہ تھا۔ ہاں البتہ انہیں اس کے ایک ہونے کا انکار تھا کیونکہ وہ شرک کی لا علاج بیماری میں مبتلا تھے اور مختلف معبودوں کی پرستش کرتے تھے۔ ہر گھر کا معبود جدا، ہر قبیلہ کا معبود جدا، پھر ساری قوم کا بڑا معبود جدا۔ اس طرح وہ کم وبیش تین سو ساٹھ معبودوں کی پرستش کرتے تھے اور جب پیغمبر اسلامؐ نے یہ نعرہ بلند کیا کہ قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا۔ کہو خدا ایک ہے تو فلاح پا جاؤ گے تو یہ ان لوگوں پر بڑا گراں گزرتا تھا اس لیے کہتے تھے کہ اس شخص نے بہت سے خداؤں کو ایک بنا دیا ہے یہ بڑی عجیب وغریب بات ہے اور یہی وہ زہریلا پروپیگنڈا تھا جو یہ لوگ عربوں کی قبائلی عصبیت کی آگ بھڑکانے کے لیے پیغمبر اسلامؐ کے خلاف کرتے تھے۔

اس آیت کی شان نزول

مروی ہے کہ ایک بار اکابر قریش کے قریباً پچیس (۲۵) آدمی جن میں ولید بن مغیرہ، ابوجہل، ابی وعتبہ

وغیرہ وغیرہ شامل تھے جناب ابو طالبؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اپنے بھتیجے سے کہیے کہ وہ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنا چھوڑ دے تو ہم ان کے معبود کو برا بھلا کہنا ترک کر دیں گے۔ چنانچہ حضرت ابو طالبؑ نے پیغمبر اسلامؐ کو بلا کر ان لوگوں کا پیغام پہنچا دیا جس پر آپ نے فرمایا میں انہیں صرف ایک کلمہ کی دعوت دیتا ہوں اگر وہ اسے قبول کر لیں تو عرب وعجم ان کے باج گزار ہو جائیں گے پوچھا وہ کلمہ کیا ہے؟ فرمایا لا اله الا الله۔ اس پر وہ ناک بھوں چڑھاتے ہوئے اور اجعل الالهة الهاً واحداً۔ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی قوم سے کہا کہ بڑے صبر وثبات کے ساتھ اپنے معبودوں کی عبادت پر قائم رہو۔ (مجمع البیان)

نیز واضح رہے کہ مشرکین مکہ کی نگاہ کج بین میں یہی پیغمبر اسلامؐ کا واحد گناہ تھا جو فتح مکہ کے بعد ان کی نظروں میں معاف ہو گیا تھا کہ کچھ ایمان لائے اور باقی انکار نہ کر سکے۔

٦)۔ انّ هذا لشئی۔۔۔ الآية

اس فقرہ کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ یہ شخص جو دعوت دے رہا ہے اور جس انداز سے تبلیغ کر رہا ہے وہ تمہارے آبائی مذہب کو مٹا کر اور نیا دین رائج کر کے تم پر حکومت قائم کرنا چاہتا ہے اور اقتدار حاصل کرنا چاہتا ہے۔

دوسرا یہ کہ چونکہ یہ شخص تمہیں اپنے معبودوں سے ہٹا کر ایک معبود کی چوکھٹ پر تمہاری پیشانیاں جھکانا چاہتا ہے لہٰذا جو کام کرنے کا ہے وہ یہ ہے کہ تم لوگ اپنے معبودوں کی عبادت پر پورے صبر وضبط کے ساتھ ڈٹے رہو اور اس شخص کی دعوت توحید ناکام بناؤ۔

٧)۔ جند مّا هنالك۔۔۔ الآية

چونکہ یہ سورۂ مکی ہے لہٰذا مشرکین عرب کو پیشگوئی کی جا رہی ہے کہ تمہارا لاؤ لشکر آخر کار شکست خوردہ ہو گا جس کی عملی تفسیر دنیا نے جنگ بدر میں دیکھ لی ہے اور اسلام کی صداقت کا لوہا بڑے بڑے مخالفین نے بھی مان لیا ہے۔ والحمد لله

٨)۔ كذّبت قبلهم۔۔۔ الآية

ان آیتوں میں بطور درس عبرت بعض قوموں کے تکذیب رسل کرنے اور اس کی وجہ سے برے انجام سے دوچار ہونے کا تذکرہ کر کے موجودہ مکذبین کو اس انجام بد سے ڈرایا جا رہا ہے۔

ایضاح:۔

اس سلسلہ میں فرعون کے نام کے ساتھ **ذوالاوتاد** کی لفظ استعمال کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نام کے ساتھ میخوں والا تصور عام تھا اس کا کیا مفہوم ہے؟ عام مفسرین نے تو یہی لکھا ہے کہ اس کا دستور تھا کہ جب کسی شخص کو سزا دینا چاہتا تھا تو زمین میں چار میخیں گاڑ دیتا تھا پھر اس کے پاؤں کو مضبوطی سے ان کے ساتھ باندھ دیتا تھا یہاں تک کہ وہ تڑپ تڑپ کر مر جاتا تھا یا اسے زمین پر لٹا کر اس کے ہاتھ پاؤں میں میخیں ٹھونک دیتا تھا اور اس اذیت ناک طریقہ سے وہ لوگوں کو ہلاک کرتا تھا اور بعض نے **ذوالاتاد** کی یہ تاویل کی ہے کہ اس کی حکومت اس طرح مضبوط تھی کہ جس طرح زمین میں میخ گڑی ہوئی ہو یا اس کا لشکر اس قدر کثیر تھا کہ جہاں پڑاؤ کرتا تھا وہاں ہر طرف اس کے خیموں میں میخیں گڑی ہوئی نظر آتی تھیں۔ واللہ العالم

آیات القرآن

وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۱۶﴾ اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ۭ كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾ وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ ۣ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۣ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ۭ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ

رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۩ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾

ترجمۃ الآیات

اور یہ لوگ بس ایک چنگھاڑ (دوسری نفخ) کا انتظار کر رہے ہیں جس کے بعد کچھ دیر نہ ہوگی (۱۵) اور وہ (از راہ مذاق) کہتے ہیں کہ ہمارے پروردگار کے (عذاب میں سے) ہمارا حصہ ہمیں حساب کے دن (قیامت) سے پہلے دے دے (۱۶) (اے میرے رسول) جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں اس پر صبر کیجئے! اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کیجئے جو قوت والے تھے بے شک وہ ہر معاملہ میں (اللہ کی طرف) بڑے رجوع کرنے والے تھے (۱۷) ہم نے پہاڑوں کو ان کے ساتھ مسخر کر دیا تھا جو شام اور صبح کے وقت ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے (۱۸) اور پرندوں کو بھی (جو تسبیح کے وقت) جمع ہو جاتے تھے (اور) سب (پہاڑ و پرند) ان کے فرمانبردار تھے (اور ان کی آواز پر آواز ملاتے تھے) (۱۹) اور ہم نے ان کی حکومت کو مضبوط کر دیا تھا اور ان کو حکمت و دانائی اور فیصلہ کن بات کرنے کی صلاحیت عطا کی تھی (۲۰) (اے رسول) کیا آپ تک مقدمہ والوں کی خبر پہنچی ہے جب وہ دیوار پھاند کر (ان کے) محراب عبادت میں داخل ہو گئے (۲۱) جب وہ اس طرح (اچانک اندر) جناب داؤد کے پاس پہنچ گئے تو وہ ان سے گھبرا گئے انہوں نے کہا کہ آپ ڈریں نہیں ہم دو فریق مقدمہ ہیں ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے اور راہ راست کی طرف ہماری راہنمائی کیجئے (۲۲) (وجہ نزاع یہ ہے کہ) یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے اس پر بھی وہ

کہتا ہے کہ ایک دنبی بھی میرے حوالے کر دے اور گفتگو میں مجھے دباتا ہے(۲۳) داؤد نے کہا اس شخص نے اتنی دنبیوں کے ساتھ تیری دنبی ملانے کا مطالبہ کر کے تجھ پر ظلم کیا ہے اور اکثر شرکاء اسی طرح ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں سوائے ان کے جو ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت کم ہیں اور (یہ بات کہتے ہوئے) داؤد نے خیال کیا کہ ہم نے ان کا امتحان لیا ہے تو انہوں نے اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کی اور اس کے حضور جھک گئے اور توبہ وانابہ کرنے لگے(۲۴) اور ہم نے انہیں معاف کر دیا اور بے شک ان کے لیے ہمارے ہاں (خاص) تقرب اور اچھا انجام ہے(۲۵) اے داؤد! ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ مقرر کیا ہے پس حق وانصاف کے ساتھ لوگوں میں فیصلہ کیا کرو اور خواہش نفس کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی اور جو اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اس لیے انہوں نے یوم الحساب (قیامت) کو بھلا دیا ہے(۲۶)

تشریح الالفاظ

(۱)۔فواق۔جانور کا دو مرتبہ دودھ دوہنے کے درمیانی وقفہ کو فواق کہا جاتا ہے اور جاں کنی کی ہچکی کو بھی فواق کہا جاتا ہے جس سے مجازاً تھوڑی سی مہلت مراد ہوتی ہے ۔(۲) قطنا۔قط کے معنی حصہ کے ہیں ۔(۳) ۔ذاالاید۔اید کے معنی طاقت وقوت کے ہیں۔(۴)فصل الخطاب۔کا مطلب ہے فیصلہ کن گفتگو کرنے کی صلاحیت۔(۵)۔الخصیم ۔خصم ۔کے معنی مدعی مخالفت اور جھگڑا کرنے والا۔واحد تثنیہ اور جمع اور مذکر و مؤنث سب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔(۶)۔تسوّروالمحراب۔تسور کے معنی کنگن پہننے اور دیوار پھاندنے کے ہیں اور محراب کے معنی مجلس اشراف اور مصلائے عبادت صدر مجلس ،قبلہ اور پیشنماز کی جگہ کے ہیں ۔(۷)۔ولا تشطط۔کے معنی بے انصافی کرنے کے ہیں۔(۸)۔نعجة ۔کے معنی بھیڑ کے ہیں۔(۹) ۔الخلطاء۔ یہ خلیط کی جمع ہے جس کے معنی شریک کے ہیں۔(۱۰)۔فتناہ ۔فتن یفتن۔کے معنی امتحان و آزمائش کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۹)۔ وما ینظر ۔۔۔الآیۃ

اس قسم کی آیت قبل ازیں سورۂ یٰس میں دوبار گزر چکی ہے ما ینظرون الاّ صیحۃ واحدۃ(آیت ۔۴۹) انّ کانت الا صیحہ واحدۃ (آیت ۵۳) مطلب یہ ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کے جھٹلانے والے صرف ایک چنگھاڑ یعنی نفخ صور کی مہیب آواز کا انتظار کر رہے ہیں اس کے بعد انہیں تھوڑی سی مہلت بھی نہیں دی جائے گی۔

۱۰)۔ وقالوا ۔۔۔۔الآیۃ

یہ بات تو واضح ہے کہ ہر دور میں کفار مذاقاً عذاب الٰہی کے جلد نازل ہونے کا مطالبہ کرتے تھے اور نبیوں سے کہتے تھے کہ آپ جو صبح و شام ہمیں عذاب خداوندی کی دھمکیاں دیتے ہیں تو پھر جلد اسے لاتے کیوں نہیں کہ انہیں اس کا یقین نہیں ہوتا اور یہاں جو کہا جا رہا ہے کہ عجّل لنا قطنا۔ تو اس میں بھی تمسخر کا پہلو نمایاں نظر آتا ہے وہ احمقانہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ اے اللہ تو جو ہمیں ہمیشہ یوم الحساب کے حساب وعذاب سے ڈراتا رہتا ہے تو ہمیں یوم الحساب کا انتظار نہ کرا بلکہ ہمارے حصہ کا جو عذاب ہے وہ جلدی ہمارے سامنے لے آتا کہ دیکھ لیں کہ وہ کیسا ہے؟ اور جو کچھ کل ہونا ہے وہ آج ہی ہو جائے۔

۱۱)۔ واذکر عبدنا ۔۔۔الآیۃ

قوت والے داؤد کا تذکرہ

جناب داؤدؑ بڑی عزت وعظمت والے تھے اور بنی اسرائیل کے بادشاہوں میں سے جناب طالوتؑ کے بعد دوسرے بادشاہ تھے وہ غیر معمولی قوت وطاقت کے مالک تھے بڑے مجاہد فی سبیل اللہ تھے خدا نے لوہے کو ان کے ہاتھوں میں موم کی طرح نرم کر دیا تھا اور وہ ہر معاملہ میں اللہ کی طرف رجوع کرتے تھے بڑی قوت اور تن دہی سے خدا کی عبادت کرتے تھے وہ جب پہاڑ کے دامن میں بیٹھ کر خدا کی حمد وثناء اور اس کی تسبیح وتقدیس کرتے تھے تو پہاڑ اور پرندے بھی ان کی ہمنوائی کرتے تھے اور ان کی آواز میں اپنی آواز ملاتے تھے ان سب باتوں پر پوری طرح شرح و بسط کے ساتھ قبل ازیں سورۂ انبیاء آیت ۷۹ وسخّر لنا مع داؤد الجبال یسبّحن والطیر ۔۔۔الآیۃ اور سورۂ سباء آیت نمبر ۱۰ یا جبال اوبی معہ والطیر ۔۔۔الآیۃ کی تفسیر

میں بیان کر چکے ہیں۔ لہٰذا ان حقائق کے معلوم کرنے کے لیے ان مقامات کی طرف رجوع کیا جائے وہیں پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح کرنے کی نوعیت وکیفیت کی بھی وضاحت کردی گئی ہے۔

۱۲)۔وشدّدنا ملکه ...الآیة

جناب داؤد پر اللہ کے بعض احسانات کا تذکرہ

خدائے منان نے جناب داؤد پر بہت سے احسانات کئے تھے جن میں سے بعض یہ ہیں:

۱)۔انہیں جہاد وعبادت کرنے کی بڑی قوت وطاقت عطا فرمائی۔

۲)۔وہ اپنے معاملات میں اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

۳)۔اللہ تعالیٰ نے انہیں مضبوط و مستحکم حکومت عطا فرمائی تھی۔

۴)۔انہیں حکمت ودانائی بخشی تھی۔

۵)۔فیصلہ کن گفتگو کرنے کی استعداد وصلاحیت بخشی تھی۔

۶)۔پہاڑوں اور پرندوں کو ان کے لیے مسخر کردیا تھا۔

۷)۔لوہے کو ان کے لیے موم کیا تھا جس سے وہ زرہیں بناتے تھے اور انہیں بیچ کر اپنے ہاتھ کی حلال کمائی کھاتے تھے۔

۸)۔خدا نے پیغمبر اسلامؐ کو ان کا ذکر کرنے کا حکم دیا۔

۱۳)۔وهل اتاك نبأ الخصم....الآیة

مقدمہ والوں کا دیوار پھاند کر جناب داؤد کے پاس مقدمہ دائر کرنا

کہا جاتا ہے کہ حضرت داؤد نے تین دن کی باری مقرر کر رکھی تھی۔

۱)۔ایک دن دربار اور فصل مقدمات کے لیے۔

۲)۔دوسرا اپنے اہل وعیال کے ساتھ رہنے کے لیے۔

۳)۔تیسرا دن الگ رہ کر خالص عبادت کرنے کے لیے۔

ایک روز جب ان کا عبادتی دن تھا وہ اپنے محل کے مخصوص حصہ میں اکیلے عبادت میں مشغول تھے کہ دو آدمی دیوار پھاند کر اندر داخل ہو گئے اور ان کے کمرہ عبادت میں آ کر کھڑے ہو گئے یہ ایک غیر معمولی بات تھی اس لیے آپ گھبرا گئے ان دونوں آدمیوں نے اطمینان دلایا اور کہا کہ ہم دو فریق ہیں آپ سے

ایک جھگڑے کا فیصلہ لینے کے لیے یہاں حاضر ہوئے ہیں یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے تو یہ کہتا ہے کہ وہ بھی میرے حوالے کر دو اور اس نے گفتگو میں مجھے دبالیا داؤد نے کہا اس نے تمہاری دنبی کو اپنی دنبی میں ملانے کا مطالبہ کر کے تم پر ظلم کیا ہے اور اکثر شرکاء ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں مگر وہ جو ایمان رکھتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ (تذکیرالقرآن، ج ۲)

وہ معاملہ کیا تھا جس کے لیے جناب داؤدؑ نے خدا سے مغفرت طلب کی اور توبہ وانابہ کی؟

اس سلسلہ میں اسرائیلیات کا ایک انبار لگا ہوا ہے۔ مروجہ محرف تورات بے سروپا قصص و حکایات سے لبریز ہے۔ علماء یہود نے جناب داؤد پر ایک شرمناک الزام لگایا پھر اسے اس طرح اچھالا کہ زبان زد خلائق ہو گیا اور نہ صرف غیر مسلمان مؤرخین نے اسے نقل کیا بلکہ بعض مسلمان مفسرین نے بھی بے سوچے سمجھے اسے نہ صرف اپنی تفسیروں میں نقل کیا بلکہ اسے قبول بھی کر لیا۔ جس کا خلاصہ نقل کفر کفر نباشد کے طور پر یہ ہے کہ جناب داؤد نے اور یا نامی ایک فوجی کی خوبصورت بیوی پر قبضہ کر لیا اور اس کے شوہر کو جنگ میں بھیج کر لطائف الحیل سے قتل کرا دیا اور عدت گزرنے سے پہلے عقد کر لیا اور یہی خاتون جناب سلیمانؑ کی والدہ ہیں (العیاذ باللہ) مگر ان مسلمان مفسرین نے اتنا بھی نہ سوچا کہ ایسا واقعہ تو ایک عادل شخص کی عدالت بلکہ ایک شریف انسان کی شرافت و مروت کے بھی منافی ہے۔ چہ جائیکہ وہ ہستی معصوم نبی کی ہو جس کی طرف اس کی نسبت دی جا رہی ہے۔

بسوخت عقل از حیرت
کہ ایں چہ العجبی است؟؟

یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا لو اوتی برجل یقول ان داؤد ارتکب فاحشه الاضربته حدین احداهما حد القذف والآخر لا جل النبوة۔ اگر کوئی جناب داؤد کی طرف زناکاری کی نسبت دے تو میں اس پر دو حدیں جاری کروں گا ایک تہمت زنا کی اور دوسری پیغمبری کی توہین کی۔ (تفسیر بتیان)

اور سعید بن المسیب سے یوں مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا من حدثکم بحدیث داؤد علی ما یرویه القصاص جلدته مأة وستین۔ جو شخص داؤدؑ کے بارے میں وہ بات بیان کرے گا جو عام

قصہ گو بیان کرتے ہیں میں اسے ایک سو ساٹھ درے لگاؤں گا۔ (ضیاء القرآن)

ان حقائق سے معلوم ہو گیا کہ یہ قصہ بالکل بے بنیاد ہے جو قانون روایت و درایت اور اصول حدیث کے مطابق نا قابل اعتبار و اعتماد ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اصل واقعہ کیا ہے جس کی وجہ سے جناب داؤد نے توبہ و استغفار کی؟ تو اس کی حقیقت صرف یہ ہے کہ جو کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ اس مقدمہ میں جو دو شخصوں نے پیش کیا تھا آپ نے مدعا گواہ طلب کئے بغیر اور مدعا علیہ کا بیان سنے بغیر حکم جاری کر دیا کہ یہ شخص ظالم ہے۔ لہٰذا زیادہ سے زیادہ اسے ترک اولیٰ کا نام دیا جا سکتا ہے نہ کہ گناہ اور ظاہر ہے کہ انبیاء و مرسلین اپنے منصب و مقام کی عظمت کے پیش نظر ترک اولیٰ کو بھی اہمیت دیتے ہیں جو عام لوگ کسی گناہ کبیرہ کو بھی نہیں دیتے۔ چنانچہ قرآن شاہد ہے کہ اس سے نہ ان کی تقرب الٰہی میں کوئی خلل واقع ہوا اور نہ ان کے انجام بخیر ہونے میں کوئی کمی واقع ہوئی۔ (عیون الاخبار الرضا اور تفسیر بتیان وغیرہ)

۱۴)۔ یاداؤد انا جعلناك۔۔۔ الآیۃ

جناب داؤدؑ خلیفۃ اللہ ہیں

چونکہ خداوند عالم نے جناب داؤد کو نبوت کے ساتھ ساتھ دنیوی اقتدار و اختیار بھی عطا فرمایا تھا اس لیے نعمت کا صحیح شکریہ ادا کرنے یا اپنے منصبی فرائض کو خوش اسلوبی سے ادا کرنے کے لیے ایک دو نکاتی ہدایت نامہ بھی ہمراہ دیا گیا ہے۔ اول یہ ہے کہ ہر فیصلہ حق انصاف کے ساتھ کیا جائے۔

دوسرے یہ کہ اس سلسلہ میں خواہش نفس کی پیروی نہ کی جائے اور اپنی ذاتی پسند اور ناپسند کو فیصلوں پر اثر انداز نہ ہونے دیا جائے۔ الغرض چونکہ تمہیں خلافت اور اقتدار خدائے قادر و مختار نے دیا ہے تو تم اسے اقتدار عطا کرنے والے کی منشاء کے مطابق استعمال کرو کیونکہ خواہش نفس کی پیروی آدمی کو خدا کے راستے سے ہٹا دیتی ہے اور جو اللہ کی راہ سے ہٹ جائیں اور آخرت کو بھلا دیں وہ سخت عذاب کے مستوجب قرار پاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ شرعی نقطہ نگاہ سے جب کسی آدمی کو عہدہ دینا ہو تو اس کو انجام دینے کی اہلیت کے علاوہ جس چیز کا مدنظر رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اس کے اندر اس قدر خوف خدا اور فکر آخرت ہو جو اسے غلط فیصلہ کرنے سے باز رکھ سکے۔ نیز اس اعلان سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ کسی شخص کو نبی بنانا اور منصب نبوت پر فائز کرنا خدا کا کام ہے کیونکہ اس نے ہمیشہ نبی بنانے کی نسبت اپنی طرف دی ہے اور جن وجوہ اور علل و اسباب کے تحت وہ نبیوں کو نبی بناتا ہے انہی وجوہ کی بناء پر کسی نبی کا وصی منتخب کرنا اور نامزد کرنا خدا ہی کا کام ہے جو مصلح و مفسد کو جانتا ہے۔ واللہ

یعلم المفسد من المصلح۔اسی لیے فرماتا ہے۔ربك يخلق مايشاء ويختار ما كان لهم الخيرة۔ پیدا کرنا اور انتخاب کرنا تمہارے پروردگار کے اختیار میں ہے لوگوں کا اس میں کوئی اختیار نہیں ہے اور یہی شیعہ امامیہ کا نظریہ ہے جو انہوں نے سرکار محمدؐ و آل محمد علیہم السلام سے حاصل کیا ہے۔

آیات القرآن

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ط ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿۲۷﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾ وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ط نِعْمَ الْعَبْدُ ط اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۳۰﴾ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿۳۱﴾ فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ط فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾

ترجمۃ الآیات

اور ہم نے آسمان وزمین کو اور جو کچھ اس کے درمیان ہے بے فائدہ پیدا نہیں کیا یہ ان لوگوں کا گمان ہے جو کافر ہیں پس کافروں کے لیے دوزخ کی بربادی ہے (۲۷) کیا ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان لوگوں کی مانند بنا دیں گے جو زمین میں فساد کرتے ہیں؟ یا کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں گے (۲۸) یہ وہ بابرکت کتاب ہے جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہل عقل وفہم نصیحت حاصل کریں (۲۹) اور ہم نے داؤد کو سلیمان (جیسا بیٹا) عطا کیا وہ بہت اچھا بندہ (اور اللہ کی طرف) بڑا رجوع کرنے والا تھا (۳۰) (اور وہ وقت یاد کرنے کے لائق ہے) جب شام (سہ پہر) کے وقت عمدہ گھوڑے (معائنہ کے لیے) ان پر پیش کئے گئے (۳۱) تو انہوں نے کہا کہ میں مال (گھوڑوں) کی محبت میں اپنے پروردگار کی یاد سے غافل ہو گیا یہاں تک کہ وہ (آفتاب) پردہ میں چھپ گیا۔ (۳۲) (حکم دیا) ان (گھوڑوں) کو میرے پاس واپس لاؤ اور وہ ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے (قطع کرنا شروع کیا)۔ (۳۳) اور ہم نے سلیمان کو (اس طرح) آزمائش میں ڈالا کہ ان کے تخت پر ایک (بے جان) جسم ڈال دیا پھر انہوں نے (ہماری طرف) رجوع کیا (۳۴) (اور) کہا اے میرے پروردگار مجھے معاف کر اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر جو میرے بعد کسی کے لیے زیبا نہ ہو۔ بے شک تو بڑا عطا کرنے والا ہے (۳۵) اور ہم نے ان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا تھا جو ان کے حکم سے جہاں وہ چاہتے تھے آرام سے چلتی تھی (۳۶) اور شیاطین بھی (مسخر کر دیئے) جو کچھ معمار تھے اور کچھ غوطہ خور (۳۷) اور ان کے علاوہ (کچھ ایسے سرکش بھی تھے) جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے (۳۸) یہ ہماری عطا ہے (آپ کو اختیار ہے) جسے چاہے عطا کر اور جس سے چاہے روک رکھ (۳۹) اور بے شک (سلیمان) کے لیے ہمارے ہاں (خاص) قرب حاصل ہے اور بہتر انجام ہے (۴۰)

تشریح الالفاظ

(۱)۔باطل۔ سے یہاں مراد فضول اور بے کار بات ہے۔(۲)۔الصافنات۔ یہ صافنہ کی جمع ہے جس کے معنی اس گھوڑے کے ہیں جو تین پاؤں پر کھڑا ہو اور چوتھے پاؤں کا سم کا کنارہ زمین پر رکھے اور یہ گھوڑے کے اصیل ہونے کی دلیل ہے۔(۳)۔الجیاد۔ یہ جواد کی جمع ہے جس کے معنی تیز گھوڑے کے ہیں ۔(۴)۔بالسوق۔ یہ ساق کی جمع ہے جس کے معنی پنڈلی کے ہیں۔(۵)۔والاعناق۔ یہ عنق کی جمع ہے جس کے معنی گردن کے ہیں ۔(۶)۔رخاء۔ کے معنی نرمی اور آرام سے چلنا کے ہیں ۔(۷)۔بناء۔ کے معنی ماہر معمار کے ہیں۔(۸)۔الاصفاد۔ یہ صفد کی جمع ہے جس کے معنی ہتھکڑی کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱۵)۔وما خلقنا ۔۔۔الآیة

اس آیت کی ہم معنی ایک آیت سورۂ آل عمران ۱۹۱ پر گزر چکی ہے مطلب یہ ہے کہ خالق حکیم نے کائنات کی کوئی چیز بے حکمت اور بے فائدہ یعنی بے کار پیدا نہیں کی بلکہ ہر چیز کسی خاص مقصد کے تحت پیدا کی ہے۔افحسبتم انّما خلقنٰکم عبثا وانّکم الینا لا ترجعون۔کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور کیا تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے؟ یہ کافروں کا خیال ہے اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ جو شخص کائنات کی تخلیق کو فضول اور بے کار مانتا ہے وہ منکر خدا کی طرح کافر ہے جب خدا حکیم مطلق ہے اور فعل الکیم لا یخلو عن الحکمة۔کی صداقت مسلم ہے تو پھر کائنات کی کسی چیز کی خلقت کو کس طرح عبث تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

۱۶)ام نجعل الّذین ۔۔۔الآیة

مؤمن ومفسد اور نیکوکار اور بدکار برابر نہیں ہو سکتے

یہ حقیقت قرآن مجید کے متعدد مقامات پر واضح کر دی گئی ہے کہ صالح وطالح، مومن ومفسد اور نیکوکار اور بدکار کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔جیسا کہ سورۂ مائدہ آیت قل لا یستوی الخبیث والطیب ۔۔۔الآیة اور

سورۂ انعام کی آیت ۵ قل ھل یستوی الاعمی والبصیر۔۔۔الآیۃ ۔وغیرہ وغیرہ کا مفاد ہے۔

قاضی ابوبکر معروف ابن عربی نے اپنی کتاب احکام القرآن میں لکھا ہے کہ یہ آیت الّذین آمنوا کالمفسدین بنی ہاشم اور بنی امیہ کے بارے میں نازل ہوئی یعنی الّذین آمنوا وعملو الصّالحات سے حضرت علیؑ اور ان کے بھائی بند جعفر، عبیدہ بن الحرث، زیدہ بن حارثہ اور امّ ایمن وغیرہ اور مفسدین وفجار واشرار سے بنی عبدشمس (بنی امیہ) مراد ہیں۔ (احکام القرآن ابن عربی، بحوالہ تفسیر کاشف)

۱۷) ۔ کتاب انزلناہ۔۔۔الآیۃ

یہ پیغمبر اسلامؐ سے خطاب ہے کہ ہم نے یہ بابرکت کتاب آپ پر نازل کی ہے کہ عام لوگ اس کی آیتوں میں غور وفکر کریں اور اس پر ایمان لائیں اور عقل منداس سے نصیحت حاصل کریں اور اس کے عجائب و غرائب سے عبرت حاصل کریں اور سمجھیں کہ ماھذا کلام البشر ۔ کہ یہ کلام معجز نما کسی انسان کا نہیں ہے۔

۱۸) ۔ ووھبنا لداؤد سلیمان۔۔۔۔الآیۃ

جناب سلیمانؑ اور ان کے ایک خاص واقعہ کا تذکرہ اور اس کی تعیین

قبل ازیں متعدد مقامات پر جناب سلیمانؑ کا ذکر خیر کیا جا چکا ہے جیسے سورۂ بقرہ، سورۂ بنی اسرائیل، سورۂ انبیاء، سورۂ نحل اور سباء وغیرہ۔ یہاں جس خاص واقعہ کا اجمالاً تذکرہ کیا گیا ہے اس سے کیا مراد ہے؟ اس کی تعیین میں مفسرین کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے کیونکہ جناب داؤد کے قصہ کی طرح یہاں بھی یہودی اسرائیلیات کا انبار لگا ہوا ہے جس میں اکثر و بیشتر روایات شان انبیاء کے منافی ہونے کی وجہ سے ناقابل اعتماد ہیں۔

بہر حال مفسرین میں صورت واقعہ دو طرح مشہور ہے ایک اس طرح کہ ایک دن سہ پہر کے وقت بادشاہی اصطبل کے اصیل اور عمدہ گھوڑے کا وہ دستہ جو جہاد کے لیے تیار کیا گیا تھا جناب سلیمانؑ کی خدمت میں پریڈ کی صورت معائنہ کے لیے پیش کیا گیا اور آپ کی نماز عصر قضا ہوگئی جب متوجہ ہوئے تو انہیں اس قدر سخت صدمہ ہوا اور یہ خیال کر کے کہ اس غفلت کا باعث گھوڑے بنے ہیں۔ لہٰذا غلبہ حال سے شدید متاثر ہو کر حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو واپس لایا جائے اور پھر اس غفلت کے کفارہ کی طور پر ان کی گردنیں اور ٹانگیں کاٹ کر اور سب کی قربانی کر کے گوشت راہ خدا میں تقسیم کر دیا۔

علامہ علی نقی لکھتے ہیں ''اکثر مفسرین کا خیال یہی ہے اور یہی مفہوم ذہن سے زیادہ قریب ہے'' ۔(فصل الخطاب ۔ج٦) مگر دوسرے بعض مفسرین نے بڑے شدومد کے ساتھ اس کی رد کی ہے۔ (تفہیم

القرآن وضیاء القرآن)

اور دوسری صورت واقعہ جسے برادران اسلامی کے علامہ طبری نے اپنی تفسیر (ابن جریر) میں، فاضل رازی نے اپنی تفسیر کبیر اور ہمارے فاضل شیخ جواد مغنیہ نے اپنی تفسیر کاشف میں اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ جناب سلیمانؑ کا دشمنان دین سے جہاد جاری رہتا تھا اور اس دور میں جہاد گھوڑوں کے ذریعہ سے کیا جاتا تھا اسی لیے آپ کو گھوڑوں سے بڑی محبت تھی اس لیے آپ گاہ بگاہ جہاد کے لیے تیار کئے جانے والے گھوڑوں کا معائنہ کرتے تھے چنانچہ ایک بار ان گھوڑوں کے پیش کرنے کا حکم دیا گھوڑے آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے اور آپ انہیں چاک وچوبند دیکھ کر شادکام ہوئے اور فرمایا کہ مجھے ان گھوڑوں سے محبت ہے وہ اپنے پروردگار کی یاد کیوجہ سے ہے کہ یہ راہ خدا میں جہاد کرنے کا وسیلہ ہیں اور میری ان سے یہ محبت کسی خواہش نفس کی وجہ سے نہیں ہے یا ان کے خوبصورت اور بیش قیمت ہونے کی وجہ سے نہیں ہے۔ یہاں تک کہ سب گھوڑے معائنہ کے بعد اصطبل میں پہنچ گئے اور آپ کی نگاہوں سے اوجھل ہوئے تو آپ نے حکم دیا کہ دوبارہ انہیں ان کے سامنے پیش کیا جائے۔ چنانچہ دوبارہ پیش ہوئے تو آپ خوش ہوکر ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرتے جاتے اور ساتھ ہی پنڈلیوں کو ٹٹولتے بھی جاتے کہ ان میں کوئی نقص تو نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر، تفسیر ابن جریر تفسیر کاشف، تفہیم القرآن، ضیاء القرآن وغیرہ)

جب اس بات کے ساتھ اس بات کو مدنظر رکھا جائے کہ خدا نے یہ واقعہ جناب سلیمانؑ کو **نعم العبد** کہہ کر بیان کیا ہے اس سے بھی اس دوسری صورت واقعہ کی صحت کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔

ایضاح:۔

ولقد فتنھا سلیمان۔۔۔ الآیۃ میں جناب سلیمانؑ کے جس ابتلاء وامتحان کا تذکرہ موجود ہے اس کی تفصیل مذکورہ بالا بیان سے عیاں ہوگئی ہے اللہ دکھانا چاہتا ہے کہ جب سلیمانؑ جو گھوڑوں سے محبت کرتے ہیں تو آیا خدا کی خوشنودی کی خاطر ہے یا دنیوی جاہ وجلال اور گھوڑوں کی خوبصورتی اور ان کے بیش بہا قیمت ہونے کی وجہ سے؟ تو آپ نے **انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی** ۔ فرما کر واضح کردیا کہ آپ کو گھوڑوں سے جو محبت ہے وہ اللہ کی وجہ سے ہے کہ مجاہدین ان پر سوار ہوکر اعلاء **کلمۃ الحق** ۔ کی خاطر جہاد کرکے اللہ کے دین کا بول بالا کریں اور پرچم کفر کو سرنگوں کریں۔

۱۹)۔۔والقیناوعلی کرسیہ۔۔۔الآیۃ

اس فتنہ سے کیا مراد ہے؟ اور آپ کی کرسی (تخت) پر جسم بلا روح ڈالنے کا کیا مطلب ہے؟ اس میں مفسرین کی مختلف آراء ہیں اور چونکہ کسی مستند روایت میں تفصیل موجود نہیں اور عام روایات اور اقوال قابل استناد نہیں ہیں اس لیے یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی ہم پوری حقیقت حال معلوم کرنے کے مکلف ہیں۔ بعض نے اس سے کوئی بیماری مراد لی ہے جس میں جناب سلیمانؑ مبتلا ہو گئے تھے جس کی وجہ سے آپ کا جسم ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ بن کر رہ گیا تھا جس کے وجہ سے آپ ایک بے جان جسم نظر آتے تھے۔ (کبیر و کاشف)

بعض نے یہ کہا ہے کہ آپ کے گھر میں ستر بیویاں تھیں تو ایک دن انہوں نے جوش جہاد میں کہا کہ میں ان سب کے پاس جاؤں گا اور اس کے نتیجے میں ستر کڑیل جوان مجاہد پیدا ہوں گے مگر آپ نے انشاء اللہ نہ کہا۔ لہٰذا صرف ایک بیوی حاملہ ہوئی اور اس کے ہاں بھی ناقص الخلقت بچہ پیدا ہوا جو بے جان جسم معلوم ہوتا تھا اور بعض نے اس کی تفسیر جناب سلیمانؑ کی انگھوٹھی اور اس کی گمشدگی سے کی ہے وغیرہ وغیرہ۔ واللہ العالم

ایضاح:۔

مخفی نہ رہے کہ آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ تک جب بھی کسی نبی سے کوئی ترک اولیٰ ہوا اور اس نے توبہ وانابہ کی ہمیشہ ایک بات دیکھنے میں آئی ہے کہ خدا نے انہیں کوئی سزا نہیں دی بلکہ وہ اپنے منصب پر بحال رکھے گئے بلکہ ہمیشہ ان کے تقرب اور حسن انجام میں اضافہ ہی ہوا۔

۲۰)۔ سخّرنا له الرّيح ... الآية

جناب سلیمانؑ کے لیے ہوا کے مسخر ہونے اور ان کی مرضی کے مطابق ان کے تخت کو اپنے دوش پر اٹھانے کی تفصیل سورۂ انبیاء آیت ۸۱ میں ہم بیان کر چکے ہیں وہاں رجوع کیا جائے۔ ہاں البتہ وہاں اس ہوا کے تیز چلنے کا تذکرہ ہے کہ الریح عاصفة۔ اور یہاں رخاء۔ کی لفظ ہے کہ وہ نرمی اور آرام سے چلتی تھی۔ ان میں کوئی تضاد نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ ویسے تو وہ تیز و تند تھی مگر چلتی آپ کی مرضی و منشاء کے مطابق تھی آپ جدھر چلانا چاہتے تھے وہ ادھر چلتی تھی۔

۲۱)۔ والشّياطين ... الآية

مختلف قسم کے شیاطین کے جناب سلیمانؑ کے مسخر ہونے کا تذکرہ قبل ازیں سورۂ انبیاء آیت ۸۲ اور سورۂ نمل آیت ۱۶، ۱۷ اور سورۂ سباء ۱۲، ۱۳ میں گزر چکا ہے اسی آخری مقام پر ان شیاطین کے مختلف کام بیان کئے گئے ہیں کہ کچھ ماہر معمار تھے اور کچھ غوطہ خور اور جو بڑے سرکش تھے وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اسی

مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔اعادہ تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۲)۔هذا عطاؤنا...الآية

مطلب یہ ہے کہ اے سلیمانؑ! یہ عظیم سلطنت جس کا تو نے ہم سے سوال کیا ہے اس قسم و کیفیت کی سلطنت آپ کے علاوہ کسی اور کو نصیب نہ ہوئی یہ ہماری عطاو بخشش ہے اب آپ کو اختیار ہے جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں نہ دیں تم سے کوئی محاسبہ نہیں ہوگا کیونکہ تصرف کرنا ہم نے آپ کے سپرد کر دیا ہے۔

مروی ہے کہ کسی شخص نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ آیا کہ ہم پر لازم ہے کہ آپ سے سوال کریں؟ فرمایا ہاں سائل نے عرض کیا اور کیا آپ پر لازم ہے کہ آپ جواب دیں؟ فرمایا نہ یہ ہم پر موقوف ہے چاہیں تو جواب دیں اور نہ چاہیں تو نہ دیں! پھر فرمایا کیا تم نے اللہ کا یہ ارشاد نہیں سنا۔هذا عطاء نا فامنن او أمسك۔ (تفسیر صافی)

آیات القرآن

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِى الْاَيْدِىْ وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾ هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ﴿۵۰﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿۵۱﴾ وَعِنْدَهُمْ

قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾ اِنَّ
هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾ هٰذَا ؕ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾
جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ
وَّغَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ
لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۫ لَا مَرْحَبًۢا
بِكُمْ ؕ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ
لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِى النَّارِ ﴿۶۱﴾ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا
كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ
الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾

ترجمۃ الآیات

اور ہمارے بندہ (خاص) ایوبؑ کو یاد کرو جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ شیطان نے مجھے سختی اور اذیت پہنچائی ہے (۴۱) (ہم نے حکم دیا کہ) اپنا پاؤں (زمین پر) مارو۔ یہ ٹھنڈا پانی ہے نہانے کے لے اور پینے کے لیے (۴۲) اور ہم نے اپنی خاص رحمت اور صاحبان عقل وفکر کے لیے بطور نصیحت انہیں نہ صرف ان کے اہل وعیال واپس دیئے (بلکہ) اتنے ہی اور بڑھا دیئے (۴۳) اور (ہم نے کہا) اپنے ہاتھ میں (شاخوں کا) ایک مٹھا لو اور اس سے مارو اور قسم نہ توڑو۔ بے شک ہم نے انہیں صبر کرنے والا پایا بڑا اچھا بندہ (اور ہماری طرف) بڑا رجوع کرنے والا (۴۴) اور ہمارے (خاص) بندوں ابراہیم، اسحاقؑ، اور یعقوبؑ کو یاد کرو جو قوت وبصیرت والے تھے (۴۵) اور ہم نے ان کو ایک خاص صفت کے ساتھ مخصوص کیا تھا اور وہ آخرت کی یاد تھی (۴۶) اور وہ یقینا ہمارے نزدیک برگزیدہ (اور) نیکوکار لوگوں میں سے تھے (۴۷) اور اسماعیلؑ، الیسع اور ذوالکفل کو یاد کرو یہ

سب نیک لوگوں میں سے تھے (۴۸) یہ ایک نصیحت ہے بے شک پرہیزگاروں کے لیے اچھا ٹھکانہ ہے (۴۹) (یعنی) ہمیشہ رہنے والے (سدا بہار) باغات جن کے سب دروازے ان کے لیے کھلے ہوں گے (۵۰) وہ ان میں تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے اور وہ وہاں بہت سے میوے اور مشروبات طلب کرتے ہوں گے (۵۱) اور ان کے پاس نیچی نگاہوں والی ہم عمر بیویاں ہوں گی (۵۲) یہ وہ (نعمت) ہے جن کا حساب کے دن تمہیں عطا کرنے کا وعدہ کیا جاتا ہے (۵۳) یہ ہمارا (خاص) رزق ہے جو ختم ہونے والا نہیں ہے (۵۴) یہ بات تو ہو چکی (کہ پرہیزگاروں کا انجام یہ ہے) اور سرکش کا انجام بہت برا ہے (۵۵) (یعنی) دوزخ جس میں داخل ہوں گے پس وہ بہت ہی برا بچھونا ہے (۵۶) یہ (حاضر ہے) کھولتا ہوا پانی اور پیپ پس چاہیے کہ وہ اسے چکھیں (۵۷) اور اس کے علاوہ اسی قسم کی دوسری چیزیں بھی ہوں گی (۵۸) یہ ایک اور فوج ہے جو تمہارے ساتھ (جہنم میں) داخل ہو رہی ہے ان کے لیے کوئی خوش آمدید نہیں ہے یہ بھی جہنم میں داخل ہونے والے ہیں (۵۹) وہ (ان کے جواب میں کہیں گے) تمہارے لیے خوش آمدید نہ ہو تم ہی یہ (دن) ہمارے سامنے لائے ہو! تو (جہنم) کیا برا ٹھکانہ ہے (۶۰) پھر وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! جو (کمبخت) روز بد ہمارے آگے لایا ہے اسے دوزخ میں عذاب دے (۶۱) وہ کہیں گے کہ کیا بات ہے ہم یہاں ان لوگوں کو نہیں دیکھ رہے جن کو ہم (دنیا میں) برے لوگوں میں شمار کرتے تھے ؟ (۶۲) کیا ہم نے بلا وجہ ان کا مذاق اڑایا تھا یا نگاہیں ان کی طرف سے چوک رہی ہیں؟ (۶۳) یہ بات بالکل سچی ہے کہ دوزخ والے آپس میں جھگڑیں گے (۶۴)

تشریح الالفاظ

(۱)۔نصب۔ کے معنی بیماری اور مشقت کے ہیں ۔(۲)۔صغثا۔ کے معنی تنکوں یا سبز و خشک گھاس کا مٹھا۔(۳)۔ولا تحنث۔ حنث۔ کے معنی قسم توڑنے کے ہیں۔(۴)۔اتراب۔ یہ ترب کی جمع ہے جس کے معنی ہم سن کے ہیں ۔(۵)۔المھاد۔ کے معنی بچھونے کے ہیں ۔(۶)۔زاغت۔زاغ البصر۔ کے معنی آنکھ کے چوکنے کے ہیں ۔(۷)۔ تخاصم۔ کے معنی باہمی تو تکار اور جھگڑے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۲۳)۔واذ کر عبدنا۔۔۔الآیۃ

جناب ایوبؑ کا ذکر خیر

ہزاروں سال گزرنے کے باوجود اب بھی جناب ایوبؑ کے مصائب و شدائد اور ان کا صبر وضبط ایک ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے ۔قبل ازیں تین مقامات پر آپ کا ذکر خیر ہو چکا ہے ۔سورۂ نساء ۱۶۳،سورۂ انعام آیت ۱۸۴اور سورۂ انبیاء آیت ۸۳، ۸۴۔پہلے دو مقامات پر صرف آپ کا نام نامی واسم گرامی مذکور ہے مگر تیسرے مقام پر تو قریباً وہی حالات مذکور ہیں جو یہاں اس چوتھے مقام پر مذکور ہیں اور اسی مقام پر ہم تفصیلاً ان کے ابتلاء وآزمائش اور آپ کے صبر وشکیبائی کے واقعات بیان کر آئے ہیں ۔لہٰذا اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے ۔

بعض امور کا تذکرہ اور ان پر تبصرہ

ہاں البتہ یہاں بعض چیزوں کا قندمکرر سمجھ کر تذکرہ اور بعض امور پر مختصر تبصرہ کیا جاتا ہے ۔

سورۂ انبیاء میں جو کچھ مذکور ہے وہ یہ ہے کہ جناب ایوبؑ نے اپنی تکلیف و بیماری کی شکایت صرف اپنے پروردگار سے کی ہے ۔انّی مسّنی الضّر و انت ارحم الراحمین ۔ مگر یہاں اس کی نسبت شیطان کی طرف ھے ۔انّی مسّنی الشّیطان بنصب وعذاب ۔ایسا کیوں ہے؟

اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اگر چہ خوشی ہو یا غم ،صحت ہو یا بیماری سب کچھ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے مگر خاصان خدا کا طریقہ کار یہ رہا ہے کہ وہ اچھی چیزوں کی نسبت خدا کی طرف اور بری چیزوں کی نسبت شیطان کی طرف دیتے ہیں ۔جناب ابراہیم خلیل اللہ کا یہ قول بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے کہ واذ ا مرضت فھو یشفین ۔کہ جب میں بیمار ہوتا ہوں تو مجھے خدا شفاء دیتا ہے ۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جناب ایوبؑ کے واقعہ میں حقیقت بھی یہی ہے کہ انہیں ہر قسم کی مالی وجانی تکلیف شیطان ہی نے پہنچائی تھی ۔یہ درست ہے کہ عام حالات میں خدا نے شیطان کو صرف وسوسہ اندازی کی طاقت دی ہے کسی کو بیمار کرنے اور جسمانی اذیت پہنچانے کی قوت نہیں دی لیکن یہاں خصوصی طور پر اسے طاقت

دی تھی جس کا پس منظر یہ ہے کہ جیسا بعض احادیث میں مذکور ہے کہ اس دور میں ابلیس عرش الٰہی تک جا سکتا ہے ۔ چنانچہ جب اس نے جناب ایوبؑ کا عمل اور شکرانہ نعمت اور پھر اس کا ثواب بے حساب دیکھا تو اس کے حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ اگر ایوب تیرا شکر ادا کرتا ہے تو اس میں اس کا کیا کمال ہے۔ تو نے اسے بے شمار دنیوی نعمتوں سے جو نوازا ہے۔ لہٰذا اگر اس سے یہ نعمتیں واپس لے لے تو پھر وہ ہرگز شکریہ ادا نہیں کرے گا۔ اس لیے مجھے اس کی دنیا پر مسلط کرتا کہ دیکھوں کہ پھر بھی وہ شکرانہ ادا کرتا ہے یا نہیں؟

چنانچہ خدا نے اسے مسلط کر دیا اور اس نے ان کا مال مویشی، فصل وزراعت اور اہل وعیال سب ہلاک کر دیئے جناب ایوبؑ کے شکر میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ وہ برابر خدا کی حمد وثناء کرتے رہے اور شکر ادا کرتے رہے شیطان نے کہا اب مجھے اس کے بدن پر مسلط کر چنانچہ خدا نے ان کی آنکھوں، زبان، کان اور دل ودماغ کے سوا باقی تمام بدن پر بھی مسلط کر دیا۔ چنانچہ اس نے ان کے نتھنوں میں نار سموم کا ایک ایسا پھونک مارا جس سے ان کا سارا جسم سخت بیماری میں مبتلا ہو گیا اور یہ سلسلہ برابر سات سال تک جاری رہا فقر وفاقہ الگ اور بیماری ولاچاری الگ۔ سب لوگ حتیٰ کہ دوست واحباب بھی ساتھ چھوڑ کر چلے گئے مگر وفا شعار بیوی نے ساتھ نہ چھوڑا۔ لیکن اس کے باوجود ان کی عبادت الٰہی اور شکر ایزدی میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی اور بالآخر شیطان کو اپنی ہار تسلیم کرنا پڑی (تفسیر صافی، برہان، نور الثقلین)

ایک غلط فہمی کا ازالہ

یہ جو فریقین کی بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ جناب ایوبؑ کے جسم سے بدبودار پیپ بہتی تھی، جسم میں کیڑے پڑ گئے تھے اور لوگوں نے ان کو اٹھا کر منزبلہ (کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ) پر ڈال دیا تھا یہ بالکل غلط ہے۔ ہمارے محقق علماء ایسی بے سرو پا روایت کو قبول نہیں کرتے کیونکہ یہ بات علم کلام میں طے ہو چکی ہے کہ بے شک خداوند عالم وحکیم اپنے انبیاء اور ان کے اوصیاء اور کامل الایمان مؤمنین کو درجہ بدرجہ مشکلات ومصائب میں مبتلا کرتا ہے مگر انہیں کسی ایسے مرض میں مبتلا نہیں کرتا جس کی وجہ سے لوگ ان سے نفرت کریں اور ان سے دور بھاگیں کیونکہ یہ بات علاوہ اس کے کہ اللہ کی حکمت کے منافی ہے، بعثت انبیاء اور تقرر اوصیاء کی جو غرض وغایت ہے اس کے بھی منافی ومناقض ہے۔ تعالی اللہ عن ذالك علوا كبيرا ۔

افادہ:۔

بعض اخبار میں وارد ہے کہ جب حضرت ایوبؑ نے ان تمام شدائد وآلام پر صبر کیا تھا۔ مگر مخالفین اس

شماتت کو برداشت نہ کر سکے کہ جوانہوں نے کی تھی کہ حالات بتاتے ہیں کہ ایوب کا ظاہر تو ٹھیک تھا مگر وہ اندر سے خراب تھے جس کی خدا نے انہیں یہ سزا دی ہے۔اسی بناء پر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: الانبیاء لا یصبرون علی التعیر کہ انبیاء شماتت پر صبر نہیں کرتے۔(تفسیر صافی)

اس سے معلوم ہوا کہ دشمنوں کی شماتت سب سے بڑی مصیبت ہے خدا سب اہل ایمان کو اس سے محفوظ رکھے۔

۲۴)۔ارکض برجلك...الآیة

پورے سات سال کے عظیم ابتلاء وامتحان کے بعد جب جناب ایوبؑ نے بارگاہ خداوندی میں اپنے حالات کی شکایت کی تو ارشاد قدرت ہوا کہ ارکض برجلك اپنا پاؤں زمین پر مار۔ چنانچہ جناب ایوبؑ نے جلد پاؤں زمین پر مارا تو فوراً ٹھنڈے پانی کا چشمہ نکل آیا۔آپ نے اس سے پانی پیا اور غسل بھی کیا جس سے بیماری کافور ہوگئی۔ابتلاء وآزمائش کا دور ختم ہوگیا اور دوبارہ خدا کا فضل وکرم شامل ہوا اور ایک بار پھر اجڑے ہوئے چمن میں تازہ بہار آئی اور مال مویشی اور اولاد وجائیداد دوگنی کردی گئی (جس کی تفصیل سورۂ انبیاء آیت ۸۳، ۸۴ میں گزر چکی ہے) اور گھر بار کی رونق پہلے سے بھی بڑھ گئی۔یہ اللہ کی خاص رحمت تھی اور صاحبان عقل کے لیے درس عبرت ہے تاکہ ان پر واضح ہوجائے کہ خداوند عالم صبر وشکر کرنے والوں کو کس طرح اجر وجزا دیتا ہے۔

۲۵)۔وخذ بیدك...الآیة

ابتلاء وآزمائش کے اس طویل اور کٹھن دور میں جب سب لوگ آپ کو چھوڑ گئے تو آپ کی وفادار بیوی برابر آپ کی تیمارداری اور خدمت گزاری میں مشغول رہیں اسی اثناء میں ان کی کسی بات سے ناخوش ہوکر آپ نے کہہ دیا کہ میں صحت یاب ہوکر تجھے سو درّے ماروں گا۔مگر بیماری دور ہوگئی غصہ ٹھنڈا ہوگیا اور بیوی کا بےقصور ہونا واضح ہوگیا تو جناب ایوبؑ پریشان ہوئے کہ وہ قسم کو پورا کرنے کے لیے ایک بےقصور کو سو درّے کس طرح ماریں؟ اس کا حل خود خداوند عالم نے یہ نکالا کہ ایک ایسا جھاڑو لو جس میں سو تنکے ہوں اور اس سے بیوی کو ایک ضرب لگاؤ تاکہ تمہاری قسم بھی پوری ہوجائے اور موصوفہ کو اذیت بھی نہ ہو۔

افادہ جدیدہ:۔

جناب ایوبؑ کے اس واقعہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ شریعت میں ایسے حیلے حلال ہیں جو اپنی ذات سے یا

کسی دوسرے اہل اسلام وایمان سے ظلم، گناہ اور برائی کو دور کرنے کے لیے اختیار کئے جائیں اور جو حیلے کسی حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنانے یا دوسرے فرائض شرعیہ کو ساقط کرنے یا کسی قسم کی نیکی سے بچنے کے لیے کئے جائیں وہ جائز نہیں ہیں۔ چنانچہ فقہاء نے کسی سخت بیمار اور لاغر ولاچار پر شرعی حد جاری کرنے کے لیے یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔ واللہ العالم

٢٦)۔ واذکر عبدنا...الآیة

جناب ابراہیمؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور الیسعؑ وذوالکفلؑ کا مختصر تذکرہ

ان حضرات کا قرآن مجید میں کئی مقامات پر ذکر خیر کیا جا چکا ہے جیسے سورۂ انعام آیت ٥٠ اور سورۂ انبیاء آیت ٨٤ وغیرہ۔ یہ سب اللہ کے منتخب اور برگزیدہ بندے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جس خاص صفت کی بناء پر برگزیدہ کیا تھا وہ یہ تھی کہ وہ دار آخرت کی یاد اور اسے سنوارنے کی سعی وکوشش تھی وہ اسے یاد رکھتے تھے اور دوسروں کو اس کی یاد دلاتے تھے اور ان میں دنیا طلبی اور دنیا پرستی کا کوئی نام ونشان بھی نہیں تھا اور یہ سب حضرات بڑی قوتوں اور بصیرتوں والے تھے یعنی عبادت واطاعت الٰہی میں طاقتور اور دینی بصیرت میں ہوشیار تھے۔

٢٧)۔ وان للمتقین...الآیة

پرہیزگاروں کے انجام اور اچھے ٹھکانے کا تذکرہ

یہاں متقین کے اسی انجام بخیر اور عمدہ ٹھکانے کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جو قرآن مجید کے متعدد مقامات پر مذکور ہے مثلاً

١)۔ ان کے سدابہار باغات ہوں گے

٢)۔ ان کے لیے سب دروازے کھلے ہوں گے

٣)۔ جنت کے مسندوں پر تکئے لگائے بیٹھے ہوں گے

٤)۔ مختلف انواع واقسام کے میوے اور مشروبات منگواتے ہوں گے

٥)۔ ان کے ہاں غزال چشم مگر شرم وحیا کی وجہ سے نیچی نگاہوں والی بیویاں ہوں گی جو آپس میں سن وسال اور حسن وجمال میں برابر ہوں گی یا اپنے شوہروں کی ہم سن ہوں گی۔

الغرض اہل جنت جنت میں جو چاہیں گے وہ پائیں گے۔ غرض یہ کہ ما تعلم نفس ما اخفی لھم من قرة اعین جزاء بما کانو یعملون۔ کوئی شخص دار دنیا میں رہ کر یہ معلوم نہیں کر سکتا

کہ ان کے نیک اعمال کے صلہ کے طور پر ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا کیا نعمتیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں ۔ھذا ما توعدون لیوم الحساب۔ یہ ہیں وہ نعمتیں جن کے قیامت کے دن تم سے عطا کئے جانے کا وعدہ کیا جاتا تھا اوران کے رزق کا خاتمہ ہی نہیں ہے۔رزقنا اللہ الجنّۃ بحق النبی واٰلہ

۲۸)۔وانّ للطاغین۔۔۔الآیۃ

سرکشوں کے برے انجام کا اجمالی بیان

پرہیزگاروں کے اچھے انجام کا بیان کرنے کے بعدان کے بالمقابل شریروں اورسرکشوں کے برے انجام کاتذکرہ کیاجارہاہے

۱)۔جہنم ان کا ٹھکانہ ہے

۲)۔کھانے کوزقوم (تھوہر)

۳)۔پینے کو پیپ اور کھولتا ہوا پانی

۴)۔اور اس کے علاوہ طرح طرح کے عذاب وعقاب۔وقانا اللہ من الجحیم بجاہ النبی وآلہ الطاھرین

۲۹)۔ھذا فوج مقتحم۔۔۔الآیۃ

جہنم میں کفر کے سرغنوں اوران کے پیروکاروں کی توتکار

اس آیت سے بھی اورکئی دوسری آیتوں سے واضح وآشکار ہوتا ہے کہ پہلے کفر کے سرغنوں اورکفار کے بڑے لیڈروں کو واصل جہنم کیا جائے گا اوران کے بعدان کے چیلوں چانٹوں کو قطار اندر قطار جہنم میں جھونکا جائے گا اور پھران بڑوں کو بتایا جائے گا کہ تمہارے مریدوں کی فوج ظفرموج بھی آ گئی ہے جو تمہارے ساتھ رہے گی اس پر وہ کہیں گے کہ ان کے لیے کوئی خوش آمدید نہیں اس پر مرید کہیں گے بلکہ تمہارے لیے کوئی خوش آمدید نہیں ہے یہ تم ہو جنہوں نے اس عذاب کو ہمارے لیے آگے کیا اورروز بد کا سامان کیا۔

الغرض جہنمیوں کی یہ باہمی توتکار ایک واقعی اورشدنی امر ہے جس کا تذکرہ قرآن مجید کے مختلف مقامات پر کیا گیا ہے جیسے سورۂ بقرہ آیت ۱۶۶، سورۂ اعراف آیت ۱۳۷ اورسورۂ سباء آیت ۳۱ وغیرہ۔

۳۰)۔وقالوا ما۔۔۔الآیۃ

کفار ونصاب کا اظہار تعجب

جب کفار ومشرکین کے باہمی تو تکار کے بعد جہنم میں حقیقی غلامان مصطفی اور نصاب وخوارج محبان مرتضیٰ کو نہیں پائیں گے تو آپس میں کہیں گے کہ کیا بات ہے کہ دنیا میں ہم جن کو برے لوگوں میں شمار کرتے تھے وہ آج یہاں نظر نہیں آرہے؟ کیا ہم نے بلاوجہ ان کا مذاق اڑایا تھا یا وہ یہیں کہیں ہیں مگر ہماری نگاہیں ان سے چوک رہی ہیں؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا ''خدا نے تمہارا تذکرہ تمہارے دشمن کی زبانی کیا ہے۔وقالو مالنا لانری ... الآیۃ بخدا ان لوگوں نے تمہیں ہی مراد لیا ہے! تم (ہمارے محب صادق) عام لوگوں کی نگاہ میں اشرار الناس ہو (حالانکہ درحقیقت تم اخیار الناس ہو) جنت میں تمہارا احترام کیا جائے گا اور جہنم میں تمہیں تلاش کیا جائے گا مگر وہاں تمہیں نہ پایا جائے گا۔ (اصول کافی، بصائر الدرجات تفسیر قمی، تفسیر صافی)

آیات القرآن

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۶۵﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿۶۷﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۶۹﴾ اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۰﴾ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ﴿۷۱﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷۶﴾ قَالَ

فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۝۷۷ۚ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۷۸
قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝۷۹ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝۸۰ۙ
اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝۸۱ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۸۲ۙ
اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝۸۳ قَالَ فَالْحَقُّ ۫ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ۝۸۴ۚ
لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۸۵ قُلْ مَآ
اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ۝۸۶ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ
لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۸۷ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ۝۸۸ؒ

ترجمۃ الآیات

آپ کہہ دیجئے! کہ میں تو صرف (عذاب خدا سے) ایک ڈرانے والا ہوں اور اللہ کے سوا جو یکتا اور غالب ہے اور کوئی خدا نہیں ہے (٦٥) وہی آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کا پروردگار ہے (اور وہ) بڑا زبردست (اور) بڑا بخشنے والا ہے (٦٦) کہیے وہ (قرآن یا قیامت) بہت بڑی خبر ہے (٦٧) جس سے تم منہ پھیرتے ہو (٦٨) مجھے تو ملاء اعلیٰ (عالم بالا) کی کوئی خبر نہ تھی جبکہ وہ (فرشتے) آپس میں بحث کر رہے تھے (٦٩) میری طرف اس لیے وحی کی جاتی ہے کہ میں ایک کھلا ہوا ڈرانے والا ہوں (٧٠) (وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں گیلی مٹی سے ایک بشر (انسان) پیدا کرنے والا ہوں (٧١) جب میں اسے تیار کرلوں اور اس میں اپنی خاص روح پھونک دوں تو تم اس کے سامنے سجدہ ریز ہوجانا (٧٢) تو (حسب الحکم) سب فرشتوں نے سجدہ کیا (٧٣) سوائے ابلیس کے کہ اس نے تکبر کیا اور کافروں میں سے ہوگیا (٧٤) ارشاد ہوا اے ابلیس! تجھے کس چیز نے روکا کہ اس کے سامنے سجدہ کر جسے میں نے اپنی طاقت و قدرت سے پیدا کیا ہے؟ کیا تو نے تکبر کیا ہے تو یا سرکشوں میں سے ہے؟ (٧٥) اس نے کہا میں اس (آدم) سے بہتر ہوں (کیونکہ) تو نے مجھے آگ سے پیدا

کیا ہے(۷۶)اور اسے گیلی مٹی سے پیدا کیا ہے ارشاد ہوا تو یہاں (جنت) سے نکل جا کیونکہ تو راندۂ درگاہ ہے۔(۷۷)اور یقیناً قیامت تک تجھ پر میری لعنت ہے۔(۷۸)اس نے کہا اے پروردگار! مجھے اس دن تک مہلت دے جب لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے(۷۹) ارشاد ہوا (جا) تجھے مہلت دی گئی ہے(۸۰)مگر اس دن تک جس کا وقت (مجھے) معلوم ہے (۸۱) ابلیس نے کہا تیری عزت کی قسم! میں سب لوگوں کو گمراہ کروں گا (۸۲) سوائے تیرے منتخب برگزیدہ بندوں کے(۸۳)ارشاد ہوا کہ پھر حق یہ ہے اور میں حق ہی کہتا ہوں کہ میں بھی دوزخ بھردوں گا تجھ سے اور ان لوگوں سے جو تیری پیروی کریں گے(۸۵) آپ کہہ دیجئے! کہ اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا اور نہ ہی میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں (۸۶) یہ (قرآن) نہیں ہے مگر سب جہانوں کے لیے نصیحت (۸۷)اور تمہیں کچھ مدت کے بعد اس کی خبر معلوم ہو جائے گی (۸۸)

تشریح الالفاظ

(۱)۔الملا الا علیٰ۔ کا مفہوم عالم بالا ہے ۔(۲)۔فقعوا، وقع ،یقع۔ کے معنی گر جانا کے ہیں ۔(۳)۔رجیم۔ کے معنی مردود اور راندہ درگاہ کے ہیں ۔(۴)۔فانظرنی ،انظار ۔ کے معنی مہلت دینے کے ہیں ۔(۵)۔من المتکلفین ، تکلف۔ کے معنی تصنع اور بناوٹ کے ہیں ۔(۶)۔نباء۔ کے معنی خبر کے ہیں

تفسیر الآیات

(۱)۔قل انّما انا منذر۔۔۔الآیۃ

پیغمبر اسلامؐ کی حیثیت ایک منذر کی ہے

اس خیال کے پیش نظر کہ پیغمبر اسلام کے معجزات اور روحانی کمالات کو دیکھ کر کوئی کوتاہ اندیش خدا نہ سمجھنے لگ جائے اور آپ کے بشری حالات کو دیکھ کر کوئی عقل کا اندھا ان کو ہر لحاظ سے اپنے جیسا نہ سمجھنے لگ

جائے آپ سے اعلان کرایا جا رہا ہے کہ وہ خدا نہیں ہیں بلکہ اس کے مقرر کردہ مبشر ومنذر ہیں اور عام لوگوں جیسے بھی نہیں ہیں بلکہ وہ انسان ہونے کے باوجود عام انسانوں سے بہت بلند و بالا ہیں کیونکہ وہ خدا کے رسول ہیں۔ نیز انّما انّا منذر۔ میں یہ حقیقت بھی پوشیدہ ہے کہ میرا کام صرف کفر وشرک اور برے کام کرنے والوں کو عذاب الٰہی سے ڈرانا ہے اور سیدھا راستہ دکھانا۔ زبردستی کھینچ کر سیدھے راستے پر لوگوں کو چلانا میرا کام نہیں ہے۔

بر رسولاں بلاغ باشد و بس

۳۲)۔ وما من الہ۔۔۔الآیۃ

تعلیمات اسلامیہ کا خلاصہ

پارہ بیس کے آغاز پر لفظ الہ کے مفہوم کی وضاحت کی جا چکی ہے جس ذات جامع جمیع کمالات میں کم از کم پندرہ صفات پائے جائیں وہ ذات الہٰ کہلا سکتی ہے۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ میرے اسلام کی تعلیمات کا لب لباب یہ ہے کہ چونکہ کائنات کا خالق، مالک اور پالک صرف خدا ہے جو ذات صفات، افعال اور عبادت میں واحد و یکتا ہے اور لیس کمثلہ شئی۔ کا مصداق ہے۔ نیز زمین ہو یا آسمان یا جو کچھ ان کے درمیان ہے اس سب کا بھی مالک و مختار وہی ہے اس لیے عبادت کے لائق و مستحق بھی وہی ہے اس کے سوا کسی بھی ہستی کی عبادت روا نہیں ہے۔ وہ زبردست قوت وقدرت کا مالک ہے اور کسی کام سے عاجز نہیں ہے اور اس قدرت کے باوجود مہربان اتنا ہے کہ بڑے سے بڑا کافر ومشرک یا بڑے سے بڑا گنہگار وخطا کار جب بھی کفر وشرک اور گناہ وعصیاں چھوڑ کر توبہ وانابہ کرلے تو وہ سب کچھ معاف کر دیتا ہے اس کے اوامر کو بجالانا اور اس کے نواہی سے دامن کو بچانا ایک بندہ مسلمان کا فرض منصبی ہے اور اس کے بنائے ہوئے نبیوں کو نبی اور اس کی مقرر کردہ وصیوں کو وصی تسلیم کرنا بندہ کردگار کا فریضہ ہے۔ الغرض مسلمان وہ ہے جو اللہ کی عطا کی گئی زندگی اسی کی مرضی ومنشاء کے مطابق گزارے۔

۳۳)۔ قل ھو نبا عظیم۔۔۔۔الآیۃ

اس میں اختلاف ہے کہ ''ھو'' کی ضمیر کا مرجع کیا ہے؟ مشہور ہے کہ اس سے مراد قرآن ہے جو عقیدہ و عمل اور دنیا وآخرت کی ہر خیر وخوبی پر مشتمل ہے مگر کفار ومشرکین اپنی جہالت وضلالت کی وجہ سے اس سے منہ موڑے ہوئے ہیں اور بعض مفسرین نے اس کا مرجع قیامت کو قرار دیا ہے کہ لوگ اس کے لیے تیاری کرنے سے

غافل ہیں اور بعض نے پیغمبر اسلامؐ کی ان خبروں کو مرجع قرار دیا ہے جو وہ خدا کی طرف سے بندوں تک پہنچاتے تھے۔ (مجمع البیان)

۳۴۔ ما کان لی... الآیة

ملاء اعلی یعنی عالم بالا کی جو خبریں پیغمبر اسلامؐ لوگوں کو دیتے ہیں وہ وحی الٰہی کا نتیجہ ہیں

جناب آدمؑ کی خلقت کے وقت عالم بالا پر خدا و ملائکہ میں جو گفتگو ہوئی تھی یا خدائے رحمن اور شیطان کے درمیان جو جھگڑا ہوا تھا اگر اس کی میں نے تمہیں خبر دی ہے تو یہ سب وحی ربانی کا نتیجہ ہے کہ اس نے میری طرف وحی کرکے ان حقائق سے آگاہ کیا ہے ورنہ میں نہ کوئی غیب دان ہوں اور نہ ہی اس قسم کی خبریں دے کر اپنی دھونس جمانے والا کوئی عام انسان۔ بلکہ یہ خالق دو جہاں کا مجھ پر خصوصی احسان ہے کہ اس نے ماضی و مستقبل کے دبیز پردوں میں چھپے ہوئے بعض حالات سے مجھے آگاہ فرمایا ہے۔ ع

وگرنہ من ہماں آنم کہ دانم

۳۵۔ اذ قال ربّك... الآیة

آدمؑ و ابلیس کا قصہ

یہاں سے آدمؑ و ابلیس کا قصہ ایک بار پھر شروع ہو رہا ہے جو قبل ازیں مختلف الفاظ و عبارات کے ساتھ متعدد مقامات پر بیان کیا جا چکا ہے نیز آدمؑ کی خلقت اور فرشتوں کا آپ کے سامنے سجدہ ریز ہونا اور ابلیس کا اس سے انکار کرنا اور تکبر کا اظہار کرنا اور اس کے نتیجہ میں ابدی لعنت کا سزاوار بننا وغیرہ وغیرہ۔ ان سب امور کی تفصیلات معلوم کرنے کے خواہش مند حضرات مندرجہ ذیل مقامات کی طرف رجوع کریں۔ سورۂ بقرہ آیت ۳۰ تا ۳۴، سورۂ اعراف آیت ۱۱ تا ۱۸، سورۂ اسرا آیت ۶۵ اور سورۂ کہف آیت ۵۰ وغیرہ وغیرہ۔

اس قصہ سے متعلقہ بعض امور کی وضاحت

اگرچہ مذکورہ بالا مقامات پر سب متعلقہ مباحث کی کما حقہ وضاحت کی جا چکی ہے تاہم قند مکرر کے طور پر یہاں بڑے اختصار کے ساتھ بعض امور کی وضاحت کی جاتی ہے۔

۱)۔ونفخت فیه من روحی۔ میں روح کی جو اضافت خدا کی طرف ہے وہ اس کی تشریف و تجلیل کے لیے

ہے جزئیت کے لیے نہیں ہے جب اس میں اپنی خاص روح ڈال دوں تو تم ان کے سامنے سجدہ ریز ہو جانا۔

۲)۔اس بات کی سورۂ بقرہ میں مکمل وضاحت کی جا چکی ہے کہ سجدہ خواہ عبادتی ہو خواہ تعظیمی۔الغرض ہر قسم کا سجدہ خداوند عالم کی مقدس ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔لہٰذا ملائکہ کا یہ سجدہ خدا نے جناب آدمؑ کو قبلہ قرار دے کر اپنی ذات کو کرایا تھا اور ظاہر ہے کہ ملائکہ کا قبلہ قرار پانا کوئی معمولی شرف نہیں ہے۔

مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

۳)۔خداوند عالم نے ابلیس سے پوچھا کہ تجھے کس چیز نے روکا اس کو سجدہ کرے جس کو میں اپنے دونوں ید سے پیدا کیا ہے؟ عام مترجمین بیدی کا ترجمہ دونوں ہاتھ کرتے ہیں کہ جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے مگر یہ حضرات اتنا غور نہیں کرتے کہ خداوند عالم تو مادی ہاتھوں سے منزہ و مبرہ ہے ان حضرات کو صرف لفظ ید سے دھوکہ ہوا ہے حالانکہ عربی زبان میں لفظ ید کے متعدد معنی ہیں ۔(۱)۔ہاتھ۔(۲)۔نعمت۔(۳)۔احسان۔(۴)۔قوت و قدرت۔(۵)۔جاہ و مرتبہ وغیرہ (عیون الاخبار، کتاب التوحید، تفسیر صافی)

۴)۔خدا نے فرمایا۔استکبرت ام کنت من العالین؟۔عالین کے معنی بلند مرتبہ کے بھی ہیں اور اس کے معنی بڑا بننے کے بھی ہیں اور سرکشی کے بھی ہیں اس لیے فرعون کے بارے میں وارد ہے کہ علا فی الارض۔کہ اس نے زمین میں بڑا بننے کی کوشش کی۔اور سرکیش کی!

بناء بریں ام کنت من العالین۔کا مفہوم متعین کرنے میں بعض مفسرین کو مشکل پیش آئی ہے کہ یہاں عالین سے کچھ مخصوص اونچے درجہ والے افراد مراد ہیں جو سجدہ پر مامور نہ تھے یا بڑا بننے کی کوشش کرنے والے متکبر مزاج لوگ مراد ہیں۔یا سرکش؟

تفسیر کاشف کے فاضل مصنف اس کے یہ معنی کرتے ہیں کہ آیا تو نے تکبر کر کے بڑا بننے کی کوشش کی ہے یا فی الحقیقت تو آدم سے بڑا ہے تو ابلیس نے جواب میں دوسری شق کو اختیار کیا کہ فی الواقعہ میں آدم سے بڑا ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے جو اوپر کی طرف ہو جاتی ہے اور آدم کو خاک سے جو پستی کی طرف ہو جاتی ہے۔(تفسیر کاشف ج ۶)

کمبخت ابلیس نے قیاس تو کیا مگر یہ نہ سمجھا کہ خاک امین ہوتی ہے اور آگ خائن اس لیے خاک آگ سے افضل ہے۔

۵)۔شیطان جب ملعون و مردود بن گیا تو اپنی بے پایاں عبادت کا معاوضہ کا سوال کیا کہ مجھے قیامت تک جینے کی اور لوگوں کو گمراہ کرنے کی مہلت دی جائے خدا نے اسے مہلت تو دی مگر قیامت تک نہیں بلکہ اس تک دی جس کا وقت

صرف اللہ کو معلوم ہے۔ بعض روایات کے مطابق اس سے زمانہ رجعت مراد لیا گیا ہے۔(البرہان) واللہ العالم

۳۶)۔ ما اسألکم علیه.... الآیة

پیغمبر اسلامؐ سے کہلوایا جا رہا ہے کہ میں اس تبلیغ رسالت کے عوض تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا کیونکہ میرا معاوضہ خدا کے ذمہ ہے۔ انّ اجر الا علی الله۔ لہٰذا میری تبلیغ بے غرضیانہ ہے نہ صلہ کی تمنا ہے نہ ستائش کی توقع۔

میں تو محض خدا کی عائد کردہ ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کر رہا ہوں اور میں جو مستقبل کی خبریں دیتا ہوں اس میں کچھ تصنع اور بناوٹ نہیں ہے اور نہ ہی اس میں اپنی بڑائی ظاہر کرنے کا کوئی شائبہ ہے۔ باقی یہ قرآن تو یہ سارے جہاں کے لیے نصیحت اور ذریعہ ہدایت ہے اس میں جن باتوں (جیسے قیامت اور عالم آخرت کے دوسرے کوائف) کی خبر دی گئی ہے ان کی صحت تمہیں کچھ مدت کے بعد خود بخود معلوم ہو جائے گی۔

داعیان حق کی تین صفات جلیلہ کا تذکرہ

ایضاح:۔

اس سورہَ کی ان آخری تین آیتوں میں داعیان حق اور مبلغان دین کی تین صفتوں کی نشاندہی ہوئی ہے

۱)۔ وہ جن کو دعوت دیتا ہے ان سے کسی معاوضہ کا مطالبہ نہیں کرتا۔ بھلا کوئی شخص روحانیت کا علمبردار اور دعویدار ہو کر قوم سے مادی مطالبات کرے وہ اپنی دعوت میں سنجیدہ آدمی نہیں ہوسکتا۔

۲)۔ جو داعی ہوتا ہے وہ وہی بات کہتا ہے جو اسے خدا اور رسول سے ملے۔ وہ اپنی طرف سے کوئی بات گھڑ کر بیان نہیں کرتا۔ بعض اسلاف سے مروی ہے کہ اے لوگو تمہیں جس چیز کا علم ہو اس کے متعلق کہو اور جس چیز کا علم نہ وہ اس کے بارے میں کہو کہ اللہ بہتر جانتا ہے کیونکہ یہ بھی علم کا تقاضا ہے کہ آدمی جو چیز نہ جانتا ہو اس کے متعلق کہہ دے کہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ چنانچہ اپنے حبیب مکرم سے فرماتا ہے۔ قل ما اسألکم علیه من اجر وما انا من المتکلفین۔ (مجمع البیان)

۳)۔ داعی حق اور مبلغ حقیقت اپنی دعوت وارشاد کو نصیحت وخیر خواہی کے رنگ میں اور ہمدردانہ انداز میں پیش کرتا ہے مناظرانہ، مجادلانہ شکل میں تبلیغ نہیں کرتا۔ ارشاد قدرت ہے۔ فادع الی سبیل ربّك باالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن۔

بفضلہٖ تعالیٰ وعونہ آج سورہَ ص کی تفسیر بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوئی والحمدللہ ۱۵ جون ۲۰۰۳ء، بمطابق

۴ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ بوقت پونے آٹھ بجے شب

سُوْرَۃُ الزُّمَرِ

وجہ تسمیہ:۔

زمر، زمرہ کی جمع ہے جس کے معنی گروہ کے ہیں اور یہ لفظ اس سورۂ میں دو جگہ یعنی ایک آیت ۷۱ اور آیت ۷۳ میں وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۔۔۔۔الآیۃ جنتیوں اور جہنمیوں کے لیے استعمال کیا گیا ہے کہ وہ گروہ در گروہ جنت اور جہنم میں ہوں گے جس کی وجہ سے اس کا نام ''سورۂ زمر'' مقرر ہوا۔

عہدِ نزول:۔

اس سورۂ کے معانی میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورۂ، سورۂ ص کا گویا مثنیٰ ہے اور ہجرت حبشہ سے پہلے نازل ہوئی جو جناب جعفر ابن ابی طالبؑ نے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ حبشہ کی جانب کی تھی جیسا کہ اس سورۂ کی آیت (۱۰) وارض اللہ واسعۃ کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کیونکہ اس وقت اہل مکہ کا ظلم و جور اور اہل اسلام سے ان کا بغض وعناد آخری حد سے تجاوز کر گیا تھا اور ان کے لیے وہاں سکھ کا سانس لینا مشکل ہو گیا تھا اور وہ اپنے معبود کی عبادت بھی نہیں کر سکتے تھے اس لیے انہیں ہجرت حبشہ کی اجازت مل گئی تھی۔

سورۂ زمر کے مضامین ومطالب کی اجمالی فہرست

۱)۔مشرکین مکہ کی بت پرستی کی مذمت کی گئی ہے کیونکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ عبادت قرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔

۲)۔ایک خدا پرست کو صرف اپنے معبود برحق کی ہی عبادت کرنی چاہیے اور اس کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہیں کرنا چاہیے۔

۳)۔انسان کی ظلمات ثلاثہ میں تدریجی تخلیق کا تذکرہ۔

۴)۔عقیدہ توحید کے اثبات کے لیے آیات تکوینیہ سے اور کائنات کے نظم وضبط سے استدلال۔
۵)۔آدمی کی اس طوطا چشمی کا تذکرہ کہ کسی مصیبت میں گرفتار ہوجائے تو خدا سے دادوفریاد کرتا ہے اور اس کی بندگی کرنے کے عہدو پیمان باندھتا ہے اور جب مصیبت ٹل جائے تو سب وعدے بھول جاتا ہے۔
۶)۔اگر آدمی ایک جگہ عبادت خدا نہ کرسکے تو اسے وہاں سے ہجرت کر جانے کا حکم
۷)۔اس حقیقت کا بیان کہ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔
۸)۔صبر کرنے والوں کے اجر بے حساب کا تذکرہ۔
۹)۔اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے کی ممانعت۔
۱۰)۔ایک جویائے حق کو سب کی بات سننی چاہیے اور پھر بہتر بات کو قبول کرنا چاہیے۔
۱۱)۔پیغمبر اسلامؐ سے خطاب کہ آپ نے بھی دوسرے لوگوں کی طرح موت کا مزہ چکھنا ہے۔
۱۲)۔خدا کی کوئی اولاد نہیں ہے۔
۱۳)۔خدا کفرو ناشکری کو پسند نہیں کرتا۔
۱۴)۔اہل جنت اور اہل جہنم کی حالت کا بیان۔
۱۵)۔کفار سے کوئی فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔
۱۶)۔اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔
۱۷)۔شرک کرنے سے سب عمل حبط ہوجاتے ہیں۔
۱۸)۔آخر میں اس حقیقت کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ عبادت کا مستحق صرف وہ خدا ہے جو ہر چیز کا خالق و مالک ہے وغیرہ وغیرہ۔

سورۂ زمر کے پڑھنے کا ثواب

۱)۔پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے فرمایا جو شخص سورۂ زمر کی تلاوت کرے خدا اس کی امید کو قطع نہیں کرے گا اور اسے اپنی ذات سے ڈرنے والوں کا ثواب عطا فرمائے گا۔(مجمع البیان)
۲)۔ہارون بن حارث حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں فرمایا جو شخص سورۂ زمر کی تلاوت کرے اسے خدا دنیا و آخرت کا شرف عطا کرے گا اور اسے مال اور قبیلہ کے بغیر اس قدر عزت و عظمت عطا کرے گا جو اسے دیکھے گا وہ اس سے ڈرے گا اور اس کا جسم آتش دوزخ پر حرام قرار دے دیا جائے گا۔الی اخرہ(ثواب الاعمال)

(سورۂ زمر مکی ہے اس کی ۷۵ آیات اور ۸ رکوع ہیں)

آیات القرآن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ
الۡحَکِیۡمِ ﴿۱﴾ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ فَاعۡبُدِ اللّٰہَ مُخۡلِصًا لَّہُ
الدِّیۡنَ ﴿۲﴾ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیۡنُ الۡخَالِصُ ؕ وَ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ
اَوۡلِیَآءَ ۘ مَا نَعۡبُدُہُمۡ اِلَّا لِیُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَی اللّٰہِ زُلۡفٰی ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَحۡکُمُ
بَیۡنَہُمۡ فِیۡ مَا ہُمۡ فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ ۬ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِیۡ مَنۡ ہُوَ کٰذِبٌ
کَفَّارٌ ﴿۳﴾ لَوۡ اَرَادَ اللّٰہُ اَنۡ یَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصۡطَفٰی مِمَّا یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ ۙ
سُبۡحٰنَہٗ ؕ ہُوَ اللّٰہُ الۡوَاحِدُ الۡقَہَّارُ ﴿۴﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ۚ
یُکَوِّرُ الَّیۡلَ عَلَی النَّہَارِ وَ یُکَوِّرُ النَّہَارَ عَلَی الَّیۡلِ وَ سَخَّرَ الشَّمۡسَ
وَ الۡقَمَرَ ؕ کُلٌّ یَّجۡرِیۡ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اَلَا ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡغَفَّارُ ﴿۵﴾
خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۡہَا زَوۡجَہَا وَ اَنۡزَلَ لَکُمۡ مِّنَ
الۡاَنۡعَامِ ثَمٰنِیَۃَ اَزۡوَاجٍ ؕ یَخۡلُقُکُمۡ فِیۡ بُطُوۡنِ اُمَّہٰتِکُمۡ خَلۡقًا مِّنۡۢ بَعۡدِ
خَلۡقٍ فِیۡ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ لَہُ الۡمُلۡکُ ؕ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ
فَاَنّٰی تُصۡرَفُوۡنَ ﴿۶﴾ اِنۡ تَکۡفُرُوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنۡکُمۡ ۟ وَ لَا یَرۡضٰی
لِعِبَادِہِ الۡکُفۡرَ ۚ وَ اِنۡ تَشۡکُرُوۡا یَرۡضَہُ لَکُمۡ ؕ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزۡرَ
اُخۡرٰی ؕ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمۡ مَّرۡجِعُکُمۡ فَیُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ؕ
اِنَّہٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۷﴾ وَ اِذَا مَسَّ الۡاِنۡسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّہٗ

مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْۤا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖۗ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۝۸ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۹

ترجمۃ الآیات

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اورنہایت رحم کرنے والا ہے یہ کتاب (قرآن) اس خدا کی طرف سے نازل کی گئی ہے جو (سب پر) غالب ہے (اور) بڑا حکمت والا ہے (۱) (اے رسولؐ) بے شک ہم نے حق کے ساتھ یہ کتاب آپ کی طرف نازل کی ہے تو بس آپ اسی کی عبادت کریں اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے (۲) خبردار! خالص دین صرف اللہ کے لیے ہے اور جن لوگوں نے اس کے سوا ولی وسرپرست بنائے ہیں اور (تاویل یہ کرتے ہیں کہ) ہم ان کی صرف اسی لیے عبادت کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کا مقرب بنادیں گے۔ بے شک اللہ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا ان باتوں میں جن کے بارے میں وہ اختلاف کرتے ہیں ۔ بے شک اللہ ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا (اور) بڑا ناشکرا ہو (۳) اگر اللہ چاہتا کہ (کسی کو) اپنا بیٹا بنائے تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا منتخب کر لیتا وہ اس سے پاک ہے وہی اللہ ہے جو یکتا (اور سب پر) غالب ہے (۴) اس نے آسمانوں اور زمین کو حق (حکمت) کے ساتھ پیدا کیا ہے وہ رات کو دن پر اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو (اس طرح) مسخر کر رکھا ہے کہ ہر ایک ایک مقررہ مدت تک رواں دواں ہے آگاہ ہو جاؤ کہ وہ (سب پر) غالب ہے (اور) بڑا بخشنے والا ہے (۵) اس نے تم (سب) کو ایک نفس سے پیدا کیا پھر اسی (کی جنس) سے اس کا جوڑا (شریک حیات) پیدا کیا اور پھر تمہارے لیے (تعداد میں) چوپایوں کے آٹھ جوڑے پیدا کئے وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے

پیٹوں میں (تدریجاً) پیدا کرتا ہے۔ایک خلقت کے بعد دوسری خلقت تین تاریک پردوں میں یہ اللہ تمہارا پروردگار ہے اسی کی حکومت ہے اس کے سوا کوئی الہ (خدا) نہیں ہے تم کدھر پھیرے جاتے ہو؟(۶) اگر تم کفر (انکار و ناشکری کرو) تو بے شک وہ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے (ناشکراپن) پسند نہیں کرتا اور اللہ کا تم شکر ادا کرو تو وہ اسے تمہارے لیے پسند کرتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور پھر تم سب کی بازگشت تمہارے پروردگار کی طرف ہے وہ تمہیں بتائے گا جو کچھ تم کرتے ہو بے شک وہ سینوں کے رازوں کو جاننے والا ہے (۷) اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ دل سے رجوع کر کے اپنے پروردگار کو پکارتا ہے اور پھر جب وہ اپنی طرف سے اسے کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ اس (تکلیف) کو بھول جاتا ہے جس کے لیے وہ پہلے اسے پکار رہا تھا اور اللہ کے لیے ہمسر (شریک) ٹھہرانے لگتا ہے تاکہ اس کے راستہ سے (لوگوں کو) گمراہ کرے۔آپ کہہ دیجئے! تھوڑے دن اپنے کفر (ناشکرے پن) سے فائدہ اٹھا لے (انجام کار) یقیناً تو دوزخ والوں سے ہے (۸) بھلا جو شخص رات کی گھڑیوں میں کبھی سجدہ کر کے اور کبھی قیام کر کے خدا کی عبادت کرتا ہے اور (اس کے باوجود) آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے پروردگار کی رحمت کا امیدوار ہے؟ (تو کیا وہ شخص جو ایسا نہیں ہے یکساں ہو سکتے ہیں؟) کہیے کیا علم والے اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟ بے شک نصیحت تو صرف صاحبانِ عقل ہی حاصل کرتے ہیں (۹)

تشریح الالفاظ

(۱)۔یکوّر،تکویر کے معنی لپیٹنے اور داخل کرنے کے ہیں۔(۲)۔منها زوجها۔میں من اجلیه بھی ہوسکتا ہے کہ اس نفس کی خاطر زوجہ پیدا کی۔(۳)۔ضر۔کے معنی تکلیف اور مصیبت کے ہیں۔(۴)۔منیب۔یہ انابه کا اسم فاعل ہے جس کے معنی رجوع کرنے والے کے ہیں۔(۵)۔خوله،تخویل۔کے معنی عطا کرنے کے ہیں۔(۶)۔قانت۔کے معنی بندگی پر قائم ودائم رہنے والے نمازی کے ہیں۔(۷)۔بنّاء۔کے معنی ماہر معمار کے ہیں۔(۸)۔یتذکر،تذکر۔کے معنی یاددہانی اور نصیحت کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۱) تنزیل الکتاب۔۔۔الآیۃ

قرآن خدائے دو جہاں کی نازل کردہ کتاب ہے

چونکہ کفار یہ خیال کرتے تھے کہ قرآن پیغمبر اسلامؐ کا اپنا گھڑا ہوا کلام ہے جسے وہ خدا کی طرف نسبت دے کر عامۃ الناس کے سامنے پیش کرتے ہیں قرآن مجید میں جا بجا ان کے اس زعم باطل کی رد کی گئی ہے یہ قرآن پیغمبر اسلامؐ کا خود ساختہ کلام نہیں بلکہ خالق دو جہاں کا کلام معجز نظام ہے جو اس نے بڑے اہتمام کے ساتھ درجہ بدرجہ تدریجا نازل کیا ہے قرآن کا حکیمانہ اسلوب بیان اس کے غیر معمولی ہونے اور نادر مضامین اس بات کی داخلی شہادت ہے کہ واقعاً یہ خدا کا کلام ہے کوئی بھی انسان اس قسم کا غیر معمولی کلام پیش کرنے سے عاجز ہے اس میں جو کچھ ہے وہ حق ہے اس میں باطل کی ذرہ بھر آمیزش نہیں ہے۔

۲) فاعبداللہ۔۔۔الآیۃ

ہر انسان کے اندر عبادت کرنے کا جذبہ موجود ہے

خالق فطرت نے ہر انسان کے اندر عبادت و پرستش کا جذبہ ودیعت کر دیا ہے کہ وہ کسی کو بڑا تصور کر کے اس کے سامنے اپنی پوری ہستی کو جھکا دیتا ہے وہ اس کا غیر معمولی احترام کرتا ہے وہ اس سے امید بھی وابستہ کرتا ہے اور اس سے ڈرتا بھی ہے اور سب سے بڑھ کر اس سے محبت بھی کرتا ہے اور اس عبادت کا مستحق پروردگار عالم ہے اس کی عبادت میں کسی اور کو شریک کرنا جائز نہیں ہے لہٰذا ہر قسم کی ریاکاری شرک فی العبادت ہونے کی وجہ سے حرام ہے، لہٰذا آپ اس کی عبادت کریں اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے یعنی مکمل اخلاص نیت کے ساتھ خدا کی عبادت کریں اور اس کی عبادت میں کسی کو بھی شریک قرار نہ دیں کیونکہ شرک ناقابل معافی جرم ہے۔

۳) والّذین اتّخذوا۔۔۔الآیۃ

مشرکین تقرب خداوندی کا ذریعہ سمجھ کر بتوں کی پرستش کرتے تھے

مشرکین اپنے خود ساختہ بتوں کی پرستش کرتے تھے اور روکنے اور اعتراض کرنے پر بموجب خوئے بد

رابہانہ بسیاروہ کہتے کہ ہم ان کو خالق سمجھ کر ان کی عبادت نہیں کرتے بلکہ خدا کی بلند بارگاہ تک رسائی حاصل کرنے کے لیے ان کی پرستش کرتے ہیں۔پیغمبراسلامؐ نے مشرکین عرب کے اسی جواب پرتنقید کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ آیا تم نے انہیں بنایا؟(یا انہوں نے تمہیں بنایا ہے؟)انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے انہیں بنایا ہے۔فرمایا پھرتو ان بتوں کو تمہاری عبادت کرنی چاہیے نہ کہ تمہیں(کیونکہ ان کے محسن تم ہو اور ان سے افضل ہو)اور جب اللہ نے ان کی عبادت وتعظیم کرنے کا حکم نہیں دیا تو پھر ان کی پرستش سے خدا کا تقرب کس طرح حاصل ہوسکتا ہے؟(احتجاج طبرسی)

۴)۔انّ اللہ یحکم۔۔۔الآیۃ

اسلامی رواداری کا حکم؟

بے شک قیامت کے دن خدا ان کے اختلافات کا فیصلہ کرے گا اس آیت اور اس جیسی دوسری آیات سے مستفاد ہوتا ہے کہ جب حق و باطل کے فیصلہ کرنے اور پھر اہل حق کو جزا اور اہل باطل کو سزا دینے کا معاملہ خدا نے قیامت کے دن طے کرنا ہے تو دنیا میں دین و مذہب کے نام پر جنگ وجدال اور قتل وقتال کا کیا مقصد ہے؟اسلامی رواداری یہ ہے کہ موسیٰ بدین خود عیسیٰ بدین خود پر عمل کرتے ہوئے سب ملل و مذاہب کے لوگ باہم مل جل کر رہیں اور دین و مذہب کے نام پر لڑائی جھگڑا بالکل بند کردیں کیونکہ ۔ع

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا

اس بات کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ سب ادیان و مذاہب صحیح ہیں بس اعمال درست ہونے چاہیں جیسا کہ بعض ترقی یافتہ لوگ کہتے ہیں۔نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان مختلف مذاہب میں سے حق صرف ایک ہے۔

لہٰذا اس کی تحقیق کرنی چاہیے اور جب معلوم ہوجائے تو دوسرے لوگوں سے اس کا تعارف بھی کرانا چاہیے اور اس کی تبلیغ بھی کرنی چاہیے کہ خیرخواہی خلائق کا تقاضا یہی ہے مگر صرف انہی حدود کے اندر رہ کر جن کی حدبندی قرآن نے کردی ہے کہ فادع الی سبیل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة۔اس کے لیے لڑائی جھگڑا کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے جزا وسزا کا فیصلہ قیامت کے دن سامنے آجائیگا۔بے شک اللہ جھوٹوں اور کفران نعمت کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا بلکہ ان کو دیا تا ہے جو اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

۵)۔لو اراد اللہ۔۔۔الآیۃ

اللہ کی اولاد کے قائل لوگوں کی رد

مشرکین میں سے کوئی کہتا تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور کوئی کہتا تھا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور کوئی عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا قرار دیتا تھا خدا سب کے جواب میں فرماتا ہے کہ اگر اللہ نے بفرض محال کوئی بیٹا بنانا ہوتا تو اپنی مخلوقات میں سے جسے چاہتا بنالیتا۔ان لوگوں کو کیا حق ہے کہ جسے چاہیں خدا کا بیٹا قرار دیں اور پھر اسے خدا کی طرف نسبت دیں؟ سبحانہ وہ اس سے پاک ہے اولاد اس کی شایان شان نہیں ہے اور اس کی شان ربوبیت کے منافی ہے وہ لم یلد ولم یولد کا مصداق ہے اور واحد و یکتا ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے جبکہ اولاد اپنے والد کی شریک ہوتی ہے وہ سب پر غالب ہے لہٰذا اسے تقویت کے لیے اولاد کی ضرورت نہیں ہے۔

۶)۔ خلق السموات والارض۔۔۔الآیۃ

خدا کی توحید وقدرت اور علم وحکمت کے بعض تکوینی دلائل کا تذکرہ

ان آیات شریفہ میں خالق حکیم نے بعض تکوینی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ وہ واحد و یکتا ہے اور قادر مطلق اور علیم وحکیم بھی جب ہی تو یہ محکم کائنات پیدا کی ہے اس قسم کی ایک آیت سورۂ رعد آیت ۲،سورۂ لقمان آیت ۲۹،اور سورۂ فاطر آیت ۱۳ میں مع تفسیر گزر چکی ہے جس میں خلقت آسمان وزمین کی حکمت وتسخیر شمس وقمر کی مصلحت اور دن اور رات کی آمدورفت کا فلسفہ بیان کیا جا چکا ہے۔فراجع

۷)۔ خلقکم من نفس۔۔۔الآیۃ

بالکل یہی آیت سورۂ نساء آیت (۱) اور سورۂ اعراف آیت ۱۸۹ میں گزر چکی ہے اور اس کی تفسیر اور تمام بنی نوع انسان کی صرف جناب آدمؑ سے تخلیق کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔لہٰذا اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

۸)۔ وانزل لکم من الانعام۔۔۔الآیۃ

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی خاطر چوپایوں کے آٹھ جوڑے پیدا کیے ہیں اس کی تفصیل قبل ازیں سورۂ انعام آیت ۱۴۳ میں گزر چکی ہے وہاں رجوع کیا جائے۔

۹)۔ یخلقکم فی بطون۔۔۔۔الآیۃ

تین باریک پردوں یعنی (۱) پیٹ (۲)،رحم اور (۳) جھلی میں انسان کی خلقت کے ان تین مراتب کی

طرف اشارہ ہے جن کی تفصیل قبل ازیں سورۂ حج کی آیت ۵ فانّا خلقنا کم من تراب ثمّ من نطفة ثم من علقة ثم من مضغة ۔۔۔۔ الآیة۔ کی تفسیر میں گزر چکی ہے لہٰذا اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے تاکہ معلوم ہوجائے کہ جنین کس طرح جھلی کے اندر جھلی کس طرح رحم کے اندر اور رحم کس طرح شکم کے زیریں حصہ کے اندر ہوتا ہے۔ تفسیر ماجدی کے فاضل مؤلف کا بیان ہے کہ آلہ آباد میں ایک ممتاز ہندو ڈاکٹر اسی آیت کی بناء پر در پردہ مسلمان ہوگیا تھا اور کہتا تھا کہ آج سے تیرہ چودہ سال پہلے ایک امی عرب کے لیے اس گہری طبعی حقیقت سے واقف ہونا ناممکن نہ تھا۔ (تفسیر ماجدی)

۱۰)۔ ان تکفروا ۔۔۔ الآیة

خدا بندے کے کفران نعمت پر راضی نہیں بلکہ اس کے شکریہ پر راضی ہے

منجملہ آیات کے جو بڑی صراحت کے ساتھ انسان کے فاعل مختار ہونے پر دلالت کرتی ہیں ایک یہی آیت ہے کہ اگر تم کفر کرو تو خدا تم سے بے نیاز ہے خدا تمہارے کفر پر راضی نہیں ہے وہ تمہارے شکر پر راضی ہے شکر کے مقابل میں لفظ کفر کا استعمال ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے مراد کفران نعمت ہے اگر تم شکر کرو تو فائدہ تمہارا ہے اور اگر کفر کرو تو نقصان بھی تمہارا ہے کیونکہ اللہ تو تمہارے کفر و شکر سے بے نیاز ہے اب جب یہ بات طے ہوگئی ہے کہ اللہ کفران پر راضی نہیں بلکہ شکر پر راضی ہے تو اگر اللہ جبر کرتا اور انسان مجبور ہوتا تو پھر سارے انسان شکر گزار ہوتے اور کفران نعمت کا وجود نہ ہوتا مگر جب ایسا نہیں ہے تو یہ بات انسان کے فاعل مختار ہونے کی ناقابل رد دلیل ہے۔

۱۱)۔ ولا تزر ۔۔۔۔ الآیة

کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا

یہ آیت قبل ازیں سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۶۴، سورۂ اسرا کی آیت نمبر ۱۵ اور سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۱۸ میں مکمل تفسیر کے ساتھ گزر چکی ہے ان مقامات کی طرف رجوع کیا جائے۔

۱۲)۔ واذا مسّ الانسان ۔۔۔۔ الآیة

عام انسان کی یہ طبعی کمزوری ہے کہ وہ مصیبت کے وقت خدا کو یاد کرتا

ہے اور نعمت کے وقت بھول جاتا ہے

یہ مضمون قرآن کے متعدد مقامات پر مذکور ہے جیسے سورۂ یونس کی آیت نمبر ۱۲، سورۂ نحل آیت نمبر ۵۴ اور سورۂ اسرا آیت ۶۷۔ لہٰذا اس موضوع کی تفصیلات ان مقامات پر دیکھی جاسکتی ہیں۔ فراجع۔

۱۳)۔ امّن ھو قانت۔۔۔ الآیة

کئی آیات میں اس قسم کا سوال تو کیا گیا ہے مگر اس کا جواب الفاظ میں مذکور نہیں ہے تو گویا اس کا جواب قاری کے خداداد ذہن پر چھوڑ دیا گیا ہے مطلب یہ حقیقت بیان کرنا ہوتی ہے کہ ایسا شخص جس میں یہ صفات پائی جائیں وہ اس جیسا نہیں ہے جو ان صفات سے عاری ہے۔ لہٰذا جو شخص تکلیف کے وقت خدا کو یاد کرتا ہے اور جب تکلیف دور ہو جائے تو خدا کو بھلا دیتا ہے اور شرک کرتا ہے کیا وہ اس مخلص عبادت گزار کی مانند ہوسکتا ہے جو رات کے اوقات رکوع وسجود اور قیام وقعود میں گزار دیتا ہے؟

۱۴)۔ قل ھل یستوی۔۔۔ الآیة

عالم وجاہل برابر نہیں ہوسکتے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا خداوند عالم نے ہمیں اور ہمارے شیعوں اور ہمارے دشمنوں کو اکٹھا کر دیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ آپ کہہ دیجئے کہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے یکساں ہوسکتے ہیں؟ مگر اس حقیقت کو صرف صاحبان عقل ہی سمجھ سکتے ہیں فرمایا جاننے والے ہم آل محمدؑ ہیں اور نہ جاننے والے ہمارے دشمن ہیں اور صاحبان عقل ہمارے شیعہ ومحب ہیں۔ (تفسیر مجمع البیان وصافی) وغیرہ۔

آیات القرآن

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿۱۱﴾ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ

عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳﴾ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ﴿۱۴﴾ فَاعْبُدُوْا مَا
شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ
وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۵﴾ لَهُمْ مِّنْ
فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ
عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا
وَاَنَابُوْۤا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ
الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ
اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ
فِي النَّارِ ﴿۱۹﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ
مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ
الْمِيْعَادَ ﴿۲۰﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي
الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا
ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾

ترجمۃ الآیات

کہہ دیجئے! اے میرے وہ بندو جو ایمان لائے ہو! اپنے پروردگار (کی نافرمانی) سے ڈرو۔ (اور یاد رکھو) جو لوگ اس دنیا میں نیک عمل کرتے ہیں ان کے لیے (آخرت میں) نیک صلہ ہے اور اللہ کی زمین وسیع (کشادہ) ہے بے شک صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا (۱۰) کہہ دیجئے! کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں دین کو اس کے لیے خالص کر کے (مکمل اخلاص کے ساتھ) اس کی عبادت کروں (۱۱) اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب

مسلمانوں سے پہلے مسلمان ہوں (۱۲) کہیے کہ اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو ایک بڑے دن (قیامت) کے عذاب سے ڈرتا ہوں (۱۳) آپ کہئے کہ میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں اسی کے لیے اپنے دین کو خالص کرتے ہوئے (۱۴) تم اس کے سوا جن کی چاہو عبادت (کرو) نیز کہہ دیجئے کہ اصلی خسارے والے تو وہ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن خسارے میں ڈالا آگاہ ہو جاؤ کہ یہی کھلا ہوا خسارہ ہے (۱۵) ان (بدبختوں) کے لیے ان کے اوپر بھی آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے سے بھی یہی وہ (عذاب) ہے جس سے خدا اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اے میرے بندو! مجھ سے ڈرو (۱۶) اور جن (خوش بخت) لوگوں نے طاغوت (معبودان باطل) کی عبادت سے اجتناب کیا اور اللہ کی طرف رجوع کیا ان کے لیے خوشخبری ہے (اے نبی) میرے ان بندوں کو خوشخبری دے دو (۱۷) جو (ہر کہنے والے کی) بات کو غور سے سنتے ہیں اور اس میں سے بہترین بات کی پیروی کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ ہدایت دیتا ہے اور یہی صاحبان عقل ہیں (۱۸) بھلا جس پر عذاب کا حکم ثابت ہو چکا تو کیا آپ اسے چھڑا سکتے ہیں جو (دوزخ کی) آگ میں ہیں (۱۹) البتہ جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہے ان کے لیے ایسے بالا خانے میں کہ جن کے اوپر اور بالا خانے بنے ہوئے ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ کبھی (اپنے) وعدہ کے خلاف نہیں کرتا (۲۰) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ آسمان سے پانی اتارتا ہے اور پھر زیر زمین اس کے چشمے جاری کر دیتا ہے پھر اس سے مختلف قسم کی رنگ برنگی کھیتیاں برآمد کرتا ہے پھر وہ (پک کر) خشک ہونے لگتی ہیں تم انہیں زرد دیکھتے ہو پھر انہیں ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔ بے شک اس میں صاحبان عقل کے لیے نصیحت ہے (۲۱)

تشریح الالفاظ

(۱)۔ظلل۔ یہ ظلہ کی جمع ہے جس کے معنی سائبان اور ڈھانپنے والی شئے کے ہیں۔(۲)۔الطاغوت۔ سے مراد ابلیس اور معبودان باطل ہیں ۔ (۳)۔حق علیہ۔ کے معنی جس پر کلمہ عذاب ثابت و لازم ہو چکا ہو۔(۴)۔غرف۔ غرفۃ۔ کی جمع ہے جس کے معنی بالائی منزل یا بالا خانے کے ہیں۔(۵)۔ینابیع یہ

ینبوع کی جمع ہے جس کے معنی چشمہ کے ہیں۔(٦)۔الوانه کے یہ لون کی جمع ہے جس کے معنی رنگ کے ہیں۔(٧)۔حطاما۔حطام۔کے معنی ہیں سوکھی ہوئی چیز کا ٹکڑا۔

تفسیر الآیات

١٥)۔قل یا عباد الّذین۔۔۔الآیة

ایمان کے ساتھ تقویٰ ضروری ہے

ایمان کے معنی ماننے اور تسلیم کرنے کے ہیں اکثر لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ جب ایمان کا دعویٰ کریں گے تو ان کو مومن تسلیم کر لیا جائے گا اور وہ ایمان کے دنیوی و اخروی نتائج اور ثمرات سے لطف اندوز ہونے کے مستحق قرار پائیں گے مگر حقیقت الامر کچھ اور ہے صرف ایمان کا اظہار اور ماننے کا اقرار کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ تقویٰ الٰہی لازم ہے یعنی ضروری ہے کہ ایمان کا دعویدار واجبات الٰہیہ کو بجالائے اور محرمات شرعیہ سے احتراز کرے۔فی هذه الدنیا کے بارے میں فی الجملہ اختلاف ہے کہ آیا اس کا تعلق للذین احسنوا سے ہے؟ یا حسنه سے؟ اظہر یہ ہے کہ اس کا تعلق الذین احسنوا سے ہے یعنی جن لوگوں نے اس دنیا میں نیک کام انجام دیئے ان کے لیے نیک صلہ ہے آخرت میں یا دنیا و آخرت ہر دو میں؟

حقیقت یہ ہے کہ ایمان و تقویٰ لازم و ملزوم ہیں کیونکہ جب آدمی کو معرفت الٰہی مکمل طور پر حاصل ہوتی ہے تو اس کا لازمی نتیجہ خوف خدا ہے۔انما یخشی الله من عباده العلماء۔لہٰذا جس شخص کی جس قدر معرفت الٰہی زیادہ گہری ہوتی ہے اس کا تقویٰ اسی قدر زیادہ ہوتا ہے۔

١٦)۔وارض الله واسعة۔۔۔الآیة

بوقت ضرورت ہجرت کی اجازت ہے

اس سورۂ کے عہد نزول کے سلسلہ میں یہ حقیقت بیان کی جا چکی ہے کہ یہ سورۂ ہجرت حبشہ سے کچھ عرصہ پہلے نازل ہوئی جب کہ سرزمین مکہ میں حق و باطل کی کشاکش نے عجیب صورت حال اختیار کر لی تھی اور زمین خدا اللہ کے بندوں پر اللہ کی عبادت کے لیے تنگ کر دی گئی تھی اس لیے خدا نے حکم فرمایا کہ اللہ کی زمین بہت وسیع ہے۔ہجرت کر کے وہاں چلے جاؤ جہاں یہ تنگی اور یہ مشکلات نہ ہوں تاکہ وہاں بے خوف و خطر اور بلا روک ٹوک تم

اپنے طریقہ پر اپنے پروردگار کی عبادت کرسکو اسی قسم کی ایک سورۂ عنکبوت آیت ۵۶ پر موجود ہے یا عبادی الّذین آمنوا ان ارضی واسعة فایای فاعبدون۔

۱۷)۔انّما یوفّی۔۔۔۔الآیة

صابرین کے بے حساب اجر اور اس کے اقسام کا بیان

صبر کے معنی اصطلاح میں یہ ہیں کفّ النفس عمّا لا ینبغی۔یعنی ناشائستہ کام وکلام سے نفس کو روکنا پھر اس صبر کی تین قسمیں ہیں۔۱)۔مصیبت پر۔۲)۔واجب کی ادائیگی پر۔۳)۔حرام سے بچنے پر

پہلی قسم کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ جب لوگوں کے نامہ اعمال کھولے جائیں گے اور میزان اعمال نصب کئے جائیں گے اور لوگوں کے عمل تولے جائیں گے تو مصائب پر صبر کرنے والوں کے لیے نہ میزان نصب کیا جائے اور نہ ان کا دفتر عمل کھولا جائے گا۔پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی (یعنی انہیں بے حساب جنت میں داخل کیا جائے گا)۔(تفسیر عیاشی وصافی)

اور صبر کی دوسری قسموں کے متعلق امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو لوگوں کا ایک گروہ اٹھے گا اور سیدھا جنت کے دروازہ پر پہنچ کر اس کا دروازہ کھٹکھٹائے گا ان سے پوچھا جائے گا کہ تم کون ہو؟ تو وہ کہیں گے کہ ہم نے اللہ کی اطاعت کرنے اور اس کی نافرمانی سے بچنے پر صبر کیا تھا اور ارشاد قدرت ہوگا کہ یہ سچ کہتے ہیں ان کو جنت میں داخل کرو۔یہ ہے ارشاد قدرت انّما یوفّی الصّابرون اجرھم بغیر حساب۔کا مفہوم ہ(اصول کافی وتفسیر صافی)

۱۸)۔قل انّی امرت۔۔۔۔الآیة

پیغمبرانہ دعوت کی اصل روح

کسی بھی پیغمبر کی اصل دعوت یہ ہوتی ہے کہ ایمان اختیار کرنے کے بعد بندے صرف اور صرف خدا کے عبادت گزار بندے بنیں اور غیر اللہ کی ہر قسم کی پرستش ترک کردیں اسی لیے سب سے پہلے وہ خود خدا کی مخلصانہ عبادت کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں دین کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کروں اور یہ حکم خود اسی سورہ کے آغاز میں موجود ہے:''اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ. اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ''اس لیے وہ سب سے پہلے اس پر قائم ہوتا ہے اور اس کی پابندی کرتا ہے تاکہ قول وفعل میں ہم آہنگی پیدا ہونے سے اس کی دعوت اثر انگیز ثابت ہو۔

۱۹)۔ وامرت لان۔۔۔۔ الآیۃ

دوسرا یہ حکم ہے جو پیغمبر اسلامؐ کو دیا گیا ہے کہ وہ پہلے مسلمان بنیں مگر کلام اس میں ہے کہ اس حکم کا صحیح مفہوم کیا ہے؟ کسی صاحب نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے ''کہ میں سب سے پہلا مسلمان ہوں'' کسی نے یوں کہا ہے ''مجھے حکم ہے کہ اول نمبر کا مسلمان بنوں'' اور کسی نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ ''میں پہلا فرمانبردار ثابت ہوجاؤں'' وغیرہ وغیرہ پھر جنہوں نے ''پہلا مسلمان'' ترجمہ کیا ہے ان کو اس کے ساتھ یہ قید بھی بڑھانا پڑی کہ ''اس امت میں سے'' میں سمجھتا ہوں کہ اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ''میں سب سے پہلے خود مسلمان بنوں'' کہ جس بات کی دوسروں کو دعوت دوں پہلے خود اس پر عمل کروں اور وہ بات نہ کہوں جس پر پہلے خود عمل نہ کروں صاحب تفسیر کاشف وغیرہ محققین نے یہی معنی مراد لیے ہیں۔

۲۰)۔ قل انّی اخاف۔۔۔۔ الآیۃ

پیغمبر اسلامؐ جیسی عظیم المرتبت ہستی سے اعلان کرایا جا رہا ہے کہ کہہ دیجئے! کہ اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو ایک بڑے دن (قیامت) کے عذاب سے ڈرتا ہوں تو اگر دوسرے لوگ اپنے پروردگار کی نافرمانی کریں تو ان کا انجام کیا ہوگا؟

۲۱)۔ فاعبدوا ما شئتم۔۔۔ الآیۃ

کفار و مشرکین کو سخت عذاب کی تہدید

کفار و مشرکین کو دھمکی دی جا رہی ہے کہ میں تو مکمل اخلاص کے ساتھ اپنے پروردگار کی عبادت کر رہا ہوں اور تمہیں بھی چاہیے کہ میری پیروی کرتے ہوئے ایسا ہی کرو۔ لیکن اگر تم ایسا نہیں کرنا چاہتے تو پھر جس کی جی چاہے پرستش کرو مگر یاد رکھو کفر و شرک کا انجام وہ بے پناہ خسارا ہے جس کی تلافی ممکن نہیں ہے یعنی تمہیں اور تمہارے اہل و عیال کو جہنم کی آگ میں گلنا سڑنا پڑے گا ان کے اوپر بھی آگ کے سائبان ہوں گے اور نیچے سے بھی جس میں وہ معذب و معاقب ہوتے رہیں گے یہ ہے جہنم کا وہ عذاب جس سے خدا اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اور اس سے بچنے کی تدبیریں بتا کر اس سے بچانا چاہتا ہے۔

۲۲)۔ والّذین اجتنبوا۔۔۔۔ الآیۃ

جو لوگ شیطان یعنی اصنام وغیرہ کی پرستش سے اجتناب کرتے ہیں اور اگر عملی زندگی میں کوئی لغزش سرزد ہو جائے تو اپنے پروردگار کی بارگاہ میں توبہ و انابہ کرتے ہیں ان کے لیے جنت کی بشارت ہے۔

۲۳)۔ فبشّر عباد الّذین ۔۔۔ الآیة

اس آیت مبارکہ میں ان سلیم الطبع اور خوش قسمت لوگوں کی جن کو خدا کو ہدایت دیتا ہے اور وہ عقل مند کہلائے جانے کے مستحق ہیں چند صفات وعلامات بیان کی گئی ہیں۔

۱)۔ وہ ہر کہنے والے کی بات کو توجہ سے کان لگا کر سنتے ہیں یعنی وہ یہ نہیں دیکھتے کہ کہنے والے کی ذات کیا ہے بلکہ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ اس کی بات کیا ہے۔

۲)۔ پھر اس کی سنی ہوئی باتوں کو عقل کے ترازو پر تولتے ہیں اور اس کی جو بہترین بات ہوتی ہے اس کی پیروی کرتے ہیں (اور غلط بات کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتے ہیں)

۳)۔ ایسے لوگوں کو خدا ہدایت دیتا ہے۔ اور ایسے سلیم الطبع اور وسیع المشرب لوگ عقل مند کہلانے کے حقدار ہیں اور جو کوتاہ اندیش اپنے کان اور اپنی آنکھ پر تعصب کی پٹی باندھ لیں اور عقل پر قدغن لگا دیں خدا کبھی ایسے مورکھوں کو ہدایت نہیں دیتا اور نہ ہی وہ عقلمند کہلانے کے روادار ہیں۔

۲۴)۔ افمن حق علیه ۔۔۔ الآیة

اہل ایمان واہل تقویٰ کے بہترین انجام کا بیان

ان کے لیے جنت الفردوس میں بالا خانے میں اور ان بالا خانوں کے اوپر بالا خانے بنے ہوئے ہیں اور ان کے نیچے سے چشمے بہ رہے ہیں جس طرح دوزخیوں کے لیے وارد ہے: لهم من فوقهم ظلل کہ ان کے اوپر اور نیچے آگ کے سائبان ہیں جنتیوں کے لیے اوپر جنتی محلات اور نیچے نہریں جاری ہیں یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ کبھی اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

۲۵)۔ ۲۲)۔ افمن حق ۔۔۔ الآیة

ان خوش قسمت لوگوں کی اچھی صفات کا تذکرہ کرنے کے بعد جن کو اللہ ہدایت کی دولت عطا کرتا ہے ان بدقسمت مورکھوں کا ذکر کر رہا ہے کہ جو خدا کی عطا کردہ سمع و بصر اور فواد کی قوتوں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے اور اس کی وجہ سے گویا جہنم میں داخل ہو چکے ہیں ان کو پیغمبر اسلامؐ بھی نہیں چھڑا سکتے۔ اللہ کے کلام لا ملئن جهنم منك ومِمَّنۡ تبعك میں ان پر عذاب الٰہی کا فیصلہ ثابت ہو چکا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ فیصلہ ان کی اپنی بدعملی اور ان کے تعصب وعناد کی وجہ سے ہوا ہے۔

(۲٦) الم تری أن الله ۔۔۔ الآیة

یہاں ایک بار پھر خدائے علیم وحکیم اپنی قدرت وحکمت کی تکوین شروع کر رہا ہے کہ وہ اسمان سے بارش برساتا ہے اور پھر اس کے ذریعہ سے زمین میں مختلف اقسام کی رنگ برنگی کھیتیاں اگاتا ہے زمین بھی ایک اور پانی بھی ایک اور بیج بھی ایک مگر رنگ الگ الگ، ذائقہ الگ الگ آیا یہ سب کچھ صدفۃً اور اتفاقاً ہے یا خود بخود دہور ہا ہے یا اندھا نیچر کر رہا ہے یا یہ کسی علیم وحکیم کی حکمت بالغہ کا اور کسی قدیر وخبیر کی قدرت کاملہ کا کرشمہ ہے؟؟ ان فی ذالك لذکری لاولی الباب۔

صاحبان عقل جہاں اس تمثیل سے خدا کی ہستی اور اس کی قدرت وحکمت پر استدلال کرتے ہیں وہاں اس سے یہ درس بھی لیتے ہیں کہ دنیا اور اس کی سب زیب وزینتیں چندروزہ ہیں اس کی ہر بہار کے بعد خزاں، ہر جوانی کے بعد بڑھاپا اور ہر حیات کا انجام موت اور ہر عروج کا انجام زوال ہے۔ لہٰذا وہ آخرت کی دائمی نعمتوں کو چھوڑ کر اس کی چندروزہ لذتوں پر فریفتہ نہیں ہوتے۔

آیات القرآن

اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰهُ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيۡلٌ لِّلۡقٰسِيَةِ قُلُوۡبُهُمۡ مِّنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۲۲﴾ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ ۖ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ۚ ثُمَّ تَلِيۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَقُلُوۡبُهُمۡ اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهۡدِىۡ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍ ﴿۲۳﴾ اَفَمَنۡ يَّتَّقِىۡ بِوَجۡهِهٖ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ وَقِيۡلَ لِلظّٰلِمِيۡنَ ذُوۡقُوۡا مَا كُنۡتُمۡ تَكۡسِبُوۡنَ ﴿۲۴﴾ كَذَّبَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَاَتٰٮهُمُ الۡعَذَابُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۲۵﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الۡخِزۡىَ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۚ وَلَعَذَابُ الۡاٰخِرَةِ اَكۡبَرُ ۘ لَوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدۡ ضَرَبۡنَا لِلنَّاسِ فِىۡ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ مِنۡ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ ﴿۲۷﴾ قُرۡاٰنًا

عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمۃ الآیات

کیا وہ شخص جس کے سینہ کو اللہ نے (قبول) اسلام کے لیے کھول دیا ہے اور وہ اپنے پروردگار کی طرف سے نور (ہدایت) پر ہے (قسی القلب لوگوں کی طرح ہوسکتا ہے) بربادی ہے ان کے لیے جن کے دل ذکر خدا سے سخت ہو گئے ہیں یہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں (۲۲) اللہ ہی نے بہترین کلام نازل کیا ہے یعنی ایسی کتاب جس کی آیتیں آپس میں ملتی جلتی ہیں (اور) بار بار دھرائی جاتی ہیں اس (کے پڑھنے) سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں پھر ان کے جسم اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف نرم (مائل) ہو جاتے ہیں یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کے ذریعہ سے وہ جس کی چاہتا ہے راہنمائی کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اس کے لیے کوئی راہنما نہیں ہے (۲۳) بھلا وہ شخص جو قیامت کے دن اپنے چہرہ سے اپنے آپ کو سخت عذاب سے بچا سکتا ہے وہ اس شخ کی مانند ہو سکتا ہے جو اس عذاب سے محفوظ نہیں ہے؟) اور ظالموں سے کہا جائے گا کہ (آج) مزہ چکھو اس کمائی کا جو تم کیا کرتے تھے (۲۴) جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے (حق کو) جھٹلا یا آخر ان پر وہاں سے عذاب آیا جدھر سے ان کو خیال نہ تھا (۲۵) تو خدا نے ان کو اس دنیاوی زندگی میں ذلت و رسوائی کا مزہ چکھایا اور آخرت کا عذاب اس سے بھی بڑا ہے کاش وہ لوگ جانتے (۲۶) اور بے شک ہم نے اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں پیش کی ہیں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں (۲۷) یہ ایسا قرآن ہے جو عربی زبان میں سے ہے جس میں کوئی کجی نہیں ہے تاکہ وہ ڈریں (پرہیزگاری) اختیار کریں (۲۸) اللہ نے ایک مثال بیان کی کہ ایک غلام ہے

جس کے کئی بداخلاق مالک ہیں اور ایک دوسرا شخص ہے جو پورا ایک مالک کا ہے (ان دونوں) کا حال یکساں ہے؟ الحمدللہ! مگر اکثر لوگ (یہ حقیقت) جانتے نہیں ہیں (۲۹) (اے پیغمبرؐ) بے شک آپ نے بھی مرنا وہ لوگ بھی مرنے والے ہیں (۳۰) پھر تم سب قیامت کے دن اپنے پروردگار کی بارگاہ میں جھگڑو گے (اور وہ حق و باطل کا فیصلہ کرے گا) (۳۱)

تشریح الالفاظ

(۱)۔قاسیه۔ کے معنی سخت دل کے ہیں۔(۲)۔کتاباً متشابهات۔ کے معنی ایک ایسی کتاب جس کی سورتیں اور آیتیں آپس میں ملتی جلتی ہیں۔(۳)۔مثانی۔مثنیٰ۔ کی جمع ہے یعنی وہ کتاب جس کے احکام اور مواعظ دو دو ہیں جیسے امر و نہی اور وعد و وعید وغیرہ وغیرہ۔(۴)۔تقشعر۔ اس کے معنی لرزہ براندام اور کپکپی کے ہیں۔(۵)۔متشاکسون۔ یہ شکوسے مشتق ہے جس کے معنی سخت مزاج اور مخالفت کرنے والے کے ہیں۔(۶)۔یختصمون۔ اختصام کے معنی باہم بحث وتکرار کرنے اور لڑنے جھگڑنے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۲۷)۔افمن شرح۔۔۔الآیة

خداوند عالم کن کا سینہ اسلام کے لیے کھولتا ہے؟

جس طرح بارش برستی ہے تو زمین اپنی صلاحیت کے مطابق اس سے فائدہ اٹھاتی ہے اسی طرح خدا کے باران رحمت سے بھی ہر شخص اپنی خداداد استعداد کے مطابق فیض حاصل کرتا ہے خدا نے ہر شخص کے اندر ایسی صلاحیت رکھ دی ہے کہ اگر وہ تعصب وعناد اور اسلاف کی اندھی تقلید کی پٹی اتار کر قدرت کی نشانیوں کو دیکھے اور اسلام کی صداقت کی علامتوں پر غور کرے تو خدا اس کا سینہ معرفت حقیقت کے لیے کھول دیتا ہے اور اپنی توفیق اس کے شامل حال کرتا ہے اور وہ نور ہدایت کی روشنی میں حق کو پہچان کر فوراً اسے قبول کر لیتا ہے۔

اگر قرآن مجید کے ان الفاظ اور ان کے مفہوم کو پیش نظر رکھا جائے تو سورۂ الم نشرح میں پیغمبر اسلامؐ کو خطاب کر کے ان کی جس شرح صدر کا تذکرہ کیا گیا ہے اس کی حقیقت سمجھ میں آ جاتی ہے اور بخاری کی اس تفسیری

روایت کا غلط ہونا واضح ہو جاتا ہے کہ جس میں فرشتے کا آپ کا سینہ چاک کرنا اور پھر اس سے دل نکال کر اسے مختلف آلائشوں سے پاک کرنا مذکور ہے (العیاذ باللہ) جو علاوہ شان رسول کے منافی ہونے کے محاورہ عرب اور قرآنی استعمال کے بھی خلاف ہے۔ بہرحال ایسا تحقیق پسند شخص قسی القلب شخص کی مانند نہیں ہو سکتا۔

۲۸)۔اللہ نزّل۔۔۔الآیۃ

قرآن کے بعض اوصاف جلیلہ کا تذکرہ

خداوند عالم نے اس آیت مبارکہ میں قرآن مجید کے چند اوصاف جلیلہ کا تذکرہ فرمایا ہے جو یہ ہیں:

۱)۔ یہ احسن الحدیث ہے یعنی وہ عقیدہ وعمل، شرع وشریعت اور ومواعظ وحکم۔ الغرض وہ اپنے تعلیمات و تلقینات میں بہترین کلام ہے۔

۲)۔ وہ متشابہ کتاب ہے ہم نے تفسیر قرآن کے بارہویں مقدمہ میں جہاں محکم ومتشابہ کی بحث کی ہے وہاں واضح کیا ہے کہ قرآن مجید کی آیتیں دو قسم کی ہیں۔ ۱)۔ محکم۔ ۲)۔ متشابہ

مگر اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن سارے کا سارا متشابہ ہے یہ آیت اس آیت کے منافی نہیں ہے کیونکہ وہاں محکم ومتشابہ کا مفہوم اور ہے اور یہاں قرآن کے متشابہ ہونے کا مفہوم اور ہے یہاں مطلب یہ ہے کہ پورا قرآن اس کی سورتیں اور آیتیں آپس میں ملتی جلتی ہیں قرآن کا اسلوب بیان اور اس کے پیش کردہ معارف وحقائق ایک جیسے ہیں جن میں کوئی اختلاف وتضاد نہیں ہے۔

۳)۔ وہ مثانی ہے یہ لفظ قبل ازیں ایک بار سورۂ حجر آیت ۸۷ میں استعمال ہوئی ہے۔ ولقد اتیناك سبعا من المثاني والقرآن العظیم۔ اور وہیں اس لفظ کی تشریح بھی کی جا چکی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس کے احکام ومواعظ دو دو ہیں امر ونہی، وعدہ ووعید اور اخبار واحکام اور حلال وحرام وغیرہ اس کے قصص وحکایات بار بار دہرائے جاتے ہیں مگر دل نہیں اکتاتا اور جب اسے بار بار پڑھا جائے تو انسان اس سے نہیں گھبراتا۔

۴)۔ اس میں قشعریرہ ہے انسان کی خصوصیت ہے کہ جب وہ کوئی ہولناک بات سنتا ہے تو اس کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے اور اس کے دل میں ایک عاجزانہ نرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اہل ایمان جن کے دلوں میں خوف خدا ہے جب وہ قرآن میں جہنم اور اس کے عذاب و عقاب اور اس کی وعید پڑھتے اور سنتے ہیں تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

۵)۔اس سے دل نرم ہو جاتے ہیں کہ جب لوگ قرآن میں جنت اور اس کی نعمتوں کا ذکر پڑھتے اور سنتے ہیں تو ان کے دل مطمئن ہو جاتے ہیں اور اللہ کی یاد کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کے ذریعہ وہ جس کی چاہتا ہے راہنمائی کرتا ہے۔

۲۹)۔أفمن يتّقی بوجهه....الآية

متکبرین کی بے کسی کی تصویر کشی

انسانی جسم کا اشرف ترین حصہ اس کا چہرہ ہے یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ کسی بھی افتاد کے وقت اپنے ہاتھ وغیرہ سے اپنے چہرے کو ہر قسم کے گزند اور چوٹ سے بچانے کی بھرپور کوشش کرتا ہے مگر قیامت کے دن متکبرین کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہوگی جسے وہ عذاب سے بچنے اور چہرہ کو بچانے کے لیے سپر بنا سکیں کیونکہ ان کے ہاتھ تو پس گردن بندھے ہوئے ہوں گے۔لہٰذا وہ خدا کے ناقابل دفاع عذاب کے سامنے اس طرح کھڑے ہوں گے کہ گویا وہ اپنے چہرے کو اس کے بالمقابل سپر بنائے ہوئے ہیں۔

الغرض کیا ایسے لوگ ایسے لوگوں کی مانند ہو سکتے ہیں جو اسی المناک کیفیت سے محفوظ ہوں گے؟ ان سے کہا جائے گا کہ آج مزہ چکھو اس کمائی کا جو تم کیا کرتے تھے؟

۳۰)۔ كذّب الّذين...الآية

کفار مکہ اور مشرکین عرب کو دھمکی دی جا رہی ہے کہ جس طرح پیغمبر اسلامؐ اور ان کے لائے ہوئے اسلام کو تم آج جھٹلا رہے ہو تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگ بھی اپنے رسولوں کو اور حق کو جھٹلا چکے اور اپنے برے انجام کو پہنچ چکے ہیں تم ان کے حالات سے عبرت حاصل کرو اور پیغمبر اسلامؐ کی تکذیب کر کے عذاب الٰہی کو دعوت نہ دو۔مطلب یہ کہ قرآن مجید کے متعدد مقامات میں اس بات پر تکرار ہوئی ہے منجملہ ان کے ایک سورۂ انعام کی آیت ۱۴۸ بھی ہے کہ اللہ نے ان کو زندگانی دنیا میں مسخ،قتل،قید و بند اور جلاوطنی کی رسوائی کا مزہ چکھایا اور آخرت کا عذاب اور بھی بڑا سخت ہے۔

۳۱)۔ولقد ضربنا للنّاس...الآية

توحید و شرک کی تمثیل

خدائے علیم نے تمثیل کی صورت میں یہ حقیقت سمجھائی ہے کہ شرک کے مقابلہ میں توحید زیادہ معقول

ہے کائنات کا خارجی نظام بتاتا ہے کہ یہاں ایک ہستی کے ارادہ کی کارفرمائی ہے اگر کئی ارادے کارفرما ہوتے تو نظام کائنات درہم برہم ہو جاتا۔ مشرک کی مثال ایک ایسے غلام جیسی ہے جس کے مختلف الطبع مالک ہوں اور موحد کی مثال اس غلام جیسی ہے جس کا صرف ایک مالک ہو پھر سوال کیا ہے کہ آیا یہ دونوں غلام برابر ہیں؟ یعنی ایک آقا کو خوش کرنا آسان ہے یا مختلف الطبع مالکوں کو راضی رکھنا آسان ہے؟ انسانی فطرت متعدد آقاؤں کی بجائے ایک آقا کے آگے سر جھکانے کو پسند کرتی ہے۔

بناء بریں یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ایک خالق و مالک کی چوکھٹ پر سر جھکانا کئی خداؤں کے سامنے سر جھکانے سے ہزار ہا درجہ بہتر ہےءارباب متفرقون خیر ام الله الواحد القهار (سورۂ یوسف۔۳۹)

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزاروں سجدوں سے دیتاہے آدمی کو نجات

اس قسم کی ایک آیت اس سے پہلے سورۂ کہف آیت ۵۴ اور سورۂ روم کی آیت نمبر ۵۷ میں مع تفسیر گزر چکی ہے: ولقد ضربنا للنّاس فی هذا القرآن من کلّ مثل ۔۔۔۔الآیۃ الحمدللہ تم خود بھی اپنی فطرت سلیمہ کے تحت ان دونوں حالتوں کا فرق اور ایک غلام کی برتری کو محسوس کرتے ہو۔

(۳۲)۔انك ميّت ۔۔۔الآية

پیغمبر اسلامؐ بھی موت کا ذائقہ چکھنے والے ہیں

یہ حقیقت کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ انسان کا اس عالم آب وگل میں آنا اس کے جانے کی دلیل ہے۔ قرآن وسنت کے مسلمات کے علاوہ خود انسانی تجربہ و مشاہدہ شاہد ہے کہ جس نے بھی ایک بار اس عالم ناپائیدار میں قدم رکھا ہے اس نے چاروناچار ایک نہ ایک دن یہاں سے رخت سفر باندھ کر جانا ہے۔ ولنعم ما قیل

جو زندہ ہے وہ موت کی تکلیف سہے گا
جب احمد مرسلؐ نہ رہے کو ن رہے گا؟

حضرت رسول خداؐ بارگاہ رب العزت میں عرض کیا یا ربّ اتموت الخلائق و تبقی الانبیاء۔ اے میرے پروردگار کیا باقی لوگ مر جائیں گے اور انبیاء زندہ رہ جائیں گے؟ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کلّ نفس ذائقة الموت ثم الینا ترجعون۔ ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے اور پھر ہماری طرف لوٹائے

جائیں گے۔ الغرض کلّ من علیہا فان ویبقی وجہ ربّك ذوالجلال والاکرام۔

(۳۳)۔ ثمّ انکم۔۔۔۔الآیة

قیامت کا محاکمہ

سب نے مرنا ہے اور بارگاہ خداوندی میں حاضر ہونا ہے وہاں مومن، کافر، محق ومبطل اور ظالم ومظلوم کا معاملہ پیش ہوگا اور احکم الحاکمین حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا۔ وجئنا بك علیٰ ہؤلاء شہیدا فھو اسرع الحاسبین واحکم الحاکمین۔ والحمدللہ رب العالمین

آیات القرآن

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِیْنَ ۝۳۲ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝۳۳ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ ۝۳۴ لِیُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ عَمِلُوْا وَیَجْزِیَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝۳۵ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَیُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝۳۶ وَمَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِعَزِیْزٍ ذِی انْتِقَامٍ ۝۳۷ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ ؕ عَلَیْهِ یَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝۳۸ قُلْ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۳۹ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَیَحِلُّ عَلَیْهِ

عَذَابٌ مُّقِيۡمٌ ۝۴۰ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالۡحَـقِّ‌ ۚ فَمَنِ اهۡتَدٰى فَلِنَفۡسِهٖ‌ ۚ وَمَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيۡهَا ‌ۚ وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِوَكِيۡلٍ ۝۴۱

ترجمۃ الآیات

پس اس شخص سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوگا جو خدا پر جھوٹ باندھے اور جب سچائی اس کے پاس آئے تو وہ اسے جھٹلائے۔کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانہ نہیں ہے؟ (۳۲) اور جو شخص سچائی لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی تو یہی لوگ پرہیز گار ہیں (۳۳) ان کے لیے پروردگار کے پاس وہ سب کچھ ہے جو وہ چاہیں گے یہ نیکوکاروں کی جزا ہے (۳۴) تا کہ اللہ ان کے بدترین اعمال کو معاف کرے اور انہیں ان کے بہترین اعمال کی جزا عطا فرمائے (۳۵) کیا اللہ اپنے بندہ کے لیے کافی نہیں ہے؟ اور یہ لوگ آپ کو اللہ کے سوا دوسروں سے ڈراتے ہیں اور جس کو خدا گمراہی میں چھوڑ دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے (۳۶) اور جسے خدا ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے کیا اللہ زبردست (اور) انتقام لینے والا نہیں ہے؟ (۳۷) اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ یقینا کہیں گے کہ اللہ نے آپ کہیے! تمہارا کیا خیال ہے؟ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ مجھے کچھ نقصان پہنچانا چاہے تو کیا اس کی جانب سے نقصان کو دور کر دیں گے؟ یا اگر اللہ مجھ پر کچھ رحمت کرنا چاہے تو کیا یہ اس کی رحمت کو روک سکتے ہیں؟ بس آپ کہہ دیجئے! کہ میرے لیے اللہ کافی ہے۔ بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں (۳۸) آپ کہہ دیجئے! اے میری قوم! تم اپنی جگہ (اپنے طریقہ پر) کام کئے جاؤ۔ میں اپنا کام کرتا ہوں عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا (۳۹) کہ کس پر رسوا کرنے والا عذاب آتا ہے اور کس پر دائمی عذاب اترتا ہے؟ (۴۰) (اے رسول) بے شک ہم نے یہ کتاب سب انسانوں (کی ہدایت) کے لیے حق کے ساتھ آپ پر اتاری ہے جو ہدایت حاصل کرے گا تو

وہ اپنے لیے کرے گا اور جو گمراہی اختیار کرے گا تو اس کی گمراہی کا وبال اسی پر پڑے گا آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں (۴۱)

تشریح الالفاظ

(۱)۔مثوی ،ثوی ،یثوی۔ سے ظرف مکان کا صیغہ ہے جس کے معنی ٹھکانے اور قیام گاہ کے ہیں ۔(۲)۔لیکفر اللہ۔ جب کفر کا صلہ ''ل'' ہو جیسے کفر لہ تو اس کے معنی معاف کرنے کے ہوتے ہیں اور جب اس کا صلہ عن ہو جیسے کفر عنہ تو اس کے معنی ساقط کرنے دور کرنے کے ہوتے ہیں ۔(۳)۔مکانتھم ۔مکانۃ کے معنی جگہ اور طریقہ کے ہیں ۔(۴)۔یخزیہ،اخزی ،یخزی۔ سے ہے جس کے معنی رسوا کرنے کے ہیں ۔(۵)۔یحّل ۔ یہ حلّ،یحّل سے ہے جس کے معنی اترنے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

(۳۴)۔فمن أظلم ۔۔۔الآیۃ

بروز قیامت جھگڑنے والے دو (۲) فریقوں کی وضاحت

قیامت کے دن جو لوگ اپنا مقدمہ خالق کائنات کی بارگاہ میں پیش کریں گے ان میں سے کچھ موحد ہوں گے اور کچھ مشرک۔ ارشاد قدرت ہے بھلا اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ پر بہتان باندھے اور کہے کہ اللہ کا شریک ہے یا اللہ کی اولاد ہے۔ اگر چہ عام جھوٹ بھی حرام ہے اور گناہان کبیرہ میں سے ہے مگر بدترین قسم کا جھوٹ وہ ہے جو خدا پر یا رسول پر یا آئمہ ھدیٰ پر بولا جائے۔ اور سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ ایک جھوٹا آدمی یہ کہے کہ اللہ جانتا ہے کہ میں سچا ہوں اور جب سچائی اس کے پاس آئے تو وہ اسے جھٹلائے۔ جس طرح ہر زمان و مکان کے مصلحت بین لوگ اپنے ذاتی نفع و نقصان کی خاطر سچائی کو جھٹلاتے ہیں اور کذب و افترا کی تصدیق کرتے ہیں کیا جہنم کافروں کا ٹھکانہ نہیں ہے؟ یعنی نہ صرف ان کا بلکہ ہر طاغی و باغی ہر سرکش کا ٹھکانہ وہی ہے۔ یہی لوگ بارگاہ الٰہی سے سزا پانے والے ہیں۔

(۳۵)۔والّذی جاء بالصدق ۔۔۔۔الآیۃ

سچائی لانے والے اور اس کی تصدیق کرنے والے سے کون مراد ہیں؟

جو شخص سچائی لایا۔ اس سے کون مراد ہے؟ سب مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس سے پیغمبر اسلامؐ مراد ہیں۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اس سچائی کی تصدیق کرنے والے سے کون مراد ہے؟ صاحب مجمع البیان نے پورے چھ قول نقل کئے ہیں اور چھٹا قول یہ ہے کہ **والّذی جاء بالصدق** سے حضرت رسول خدا اور **صدق به** سے مراد حضرت علی مرتضیٰؑ مراد ہیں اور اسے مجاہد اور ابن عباس کا قول قرار دیا ہے اور آخر میں فرماتے ہیں کہ **وهو المروی عن آئمه الهدی من آل محمد**۔ کہ یہی قول خاندان نبوت کے آئمہ ھدی سے مروی ہے۔ (مجمع البیان) یا پھر سچے قسم کے مومنین مراد ہیں جو ان حقائق کی تصدیق کرتے ہیں

۳۶۔ اولئك هم المتقون۔۔۔۔ الآية

پرہیزگاروں کی جزائے خیر کا تذکرہ

خوش قسمت لوگ یہی ہیں جو سچائی لائے اور اس کی تصدیق کی اور یہی حقیقی پرہیزگار ہیں جن کے بارگاہ خدا سے سزا پانے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ بلکہ ان نیکوکاروں کی جزا اور صلہ یہ ہے کہ ایک تو وہ جو چاہیں گے وہ بارگاہ خدا سے پائیں گے دوسرا صلہ یہ ہے کہ ان کی تقصیرات کو نظرانداز کر دیا جائے گا اور تیسرا یہ کہ ان کے اعمال خیر کا ان کو معاوضہ دیا جائے گا۔

ظاہر ہے کہ جن کی تقصیریں معاف کر دی جائیں گی اور انہیں اپنے نیک اعمال کا اجر دیا جائے گا اس سے وہی سچے قسم کے مؤمنین ہی مراد ہیں کہ جن کے ایمان لانے سے پہلے والے سب اعتقادی و عملی گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور نیکیوں کا کئی گناہ اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔

۳۷۔ الیس اللّٰه بکاف۔۔۔ الآیة

اس آیت کے صحیح مفہوم کا تعین

جیسا کہ یہاں کی آیت ۳۸ اور دوسری بہت سی آیات سے ثابت ہے کہ مشرکین عرب وجود خدا کے منکر نہ تھے بلکہ قائل تھے۔ ہاں البتہ وہ توحید کے منکر تھے تو ان سے سوال کیا جا رہا ہے کہ کیا ایک خدا اپنے بندوں کی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لیے کافی نہیں ہے؟ اگر نہیں ہے تو پھر وہ خدا ہی نہیں ہے اور اگر کافی ہے اور

یقینا کافی ہے تو پھر اس کی موجودگی میں دوسرے خداؤں کو ماننے کی ضرورت کیا ہے؟ نیز چونکہ مشرکین پیغمبر اسلامؐ کو اپنے معبودوں کا شکوہ وشکایت کرنے کی وجہ سے ڈرایا کرتے تھے کہ یہ آپ کو برباد کردیں گے ان سے کہا جارہا ہے کہ جب اللہ اپنے بندہ خاص کے لیے کافی ہے تو تمہارے خودساختہ عاجز معبودان کا کیا بگاڑ سکتے ہیں؟

۳۸)۔ومن یضلل اللہ۔۔۔الآیۃ

جسے خدا گمراہی میں چھوڑ دے اسے کوئی ہدایت نہیں کرسکتا اور جسے وہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا۔لیکن کن کو گمراہی میں چھوڑتا ہے اور کن کو ہدایت کرتا ہے؟ ان باتوں کی وضاحت کی جاچکی ہے کہ وہ بلاوجہ کوئی کام نہیں کرتا بلکہ اگر وہ کسی کو راہ راست کی راہنمائی کرتا ہے تو اس کی صادقانہ طلب ہدایت کی وجہ سے اور اگر کسی سے توفیق سلب کرکے اسے گمراہی میں ٹامک ٹوئیاں مارنے کے لیے چھوڑ دیتا ہے تو اس کی اپنی نابکاری اور ناہنجاری کے سبب سے جب اللہ زبردست (اور) بڑا انتقام لینے والا ہے تو پھر اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے اور اس کے علاوہ کسی اور سے ہرگز نہیں ڈرنا چاہیے۔

۳۹)۔ولئن سألتھم۔۔۔الآیۃ

جب مشرکین بھی تسلیم کرتے ہیں آسمان وزمین کا خالق خدا ہے تو پھر نفع ونقصان کا مالک بھی وہی ہے

بے شک مشرک غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں مگر وہ بھی دعویٰ نہیں کرسکتے کہ ان کے ان خودساختہ معبودوں نے آسمان وزمین پیدا کئے ہیں بلکہ وہ واشگاف الفاظ میں اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ ان چیزوں کا خالق اللہ ہے ۔ان سے پوچھا جارہا ہے کہ اگر حقیقی خدا بندہ کو نقصان پہنچانا چاہے تو یہ معبودان باطل اسے بچا نہیں سکتے اور اگر اپنی رحمت شامل حال کرنا چاہے تو یہ اسے روک نہیں سکتے تو پھر ایسے عاجز وناتواں خداؤں کو ماننے کا کیا فائدہ ہے؟ پس جب اللہ کافی ہے تو پھر بھروسہ بھی اسی کی ذات پر کرنا چاہیے کیونکہ آرام ہو یا تکلیف سب کے حقیقی اسباب اللہ کے ہی قبضۂ قدرت میں ہیں۔اس آیت جیسی ایک آیت سورہ عنکبوت آیت ۶۸ اور سورہ لقمان آیت ۲۵ میں مع تفسیر گزر چکی ہے۔ولئن سألتھم من خلق السّموت والارض لیقولنّ اللہ۔۔۔الآیۃ اور آیت ان ارادنی اللہ بضرّ۔۔۔الآیۃ جیسی آیت قبل ازیں سورۂ انعام میں آیت ۱۷ پر اور سورۂ یونس آیت ۱۰۷ میں مع تفسیر گزر چکی ہے۔وہاں رجوع کیا جائے۔

(۴۰)۔قل یاقوم ۔۔۔الآیۃ

ارشادقدرت ہے کہ اگرقوم آپ کی بات مان کراسلامی طریقہ پرخدائے واحدلاشریک کی عبادت نہیں کرتی تو اس سے کہہ دو کہ تم اپنی جگہ اپنے طریقہ پرکام کرو ۔میری مخالفت اور اسلام کی مزاحمت کرو۔کفرکرو۔شرک کرواور میں اپنےطریقہ پرکام کررہاہوں۔عنقریب تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ دنیا کارسواکن عذاب کس کے پاس آتا ہےاورآخرت کا دائمی ثوابکس پراترتا ہے۔اس قسم کی ایک آیت قبل ازیں مع تفسیرگزر چکی ہے۔ملاحظہ ہوسورۂ انعام آیت ۱۳۵ اورسورۂ ہودآیت ۹۳ قل یقوم اعملوا علی مکانتکم انی عامل فسوف تعلمون۔۔۔۔الآیۃ

(۴۱)۔انّاانزلنا علیك۔۔۔الآیۃ

پیغمبراسلامؐ پورے عالم انسانیت کےپیغمبرہیں

اس آیت میں للناس کی لفظ دلیل ہے کہ آپ تمام بنی نوع انسان کے نبی ہیں کافّۃ للنّاس اور قرآن تمام انسانی نوع کی ہدایت کے لیےنازل کیا گیا ہےوما ارسلنك الاّ رحمۃ للعالمین پس جوشخص ہدایت حاصل کرے گاتو اپنے فائدہ کے لیےاور جوگمراہ ہوگا تو اس کا ضرروزیاں خوداٹھائے گا آپ ان لوگوں کے ذمہ داراورنگہبان نہیں ہیں۔یعنی ان لوگوں کوزبردستی مؤمن بنانااورکفرسے ہٹانا آپ کا کام نہیں ہے۔اس قسم کی ایک آیت قبل ازیں سورۂ انعام آیت ۱۰۴ اورسورۂ یونس آیت ۱۰۷ میں مع تفسیرگزرچکی ہے۔

آیات القرآن

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَيْهِ

تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۫ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰۤؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۱﴾ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمۃ الآیات

اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جن کی موت (ابھی) نہیں آئی (تو ان کی روحیں) نیند کے وقت قبض کرتا ہے پھر جن (روحوں کی) موت کا فیصلہ کرتا ہے انہیں روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک مقررہ مدت تک چھوڑ دیتا ہے۔ بے شک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے (قدرت خدا کی) نشانیاں ہیں (۴۲) کیا ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ

کر دوسروں کو شفیع (سفارشی) بنا رکھا ہے آپ کہہ دیجئے! کہ اگر چہ وہ (سفارشی) نہ کسی چیز کے مالک ہوں اور نہ ہی عقل و شعور رکھتے ہوں؟ (۴۳) آپ کہہ دیجئے کہ شفاعت پوری کی پوری اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے (اور) اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے (۴۴) اور جب خدا کی توحید (اس کی وحدت و یکتائی) کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں ان کے دل کڑھنے لگتے ہیں اور جب اس کے دوسرے (مزعومہ شرکاء) کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ یکا یک خوش ہو جاتے ہیں (۴۵) آپ کہہ دیجئے! اے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے (اور) اے غائب و حاضر کے جاننے والے! تو ہی اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا ان چیزوں کے بارے میں جن میں وہ باہم اختلاف کیا کرتے تھے (۴۶) اور جن لوگوں نے (کفر و شرک کر کے) ظلم کیا اگر ان کے پاس وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اتنی اور بھی تو وہ یہ سب کچھ قیامت کے دن برے عذاب سے بچنے کے لیے فدیہ دے دیں اور (اس دن) اللہ کی طرف سے وہ کچھ ظاہر ہوگا جس کا انہیں گمان بھی نہیں تھا (۴۷) اور وہاں ان پر ان کی کمائی کی برائیاں ظاہر ہو جائیں گی اور انہیں وہ (عذاب) گھیر لے گا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے (۴۸) اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے اور پھر جب ہم اسے اپنی جانب سے کوئی نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو مجھے اپنے علم و ہنر کی بنا پر دی گئی ہے بلکہ وہ ایک آزمائش ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (۴۹) ایسی بات ان لوگوں نے بھی کہی تھی جو ان سے پہلے تھے تو (ہماری گرفت کے وقت) ان کی کوئی کمائی ان کے کام نہ آئی (۵۰) تو انہوں نے جو کچھ کمایا تھا اس کے برے نتائج ان تک پہنچے اور جو ان لوگوں میں سے ظالم ہیں ان تک بھی۔ ان کی برائی کے برے نتائج پہنچیں گے اور وہ (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے (۵۱) کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے بے شک اس میں ایمان والوں کے لیے (قدرت کی) بڑی نشانیاں ہیں (۵۲)

تشریح الالفاظ

(۱)۔یتوفیٰ الانفس ،توفی۔ کے معنی ہیں اخذ لشئی وافیا یعنی کسی چیز کو پورا پورا قبضہ میں لینا۔(۲)۔اشمأزّت اشمئزاز۔ کے معنی منقبض ہونے کے ہیں ۔نا پسندیدگی کی وجہ سے نفرت کرنا۔(۳)۔حاق بھم ،حاق ۔کے معنی گھیرنے کے ہیں ۔(۴)۔یقدر،قدّر،یقدر ۔ کے معنی تنگ کرنے کے بھی ہیں۔(۵)۔آیات۔یہ آیت یعنی نشانی کی جمع ہے۔

تفسیر الآیات

۴۲)۔اللہ یتوفیٰ الانفس۔۔۔الآیۃ

دہریوں اور دینداروں میں ایک فرق؟

دہریوں اور دینداروں میں جہاں اور بہت سے فرق موجود ہیں وہاں ایک فرق یہ بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ انسان اس محسوس جسم کا نام ہے اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔مگر دیندار یہ کہتے ہیں کہ انسان جسم اور روح کے مجموعہ کا نام ہے جبکہ جسم مادی ہے اور روح غیر مادی ہے۔اور یہ روح مملکت بدن کی تدبیر کرتی ہے اور اس کا نظام چلاتی ہے۔

موت اور نیند میں کیا فرق ہے؟

موت کیا ہے؟ جسم وروح کے باہمی تعلق کے ظاہری و باطنی طور پر مکمل قطع ہونے کا نام ہے جس سے انسان کی زندگی اور ادراک وتعقل ختم ہوجاتا ہے اور روح اپنے خالق و مالک کی بارگاہ میں چلی جاتی ہے اور اگر جسم وروح کا ظاہری تعلق تو ختم ہوجائے مگر باطنی تعلق اس طرح باقی رہے کہ روح کی ایک شعاع بدن میں رہ جائے جس کی وجہ سے وہ زندہ بھی رہے اور خواب بھی دیکھے تو اس کا نام نیند ہے جس میں زندگی تو ہوتی ہے مگر عقل وتمیز نہیں ہوتی ۔ جسے اخت الموت۔یعنی موت کی بہن کہا جاتا ہے۔

ہم آیت مبارکہ یاعیسیٰ انّی متوفیك۔۔۔الآیۃ کی تفسیر میں تفصیل سے واضح کر چکے ہیں کہ توفی کے معنی موت کے نہیں ہیں بلکہ اس کے معنی اخذ الشئی وافیا۔یعنی کسی چیز کو پوری طرح اپنے قبضہ

میں لینے کے ہیں۔ لہٰذا اگر خدا روح کو مکمل طور پر ہمیشہ کے لیے اپنے قبضہ میں لے لے تو اس کا نام موت ہے اور اگر عارضی طور پر کچھ وقت کے لیے اپنے قبضہ میں لے اور پھر واپس کر دے تو اس کا نام نیند ہے۔ اور توفیٰ کی لفظ ان دونوں معنوں میں بطور عموم مجاز مستعمل ہے۔ ارشاد قدرت ہے هو الذی یتوفا کم باللیل۔ اللہ وہ ہے جو رات کے وقت تمہاری روحوں کو قبض کرتا ہے یعنی تمہیں سلاتا ہے پس اگر جناب عیسیٰ کے متعلق توفی کا لفظ استعمال ہو تو یہ ان کی موت کی دلیل نہیں ہے۔ بناء بریں یہ ثابت ہوا کہ جو موت ہے وہ حیات کی ضد ہے اور جو نیند ہے وہ بیداری کی ضد ہے۔

۴۳)۔ ام اتّخذوا من دون اللہ۔۔۔۔ الآیة

خدا مشرکوں کے خودساختہ شفعاء بنانے پر تعجب کر رہا ہے

خداوند عالم تعجب کرتے ہوئے فرما رہا ہے کہ ان لوگوں نے خدا کے مقابلہ میں کچھ ایسے سفارشی بنائے ہیں کہ جب وہ ان کو پکڑے گا تو یہ انہیں چھڑا لیں گے کیونکہ یہ شفعاء صرف پتھر اور لوہے کے بت نہ تھے بلکہ ان کے اکابر تھے اور کچھ بزرگ ہستیاں تھیں جن کی علامت کے طور پر انہوں نے پتھر کے بت بنا رکھے تھے ۔ارشاد قدرت ہے کہ ذرا ان لوگوں سے دریافت کرو کہ اگر ان کے یہ شفعاء نہ کسی چیز پر کوئی اختیار رکھتے ہوں اور نہ کسی بات کا عقل وشعور تو پھر ان کو توقع ہے کہ وہ خدا کے ہاں ان کی سفارش کر کے چھڑا لیں گے؟ اور انہیں جہنم سے بچا لیں گے؟

نا امیدی ان کی دیکھا چاہیے!!

۴۴)۔ قل للہ الشّفاعة۔۔۔۔ الآیة

اس فقرہ کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

شفاعت تو پوری کی پوری اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے؟ اس کا کیا مطلب ہے آیا اللہ کے اوپر بھی کوئی طاقت ہے جس سے اللہ سفارش کرے؟ ظاہر ہے کہ نہیں۔ بناء بریں تسلیم کرنا پڑے گا کہ سفارش کا معاملہ اللہ کے اختیار میں ہے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں سفارش وہی ہستیاں کریں گی جن کو اللہ مقرر کرے گا اور اس کے باوجود اس کی اجازت سے سفارش کریں گی جیسا کہ ارشاد قدرت ولا یشفعون الا لمن ارتضی سفارش کرنے والے اس کی سفارش کریں گے جس کے بارے میں خدا چاہے گا۔ دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے یومئذ لا تنفع الشّفاعة الّا من اذن له الرّحمن ورضی له قولا (طہٰ۔ ۱۱۴) اس دن کوئی سفارش

کام نہیں آئے گی مگر اس کی جسے خدائے رحمن اجازت دے گا اور اس کے لیے بات کرنے کو پسند کرے گا۔ یہ حضرات کون ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ انبیاء کے اوصیاء، شہداء، علماء اور اہل ایمان ہوں گے۔ (حق الیقین، مجلسی وشبر) من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ کون ہے جو خدا کے اذن کے بغیر اس کے ہاں سفارش کر سکے؟ اور جب خدا نے ان مشرکین کے ان خودساختہ شفعاء کو مقرر کیا ہی نہیں اور اجازت دی ہی نہیں تو

حیران ہوں پھر شفاعت ہے کس حساب میں ؟؟

۴۵)۔ واذا ذکر اللہ۔۔۔الآیۃ

مشرکین عرب خدا کے وجود کے نہیں بلکہ اس کی وحدانیت کے منکر تھے

یہ آیت بھی ان دلائل میں سے ایک دلیل ہے کہ مشرکین خدا کے وجود اور اس کے موجود ہونے کے منکر نہ تھے انہیں جو کچھ کد تھی یا جو کچھ انکار تھا وہ اس کی وحدانیت سے تھا کہ وہ اسے واحد و یکتا نہیں مانتے تھے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے کہ جب خدا کی وحدانیت بیان کی جاتی ہے تو منکرین قیامت (مشرکین) کے دل منقبض ہوجاتے ہیں اور جب ان کے مزعومہ شرکاء کا ذکر کیا جائے تو ایک دم خوش ہوجاتے ہیں اور ان کی دل کی کلی کھل جاتی ہے اگر بنظر غائر دنیا بھر کے مشرکین کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ تمام مشرک قوموں کی یہی کیفیت ہے۔ حتیٰ کہ وہ لوگ جو کہلاتے تو مسلمان اور اہل ایمان ہیں مگر ان کے رگ و ریشہ میں شرک رچ بس گیا ہے۔ ان کی حالت بھی ان مشرکین عرب سے مختلف نہیں ہے اگر ان کے سامنے توحید پروردگار بیان کی جائے تو ان کے چہروں کا رنگ بدل جاتا ہے اور بیان کرنے والے پر فتوے لگانے شروع کر دیتے ہیں کہ یہ شخص فلاں فرقہ سے وابستہ معلوم ہوتا ہے یہ بزرگوں کا منکر ہے اور جب نبیوں، وصیوں اور دوسرے ولیوں کا ذکر کیا جائے اور ان کے فضائل بیان کئے جائیں تو وہ ہشاش بشاش ہوجاتے ہیں اور خوشی سے چہرے تمتمانے لگتے ہیں جس سے واضح ہوجاتا ہے کہ ان لوگوں کی محبت کا مرکز کون ہے؟ حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ والّذین آمنوا اشد حبا للہ لہٰذا اگر وہ کسی نبی، وصی اور ولی وغیرہ سے محبت کرتے ہیں تو خدا کے لیے اور اگر کسی بدعقیدہ و بدکردار سے نفرت کرتے ہیں تو اللہ کی خاطر جسے الحبّ للہ والبغض فی اللہ کہا جاتا ہے جو بہترین عمل ہے۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دوعالم سے خفا میرے لئے ہے

۴۶)۔ ولو انّ الّذین۔۔۔الآیۃ

عذاب قیامت کی سختی وسنگینی کا بیان

اس آیت مبارکہ میں قیامت کے عذاب کی سختی وسنگینی کا تذکرہ کیا جارہا ہے کہ اگر ظالموں اور مشرکوں کے پاس تمام روئے زمین کی دولت ہو اور اس جیسی اور تو وہ اس عذاب سے بچنے کے لیے کچھ بطور فدیہ دینے پر آمادہ ہو جائیں گے مگر ان کا یہ فدیہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ اس مضمون کی ایک آیت مع تفسیر سورۂ آل عمران آیت ۹۱، سورۂ یونس آیت ۵۴ اور سورۂ رعد آیت ۱۸ میں گزر چکی ہے۔

۴۷) ۔ اذا مسّ الانسان۔۔۔۔الآیة

عام انسان کی یہ طبعی کمزوری ہے کہ وہ مصیبت کے وقت خدا کو یاد کرتا ہے اور نعمت وآرام کے وقت اسے بھول جاتا ہے

یہاں عام انسان کی اس طبعی کمزوری کا تذکرہ کیا جارہا ہے کہ جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے یا اس پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو بہت گڑگڑا کر خدا کو پکارتا ہے مگر جب خدا اس کی وہ تکلیف دور کر دیتا ہے اور اپنی نعمت سے نوازتا ہے تو وہ اس کا شکریہ ادا کرنے کی بجائے الٹا اپنے علم وہنر اور اپنی لیاقت وقابلیت کا نتیجہ سمجھتا ہے۔ حالانکہ دنیا کی نعمتیں آدمی کے لیے آزمائش وامتحان ہیں نہ کہ علم وہنر اور لیاقت کا انعام۔ خدا تو یہ دکھانا چاہتا ہے کہ اس کی عطا کردہ نعمتوں کا شکریہ ادا کر کے مزید انعام کا حقدار کون ثابت ہوتا ہے اور کفران نعمت کر کے سلب نعمت کا مستوجب کون قرار پاتا ہے؟

۴۸) ۔ قد قالها الّذین۔۔۔۔الآیة

اس قسم کی باتیں ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگ جیسے قارون وغیرہ بھی کہہ چکے ہیں یعنی اللہ کے کسی احسان کو اپنے علم وہنر کا نتیجہ قرار دے کر تباہ وبرباد ہو چکے ہیں لیکن جب خدا نے ان لوگوں کو ان کے طغیان و کفران کی بناء پر پکڑا تو پھر ان کی دولت اور ان کی کمائی ان کو عذاب الٰہی سے نہ بچا سکی اور نہ چھڑا سکی۔ پہلے بھی اللہ کا یہی قانون تھا اور اب بھی یہی اس کا دستور ہے یہی قانون سابقہ امتوں میں جاری رہا اور یہی اس امت میں بھی جاری وساری ہے ولن تجد لسنة الله تبدیلا اور کوئی اللہ کو عاجز نہیں کر سکتا اور بھلا کوئی مخلوق اپنے خالق کو کس طرح عاجز کر سکتی ہے اس قسم کی ایک آیت اس سے پہلے سورۂ قصص آیت ۷۸ میں مع تفسیر گزر چکی ہے وہاں رجوع کیا جائے۔

(۴۹)۔ اولم یعلموا ۔۔۔ الآیة

کائنات کی روزی خالق کے قبضہ قدرت میں ہے

یہ حقیقت کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ جو کائنات کا خالق و مالک ہے وہی اس کا رازق و پالک ہے عام عادی علل واسباب کے تحت یا دیگر مقاصد کے تحت وہ جس کا رزق چاہتا ہے کشادہ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کرتا ہے۔ اس موضوع پر قبل ازیں متعدد مقامات پر مکمل تبصرہ کیا جا چکا ہے۔ سورۂ رعد آیت ۲۶، سورۂ روم آیت ۳۷ اور سورۂ سباء آیت ۳۶ اور ۳۹۔ نیز ان مقامات پر یہ حقیقت بھی قرآن وسنت کے نا قابل رد دلائل کی روشنی میں ثابت کی جا چکی ہے کہ مال ودولت کی کثرت وفراوانی محبوب خدا ہونے کی دلیل نہیں ہے اور غربت وتنگدستی دشمن خدا ہونے کی علامت نہیں ہے۔

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

الغرض ع

دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

آیات القرآن

قُلۡ يٰعِبَادِيَ الَّذِيۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِيۡعًا‌ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ﴿۵۳﴾ وَاَنِيۡبُوۡۤا اِلٰى رَبِّكُمۡ وَاَسۡلِمُوۡا لَهٗ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِيَكُمُ الۡعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنۡصَرُوۡنَ ﴿۵۴﴾ وَاتَّبِعُوۡۤا اَحۡسَنَ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِيَكُمُ الۡعَذَابُ بَغۡتَةً وَّاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ ۙ﴿۵۵﴾ اَنۡ تَقُوۡلَ نَفۡسٌ يّٰحَسۡرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِىۡ جَنۡۢبِ اللّٰهِ وَاِنۡ كُنۡتُ لَمِنَ السّٰخِرِيۡنَ ۙ﴿۵۶﴾ اَوۡ تَقُوۡلَ لَوۡ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰٮنِىۡ لَكُنۡتُ مِنَ الۡمُتَّقِيۡنَ ۙ﴿۵۷﴾ اَوۡ تَقُوۡلَ حِيۡنَ تَرَى

الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِیْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ۝۵۸ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰیٰتِیْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَ اسْتَكْبَرْتَ وَ كُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ۝۵۹ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَرَى الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌؕ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِیْنَ۝۶۰ وَ یُنَجِّی اللّٰهُ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ٘ لَا یَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۝۶۱ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ٘ وَّ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ۝۶۲ لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۝۶۳

ترجمۃ الآیات

آپ کہہ دیجئے! کہ اے میرے وہ بندو! جنہوں نے (گناہ پر گناہ کر کے) اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بے شک اللہ سب گناہوں کو بخش دیتا ہے کیونکہ وہ بڑا بخشنے والا (اور) بڑا رحم کرنے والا ہے (۵۳) اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرمانبردار بن جاؤ قبل اس کے کہ تم پر عذاب آجائے پھر تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی (۵۴) اور اس میں بہترین کلام و پیغام کی پیروی کرو جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہاری طرف اتارا گیا ہے بیشتر اس کے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو (۵۵) مبادا کوئی شخص یہ کہے ہائے افسوس! میری اس کوتاہی پر جو میں نے خدا کی جناب میں کی اور میں تو مذاق اڑانے والوں میں شامل رہا (۵۶) یا کوئی یہ کہے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں بھی متقیوں میں سے ہوتا (۵۷) یا کوئی عذاب دیکھ کر یہ کہے کاش مجھے ایک بار (دنیا میں دوبارہ جانے) کا موقع ملتا تو میں بھی نیکوکاروں میں سے ہوجاتا (۵۸) ہاں (کیوں نہیں) تیرے پاس میری آیتیں آئی تھیں مگر تو نے انہیں جھٹلایا اور تکبر کیا اور تو کافروں میں سے تھا (۵۹) اور قیامت کے دن تم دیکھو گے کہ جن لوگوں نے خدا پر جھوٹ باندھا تھا ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم نہیں ہے؟ (۶۰)

اور اللہ متقیوں کو ان کی کامیابی کی وجہ سے اس طرح نجات دے گا کہ انہیں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے (٦١) اور وہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے (٦٢) اور آسمانوں اور زمین (کے خزانوں) کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں اور جو لوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں وہی نقصان اٹھانے والے ہیں (٦٣)

تشریح الالفاظ

(١)۔اسرفوا۔اسراف۔کے معنی حد سے تجاوز کرنے کے ہیں یہاں مراد گناہ کرنا ہے۔(٢)۔لا تقنطوا۔قنوط کے معنی مایوس ہونے کے ہیں۔(٣)۔من الساخرین۔سخر یہ۔کے معنی مذاق اڑانے کے ہیں۔(٤)۔کرۃ۔کے معنی رجعۃ یعنی ایک بار لوٹنے کے ہیں۔(٥)۔مقالید۔مقلاد۔کی جمع ہے جس کے معنی کنجی کے ہیں۔

تفسیر الآیات

٥٠)۔قل یٰعبادی.....الآیۃ

اے اپنی جانوں پہ زیادتی کرنے والو! لا تقنطوا من رحمۃ اللہ!

کچھ کوتاہ اندیش اور کج بین لوگوں نے یہاں قل یٰعبادی کے الفاظ کی ایک انوکھی تاویل علیل کی ہے کہ خدا نے پیغمبر اسلامؐ کو نہ صرف اجازت دی ہے بلکہ حکم دیا ہے کہ وہ عام انسانوں کو اپنا بندہ کہہ کر خطاب کریں۔لہٰذا عام انسان پیغمبر اسلامؐ کے بندے ہیں اس تفسیر بالرائے کی رد کرتے ہوئے عرض ہے کہ قرآن میں قل یعنی کہہ دیجئے کے بعد جو کلام آتا ہے وہ کبھی تو پیغمبر اسلام کی زبانی ہوتا ہے جیسے ان کنتم تحبون اللہ فاتّبعونی کہہ کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔یا جیسے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ۔ کہہ دیجئے کہ میں تبلیغ رسالت کا تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا سوائے اپنے قرابتداروں کی محبت کے یہاں کہہ دیجئے کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر اسلامؐ اپنی طرف سے متعلقہ لوگوں سے کہیں اور کبھی قل کے بعد والا کلام خدا کی زبانی ہوتا ہے جیسے یہاں قل یٰعبادی.....الآیۃ تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ

متعلقہ افراد کو خدا کا یہ پیغام پہنچائیں کہ خدا یہ فرماتا ہے کہ اے میرے وہ بندو، جنہوں نے گناہ پر گناہ کر کے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے میری رحمت سے مایوس نہ ہو تم صحیح معنی میں توبہ وانابہ کرو خدا تمہارے سب گناہ معاف کردے گا۔

انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ کیئے ہوئے گناہوں پر پچھتاتا ہے کہ ان کا انجام کیا ہوگا؟

سینے میں حساس دل رکھنے والا آدمی راہ راست پر آنے سے پہلے جو گناہ وعصیاں کرتا ہے یا راہ راست پر آجانے کے بعد اس سے جو کوتاہیاں ہوتی ہیں ان کے انجام کے بارے میں وہ سوچ کر وہ پریشان ہوتا ہے کہ

انجام گلستان کیا ہوگا؟

تو ایسے لوگوں کی تسکین قلب اور تسلی کے لیے غفور الرحیم خدا اعلان کررہا ہے کہ لا تقنطوا من رحمة الله! کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو کیونکہ تمہارا سابقہ اس خدا سے ہے جو غفور بھی ہے اور رحیم بھی ہے۔

یہ آیت بڑی امید افزا ہے

پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے: ما احبّ ان لی الدنیا وما فیھا بھذہ الآیة کہ میں اس آیت کے عوض دنیا و مافیھا لینے پر رضامند نہیں ہوں۔ (مجمع البیان)

حضرت امیر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا ما فی القرآن آیة اوسع من یا عبادی الّذین اسرفوا کہ پورے قرآن میں اس آیت سے زیادہ وسیع اور کوئی آیت نہیں ہے۔ (مجمع البیان)

بعض صحابہ سے مروی ہے کہ اوفی آیة فی کتاب الله۔ یعنی کتاب خدا میں سب سے زیادہ امید افزا آیت یہی ہے (تفسیر تبیان)

بھلا اس سے بڑھ کر گنہگاروں کی اور کیا حوصلہ افزائی ہوگی کہ تمام گنہگار انسانوں سے خطاب کر کے کہا جا رہا ہے کہ تم توبہ وانابہ کرو خدا تمہارے سب گناہ معاف کردے گا اور اس سے بڑھ کر اور کیا کرم نوازی ہوگی جب آدمی گناہ پر گناہ کرتا ہے تو اس کا نام صرف گنہگاروں کی فہرست میں درج ہوتا ہے لیکن جب وہ کوئی گناہ کر کے اللہ کی رحمت سے

ناامید ہو جائے تو اس کا نام کافروں کی فہرست میں درج کر دیا جاتا ہے مرزا غالب نے کیا خوب کہا ہے

نومیدی از تو کفرو توراضی نہ بکفر
نو مید یم و گر بتو امید وار کرد

یعنی اے اللہ! تیری رحمت سے ناامید ہونا کفر ہے(لا یئس من روح اللہ الا القوم الکافرون)اور تو کفر پر راضی نہیں ہے(انّ اللہ لا یرضی لعبادۃ الکفر) تو میں جو اپنے گناہوں کو دیکھ کر مایوس ہونے لگتا ہوں تو میری یہ ناامیدی مجھے تیری رحمت کا امید وار بنا دیتی ہے۔ بہر حال ہم کئی بار اس کی وضاحت کر چکے ہیں کہ آدمی کے دل میں بیم و امید اور رجاء وخوف کی دونوں کیفیتیں برابر ہونی چاہیں۔ بڑے سے بڑے گنہگار کو بھی خدا کی رحمت واسعہ کا امیدوار رہنا چاہیے کہ ع

رحمت اگر قبول کرے کیا بعید ہے؟

اور بڑے بڑے نیکوکار کو بھی خدا کے عدل سے ڈرتے رہنا چاہیے کہ ع

سخت ہیں قدرت کی تعزیریں

ان دو میں سے کسی ایک کیفیت کا غالب آ جانا یعنی گناہ کر کے رحمت الٰہی سے بالکل مایوس ہو جانا یا اس کی رحمت پر بھروسہ کر کے برابر گناہ کئے جانا انسان کے لیے سمِّ قاتل ہے۔ مخفی نہ رہے کہ اس قسم کی بعض آیتیں اس سے پہلے سورۂ نساء آیت ۴۸ اور سورۂ حجر آیت ۵۶ میں مع تفسیر گزر چکی ہیں وہاں رجوع کیا جائے۔

ایضاح:۔

حسب ظاہر تو یہ خطاب تمام بنی انسان سے ہے مگر بعض اخبار و آثار سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت صرف اہل ایمان سے مخصوص ہے۔(الکافی، معانی الاخبار، تفسیر قمی وصافی وغیرہ) واللہ العالم۔

۵۱)۔وأنیبوا الیٰ ربّکم۔۔۔۔الآیۃ

بخشش گناہان کی شرط اولین توبہ وانابہ ہے

ان دو آیتوں میں خداوند عالم نے اپنے گنہگار بندوں کو اپنے بخشوانے کے طریقہ کی طرف راہنمائی فرمائی ہے کہ گمراہی چھوڑ کر صدق دل سے خدا کی طرف رجوع کرو اور سرکشی چھوڑ کر اس کے سامنے سر تسلیم خم کرو یعنی اس کے فرمانبردار بندے بنو۔ اور اس کے بہترین کلام و پیغام کی پیروی کرو جو تمہاری طرف اتارا گیا ہے ۔اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ اللہ کا کچھ کلام بہتر ہے اور کچھ بہتر نہیں ہے بلکہ سب ہی بہتر بلکہ بہترین ہے اسی

لیے ہم نے دوسرے بعض مترجمین کی طرح اس کا یوں ترجمہ نہیں کیا "اور پیروی اختیار کرو اپنے رب کی بھیجی ہوئی کتاب کے بہترین پہلو کی" بلکہ اس کا ترجمہ یوں کیا ہے "اور اس بہترین کلام و پیغام کی پیروی کرو جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہاری طرف اتارا گیا ہے" اور یہی تین چیزیں توبۃ النصوح کی بنیادی شرطیں ہیں جیسا کہ ارشاد قدرت ہے: انیّ لغفّار لمن تاب وامن وعمل صالحا ثمّ اھتدی اور میں ان لوگوں کو بہت بخشنے والا ہوں

۱)۔ گناہوں سے رجوع کرلیں

۲)۔ جو بے ایمانی چھوڑ کر ایمان لے آئیں

۳)۔ اور بدکاری ترک کر کے نیکوکاری اختیار کریں

۵۲)۔ ان تقول۔۔۔ الآیۃ

یہ سب کچھ دنیوی عذاب اور قیامت کے آنے سے پہلے کرو

کیونکہ ظہور عذاب اور قیام قیامت کے بعد نہ ایمان لانا قبول ہوگا، اروشاد قدرت ہے: یوم یأتی بعض آیات ربّك لا ینفع نفسا ایمانھا جس دن بعض آیات الٰہیہ ظاہر ہو جائیں اس وقت کسی کا ایمان لانا اس کیلئے مفید نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی اس وقت توبہ قبول ہوتی ہے ارشاد قدرت ہے: ولیست التوبۃ للہ علی الّذین عملوا السیئات حتی اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الآن۔ لہٰذا یہ سب توبہ و انابہ عذاب کے نزول سے پہلے اور قیامت والے پچھتاوے سے پیشتر ہونی چاہیے۔ مبادا کہنا پڑے گا۔ ہائے افسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ کی جناب میں کی، یا کوئی یہ کہے کہ اے اللہ اگر مجھے ہدایت کا دوبارہ موقع ملتا تو میں نیکوکاروں میں سے ہو جاتا۔ اس وقت یہ پچھتاوا کوئی فائدہ نہیں دے گا۔

اب پچھتائے کیا ہوت
جب چڑیاں چک گئیں کھیت

خواہسی کہ روز حشر کنی خندہ بایدت
امروز از مصیبت فردا گر یستن

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا جنب اللہ سے مراد حضرت امیر علیہ السلام ہیں اور ان کے حق میں کوتاہی خدا کے حق میں کوتاہی متصور ہوگی۔ (کافی وصافی)

حضرت امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ حسرت میں وہ لوگ ہوں گے جو زبانی عدل وانصاف کی تعریف کرتے ہوں گے اور مقام عمل میں اس کی مخالفت کی ہوگی۔(مجالس برقی)

۵۳)۔بلیٰ قد جاء تك۔۔۔۔الآیة

اس وقت تو ان تمام حسرتوں اور ندامتوں کے جواب میں رب الارباب ایک ہی جواب دے گا۔ہاں۔کیوں نہیں! تیرے پاس میری آیتیں آئی تھیں مگر تو نے تو انہیں جھٹلایا تھا اور تکبر کیا تھا اور تو وہاں کافروں میں شامل رہا تھا جس پر بندہ لاجواب ہو جائے گا۔ع

میری ایک خامشی ہے ان سب کے جواب میں

ہاں البتہ اس وقت خدائے رحیم وکریم متقیوں اور پرہیزگاروں کو ان کی کامرانیوں کی وجہ سے اس طرح نجات عطا کرے گا اور فرمائے گا کہ نہ ان کو کوئی آگ چھوئے گی اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔وھو الفوز المبین

۵۴)۔اللہ خالق کلّ شئی۔۔۔۔الآیة

کس قدر صاف وصریح اور محکم آیت ہے کہ کائنات کی ہر چیز کا خالق اللہ ہی ہے جسے، جب، جہاں اور جس طرح چاہے پیدا کرے۔زمین وآسمان کے خزانوں کی کنجیاں بھی اسی کے پاس ہیں جسے جس قدر چاہے کم وبیش عطا کرے اور پھر اس نے یہ کائنات پیدا کر کے اسے اپنے حال پر چھوڑ نہیں دیا بلکہ اس کا بہترین نہج پر چلنا اس بات کی دلیل قاطع ہے کہ وہ برابر اس کی دیکھ بھال اور نگرانی ونگہبانی کر رہا ہے۔ویسے بھی خلق اور تدبیر ایک ہی ذات سے متعلق ہیں جو خالق کائنات ہے وہی مدبر کائنات ہے اور مشرکین کا نظریہ بالکل غلط ہے کہ خالق اور ہے اور مدبر اور ہے۔بہرحال ان حالات میں اگر کوئی شخص خدا کے علاوہ دوسروں کی پرستش کرتا ہے اور دنیا وآخرت میں ان سے سود وزیاں کی توقع رکھتا ہے تو وہی گھاٹا اٹھانے والے ہیں۔وذلك هو الخسران المبين

آیات القرآن

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِآْيءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۰﴾

ترجمۃ الآیات

آپ کہہ دیجئے! اے جاہلو! کیا تم (پھر بھی) مجھ سے غیر اللہ کی عبادت کرنے کی فرمائش کرتے ہو؟ (۶۴) بے شک آپ کی طرف بھی وحی کی جا چکی ہے اور ان (انبیاء) کی طرف بھی جو آپ سے پہلے تھے کہ اگر (بفرض محال) آپ نے بھی شرک کیا تو آپ کے عمل ضائع ہوجائیں گے اور آپ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوجائیں گے (۶۵) (اے نبی) بلکہ آپ بس اللہ ہی کی عبادت کیجئے اور شکر گزار بندوں میں سے ہوجایئے (۶۶) اور ان لوگوں نے اللہ کی اس طرح قدر نہیں کی جس طرح کہ اس کی قدر کرنی چاہیے تھی۔ حالانکہ قیامت کے دن ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور سب آسمان بھی اس کے دائیں ہاتھ پر لپٹے ہوں گے وہ پاک ہے اور برتر ہے اس شرک سے جو وہ کرتے ہیں (۶۷) اور (پہلی بار) صور پھونکا جائے گا تو جو آسمانوں میں ہیں وہ بھی اور جو زمین میں وہ بھی سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے سوائے ان کے جن کو اللہ چاہے گا (وہ بے ہوش نہیں ہوں گے) پھر دوبارہ صور

پھونکا جائے گا تو وہ ایک دم کھڑے ہو کر (ادھر ادھر) دیکھنے لگیں گے (۶۸) اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے چمک اٹھے گی اور نامہ اعمال رکھ دیا جائے گا اور ان پر نبی اور گواہ حاضر کئے جائیں گے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا (۶۹) اور ہر شخص نے جو کچھ عمل کیا ہوگا اسے اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے اور لوگ جو کچھ کرتے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے (۷۰)

تشریح الالفاظ

(۱)۔لیحبطنّ عملك،حبط اور حبوط۔ کے معنی عمل کے ضائع و برباد ہونے اور بے کار ہونے کے ہیں ۔(۲)۔فصعق،صعق۔ کے معنی بے ہوشی کے ہیں اور یہ لفظ موت کے معنوں میں بھی مستعمل ہوتی ہے۔(۳)۔مطویّات،طوی ،یطوی۔ کے معنی لپیٹنے کے ہیں یعنی قیامت کے دن آسمانوں کی بساط لپیٹ دی جائے گی۔

تفسیر الآیات

۵۵)۔قل أفغیر الله.....الآیة

اس آیت کی شان نزول

فاضل کاشانی نے تفسیر صافی میں تفسیر الجوامع کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک بار کفار نے پیغمبر اسلامؐ سے مطالبہ کیا تھا کہ آپ ہمارے معبودوں کو مان کر ان کی عبادت کریں ہم آپ کے معبود کو مان کر اس کی عبادت کریں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر صافی)

یہ روایت خواہ صحیح ہو اور خواہ غیر صحیح مگر اس سے اس آیت کی تفسیر کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ کفار کے اس جاہلانہ مطالبہ کے جواب میں سید الموحدین نے جواب دیا اے جاہلو! تم مجھ سے یہ فرمائش کرتے ہو کہ میں غیر اللہ کی عبادت کروں؟ اس مطالبہ میں معقولیت کا کوئی شائبہ ہے؟ ہوش کے ناخن لو اور مجھ سے ایسے مطالبے نہ کیا کرو۔

۵۶)۔لئن أشرکت....الآیة

جرم شرک کی سختی وسنگینی کا بیان

باوجودیکہ عصمت کبری کا تاجدار ہونے کی وجہ سے پیغمبر اسلامؐ کے متعلق شرک کرنے کا کوئی امکان ہی نہیں ہے تاہم اس جرم کی قباحت وشناعت کو اجاگر کرنے کی خاطر بظاہر پیغمبر اسلامؐ سے خطاب کیا گیا ہے کہ اگر بفرض محال آپ نے بھی شرک کیا تو آپ کے سارے عمل ضائع و برباد ہو جائیں گے۔ تا بدیگراں چہ رسد؟ کیونکہ مشرکین کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "اِنّ اللّٰه عزوجل بعث نبیه صلّی اللّٰه علیه واله بایاك اعنی واسمعی یا جاره" یعنی خداوند عالم نے اپنے نبی کو ایاك اعنی واسمعی یا جاره (یعنی کہتا تجھ سے ہوں اور سن تو اے پڑوسن) یعنی حسب ظاہر خطاب آنحضرتؐ سے ہوتا ہے اور مراد آپ کی امت ہوتی ہے جیسا کہ یہاں بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے اور اس کے بعد والی آیت میں بھی ایسا ہی کیا گیا ہے کہ بل اللّٰه فاعبد بلکہ اللہ کی ہی عبادت کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔ حالانکہ پیغمبر اسلامؐ تو پہلے ہی اسی کی عبادت کرتے تھے اور اسی کا شکر ادا کرتے تھے۔ الغرض اس پیرایہ میں امت کو شرک اختیار کرنے سے منع کیا جا رہا ہے اور خدا کی عبادت کرنے اور اس کا شکر ادا کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

۵۷)۔ وما قدروا اللّٰه۔۔۔ الآیة

بندوں نے اللہ کی کما حقہ قدر نہیں کی

اس موضوع پر قبل ازیں کسی مناسب مقام پر بڑی شرح وبسط سے گفتگو کی جا چکی ہے کہ دنیا والوں نے کبھی اہل قدر کی قدر نہیں کی ہے یہی شکوہ علماء وفضلاء کو ہے یہی گلہ انبیاء واوصیاء کو ہے اور یہی شکایت خدا کی اپنے بندوں سے ہے کہ اسے نہیں مانتے مگر اپنے خود ساختہ بتوں کو مانتے ہیں، خدا کی چوکھٹ پہ جبین نیاز نہیں جھکاتے مگر سرمایہ داروں کے دروازوں پر اور پیروں فقیروں کی قبروں پر جبہ سائی کرتے اور پیشانی رگڑتے ہیں۔

قیل انّ الا له ذوولد
وقیل انّ الرّسول قد کهنا
اذا ما نجی اللّٰه والرّسول معا
من لسان الوری فکیف انا

ہمیں تو صرف یہ شکوہ ہے کہ دشمنی تو اہل ہنر وکمال سے کی جاتی ہے اور حسد تو داناؤں اور ہر فن میں یکتاؤں سے کیا جاتا ہے مگر بقول غالب ؎

ہم کہاں کے دانا تھے کس ہنر میں یکتا تھے
بے سبب ہوا غالب دشمن آسماں اپنا

مگر بایں ہمہ ع
نہ گلہ ہے دوستوں کا نہ شکایت زمانہ

۔۔۔۔والحمدللہ

۵۸)۔والارض جمیعا۔۔۔۔الآیۃ

یہ اللہ کی قدرت وتمکنت کا کنایہ ہے

قیامت کے دن ساری زمین اللہ کی مٹھی میں ہوگی اور سارے آسمان آپ کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے حالانکہ بالاتفاق خدا کی ذات مٹھی اور یمین ویسار سے منزہ ومبرا ہے تو اس لیے باتفاق تمام مفسرین و علماء محققین یہ ان چیزوں کے اللہ کے مکمل قبضہ قدرت میں ہونے کا استعارہ وکنایہ ہے جیسے جب کوئی شخص یہ کہے کہ سارا شہر میری مٹھی میں ہے اور وہاں کے سارے آدمی م میرے ہاتھ میں ہیں تو ظاہر ہے کہ اس سے یہی اقتدار و اختیار مراد ہوتا ہے نہ یہ کہ جسمانی طور پر شہر یا لوگ اس کی مٹھی یا ہاتھ میں ہیں یہ سوچ نجدیوں کو مبارک ہو۔ ورنہ کوئی صاحب عقل وخرد اس کے ظاہری مفہوم کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

انجا کہ عیاں است چہ حاجت بیاں است

۵۹)۔ونفخ فی الصّور۔۔۔۔الآیۃ

صور کے دو یا تین بار پھونکے جانے کی تحقیق؟

جو بات قرآن وسنت کی تصریحات سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ صور دوبارہ پھونکا جائے گا جب پہلی بار پھونکا جائے گا تو ہر جاندار چیز فنا کے گھاٹ اتر جائے گی اور جب دوسری بار پھونکا جائے گا تو مردہ مخلوقات زندہ ہو جائے گی اور یہ بات تفصیل کے ساتھ سورۂ یس کی آیت ۵۱ کی تفسیر میں گزر چکی ہے مگر بظاہر قرآن مجید ہی میں نفخ صور کے سلسلہ میں دو قسم کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

۱)۔فزع یعنی گھبراہٹ ارشاد قدرت ہے کہ ویوم ینفخ فی الصّور ففزع من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء اللہ جس دن صور پھونکا جائے گا تو سب اہل ایمان وزمین (گھبرا) جائیں گے اور مضطرب ہو جائیں گے سوائے اس کے جسے خدا چاہے گا۔(سورۂ نحل۔۸۷)

۲)۔ صعق یعنی بے ہوشی ۔جیسا کہ یہاں ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء اللہ جب صور پھونکا جائے گا تو سب اہل آسمان وزمین بے ہوش ہوجائیں گے سوائے اس کے جسے خدا چاہے گا اس لیے بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ تین بار صور پھونکا جائے گا۔

۱)۔نفخ فزع ۲)۔نفخ صعق ۳)۔اور نفخ حشر

مگر تحقیقی قول یہ ہے کہ صور کل دو بار پھونکا جائے گا۔یعنی پہلی بار جب پھونکا جائے گا تو پہلے تو سب اہل آسمان وزمین اس کی آواز کی ہولناکی سے گھبرا جائیں گے۔سوائے اس کے جسے خدا چاہے گا۔ پھر دہشت زدہ ہو کر اور بے ہوش ہوکر بے حس وحرکت ہوکر زمین پر گر پڑیں گے سوائے اس کے جسے خدا چاہے گا اور اسی حالت میں ان کی موت واقع ہوجائے گی اور جب تک خدا چاہے گا اسی حالت میں پڑے رہیں گے پھر دوسری بار پھونکا جائے گا جس سے مردہ زندہ ہوکر کھڑے ہوجائیں گے اور ادھر ادھر دیکھنے لگ جائیں گے۔

الّا من شاء اللہ کا استثناء کیا ہے؟

قارئین کرام نے اوپر ملاحظہ کیا ہے فزع اور صعق والی دونوں آیتوں میں ایک جیسا استثناء موجود ہے کہ سب گھبرا جائیں گے مگر جسے خدا چاہے گا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ ایسی بھی ہستیاں ہوں گی جن پر اس گھبراہٹ اور بے ہوشی کا اثر نہ ہوگا۔قابل غور بات یہ ہے کہ وہ ہستیاں کون ہیں؟ اخبار صحیحہ میں کچھ ملتا نہیں ہے۔اور تفسیر بالرائے جائز نہیں ہے۔ہاں البتہ بعض آثار میں جبرائیل ،میکائیل،اسرافیل اور ملک الموت کا نام ملتا ہے۔(مجمع البیان اور الدار المنثور)اور بعض آثار میں اس سے شہیدان راہ خدا مراد لیے گئے ہیں جو تلواریں حمائل کئے عرش الٰہی کے ارد گرد کھڑے ہوں گے۔(مجمع البیان اور الدار المنثور)

تو یہ نفخ صور کے وقت فزع اور گھبراہٹ اور صعق و بے ہوشی سے ضرور محفوظ رہیں گے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ان کو بالکل موت نہیں آئے گی وہ ضرور آئے گی کلّ نفس ذائقة الموت۔ہاں البتہ نفخ صور کی وجہ سے نہیں آئے گی بلکہ اللہ انہیں اور طرح موت دے گا اور پھر صرف ذات پروردگار باقی اور زندہ رہ جائے گی کلّ من علیھا فان و یبقیٰ وجه ربّك ذو الجلال والا کرام

۶۰)۔واَشّرقت الارض۔۔۔۔الآیة

زمین خدا کے خاص نور سے جگمگا اٹھے گی کیونکہ یہاں نور کی خدا کی طرف نسبت بیت اللہ اور ناقۃ اللہ کی طرح تخصیصی ہے اور نامہ ہائے اعمال رکھ دیئے جائیں گے اور انبیاء کو کیونکہ ہر نبی اپنی اپنی امت کا گواہ ہوتا ہے اور

دوسرے گواہوں کو جو کہ بنص آیت و کذالك جعلنا کم امة وسطا لتکونوا شھداء علی النّاس ویکون الرّسول علیکم شھیدا (البقرہ۔۱۴۳) آئمہ اہل بیت ہیں۔اور پیغمبر اسلامؐ کوان گواہوں پر گواہ بنا کر لایا جائے گا۔ارشاد قدرت ہے اذا جئنا من کل امة بشھید وجئنا بك علی ھولاء شھیدا ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان کا گواہ بنا کر لائیں گے۔(النساء۔۴۱) اور پھر عدل وانصاف کے ساتھ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا اور کسی پر ذرہ بھر ظلم نہیں کیا جائے گا اور ہر شخص کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ من یعمل مثقال ذرة خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرة شرا یرہ۔اور اللہ تو ویسے بھی جانتا ہے کہ کون کیا کر رہا ہے۔ ولا یخفی علی اللہ خافیه فی الارض ولا فی السماء

مخفی نہ رہے کہ امت وسط والی آیت کی تفسیر میں ہم ان گواہوں کی تعیین اور ان کی گواہی کی کیفیت اور نوعیت پر مفصل تبصرہ کر چکے ہیں۔شائقین اس مقام کی طرف رجوع فرمائیں یہاں ان مباحث کے اعادہ وتکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

آیات القرآن

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝۷۱ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝۷۲ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ۝۷۳ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاۗءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝۷۴ وَتَرَى الْمَلٰۗىِٕكَةَ حَاۗفِّيْنَ

مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۵﴾

ترجمۃ الآیات

اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ (اس خدائی فیصلہ کے بعد) جہنم کی طرف گروہ در گروہ ہانکے جائیں گے یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اس کے داروغے ان سے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہی میں سے کچھ رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں تمہارے پروردگار کی آیتیں پڑھ کر سناتے تھے اور تمہیں اس دن کے پیش آنے سے ڈراتے تھے وہ (جواب میں) کہیں گے کہ ہاں (آئے تو تھے) لیکن (ہم نے نہ مانا کیونکہ) کافروں پر عذاب کا فیصلہ ہو چکا تھا (۷۱) (پھر ان سے) کہا جائے گا کہ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ رہنے کے لیے کتنا برا ٹھکانا ہے متکبروں کا (۷۲) اور جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہتے تھے وہ گروہ در گروہ بہشت کی طرف لے جائے جائیں گے یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھولے جا چکے ہوں گے اور اس کے نگہبان ان سے کہیں گے سلام علیکم (سلام ہو تم پر) تم پاک ہو! اب تم اس میں داخل ہو جاؤ ہمیشہ رہنے کے لیے (۷۳) اور وہ کہیں گے کہ سب تعریف (اور شکر) ہے اس خدا کا جس نے ہم سے کیا ہوا اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور ہمیں (اس) زمین کا وارث بنایا کہ اب ہم جنت میں جہاں چاہیں گے وہاں رہیں گے۔ کتنا اچھا صلہ ہے (نیک) عمل کرنے والوں کا (۷۴) اور آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ وہ عرش (الٰہی) کے اردگرد اپنے پروردگار کی تسبیح (تقدیس) کر رہے ہوں گے اور ان (لوگوں) کے درمیان حق (وانصاف) کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا ہر قسم کی تعریف اس اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگا ہے (۷۵)

تشریح الالفاظ

(۱)۔سیق۔سوق کے معنی ہانکنے کے ہیں۔(۲)۔زمرا۔یہ زمرہ کی جمع ہے جس کے معنی گروہ اور جماعت کے ہیں۔(۳)۔خزنتھا۔یہ خازن کی جمع ہے جس کے معنی محافظ اور داروغہ کے ہیں۔(۴)۔حاقّین۔کے معنی اردگرد حلقہ باندھنا اور گھیرنا کے ہیں۔(۵)۔اورثنا الارض۔ارض سے یہاں جنت کی زمین مراد ہے۔

تفسیر الآیات

۶۱)۔وسیق الّذین کفروا.....الآیة

کفار کے برے انجام کا تذکرہ

جب بارگاہ خداوندی کی جانب سے جنتیوں اور جہنمیوں کا فیصلہ ہوجائے گا تو پھر کافروں اور مجرموں کو پکڑ کر اور زنجیروں میں جکڑ کر گروہ در گروہ ان کو اپنے اپنے امام سمیت جہنم کی طرف لایا جائے گا وجعلنا ھم آئمة یدعون الی النار اور ان کے جہنم کے پاس پہنچنے پر اس کے دروازے کھولے جائیں گے جس طرح مجرمین کے پہنچنے پر جیل کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور چونکہ جہنم کے سات دروازے ہیں ۔(الحجر۔۴۴)۔اس لیے مجرمین ومنکرین کے اباوانکار اور ان کے جرم کے مطابق انہیں مختلف گروہوں میں تقسیم کرکے ہر گروہ کو اس کے مخصوص دروازہ سے گزار کر جہنم کے اس طبقہ میں رکھا جائے گا جس کا وہ مستحق ہوگا۔اس موقع پر ان سے فرشتے وہ گفتگو کریں گے جو قرآن مجید میں مذکور ہے جس سے منظر کی کچھ تصویر آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے جو اس وقت پیش آئے گی۔الغرض وہ اقرار کریں گے کہ لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السّعیر (ملک۔۱۱) اگر ہم حق بات کو سنتے اور عقل سے کام لیتے تو آج جہنم کا ایندھن نہ بنتے۔اللّھم احفظنا من الجحیم ومن ھو لھا العظیم ،بجاہ النّبی واٰلہ الطّاھرین

۶۲)۔وسیق الّذین اتّقوا.....الآیة

اہل بہشت کے بہترین انجام کا بیان

بہشتیوں کو خدا کے معزز مہمانوں کی طرح بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ اپنے اپنے امام کے ہمراہ جنت کی طرف لایا جائے گا۔ **یوم ندعو کل اناس بامامھم**۔ اور جب وہ جنت کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے پہلے ہی سے ان کے احترام میں کھلے ہوں گے وہاں فرشتے ان کا استقبال کریں گے اور خوش آمدیدی سلام کریں گے اور پھر بلاتوقف ان سے کہیں گے تم پاک وپاکیزہ ہو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور چونکہ جس طرح کفار واشرار کی کئی قسمیں تھیں اسی طرح مومنوں اور متقیوں کے بھی ایمان وتقویٰ کے اعتبار سے مختلف مدارج ومراتب ہوں گے اور ان کے مرتبہ ودرجہ کے مطابق ان کو مختلف دروازوں سے گزار کر ان کے مرتبہ ومقام کے مطابق جنت میں ٹھہرایا جائے گا۔ جب وہ جنت اور اس کی نعمتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے تو خدا کی حمد وثناء اور اس کا شکر ادا کرتے ہوئے کہیں گے **الحمد للہ الّذی**۔ (ان کے شکریہ کے کلمات قرآن مجید میں مذکور ہیں)

۶۳)۔ وتری الملائکۃ۔۔۔۔ الآیۃ

اس وقت فرشتے عرش الٰہی کے اردگرد حلقہ باندھے کھڑے ہوں گے اور اپنے پروردگار کی تسبیح وتقدیس کرتے ہوں گے اور جنت کا سارا ماحول خدا کی حمد وثناء اور اس کے ادائے شکر سے معمور ہو جائے گا۔

۶۴)۔ وقضی بینھم۔۔۔۔ الآیۃ

''**بینھم**'' کی ضمیر کا مرجع بہشتی اور دوزخی لوگ ہیں کہ خداوند عالم اس طرح عدل وانصاف کے ساتھ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا کہ نہ کسی جنتی کے اجروثواب میں کمی ہوگی اور نہ کسی دوزخی کے عذاب وعقاب میں زیادتی ہوگی۔ **والحمد للہ رب العالمین**

الحمد للہ کہ آج ۲۲ جون ۲۰۰۳ بروز اتوار بوقت پونے ایک بجے دن سورۂ زمر کا ترجمہ اور اس کی تفسیر بخیر وخوبی اپنے اختتام کو پہنچی۔ **والحمد للہ**

وجہ تسمیہ:۔

چونکہ اس سورۂ میں مؤمن آل فرعون کا تفصیلی ذکر ہے اور آیت ۲۸ میں قال رجل مؤمن من آل فرعون وارد ہے اس لیے اس سورۂ کا یہ نام مقرر ہوا ہے۔

عہد نزول:۔

یہ سورۂ بھی مکہ میں نازل ہوئی ہے اور مروی ہے کہ یہ سورۂ زمر کے بعد بلا فاصلہ نازل ہوئی ہے تو گویا اس کا مثنیٰ ہے۔

اس سورہ کے مضامین ومطالب کی اجمالی فہرست

۱)۔قرآن مجید کے منجانب اللہ نازل ہونے کا بڑے رعب وجلال کے لب ولہجہ میں تذکرہ۔

۲)۔چونکہ کفار مکہ پیغمبر اسلامؐ سے وہی سلوک کر رہے تھے جو فرعون اور فرعونی جناب موسیٰؑ کے ساتھ کرتے تھے ۔لہٰذا خدا نے انہیں ان لوگوں جیسے انجام کی دھمکی دی ہے۔

۳)۔سابقہ امتوں کے اپنے انبیاء کو جھٹلانے اور ان کے برے انجام کا تذکرہ اور اہل کلمہ کو دھمکی۔

۴)۔حاملان عرش الٰہی کا اہل ایمان کے لیے استغفار کرنے کا ذکر۔

۵)۔دوبار کی موت اور دوبار کی زندگی اور اس کی تشریح۔

۶)۔رجعت کا ثبوت۔

۷)۔خدا کی صدائے لمن الملك اليوم اور مخلوقات کا سناٹا۔

۸)۔مؤمن آل فرعون کے قصہ سے تقیہ کا ثبوت۔

۹)۔کفار اور داروغہ جہنم کی باہمی گفتگو۔

۱۰)۔خدا کی طرف سے اپنے پیغمبروں کی امداد کا وعدہ۔

۱۱)۔خدا کے علم کی وسعت کا تذکرہ۔

۱۲)۔کوئی نبی حکم خدا کے بغیر کوئی معجزہ نہیں دکھا سکتا۔

۱۳)۔دعا کرنے کا حکم اور انکار کرنے والوں کو دھمکی۔

۱۴)۔نزول عذاب کے بعد ایمان لانا بے کار ہوگا۔

۱۵)۔سابقہ انبیاء اور ان کی امتوں کے حالات وواقعات کا تذکرہ وغیرہ وغیرہ۔

اس سورۂ کے پڑھنے کی فضیلت

۱)۔پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے کہ فرمایا ہر چیز کی ایک زینت ہوتی ہے اور قرآن کی زینت حوامیم ہیں یعنی وہ سورتیں ہیں جن کے آغاز میں حم ہے۔(مجمع البیان)

۲)۔ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ ہر چیز کا لباب (خاص حصہ) ہوتا ہے اور قرآن کا لباب حوامیم ہیں۔(مجمع البیان)

۳)۔ابو الصباح کنانی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں فرمایا جو شخص ہر تین دن میں سورۂ مؤمن کو ختم کرے گا تو خدا اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کردے گا اور اس کے لیے تقویٰ کو لازم قرار دے گا اور اس کی آخرت کو اس دنیا میں بہتر بنائے گا۔(ثواب الاعمال)

(سورۂ مؤمن مکی ہے اور اس کی ۸۵ آیات اور ۹ رکوع ہیں)

آیات القرآن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡعَلِيۡمِ ۙ﴿۲﴾ غَافِرِ الذَّنۡۢبِ وَقَابِلِ التَّوۡبِ شَدِيۡدِ الۡعِقَابِ ۙ ذِى الطَّوۡلِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ اِلَيۡهِ الۡمَصِيۡرُ ﴿۳﴾ مَا يُجَادِلُ فِىۡۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۝۴ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ
قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۪ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۭ بِرَسُوْلِهِمْ
لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۫
فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝۵ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ
كَفَرُوْۤا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝۶ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ
يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ
رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا
سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝۷ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ
الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ
اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۸ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ؕ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ
يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۹

ترجمۃ الآیات

(شروع کرتا ہوں)اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے حا۔میم
(۱)۔اس کتاب (قرآن) کا نزول اس اللہ کی طرف سے ہے جو زبردست (اور) بڑا جاننے
والا ہے(۲) جو گناہ معاف کرنے والا (اور) توبہ قبول کرنے والا، سخت سزا دینے والا (اور)
عطا و بخشش والا ہے اس کے سوا کوئی الٰہ (خدا) نہیں ہے سب کی بازگشت اسی کی طرف ہے
(۳)اللہ کی آیتوں کے بارے میں صرف کافر ہی جھگڑا کرتے ہیں ۔لہٰذا ان لوگوں کا
(مختلف) شہروں میں (آزادی) کے ساتھ گھومنا پھرنا کہیں آپ کو دھوکہ میں نہ ڈال دے
(کہ انہیں عذاب نہیں ہوگا)(۴)ان سے پہلے نوح کی قوم نے (نوحؑ کو) جھٹلایا اور ان کے
بعد اور بہت سے گروہوں نے (اپنے رسولوں کو) جھٹلایا اور ہر امت نے ارادہ کیا کہ اپنے

رسول کو گرفتار کرے (اور پھر شہید کر دے) اور ناحق طریقہ پر جھگڑا کیا تاکہ اس کے ذریعہ سے حق کو شکست دے۔ سو (انجام کار) میں نے ان کو پکڑ لیا تو میرا عذاب کیسا (سخت) تھا (۵) اور اسی طرح آپ کے پروردگار کا یہ فیصلہ کافروں پر ثابت ہو چکا کہ وہ سب دوزخی ہیں (۶) جو (فرشتے) عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اردگرد میں وہ سب اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو اپنی رحمت اور اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ پس تو ان لوگوں کو بخش دے جو توبہ کرتے ہیں اور تیرے راستہ کی پیروی کرتے ہیں اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے (۷) اے ہمارے پروردگار! اور ان کو ان ہمیشہ رہنے والے بہشتوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے آباؤ اجداد، بیویوں اور اولاد میں سے جو صالح اور لائق ہوں ان کو بھی (بخش دے اور وہیں ان کے ہمراہ داخل کر) بے شک تو غالب ہے (اور) بڑا حکمت والا ہے (۸) اور ان کو برائیوں سے بچا اور جس کو تو نے قیامت کے دن برائیوں سے بچا لیا بس تو نے اس پر رحمت فرمائی اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

تشریح الالفاظ

(۱)۔تنزیل۔ یہ مصدر ہے بمعنی مفعول یعنی نازل کی ہوئی ہے۔(۲)۔ذی الطّول ۔طول کے معنی فضل و کرم کے بھی ہیں اور عطاو بخشش کے بھی ہیں۔(۳)۔قابل التوب، توب، اور توبہ تاب یتوب۔ کے مصدر ہیں جس کے معنی رجوع کرنے کے ہیں ۔(۴)۔المصیر۔ کے معنی بازگشت کے ہیں ۔(۵)۔لیدحضوا۔ دحض کے معنی کسی چیز کو باطل اور زائل کرنے کے ہیں۔(۶)۔والسیات۔اس سے مراد برائیوں کے برے عواقب ونتائج ہیں۔

تفسیر الآیات

۱)۔حٰم۔۔۔الآیۃ

یہ حم حروف مقطعات میں سے ہے اور یہ حروف ان متشابہات میں سے ہیں جن کے متعلق ہم سورۂ بقرہ وغیرہ کے آغاز میں کئی بار وضاحت کر چکے ہیں کہ ان کے حقیقی معنی خدا جانتا ہے یا **راسخون فی العلم** جانتے ہیں ۔ویسے ایک روایت میں وارد ہے جو کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے، الحمید المجید(کہ اللہ لائق ستائش اور عزت والا ہے)۔(معانی الاخبار)

٢)۔من اللہ العزیز العلیم ....الآیۃ

یہ قرآن عزیز وعلیم خدا کی طرف سے نازل کردہ ہے

جس دور میں یہ سورہ نازل ہوئی ان دنوں کفار مکہ نے اسلام وقرآن کے خلاف بہتان طرازی اور افتراء پردازی کا ایک طومار باندھ رکھا تھا کہ منجملہ ان بہتان طرازیوں کے ایک بہتان یہ بھی تھا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے بلکہ پیغمبر اسلامؐ کا کلام ہے اور یہ خدا کی کتاب نہیں ہے بلکہ پیغمبر کی اپنی تصنیف ہے اس لئے خدائے حکیم نے پر رعب اور پر جلال انداز میں اس سورۂ کا آغاز کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ قرآن کسی بندہ کی تصنیف نہیں ہے بلکہ اس اللہ کا کلام حق ترجمان ہے جو عزیز وعلیم ہے قابل التوب اور صاحب عطا و بخشش ہے۔

اللہ کے چھ اسماء مبارکہ کی مختصر تشریح

قرآن مجید میں سورۂ حشر کے بعد اللہ کے اس قدر اسماء وصفات یکجا نہیں ملتے ۔ان اسماء وصفات میں ہر صفاتی نام اپنے اندر بڑی معنویت اور گہرائی رکھتا ہے۔

١۔العزیز

عزیز کے معنی غالب کے ہیں یعنی اللہ ہر چیز پر غالب اور قادر ہے اور جو کچھ کرنا چاہے اسے کوئی روک ٹوک نہیں سکتا اور اسے یا اس کے نمائندوں کو نیچا نہیں دکھا سکتا۔

٢۔العلیم

علیم کے معنی ہیں بڑے علم والا ۔وہ جہاں کائنات کی ہر چیز سے واقف ہے وہاں وہ یہ بھی جانتا ہے کہ بنی نوع انسان کے لیے مفید کیا ہے اور مضر کیا؟

٣۔غافر الذنب

اس کے معنی ہیں گناہ بخشنے والا ۔سورۂ زمر کے اواخر میں کفار و اشرار کو ان کے برے انجام سے

آ گاہ کیا گیا تھا اب یہاں ان کو مغفرت کی نوید سنا کر اور مایوسی کے اندھیروں سے نکال کر امید و رجاء میں لا یا جا رہا ہے کہ جو لوگ اب تک اپنی سرکشیوں میں سرگرداں رہے ہیں وہ نا امید نہ ہوں اگر وہ آج بھی بدکاری اور کج رفتاری ترک کر دیں تو خدا ان کو اپنے دامن عفو میں لینے کے لیے تیار ہے۔

۴۔قابل التوب

اس کے معنی ہیں توبہ قبول کرنے والا یعنی جب بھی کوئی خطا کار، گنہگار بندہ اپنے کئے پر نادم و پشیمان ہو جائے اور ان سے باز آ جائے اور بارگاہ خداوندی میں جھک جائے تو وہ رحیم و کریم ہے اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے نہ وہ معطل ہے اور نہ ہی اس کے اختیارات محدود ہیں

۵۔شدید العقاب

اس کے معنی ہیں سخت سزا دینے والا۔خدا جہاں گناہ کر کے جھکنے والوں اور بندگی کی روش اختیار کرنے والوں کے لیے رحیم و کریم ہے وہاں تکبر، سرکشی اور گناہوں پر اصرار کرنے والوں کے لیے سخت گیر بھی ہے لہٰذا اس کی ناراضی سے بچنا لازم ہے۔

۶۔ذی الطول

طول کے معنی فضل و کرم اور عطاو بخشش کے ہیں اس کے فضل و کرم اور جود وسخا کی بارش ہر وقت برس رہی ہے یہ الگ بات ہے کہ ہر شخص اس سے اپنی استعداد و صلاحیت کے مطابق فیض پا تا ہے۔

اے کریمے کہ از خزانہ غیب
گبر و ترسا وظیفہ خودخواری

۳)۔لا الٰہ الّا ۔۔۔۔الآیۃ

جب ان صفات کمال و جمال کا مالک خدا کے سوا اور کوئی نہیں تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے سوا اور کوئی الٰہ و خدا بھی نہیں ہے۔الٰہ کے حقیقی مفہوم کی وضاحت بیسویں (۲۰) پارہ کے آغاز میں کر دی گئی ہے وہ ذات صفات، افعال اور عبادت میں واحد و یکتا ہے کسی چیز میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔اشھد انّ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ۔سب کی بازگشت اسی کی طرف ہے اور وہی سب کو پورے عدل کے ساتھ ان کی حالت کے مطابق جزا و سزا دے گا۔یعنی اپنی بارگاہ میں جھکنے والوں کو جزا اور سرکشی کرنے والوں کو سزا دے گا۔

۴)۔ما یجادل فی آیات اللہ.....الآیۃ

مجادلہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک ممدوح اور دوسرا مذموم

بحث ومباحثہ اور جدال ومجادلہ کبھی باہمی افہام وتفہیم کی غرض سے ہوتا ہے تاکہ نیک نیتی کے ساتھ کوئی پیچیدہ مسئلہ حل کیا جائے، کسی غلط فہمی کو دور کیا جائے اور باہمی بحث وتکرار سے مخالفین کے بے جا ایرادات کا جواب دیا جائے اس لحاظ سے یہ اچھا کام ہے داعیان حق کا مسنون طریقہ کار ہے جس کا قرآن میں **وجادلھم بالتی ھی احسن** کہہ کر خود پیغمبر کو حکم دیا گیا ہے اور دوسری جگہ عام اہل اسلام کو حکم دیا گیا ہے کہ **ولا تجادلو اھل الکتاب الا بالتی ھی احسن**۔کہ اہل کتاب سے بھی جدال کرو تو احسن طریقہ پر کرو۔

ظاہر ہے کہ جس شخص کا جدال وبحث سے یہ نیک مقصد ہو وہ کج بحثی نہیں کرتا، اعتراض برائے اعتراض نہیں کرتا وہ **انتم سکاری** کو چھوڑ کر صرف **لا تقربو الصّلوٰۃ** کو نہیں لیتا اور سب سے بڑھ کر وہ اپنے مد مقابل کا احترام ملحوظ رکھتا ہے کبھی اس کی توہین وتذلیل نہیں کرتا اور نہ اسے نیچا دکھانے کی کوشش کرتا ہے لیکن اس جدال ومجادلہ کی ایک دوسری قسم بھی ہے جو انتہائی مذموم ہے اور کبھی تو کفر تک پہنچ جاتی ہے یہ وہ جدال ہے جس میں غرض تحقیق حق نہیں ہوتی۔ بلکہ غرض اپنی بات منوانا ہوتی ہے اگرچہ وہ غلط ہی ہو اور مد مقابل کی بات کو رد کرنا مطلوب ہوتا ہے اگرچہ وہ صحیح ہی ہو۔اس لیے جو اس گھٹیا مقصد کے لیے باہمی بحث وتکرار کرتے ہیں وہ کج بحثی کرتے ہیں۔الٹے سیدھے اعتراض کرتے ہیں،عبارت کا سیاق وسباق چھوڑ کر اسے غلط معنی پہناتے ہیں غلط سلط ایراد کر کے حق کو مشتبہ کرتے ہیں اور چونکہ ان کی بحث بدنیتی پر مبنی ہوتی ہے اس لیے وہ خود اصل حقیقت کو سمجھتے ہیں نہ دوسروں کو سمجھنے دیتے ہیں اور نہ ہی مسئلہ کا سامنا کرتے ہیں بلکہ ادھر ادھر کی غیر متعلقہ باتیں کرتے ہیں دین وایمان کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھ کر جس طرح بھی ممکن ہو اپنے مد مقابل کو خوب بدنام کرنے اور اسے ذلیل ورسوا کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ اور بات ہے کہ دوسرے حق والے کو ذلیل کرتے کرتے خود ذلیل و رسوا ہو جاتے ہیں اور ان کی رسوائی دیکھ کر اہل حق کہتے ہیں ع

میری رسوائی جو چاہی آپ رسوا ہو گئے!

چونکہ بعض سادہ لوح عوام کے دل ودماغ میں یہ خیال خام پیدا ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کے مکذب اور حق کے منکر اگر غلط کار ہیں تو خدا ان پر عذاب کیوں نازل نہیں کرتا اور یہ مختلف دیار وامصار میں کیوں آزادی سے دندناتے پھرتے ہیں اس شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے ارشاد ہو رہا ہے کہ ان لوگوں کا مختلف شہروں میں گھومنا پھرنا

تمہیں دھوکا میں نہ ڈالے کہ شاید اللہ ان لوگوں کو اپنی گرفت میں نہیں لے گا۔ ایسا نہیں ہے وہ ضرور ان کو پکڑے گا جس طرح وہ نوحؑ کی قوم اور ان کے بعد عاد و ثمود جیسی کئی جماعتوں اور گروہوں کے جھٹلانے والوں کو سخت سزائیں دے چکا ہے۔ اسی طرح کافروں پر اللہ کا یہ فیصلہ ثابت اور لازم ہو چکا ہے کہ وہ سب جہنمی ہیں۔

۵)۔ الّذین یحملون العرش۔۔۔۔الآیۃ

حاملان عرش اور اس کے اردگرد والے حلقہ بند اہل ایمان کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں

اور سورۂ اعراف آیت ۵۴ ثم استویٰ علی العرش ۔۔۔الآیۃ کی تفسیر میں عرش کی حقیقت کے متعلق بقدر ضرورت گفتگو کی جا چکی ہے کہ عرش کا مطلب خدا کا کوئی پایہ تخت مراد نہیں جس پر وہ شہنشاہوں کی طرح جلوہ افروز ہوتا ہے۔ ہاں البتہ لغت عرب اور اصطلاح شرع میں اس لفظ کا کئی معنوں پر اطلاق ہوا ہے۔

۱)۔ مملکت خداوندی

۲)۔ وہ جسم عظیم جو خلاق عالم نے آسمانوں کے اوپر خلق فرمایا ہے جو آسمان و زمین کو محیط ہے۔

۳)۔ علم خداوندی

۴)۔ قلب مؤمن وغیرہ وغیرہ

سورۂ اعراف میں عرش پہلے معنی کے اعتبار سے موزوں معلوم ہوتا ہے اور یہاں اس کے دوسرے معنی انسب معلوم ہوتے ہیں۔ واللہ العالم

حاملان عرش اور اس کے گرد والے فرشتے کی تعداد کس قدر ہے؟

بعض احادیث سے مستفاد ہے کہ حاملان عرش آج کل چار ہیں اور قیامت کے دن ان کی تعداد آٹھ ہو جائے گی ویحمل عرش ربك فوقهم یومئذ ثمانیه۔ (الحاقۃ۔۱۷) اور اس دن آٹھ فرشتے تمہارے پروردگار کے (خاص) عرش کو اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے اور جو فرشتے عرش کے اردگرد ہیں کروبی کہلاتے ہیں ان کی حقیقی تعداد اللہ ہی جانتا ہے۔

بہر حال یہ سب فرشتے اللہ کی حمد و ثناء کے ساتھ ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں وہاں اہل ایمان کے لیے

عموماً اور توبہ کرنے والوں اور شریعت مقدسہ کی پیروی کرنے والوں کے لیے خصوصاً مغفرت بھی طلب کرتے ہیں بالخصوص ان الفاظ کے ساتھ ان کے حق میں دعا کرتے ہیں جو قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ ''ربنا وسعت کل شیءٍ رحمة وعلما فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلك وقھم عذاب الجحیم ،ربنا وادخلھم جنت عدن۔۔۔۔الآیة

فرشتوں کی اس دعا میں دو بار اہل ایمان کو سیئات سے بچانے کی استدعا کی گئی ہے حسب ظاہر پہلے وقھم السئیات میں دار دنیا میں غلطیوں اور برائیوں سے بچانا مراد ہے اور دوسرے ومن تق السئیات یومئذ میں قیامت کے نتائج اور عواقب یعنی عذاب سے بچانے کی دعا کی گئی ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے

ایضاح:۔

یہاں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حاملان عرش اہل ایمان کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں اور یہ بات واضح ہے کہ اہل بیت نبوت کی محبت ومؤدت اور ان کی ولایت کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان ذوات مقدسہ کی محبت اجر رسالت قرار دی گئی ہے اسی بناء پر ہماری متعدد حدیثوں میں وارد ہے کہ یہاں ایمان سے مراد اقرار ولایت ہے چنانچہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا الذین آمنوا بولا یتنا (عیون الاخبار) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ایک حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں استغفار ھم واللہ لکم ۔(الکافی وصافی)

آیات القرآن

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَکْبَرُ مِنْ مَّقْتِکُمْ اَنْفُسَکُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَی الْاِیْمَانِ فَتَکْفُرُوْنَ﴿۱۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَاَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰی خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِیْلٍ﴿۱۱﴾ ذٰلِکُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِیَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ کَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ یُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ فَالْحُکْمُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْکَبِیْرِ﴿۱۲﴾ هُوَ الَّذِیْ یُرِیْکُمْ اٰیٰتِهٖ وَیُنَزِّلُ

لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ
مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو
الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ
يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ؕ
لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ
نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾
وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ؕ۬ مَا
لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴿۱۸﴾ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا
تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا
يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۲۰﴾

ترجمۃ الآیات

بے شک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا (قیامت کے دن) ان کو پکار کر کہا جائے گا کہ جتنا (آج) تم اپنے آپ سے بیزار ہو۔ اللہ اس سے زیادہ اس وقت تم سے بیزار (ناراض) ہوتا تھا جب تمہیں ایمان کی دعوت دی جاتی تھی اور تم کفر اختیار کرتے تھے (۱۰) وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! تو نے ہمیں دو بار موت دی اور دوبارہ زندہ کیا بس اب ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں کیا اب (یہاں سے) نکلنے کی کوئی صورت ہے؟ (۱۱) (جواب ملے گا کہ) یہ اس لئے ہے کہ جب (تمہیں) خدائے واحد و یکتا کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم انکار کر دیتے تھے اور اگر کسی کو اس کا شریک بنایا جاتا تھا تو تم مان لیتے تھے اب فیصلہ اللہ کے اختیار میں ہے جو عالیشان ہے (اور) بزرگ ہے (۱۲) وہ (اللہ) وہی ہے جو تمہیں اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے لئے آسمان سے رزق نازل کرتا ہے اور ان (نشانیوں)

سے نصیحت صرف وہی حاصل کرتا ہے جو (اس کی طرف) رجوع کرتا ہے (۱۳) پس اللہ ہی کو پکارو اس کے لیے دین کو (شرک وریا سے) خالص کرتے ہوئے چاہے کافر ناپسند کریں (۱۴) (وہ) بلند درجوں والا (اور) عرش کا مالک ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے روح (وحی) کو نازل کرتا ہے تاکہ وہ بارگاہ الٰہی میں حضوری والے دن سے ڈرائے (۱۵) وہ دن جب لوگ ظاہر ہوں گے ان کی کوئی بات اللہ پر پوشیدہ نہ ہوگی (آواز آئے گی) آج کس کی حکومت ہے؟ (جواب ملے گا) صرف اللّٰہکی جو واحد و یکتا ہے اور ہر چیز پر غالب ہے (۱۶) آج ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے ا حساب لینے والا (۱۷) اور لوگوں کو اس دن (قیامت) سے ڈرایئے جو قریب آنے والا ہے جس دن دل (کھینچ کر) گلوں تک آجائیں گے (اور) وہ غم وغصہ سے بھرے ہوئے ہوں گے۔ ظالموں کے لیے کوئی (مخلص) دوست نہ ہوگا اور نہ کوئی ایسا سفارشی جس کی بات مانی جائے (۱۸) وہ آنکھوں کی مجرمانہ جنبش کو جانتا ہے اور ان باتوں کو بھی جن کو سینے چھپاتے ہیں (۱۹) اور اللہ حق کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور جنہیں وہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کسی چیز کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ بے شک اللہ سننے والا (اور) بڑا دیکھنے والا ہے (۲۰)

تشریح الالفاظ

(۱)۔لمقت اللہ۔مقت کے معنی بغض رکھنے اور نفرت کرنے کے ہیں۔(۲)۔ینیب ، انابہ ۔ کے معنی رجوع کرنے کے ہیں۔(۳)۔الازفۃ،ازف۔کے معنی قریب ہونے کے ہیں توآزفۃ کے معنی ہوں گے قریب آنے والی یعنی قیامت۔ (۴)۔الحناجر۔ یہ حنجرہ کی جمع ہے جس کے معنی زخرہ کے ہیں یعنی گلہ۔(۵)۔خائنۃ الاعین۔کامفہوم ہے آنکھوں کی خیانت یا خیانت دار آنکھیں۔

تفسیر الآیات

۱)۔انّ الّذین کفروا ۔۔۔الآیۃ

کفار واشرار کا قیامت کے دن اپنے اوپر نفرین کرنا

اس آیت مبارکہ میں خداوند عالم نے کفار کی اس وقت کی تصویر کشی کی ہے کہ جب کفر وشرک کی پاداش میں دوزخ میں داخل ہوں گے اور اس وقت انہیں اپنی حماقت اور غلط روش کا احساس ہوگا تو وہ اپنے اوپر نفرین کریں گے اور اپنے آپ کو کوسیں گے کہ تم نے نبیوں کی دعوت حق کو رد کرکے کیوں کفر وشرک اختیار کیا اس وقت انہیں ندا دی جائے گی یعنی فرشتے ان سے کہیں گے کہ آج جس قدر تم اپنے آپ سے نفرت کرکے اپنے اوپر نفرین کر رہے ہو کل جب تمہیں دنیا میں انبیاء اور دوسرے داعیان حق کے ذریعہ سے ایمان لانے کی دعوت دی جاتی تھی تاکہ اس انجام بد سے بچ جاؤ۔ مگر تم اس دعوت کو رد کرکے اپنے کفر پر ڈٹے رہتے تھے تب خدا کا قہر وغضب اس سے زیادہ مشتعل ہوتا تھا اور تم سے اس کی نفرت اس سے زیادہ ہوتی تھی۔

۷)۔ قالوا ربّنا۔۔۔الآیۃ

دوبار مارنے اور دوبار جلانے سے کیا مراد ہے؟

اس وقت وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار تو نے ہمیں دوبار موت دی اور دوبارہ زندگی۔ مگر ہم نے اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ کیا۔ اب ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں تو اب یہاں سے نکل کر دوبارہ دنیا میں جانے کا کوئی راستہ ہے؟ ان کی یہ درخواست تو بہرحال منظور نہیں کی جائے گی۔ یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ اس دوبار مارنے اور دوبار جلانے سے کیا مراد ہے؟ ہم سورۂ بقرہ کی آیت ۲۸ کیف تکفرون باللہ و کنتم امواتا۔۔۔الآیۃ۔ کی تفسیر میں وضاحت کر چکے ہیں کہ پہلی موت سے وہ موت مراد ہے جو نفخ روح سے پہلے نطفہ اور مضغہ وغیرہ کی شکل میں ہوتی ہے اور دوسری موت سے مراد وہ طبعی موت ہے جو اپنے مقررہ وقت پر ہر شخص کو آتی ہے اور پہلی زندگی سے مراد یہ دنیوی زندگی ہے اور دوسری زندگی سے مراد برزخی زندگی ہے جو دوسری موت کے بعد قبر میں شروع ہوتی ہے۔ اور ثم الیہ ترجعون سے قیامت کی زندگی مراد ہے۔ جس کا کفار شدت سے انکار کرتے تھے اور انبیاء کی تکذیب کرتے تھے اور ان کا اس کی خبر دینے پر مذاق اڑاتے تھے اب جب بچشم خود اس کا مشاہدہ کریں گے تو اپنے گناہوں کے اقرار کے ساتھ ساتھ اس کا بھی اعتراف کریں گے اور دوبارہ دنیا میں جانے اور وہاں جا کر اپنی خطاؤں اور اپنی غلطیوں کا تدارک کرنے کی استدعا کریں گے جو قبول نہیں ہوگی۔

۸)۔ ذلکم بانہ اذا دعی۔۔۔الآیۃ

آج تمہیں یہ روز بداس لئے نصیب ہوا کہ تم اللہ کی وحدانیت کا انکار کرتے تھے اور شرک کا اقرار ۔الغرض اس آیت کا مفہوم بالکل وہی ہے جو سورۂ زمر کی آیت ۴۴ کی واذا ذکر اللہ وحدہ اشمأزت قلوب الّذین لا یؤمنون ۔تفصیل معلوم کرنے کے خواہش مند حضرات اس مقام کی طرف رجوع کریں۔

۹) ۔هو الّذی یریکم......الآیة

خدا کی قدرت کاملہ کی بے شمار نشانیوں میں سے ایک نشانی بارش بھی ہے

اس کائنات میں بے شمار ایسی نشانیاں موجود ہیں جو زبان حال سے یہ حقیقت بیان کر رہی ہیں کہ اس کائنات کا کوئی بنانے والا اور اس کا نظم ونسق چلانے والا ہے اور وہ واحد و یکتا ہے ورنہ کائنات میں یہ ہم آہنگی اور یکرنگی نہ ہوتی۔ بلکہ نظام کائنات درہم برہم ہوجاتا۔لو کان فیھما الھة الّا اللہ لفسدتا۔

بہر کیف انہی نشانیوں میں سے ایک بارش کا نظام بھی ہے جسے خدا نے رزق سے تعبیر کیا ہے کیونکہ بارش کی وجہ سے ہی انواع واقسام کے رزق زمین سے پیدا ہوتے ہیں خدا ہی وہ علیم وحکیم ہے جو ضرورت کے مطابق بارش برساتا ہے اور ضرورت کے مطابق فصلیں اگاتا ہے اور لوگوں کی مقررہ روزی ان تک پہنچاتا ہے ۔ذالك تقدیر العزیز العلیم ۔مگر ان باتوں سے وہی عبرت حاصل کرتے ہیں جو ان حقائق میں غور وفکر کر کے اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

۱۰) ۔فادعوا اللہ....الآیة

اہل ایمان کو حکم دیا جارہا ہے کہ خلوص نیت کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں

سورۂ زمر کی آیت ۱۱ قل انی امرت ان اعبد اللہ مخلصا له الدین ۔اور آیت ۱۴ قل اللہ اعبد مخلصا له الدین۔ کی تفسیر میں اخلاص فی العبادۃ کی وضاحت کی جاچکی ہے ۔لہٰذا اس مقام کی طرف رجوع کیا جائے۔

بہر حال یہاں دعا و پکار سے خدا کی عبادت اور وہ بھی شرک وریا سے پاک وصاف مراد ہے ارشاد قدرت ہے: ومن کان یرجو القاء ربه فلیعمل عملا صالحا ولا یشرك بعبادۃ ربه احدا۔ یعنی خلوص کے ساتھ اپنے واحد و یکتا پروردگار کی عبادت کرو اور ہر امر ونہی میں اس کی اطاعت کرو اگر چہ کافر اسے ناپسندی ہی کریں مگر تم کسی لومہ لائم کی پرواہ نہ کرو۔

۱۱)۔رفیع الدّرجات۔۔۔الآیة

اس کے کئی مفہوم بیان کئے گئے ہیں:

۱)۔اس کا مقام پوری کائنات اور اس کے سارے موجودات سے بہت بلند ہے۔

۲)۔اس کی صفت بہت عالی ومتعالی ہیں

۳)۔رفیع بمعنی رافع ہے یعنی وہ جنت میں انبیاء اور ان کے اوصیاء کے اور اہل ایمان کے درجے اور مرتبے بلند کرنے والا ہے۔وغیرہ وغیرہ اور یہ سب مفاہیم اپنی جگہ صحیح ہیں۔اور وہ عرش وفرش کا مالک ومختار ہے۔

۱۲)۔یلقی الروح۔۔۔الآیة

اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی نازل کرتا ہے تاکہ وہ بندوں کوڈرائے

یہاں روح سے کیا مراد ہے؟ نبوت،وحی ایک فرشتہ(روح القدس) یا قرآن؟

مشہور یہ ہے کہ یہاں روح سے مراد وحی نبوت ہے جیسا کہ ایک اور آیت میں ہے **وکذالك اوحینا الیك روحا من امرنا**۔اور بناء بریں یہاں بندوں سے مراد انبیاء ومرسلین ہوں گے جس طرح پانی مردہ زمین کوزندہ کرتا ہے اسی طرح وحی ربانی مردہ دلوں کوزندہ کرتی ہے اور کفر وشرک کو مار کر ایمان پیدا کرتی ہے اور جس طرح بنجر زمین پانی سے فائدہ نہیں اٹھاتی اسی طرح بنجر دل ودماغ بھی اس روحانی چشمہ فیض سے محروم رہتے ہیں۔

افادہ:۔

اللہ کا یہ ارشاد کہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی نازل کرتا ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ وہ اس سلسلہ میں اہل ونااہل میں امتیاز کئے بغیر وحی نازل کردیتا ہے ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ وہ پہلے صلاحیت کو دیکھتا ہے لہٰذا جس بندہ میں اس کی اہلیت پاتا ہے اسے وحی وپیغام کے لیے منتخب کرتا ہے **ویؤت کلّ ذی فضل فضله**۔اس وحی وپیغام رسانی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ تاکہ وہ نبی لوگوں کو بارگاہ الٰہی میں حاضری وحضوری والے دن سے ڈرائیں کہ جب وہ مالک حقیقی کی بارگاہ میں کھڑے ہوں گے تو ان کی کوئی بات اس پر پوشیدہ نہ ہوگی اور وہ حق وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور قیامت بالکل قریب ہے۔کیونکہ ع

غیر بعید کل ماہو آت

۱۳)۔لمن الملك اليوم۔۔۔۔الآية

آج کس کی بادشاہی ہے؟

دنیا میں آدمی آزاد ہے خواہ شاہی کا دعویٰ کرے اور خواہ امامت اور نبوت کا یا نشہ اقتدار میں بدمست ہو کر فرعون کی طرح خدائی کا دعویٰ کرے وہ اپنی ناسمجھی کی بناء پر سمجھتا ہے کہ اس کا یہ اقتدار و اختیار ہمیشہ رہے گا وہ نہیں جانتا کہ ؎

سب ٹھاٹھ دھرارہ جائے گا
جب کوچ کرے گا بنجارہ

اور وہ آج یہ حقیقت بھی بھول جاتا ہے کہ یہاں اسے جو کچھ میسر ہے وہ بطور امتحان ہے اور جب امتحان کا وقت ختم ہو جائے گا اور سب کچھ اس سے چھن جائے گا تب اسے معلوم ہوگا کہ اس کے پاس تو عجز و ناتوانی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ چنانچہ نفخ اولی کے بعد جب ہر چیز موت کی آغوش میں چلی جائے گی تو آواز قدرت آئے گی **لمن الملك اليوم**؟ آج کس کی بادشاہی ہے؟ حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں اس وقت کوئی جواب دینے والا نہیں ہوگا اس لئے کچھ وقفے کے بعد قدرت کی آواز بلند ہوگی **لله الواحد القهار**۔ آج اس اللہ کی حکومت ہے جو واحد و یکتا ہے اور ہر چیز پر غالب ہے۔(نہج البلاغۃ، تفسیر صافی)

۱۴)۔اليوم تجزى كلّ نفس۔۔۔۔الآية

ہر شخص کو پوری جزا و سزا دی جائے گی

ارشاد قدرت ہے کہ آج کسی پر ذرہ بھر ظلم نہیں ہوگا بلکہ ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا نہ کسی کے ثواب میں کمی ہوگی اور نہ کسی کی سزا میں زیادتی ہوگی۔ الغرض سب لوگوں کو مکمل عدل و انصاف مہیا کیا جائے گا اور کسی پر کسی قسم کا کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ جس طرح بیک وقت ساری کائنات کو موت و حیات اور روزی دے رہا ہے اور ایک کام اسے دوسرے کام سے مشغول نہیں کرتا اسی طرح وہ بیک وقت حساب و کتاب بھی کرے گا اور ایک کا حساب دوسرے سے مشغول نہیں کرے گا۔

۱۵)۔ولا شفيع يطاع۔۔۔الآية

شفیع کی نفی کا صحیح مفہوم؟

قیامت کے دن نہ وہاں کوئی مخلص دوست ہوگا اور نہ کوئی ایسا سفارشی ہوگا جس کا حکم مانا جائے۔اس سے مطلق شفاعت کی ہرگز نفی نہیں ہوتی۔بلکہ ایسے شفیع کی نفی ہوتی ہے جس کا حکم مانا جائے۔

ظاہر ہے کہ خدا سے بلند و برتر تو کوئی ہستی موجود نہیں ہے کہ وہ سفارشی حکم دے اور خدا اس کی تعمیل کرے بلکہ قرآن وسنت شاہد ہیں کہ جس قدر شفیع ہیں وہ اس کے مخلص بندے ہیں جو اس کے اذن و اجازت سے سفارش کرتے ہیں۔

۱۶)۔یعلم خائنۃ الاعین۔۔۔۔الآیۃ

خائنۃ خیانت کی طرح مصدر ہے جیسے **کاذبۃ** اور **لاغیہ** **کذب** اور **لغو** کے مصدر ہیں۔بناء بریں معنی یہ ہوں گے کہ وہ آنکھوں کی خیانت کاری کو جانتا ہے جو چوری چھپے ادھر دیکھتی ہیں جدھر سے خدا نے منع کیا ہے اور یہ اعین کی صفت بھی ہوسکتی ہے جو اپنے موصوف کی طرف مضاف ہے یعنی خدا خیانت کار آنکھوں کو جانتا ہے اور جو کچھ لوگوں کے سینے اپنے اندر چھپاتے ہیں وہ اس سے بھی آگاہ ہے کیونکہ وہ علیم بذات الصدور ہے۔(مجمع البیان)

۱۷)۔واللہ یقضی بالحق۔۔۔۔الآیۃ

اللہ ہی حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا

کیونکہ وہ سمیع بھی ہے اور بصیر بھی یعنی وہ سب کچھ سنتا ہے اور سب کچھ دیکھتا ہے اور پھر عادل بھی ہے وہ ان کے جھوٹے معبودوں کی طرح اندھا اور بہرہ نہیں ہے جنہیں کسی چیز کا کوئی علم نہیں ہے تو پھر وہ کسی کا فیصلہ کس طرح کرسکتے ہیں؟؟

آیات القرآن

اَوَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَیَنۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیۡنَ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ؕ کَانُوۡا ہُمۡ اَشَدَّ مِنۡہُمۡ قُوَّۃً وَّ اٰثَارًا فِی الۡاَرۡضِ

فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿٢١﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٢٢﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٣﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿٢٤﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿٢٥﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿٢٦﴾ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٢٧﴾

ترجمۃ الآیات

کیا یہ لوگ زمین پر چلتے نہیں ہیں کہ دیکھیں کہ ان لوگوں کا انجام کیا ہوا جو ان سے پہلے تھے ؟ قوت کے لحاظ سے اور زمین میں چھوڑے ہوئے آثار کے اعتبار سے ان سے زیادہ طاقتور تھے تو اللہ نے ان کے گناہوں کی پاداش میں ان کو پکڑا تو ان کو اللہ (کی گرفت) سے بچانے والا کوئی نہ تھا (۲۱) ان کا یہ انجام اس لئے ہوا کہ ان کے رسول ان کے پاس کھلی نشانیاں (معجزے) لے کر آتے تھے تو وہ کفر کرتے تھے۔ آخر کار اللہ نے انہیں پکڑ لیا بے شک وہ بڑا طاقتور (اور) سخت سزا دینے والا ہے (۲۲) بے شک ہم نے موسیٰ کو فرعون ، ہامان اور قارون کی طرف اپنی نشانیوں (معجزوں) اور کھلی ہوئی دلیلوں کے ساتھ بھیجا (۲۳) تو انہوں نے کہا کہ یہ ایک جادوگر (اور) بڑا جھوٹا ہے (۲۴) سو جب وہ ہماری طرف سے حق لے کر ان کے پاس آئے تو انہوں نے کہا کہ جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر دو اور ان کی عورتوں (لڑکیوں) کو زندہ چھوڑ دو ۔ اور کافروں کی (ہر) تدبیر گمراہی میں

(رائگاں) ہے(۲۵) اور فرعون نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو۔ میں موسیٰ کو قتل کردوں اور وہ (اپنی مدد کے لئے) اپنے پروردگار کو پکارے مجھے اندیشہ ہے کہ وہ کہیں تمہارا دین (شرک) نہ بدل دے۔ یا زمین میں فساد برپا نہ کردے(۲۶) اور موسیٰ نے کہا کہ میں اپنے اور تمہارے پروردگار سے پناہ مانگتا ہوں کہ وہ مجھے ہراس متکبر (کے شر) سے بچائے جو روز حساب (قیامت) پر ایمان نہیں رکھتا(۲۷)

تشریح الالفاظ

(۱)۔عاقبة۔ کے معنی انجام کے ہیں۔(۲)۔واق،وقی،یقیٰ سے مشتق ہے جس کے معنی بچانے والے کے ہیں۔(۳)۔سلطان مبین۔ کے معنی دلیل و برہان کے ہیں۔(۴)۔ کید۔ کے معنی مکروفریب کے ہیں۔(۵)۔ذرونی،وذریذر۔ سے صیغہ امر ہے جس کے معنی چھوڑنے کے ہیں کہ مجھے چھوڑ دو۔

تفسیر الآیات

۱۸)۔اولم یسیروا۔۔۔۔الآیة

دنیا میں قوموں کے ابھرنے اور پھر مٹنے کا عمل

تاریخ اور اثریات کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ دنیا میں کئی بڑی بڑی طاقتور قومیں ابھرتی ہیں اور کچھ وقت کے بعد حرف غلط کی طرح مٹ جاتی ہیں اور ان کی تہذیب و ترقی اور باغات و محلات کے صرف کھنڈرات باقی رہ جاتے ہیں جو بتاتے ہیں کہ عمارت عجیب تھی۔

دراصل اس پیرایہ میں کفار مکہ اور مشرکین عرب کو دھمکی دی جارہی ہے جو پیغمبر اسلامؐ کو جھٹلاتے تھے اور پھر بڑے ٹھاٹھ باٹھ کی زندگی گزارتے تھے اور اس غلط فہمی میں گرفتار تھے کہ اگر ان کا یہ عمل غلط ہوتا اور ان کی یہ روش درست نہ ہوتی تو اللہ انہیں مال و دولت اور صحت و عافیت کی نعمتوں سے نہ نوازتا بلکہ ان پر عذاب نازل کرکے ان کو سزا دیتا۔ تو خدائے حکیم ان لوگوں کے اس زعم باطل کا ازالہ کرتے ہوئے تنبیہ کررہا ہے کہ تم سے پہلے بھی ایسی قومیں گزر چکی ہیں جو قوت و طاقت، مال و دولت اور جاہ و حشمت میں تم سے بڑھ

چڑھ کر تھیں مگر جب خدائے قہار نے انہیں ان کے گناہوں کی پاداش میں پکڑا تو ان کا نام و نشان تک مٹا دیا۔ ان کا کوئی یار و مددگار کام نہ آیا۔ اسی طرح اگر تم اپنی اس غلط روش و رفتار سے باز نہ آئے تو تمہارا انجام بھی ان قوموں سے مختلف نہ ہوگا۔ مخفی نہ رہے کہ یہ مضمون قبل ازیں سورۂ یوسف آیت ۱۰۹، سورۂ حج آیت ۴۶، سورۂ روم آیت ۹ اور سورۂ فاطر آیت ۴۴ میں مع تفسیر گزر چکا ہے۔

۱۹)۔ ذالك بانّهم۔۔۔ الآية

انبیاء و مرسلین ہمیشہ ان کے پاس اپنی صداقت اور اپنی تعلیمات کی حقانیت پر واضح علمی دلائل اور ناقابل انکار عملی معجزے لے کر آئے۔ مگر انہوں نے ہمیشہ تسلیم کرنے سے انکار ہی کیا۔ آخر کار خدائے قہار نے انہیں اپنے قہر و غضب میں گرفتار کر لیا۔ اور ان کو ان کے کئے کی قرار واقعی سزا دی بے شک وہ بڑا طاقتور بھی ہے اور بڑا سزا دینے والا بھی۔ ع

دیر گیرد سخت گیرد مرترا

۲۰)۔ ولقد ارسلنا موسیٰ۔۔۔ الآية

جناب موسیٰ کا قصہ درج ذیل سورتوں میں مذکور ہے

سورۂ بقرہ، سورۂ نساء سورہ المائدہ، سورۂ اعراف، سورۂ یونس، سورۂ ہود، سورۂ یوسف، سورۂ بنی اسرائیل، سورۂ کہف، سورۂ مریم، سورہ طٰہٰ سورہ المؤمنون، سورۂ شعراء، سورۂ نمل، سورۂ قصص، سورۂ احزاب اور سورۂ صافات۔

اور یہ بات قابل غور ہے کہ جہاں بھی آپ کا ذکر خیر کیا گیا وہاں کوئی نہ کوئی نئی بات ضرور کی گئی چنانچہ یہاں جو آپ کا ذکر خیر کیا جا رہا ہے تو یہاں مؤمن آل فرعون کا مقدس تذکرہ کیا گیا ہے۔

بہرنوع خداوند عالم نے جناب موسیٰ کو وہ نو (۹) عدد معجزات دے کر جن کا تذکرہ قبل ازیں آیت مبارکہ لقد اتینا موسیٰ تسع آیات بینات میں ہو چکا ہے فرعون اور فرعونیوں کی طرف بھیجا جن میں سے یہاں خدا تعالیٰ نے دو (۲) شخصیتوں کا تذکرہ کیا ہے ایک ہامان جو فرعون کا وزیر خزانہ تھا اور دوسرا قارون۔ جو اس دور کا سب سے بڑا سرمایہ کار تھا اور بقولے فرعون کا وزیر خزانہ تھا اور خصوصیت سے ان افراد کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ یہی لوگ ہر قسم کے فتنہ کا مرکز اور ہر قسم کی گمراہی کی جڑ تھے تو ان لوگوں نے اہل باطل کی عمومی روش و رفتار کے مطابق کہ جب وہ معقولیت سے اہل حق کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو پھر غلط الزامات اور جھوٹے اتہامات لگانے پر اتر

آتے ہیں ۔ چنانچہ فرعون اور فرعونیوں نے بھی ایسا ہی کیا اور جناب موسیٰ پر جادوگر اور جھوٹا ہونے کا بے جا الزام لگا دیا۔

٢١) ۔فلما جاءھم بالحق۔۔۔۔الآیۃ

فرعون کا بنی اسرائیل کے بیٹوں کو دوبار قتل کرانا

جب فرعون جناب موسیٰ کے دلائل ومعجزات کا جواب نہ دے سکا تو الزام تراشی پر اتر آیا اور آپ کو ساحر وکذاب کہا اور جب اس سے کام نہ چلا تو پھر اسی تشدد پر اتر آیا جو ہر دور کے متکبرین کا مؤثر ہتھیار رہا ہے ۔اور حکم دیا کہ بنی اسرائیل کے لڑکے قتل کر دیئے جائیں اور ان کی لڑکیاں زندہ چھوڑ دی جائیں فرعون نے ایک بار تو جناب موسیٰ کی ولادت سے پہلے بنی اسرائیل کے بچوں کو اس پیشنگوئی کی بناء پر قتل کر دیا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جو فراعنہ کی حکومت کے زوال کا باعث ہوگا۔

اور دوسری بار جب جناب موسیٰ مبعوث برسالت ہوئے تو فرعون نے ناراض ہو کر سزا کے طور پر یہ حکم دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب موسیٰ کی بحفاظت ولادت کے بعد یہ سلسلہ ایک بار رک گیا تھا۔ اور اب پھر شروع ہو گیا۔مگر قادر مطلق نے ہر بار ان کے اس ابلیسی منصوبہ کو ناکامی سے دوچار کیا۔

٢٣) ۔قال فرعون ذرونی۔۔۔۔الآیۃ

فرعون کا جناب موسیٰ کو قتل کرنے کے لیے عمائدین سلطنت سے اجازت طلب کرنا

سورۂ اعراف میں مذکور ہے کہ خود عمائدین سلطنت نے فرعون سے یہ استدعا کی تھی کہ وہ جناب موسیٰ کے خلاف کاروائی کرے ۔أَتَذَرُ مُوسَىٰ وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو چھوڑتا ہے تاکہ وہ زمین میں فساد پھیلائیں؟ (اعراف ۔۱۲۷)ان کے جواب میں فرعون نے یہی ارادہ ظاہر کیا تھا کہ سنقتل ابناءھم ونستحی نساءھم کہ ہم ان کے بیٹوں کو قتل کر دیں گے اور ان کی عورتوں (لڑکیوں) کو زندہ چھوڑ دیں گے۔مگر یہاں فرعون کے ان الفاظ سے کہ'' ذرونی اقتل موسی'' مجھے چھوڑ دو کہ میں موسیٰ کو قتل کر دوں ۔

یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان عمائدین میں سے کچھ کو جناب موسیٰ کے قتل کرنے سے اختلاف تھا۔اور ایسا

معلوم ہوتا ہے کہ ان کا خیال تھا کہ شاید موسیٰ حق بجانب ہوں اور اپنی دعوت میں سچے ہوں اور اپنے خدا سے بددعا کر کے ہماری حکومت ہی نہ ختم کر دیں۔ لہٰذا اسے اندیشہ ہوا کہ جناب کی دعوت کا ان لوگوں پر کچھ اثر نہ ہو جائے اس لئے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ تمہارا دین نہ بدل دے۔ یا اس کی قوم میں اختلاف پیدا ہو جائے کہ کچھ لوگ ان کی حمایت کریں اور کچھ فرعون کی طرف داری اور اس طرح قوم میں انتشار کی کیفیت پیدا ہو جائے۔ اس لئے کہا کہ کہیں وہ زمین میں فساد نہ پھیلائیں۔

مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آخر فرعون کو کس چیز نے روکا کہ اس نے موسیٰ کو قتل نہ کیا؟ فرمایا اس کے حلال زادہ ہونے نے (وہ جیسا کچھ بھی تھا مگر حلال زادہ تھا حرام زادہ نہ تھا) اور انبیاء اور ان کی اولاد کو وہی قتل کرتے ہیں جو ولد الزنا ہوتے ہیں۔ (علل الشرائع، تفسیر صافی)

۲۴)۔ قال موسیٰ انّی ۔۔۔۔ الآیۃ

جناب موسیٰ کا مومنانہ استقلال وثبات

قطع نظر اس سے کہ فرعون نے بھرے دربار میں جناب موسیٰ کو قتل کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ یا ان کے پس پشت اس قسم کا کوئی منصوبہ بنایا۔ اور جناب موسیٰ کو کس طرح اس کی اطلاع ہوئی؟

بہرحال قرآنی الفاظ شاہد ہیں کہ جناب موسیٰ کے دل و دماغ پر اس دھمکی کا کچھ بھی اثر نہیں ہوا۔ بلکہ پورے ایمانی جوش وجذبہ کے ساتھ فرمایا۔ میں تنہا نہیں ہوں۔ میرا پروردگار میرے ساتھ ہے میں نے ہر متکبر اور منکر قیامت کے شر سے اس کی پناہ حاصل کر لی ہے۔ انّ ولی اللہ الّذی نزل الکتاب وھو یتولی الصالحین

آیات القرآن

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ

اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾ وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ۚۖ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾

ترجمۃ الآیات

اور فرعون کے خاندان میں سے ایک مردِ مؤمن نے کہا جو اپنے ایمان کو چھپائے رکھتا تھا۔ کیا تم

ایک شخص کو صرف اس بات پر قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے؟ حالانکہ وہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس بینات (معجزات) لے کر آیا ہے اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہے تو جس (عذاب) کی وہ تمہیں دھمکی دیتا ہے تو اس کا کچھ حصہ تو تمہیں پہنچ کر رہے گا۔ بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے بڑھنے والا اور بڑا جھوٹا ہو(۲۸) اے میری قوم! (بے شک) آج تمہاری حکومت ہے(اور) اس سرزمین میں تمہیں غلبہ بھی حاصل ہے لیکن اگر اللہ کا عذاب ہم پر آ گیا تو کون ہماری مدد کرے گا؟ (وراس سے ہمیں کون بچائے گا؟) (مومن کی یہ بات سن کر) فرعون نے کہا میں تمہیں وہی رائے دیتا ہوں۔ جو میں (درست) سمجھتا ہوں اور میں تمہاری راہنمائی صرف اسی راستہ کی طرف کرتا ہوں جو سیدھا ہے(۲۹) اور جو شخص ایمان لایا تھا وہ کہنے لگا۔ اے میری قوم! مجھے تمہاری نسبت ڈر ہے کہ تم پر (تباہ شدہ) گروہوں جیسا دن نہ آ جائے (۳۰) جیسا حال قوم نوح اور عاد و ثمود اور ان کے بعد والوں کا ہوا تھا۔ اور اللہ تو (اپنے) بندوں پر ظلم کا ارادہ (بھی) نہیں کرتا (۳۱) اے میری قوم! میں تمہارے بارے میں چیخ و پکار والے دن سے ڈرتا ہوں (۳۲) جس دن تم پیٹھ پھیر کر (دوزخ کی طرف) بھاگو گے تمہیں اللہ کے (عذاب) سے کوئی بچانے والا نہ ہو گا اور جس کو اللہ گمراہی میں چھوڑ دے اسے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں ہوتا (۳۳) اور (اے میری قوم) اس سے پہلے تمہارے پاس یوسفؑ کھلی ہوئی دلیلیں (معجزات) لے کر آئے مگر تم برابر شک ہی میں پڑے رہے۔ یہاں تک کہ جب وہ وفات پا گئے تو تم نے کہا اللہ ان کے بعد ہرگز کوئی رسول نہیں بھیجے گا۔ اسی طرح اللہ اس شخص کو گمراہی میں چھوڑ تا ہے جو حد سے بڑھنے والا (اور) شک کرنے والا ہوتا ہے (۳۴) جو لوگ آیات الٰہی میں جھگڑے کرتے ہیں بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو۔ یہ روش اللہ اور اہل ایمان کے نزدیک سخت مبغوض (ناپسندیدہ) ہے اللہ اسی طرح ہر منکر و سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے (۳۵) اور فرعون نے کہا اے ہامان! میرے لیے ایک اونچا محل بنا (بنوا) تا کہ میں (اس پر چڑھ کر) راستوں تک پہنچ جاؤں (۳۶) یعنی آسمانوں کے راستوں تک (اور پھر وہاں سے) موسیٰ کے خدا کو جھانک کر دیکھوں اور میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں اور اسی طرح فرعون کے لیے اس کا بد

عمل خوشنما بنادیا گیا اور وہ (سیدھے) راستہ سے روک دیا گیا اور فرعون کی ہر تدبیر (چالبازی) غارت ہی گئی (اوراس کی تباہی میں منتج ہوئی) (۳۷)

تشریح الالفاظ

(۱)۔بالبیّنات۔ یہ بینہ کی جمع ہے جس کے معنی دلیل ومعجزہ کے ہیں۔(۲)۔ظاھرین۔اس کے معنی غلبہ اور تسلط کے ہیں۔(۳)۔ یوم التّناد۔ کے معنی چیخ و پکار والا دن یعنی قیامت۔(۴)۔مسرف۔ یہ اسراف سے مشتق ہے جس کے معنی حد سے بڑھنے کے ہیں۔(۵)۔تباب۔ کے معنی ہلاکت کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۲۴۔ وقال رجل مؤمن....الآیة

مؤمن آل فرعون کا تذکرہ

یہ عجیب نظام قدرت ہے کہ جہاں کفر وشرک اور گناہ وعصیاں کی بھرمار ہوتی ہے۔خداوند عالم وہاں کوئی نہ کوئی کلمہ حق کہنے والا اور حق وحقیقت کی تائید ونصرت کرنے والا انسان پیدا کردیتا ہے۔ چنانچہ مصر کی کفرو شرک آلود فضا میں حق نے خود فرعون کے خاندان سے جو فرعون کا چچا زاد بھائی اور براویتے ماموں زاد بھائی اور اس کا ولی عہد تھا۔(مجمع البیان)

حق کی نصرت کے لیے کھڑا کردیا یہ شخص درپردہ جناب موسیٰ کی دعوت پر ایمان لا چکا تھا مگر فرعون اور فرعونیوں سے اپنا ایمان چھپائے رکھتا تھا۔

تقیہ کے جواز کا ایک اور واضح ثبوت

اسی کا نام تقیہ ہے جو مؤمن آل فرعون کے عمل سے ثابت ہے اور خدا اس تقیہ باز شخص کی تعریف کر رہا ہے۔مگر ہماری اسلامی برادری اس نام سے ناک بھوں چڑھاتی ہے مگر الحق یعلو ولا یعلیٰ علیه

مولانا دریا آبادی قمطراز ہیں۔''علماء محققین نے لکھا ہے کہ اسلام ہی کی مصلحت سے اپنے اسلام کا چھپانا بالکل جائز ہے۔مرشد تھانوی نے فرمایا کہ اہل باطل کے سامنے حق کا اخفا خوف فتنہ سے منافی کمال نہیں

خصوصاً جبکہ سہولت ارشاد وتبلیغ کی مصلحت بھی شامل ہو"۔(تفسیر ماجدی، ص۹۴۰)

اسی بناء پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا "التقیه من دینی ودین آبائی ولا دین لمن لا تقیه له" تقیہ میرا اور میرے آباؤ اجداد کا دین ہے اور جو شخص تقیہ کا قائل نہیں ہے اس کا کوئی دین نہیں ہے۔(مجمع البیان وصافی)

اور حسن بصری کا قول ہے "التقیه باقیة الی یوم القیامة" کہ تقیہ قیامت تک باقی رہے گا (بخاری شریف)

ابن عباس کا قول ہے کہ فرعون کے خاندان سے اس مومن آل فرعون اور اس کی بیوی آسیہ بنت مزاحم کے سوا اور کوئی مومن نہیں تھا۔(مجمع البیان)

اس مومن کا نام بناء برمشہور حزقیل تھا۔پیغمبرا سلامؐ سے مروی ہے فرمایا الصدیقون ثلاثة حبیب النجار مؤمن آل یٰس الّذی یقول "اتبعوا المرسلین.....الآیة" وحزقیل مومن آل فرعون وعلی بن ابیطالب وهو افضلهم صدیق تین ہیں:

۱)۔حبیب نجار مؤمن ۔یٰس۔جس نے لوگوں سے کہا تھا کہ ان رسولوں کی پیروی کرو جو تبلیغ پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ خود ہدایت یافتہ ہیں۔

۲)۔حزقیل مؤمن آل فرعون

۳)۔اور علی ابن ابی طالب جوان سب سے افضل ہیں۔(تفسیر صافی بحوالہ المجالس)

بہر حال یہ مؤمن آل فرعون تقیہ کی حالت میں وقت گزار رہا تھا مگر جب دیکھا کہ فرعون حضرت موسیٰ کو قتل کرنا چاہتا ہے تو اب اسے تاب ضبط نہ رہی اور کھل کر جناب موسیٰ کی حمایت پر کمر بستہ ہو گیا ور بڑے مؤثر اور دلنشین انداز میں تقریر کر کے حالات کا رخ بدل دیا۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریر ایک ایسا مؤثر ہتھیار ہے جس سے حالات کا دہانہ بدلا جا سکتا ہے اور وہ طاقت جس سے دشمنوں کی صفوں سے بھی اپنے ہمدرد پیدا کئے جا سکتے ہیں۔

۲۵)۔اتقتلون رجلا.....الآیة

مؤمن آل فرعون کی تقریر کا خلاصہ

چونکہ مؤمن آل فرعون نے تقریر کے آغاز میں کھلم کھلا یہ اعلان نہیں کیا تھا کہ وہ ایمان لا چکا ہے اس

لئے اپنی تقریر میں بعض ذومعنی فقرے استعمال کئے ہیں۔ وہ ساری تقریر قرآن مجید میں مذکور ہے۔ کیا تم ایک شخص کو صرف اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ پروردگار اللہ ہے۔ جبکہ وہ اپنی صداقت پر واضح دلائل اور معجزات لے کر آیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر تم اس پر ایمان نہیں لاتے تو نہ لاؤ اسے اپنی حالت پر چھوڑ دو۔ اسے قتل کیوں کرتے ہو؟ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وزر و وبال اس پر ہوگا اگر سچا ہے تو پھر جس عذاب سے تمہیں ڈراتا ہے اگر اس کا کچھ حصہ تم تک پہنچ گیا تو تمہاری تباہی کے لیے کافی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ تمہیں وہ روز بد نصیب نہ ہو جو کہ جھٹلانے والی قوموں کو پہلے پیش آ چکا ہے۔ مجھے تمہارے بارے میں چیخ و پکار والے دن کا بھی اندیشہ ہے۔ آپ نے دیکھا کہ فرعون نے جناب موسیٰ کو دنیوی سزا کی دھمکی کی تھی اور اس کے جواب میں یہ مرد مومن فرعون کو آخرت کی سزا سے ڈرا رہا ہے۔ ایک داعی حق اور عام دنیاداروں میں یہی فرق ہوتا ہے کہ دنیادار دنیا کی فکر کرتے ہیں اور داعی حق آخرت کی فکر کرتا ہے اور اس کی توجہ کا مرکز دنیا نہیں ہوتی بلکہ آخرت ہوتی ہے۔

۲۶)۔ ولقد جاء کم یوسف ۔۔۔ الآیۃ

جناب یوسفؑ کا ضمنی تذکرہ

اس مرد مومن نے اپنی تقریر میں جناب یوسفؑ کا بھی ذکر خیر کیا ہے کہ اس سے پہلے وہ بھی اپنی نبوت کے کھلے دلائل و بینات لے کر آئے تھے مگر تم ان کی لائی ہوئی باتوں میں برابر شک میں پڑے رہے۔ چنانچہ مصر کی اکثریت ان کی نبوت پر ایمان نہیں لاتی تھی۔ مگر تم نے ان کی وفات کے بعد ان کی عظمت کا اعتراف کیا کہ ایسا پاکباز اور منتظم نبی اب کہاں آئے گا پہلے شک کرتے رہے کہ شاید ان کے یہ کمالات نبوت کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کی ذہانت و فطانت اور ذاتی شرافت کی بناء پر ہوں۔

حق یہ ہے کہ حق جس قدر واضح کیوں نہ ہو مگر سرکش لوگ اس میں کوئی نہ کوئی میخ نکال ہی لیتے ہیں کیونکہ وہ حق اور اہل حق کو مان کر اپنی نمائشی کبریائی اور بڑائی کھونا نہیں چاہتے۔ اس لئے وہ بدبخت کفر پر مرنا گوارا کر لیتے ہیں مگر حق کا قبول کرنا گوارا نہیں کرتے۔

۲۷)۔ قال فرعون ۔۔۔ الآیۃ

ان آیتوں میں دو مرتبہ قال فرعون آیا ہے کہ ایک آیت ۲۹ میں اور دوسرا آیت ۳۲ میں۔ فرعون کی گفتگو سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس مرد مؤمن کی حکیمانہ اور عالمانہ تقریر سن کر اس کا جوش انتقام کچھ ٹھنڈا ہو گیا اور قدرے دھیمے انداز میں کہا کہ میں تو تمہیں وہی مشورہ دیتا ہوں جسے میں درست سمجھتا ہوں اور میں تمہاری راہنمائی

صرف اسی راستہ کی طرف کرتا ہوں جو سیدھا ہے؟ اللہ اللہ! فرعون اور پھر سیدھے اور نیکی والے راستہ کی طرف راہنمائی؟؟

بت کریں دعویٰ خدائی کا
شان ہے تیری کبریائی کی؟
بسوخت عقل زحیرت کہ
ایں چہ بوا لعجبی است!

اور پھر اس اندیشہ کے تحت کہ کہیں درباری اس مردمومن کی تقریر سے متاثر ہوکر جناب موسیٰ پر ایمان نہ لے آئیں تو اس نے حالات کا رخ پھیرنے کے لیے ایک شوشہ چھوڑا تا کہ مردمؤمن کی مدلل تقریر سے جو سنجیدہ ماحول تیار ہورہا تھا اسے مذاق میں بدل دیا جائے اور پھر ازراہ تمسخر اپنے وزیر ماہان کو حکم دیا کہ ایک اونچا محل بنواؤ۔ تا کہ میں اس اس پر چڑھ کر موسیٰ کے خدا کا سراغ لگاؤں۔ یہ بات قبل ازیں سورۂ قصص آیت ۳۸ میں تفصیل سے گزر چکی ہے۔فاجعل لی صرحا لعلی اطلع الی الٰہ موسیٰ۔۔۔۔الآیۃ

باقی رہی اس بات کی تحقیق کہ آیا ہامان نے فرعون کی اس احمقانہ فرمائش کو عملی جامہ پہنایا یا نہ؟ کسی صحیح تاریخی شہادت سے کسی ایسے بلند محل کا بنایا جانا ثابت نہیں ہے۔ہاں البتہ بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ ایسی بلند عمارت تو تعمیر کرائی گئی تھی مگر وہ اپنے ہدف تک پہنچنے سے پہلے گر گئی۔ واللہ العالم۔

۲۸)۔ کذلک زیّن۔۔۔الآیۃ

جنی وانسی شیاطین کی فنکاری ہے کہ وہ آدمی کے برے اعمال کو ایک بدکار و ناہنجار آدمی کی نگاہ کج بین میں خوشنما کر کے پیش کرتے ہیں اور پھر آدمی چند خوشنما الفاظ کا سہارا لے کر حق کو رد کر دیتا ہے اور غلط تاویلات اور جھوٹی توجیہات کا سہارا لیتا ہے۔ مگر وہ یہ بھول جاتا ہے کہ حق جن مضبوط بنیادوں پر کھڑا ہے وہ ایسی حرکتوں سے کبھی متزلزل نہیں ہوتا۔ہاں البتہ اس کے خلاف تدبیریں اور چالبازیاں کی جائیں وہ خود ایسا کرنے والے کو لے ڈوبتی ہیں جیسا کہ فرعون کے ساتھ ہوا کہ اس نے جناب موسیٰ کے خلاف منصوبہ بندیاں کی تھیں مگر وہ خود اس کی تباہی و بربادی پر منتج ہوئیں۔

آیات القرآن

وَقَالَ الَّذِیْۤ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِۚ۝۳۸ یٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ٘ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ۝۳۹ مَنْ عَمِلَ سَیِّئَةً فَلَا یُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَاۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىِٕكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ یُرْزَقُوْنَ فِیْهَا بِغَیْرِ حِسَابٍ۝۴۰ وَیٰقَوْمِ مَا لِیْۤ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَى النَّارِؕ۝۴۱ تَدْعُوْنَنِیْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ٘ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِیْزِ الْغَفَّارِ۝۴۲ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ لَیْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِی الدُّنْیَا وَلَا فِی الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِیْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ۝۴۳ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْؕ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْۤ اِلَى اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ۝۴۴ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِۚ۝۴۵ اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّاۚ وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ۫ اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ۝۴۶ وَاِذْ یَتَحَآجُّوْنَ فِی النَّارِ فَیَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِیْبًا مِّنَ النَّارِ۝۴۷ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُلٌّ فِیْهَاۤ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَیْنَ الْعِبَادِ۝۴۸ وَقَالَ الَّذِیْنَ فِی النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ یُخَفِّفْ عَنَّا یَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ۝۴۹ قَالُوْۤا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِیْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَیِّنٰتِؕ قَالُوْا بَلٰىؕ قَالُوْا فَادْعُوْاۚ وَمَا دُعٰٓؤُا

الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾

ترجمۃ الآیات

اور جو شخص ایمان لا چکا تھا اس نے کہا اے میری قوم! میری پیروی کرو۔ میں تمہیں سیدھا راستہ دکھاؤں گا (۳۸) اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی محض (چندروزہ) فائدہ ہے اور مستقل قیام گاہ تو آخرت ہی ہے (۳۹) کوئی برائی کرتا ہے تو اسے بدلہ بھی اس کے برابر ملے گا ور جو کوئی نیک کام کرتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مؤمن ہو تو یہ بہشت میں داخل ہوں گے جہاں انہیں بے حساب رزق دیا جائے گا (۴۰) اور اے میری قوم! (یہ کیا ہے؟) میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے آتش دوزخ کی طرف بلاتے ہو (۴۱) تم مجھے دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ کا انکار کروں اور ایسی چیز کو اس کا شریک بناؤں جس کا مجھے کوئی علم نہیں ہے اور میں تمہیں اس خدا کی طرف بلاتا ہوں جو (ہر چیز پر) غالب ہے اور بڑا بخشنے والا ہے (۴۲) یقیناً تم مجھے ایسی چیز کی دعوت دیتے ہو جو نہ دنیا میں کارآمد ہے اور نہ آخرت میں اور ہم سب کی بازگشت خدا ہی کی طرف اور جو حد سے بڑھنے والے ہیں وہی جہنمی ہیں (۴۳) تم عنقریب یاد کرو گے جو میں (آج) کہہ رہا ہوں اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں بے شک وہ (اپنے) بندوں کا خوب نگران ہے (۴۴) پس اللہ نے اس (مردمؤمن) کو ان لوگوں کی تدبیروں اور چالوں کی برائیوں سے بچالیا اور فرعون والوں کو برے عذاب نے گھیر لیا (۴۵) (اور اب تو) دوزخ کی آگ ہے جس پر انہیں صبح وشام پیش کیا جا رہا ہے اور جس دن قیامت قائم ہوگی (حکم ہوگا) فرعون والوں کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو (۴۶) اور وہ وقت یاد کرو جب یہ لوگ جہنم میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے تو کمزور لوگ بڑا بننے والوں سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے تابع تھے کیا تم آگ کا کچھ حصہ ہم سے ہٹا سکتے ہو؟ (۴۷) وہ بڑا بننے والے کہیں گے ہم سب اسی میں پڑے ہیں اور اللہ نے اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے (۴۸) اور جو لوگ دوزخ میں ہوں گے وہ جہنم کے داروغوں سے کہیں گے کہ اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ ہمارے عذاب میں ایک دن کی ہی تخفیف کر دے

(۴۹) وہ (جواب میں کہیں گے) کیا تمہارے پاس کھلی ہوئی دلیلیں لے کر تمہارے رسول نہیں آتے رہے تھے؟ وہ کہیں گے کہ ہاں اس پر داروغے کہیں گے کہ تم خود ہی دعا مانگو اور کافروں کی دعا و پکار بالکل گم شدہ ہے (اکارت جانے والی ہے) (۵۰)

تشریح الالفاظ

(۱)۔متاع۔ کے معنی چندروزہ فائدہ کے ہیں اور اس پر جو تنوین ہے وہ تحقیر و تقلیل کا ہے۔(۲)۔افوّض۔ یہ تفویض سے ہے جس کے معنی سپرد کرنے کے ہیں ۔(۳)۔مغنون۔ یہ اغنا سے ہے جس کے معنی مالدار کرنے کے ہیں مگر جب اس کا صلہ عن ہو تو اس کے معنی دور کرنے کے ہوتے ہیں ۔(۴)۔ضلال ۔کے معنی گمراہی کے ہیں مگر یہاں اس دعا کا بے سود، بے اثر اور بیکار ہونا مراد ہے۔

تفسیر الآیات

۲۹)۔وقال الّذی...الآیۃ

مردمؤمن کی تقریر کا آخری حصہ

مردمؤمن کی مؤمنانہ تقریر شروع ہے اور اس نے مصلحت وقت کو بالائے طاق رکھ کر کلمہ حق کہنے کا حق ادا کر دیا اور دنیا پر واضح کر دیا ہے کہ ایک داعی حق کا انداز خطاب کیسا ہونا چاہیئے۔

اے میری قوم والو! دنیا چندروزہ ہے اس کی خاطر ابدی زندگی برباد نہ کرو۔ دعا و پکار صرف خدا سے کرنی چاہیے اور عبادت و پرستش بھی صرف خدا کی کرنی چاہیے مگر جن بتوں یا فرعون وغیرہ کی تم پرستش کرتے ہو خدا کو چھوڑ کر جن کو تم پکارتے ہو اس کا دنیا و آخرت میں نہ کوئی فائدہ ہے اور نہ کوئی جواز۔ خدا عادل ہے جو برائی کرے گا وہ اس کے برابر بدلہ پائے گا اور جو نیک کام کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مؤمن ہو۔ کیونکہ قبولیت اعمال کی شرط اولین ایمان ہے۔ وہ جنت میں داخل ہوگا اور بے حساب رزق پائے گا پھر قوم سے کہتے ہیں اور تمہارا معاملہ بھی بڑا عجیب ہے میں توحید پروردگار کی دعوت دے کر گویا تمہیں جنت کی دعوت دے رہا ہوں اور تم مجھے شرک کی دعوت دے کر گویا دوزخ کی دعوت دے رہے ہو؟ جب تم پر دنیا میں عذاب نازل ہوگا یا مرنے

لکو گے تب تم یاد کرو گے جو میں آج کہہ رہا ہوں اس کے بعد گویا اس مردمؤمن کو احساس ہوجاتا ہے کہ میری اس موحدانہ گفتگو کا دنیا میں انجام کیا ہوگا؟ مگر اس کے باوجود اللہ کے بھروسہ پر اپنا دینی وایمانی فریضہ انجام دے رہا ہے۔ **وافوّض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد**

۳۰)۔فوقاہ اللہ۔۔۔الآیۃ

اگرچہ بعض غیرمستند روایات میں وارد ہے کہ اس تقریر کے بعد فرعون اور فرعونیوں نے مردمومن کا تکہ بوٹی ایک کردی اور اسے تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔(تفسیر صافی)

مگر یہ روایتیں قرآن کے منافی ہونے کی وجہ سے قابل اعتبار نہیں ہیں قرآن صراحت کررہا ہے کہ اللہ نے اس مردمؤمن کو ان لوگوں کی تدبیروں اور چالوں کی برائیوں سے بچالیا اور خود منصوبہ بندیاں کرنے والوں کو برے عذاب نے گھیر لیا اور قدرتی حفاظت اور بچاؤ کی تفصیلی کیفیت بھی بعض اخبار میں مذکور ہے کہ جب اس طرح مؤمن آل فرعون کے تقیہ کا حجاب تارتار ہوگیا اور اس کا ایمان ظاہر ہوگیا تو بعض لوگوں نے فرعون سے جاکر اس کی شکایت کی کہ وہ تیری خدائی کا منکر ہے اور موسیٰ کی نبوت اور اس کے خدا کو مانتا ہے۔فرعون نے کہا وہ ابن عم اور میرا ولی عہد ہے اگر تمہاری یہ شکایت صحیح ثابت ہوئی تو اسے سزا ملے گی ورنہ تمہیں سخت سزا دی جائے گی۔

الغرض اس مردمؤمن کو بلایا گیا کہ تم میری خدائی اور میرے احسان کے منکر ہو؟ اس نے کہا تم نے مجھے کبھی جھوٹ بولتے ہوئے دیکھا ہے؟ فرعون نے کہا نہیں۔اس وقت مردمؤمن شکایت کرنے والوں کی طرف متوجہ ہوا کہ تمہارا پروردگار کون ہے؟ وہ بولے فرعون! پھر پوچھا تمہارا رازق کون ہے؟ وہ بولے فرعون! اس وقت اس نے کہا اے فرعون! میں تجھے اور تمام اہل دربار کو گواہ کرکے کہتا ہوں کہ جو ان لوگوں کا پروردگار ہے وہی میرا پروردگار ہے اور جو ان کا رازق ہے وہی میرا رازق ہے۔اس پر فرعون خوش ہوگیا مردمؤمن کو گھر جانے کی اجازت دی اور شکایت کرنے والوں کے بدنوں میں میخیں ٹھونک کر انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔(احتجاج طبرسی)

اس کے دشمن موصوف کا بال بھی بیکا نہ کرسکے اور خود تباہ و برباد ہوگئے۔بلکہ انجام کار خود فرعون اور تمام فرعونی غرق ہوگئے اور مردمؤمن جناب موسیٰ کے ہمراہ نجات پا گیا۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ خدائے کریم صرف انبیاء و مرسلین کی ہی نصرت و تائید نہیں کرتا بلکہ اگر غیر انبیاء بھی حق کی تائید کریں تو خدا ان کی بھی نصرت کرتا ہے۔

۳۱)۔النّار یعرضون علیھا۔۔۔۔الآیۃ

عالم برزخ اوراس کے عذاب کا قرآن سے اثبات

عام مسلمان حیات برزخی کے بھی قائل ہیں اور عذاب قبر کے بھی۔اس کے متعلق فریقین کے ہاں حدیثیں تو بہت موجود ہیں مگر بعض منکرین حدیث اس کا انکار کرتے ہوئے قرآن سے اس کا ثبوت طلب کرتے ہیں تو بفضلہٖ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں کئی صریح اور غیر صریح آیتیں موجود ہیں جن سے یہ مدعا ثابت ہوتا ہے ان میں سے ایک صریح آیت یہ بھی ہے اس سے دوطرح اس مدعا پر استدلال کیا جاتا ہے۔

ایک اس طرح کہ اس میں دو عذابوں کا ذکر ہے ایک ادنیٰ ہے جو مرنے کے بعد ہوگا۔دوسرا اشد اور سخت جو قیامت کے بعد ہوگا۔یہ ادنیٰ عذاب یہ ہے کہ صبح وشام ان لوگوں کو آگ پر پیش کیا جاتا ہے جسے وہ دیکھ کر خائف وہراساں ہوتے ہیں۔ظاہر ہے کہ اس سے قیامت کے بعد والی آگ تو مراد نہیں ہوسکتی کیونکہ اس وقت نہ صبح ہوگی اور نہ شام۔لہٰذا یہ اسی عالم برزخ ہی میں ممکن ہے۔اس کے بعد تو انہیں حقیقی دوزخ میں جھونک دیا جائے گا جس کا نظارہ عالم برزخ میں انہیں صبح وشام کرایا جاتا تھا اور ظاہر ہے کہ یہ بات صرف فرعون اور فرعونیوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام مجرمین کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا ہے اور اسی طرح انہیں برے انجام کی دھندلی سی تصویر دکھائی جاتی ہے۔جیسا کہ نیکوکاروں کو ان کی موت سے لے کر قیامت تک برابر ان کے اچھے انجام کی اچھی تصویر دکھائی جاتی ہے۔(تفسیر مجمع البیان وتفسیر صافی الکافی تفسیر کبیر رازی وغیرہ)

۳۲)۔واذیتحاجون.....الآیة

جہنم میں بڑے سرداروں اور ان کی رعایا وہاں کے لیڈروں اور عوام یا پیروں اور ان کے پیرووں کا باہمی جھگڑا قرآن مجید کے متعدد مقامات پر مذکور ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پیروکار اور رعایا عام گمراہ کرنے والے اپنے بڑے لیڈروں اور اپنے راہنماؤں سے دادوفریاد کریں گے کہ ہماری کچھ مدد کرو مگر وہ کہیں گے کہ ہم تو بے بس ہیں تمہاری طرح ہم بھی اس دوزخ میں جل رہے ہیں پھر پیروکار اپنے پیرؤں پر لعن طعن کریں گے کہ تم نے ہمیں گمراہ کیا اور وہ ان پر لعن طعن کریں گے کہ تمہاری وجہ سے ہمارا بیڑا غرق ہوا۔اس طرح سب ایک دوسرے سے بیزاری کا اعلان کریں گے اور کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا۔

چنانچہ اسی قسم کی ایک آیت سورۂ ابراہیم آیت ۲۱ میں گزر چکی ہے۔فقال الضعفاء للّذین استکبروا انّا کنّا لکم تبعا فھل انتم مغنون عنّا من عذاب اللہ من شئی.....الآیة

۳۴)۔وقال الّذین فی النّار....الآیة

جہنمیوں اور جہنم کے داروغوں کی باہمی گفتگو

دوزخیوں اور دوزخ کے داروغوں کی باہمی گفتگو بھی قرآن مجید میں کئی مقامات پر مذکور ہے۔ مثلاً دوزخی ان سے کہیں گے کہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں عرض کرو کہ کم از کم ہمارے عذاب میں ایک دن کی کمی کر دے اور داروغے ان سے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہارے پروردگار کے پیغمبر بینات و معجزات لے کر نہیں آتے رہے تھے؟ وہ کہیں گے ہاں آئے تھے۔ تب داروغے کہیں گے کہ پھر خود خدا سے دعا و پکار کرو۔ مگر ارشاد قدرت ہے کہ کافروں کی دعا و پکار بے سود، بے اثر اور رائیگاں جائے گی۔

اس قسم کی آیت سورۂ زمر کی آیت ۷۱ اور سورۂ اعراف آیت ۵۰ میں مع تفسیر گزر چکی ہے۔ وسیق الّذین کفروا الیٰ جھنّم زمرا حتّٰی اذا جاؤھا فتحت ابوابھا وقال لھم خزنتھا الم یاتکم رسل منکم ۔۔۔۔ الآیۃ۔

آیات القرآن

إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ﴿٥١﴾ يَوْمَ لَا يَنفَعُ الظَّالِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ﴿٥٢﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ ﴿٥٣﴾ هُدًى وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿٥٤﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿٥٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ ۙ إِن فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُم بِبَالِغِيهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿٥٦﴾ لَخَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٧﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَلَا الْمُسِيءُ ۚ قَلِيلًا مَّا

تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ط اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿۶۰﴾

ترجمۃ الآیات

بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی اس دنیاوی زندگی میں بھی مدد کرتے رہتے ہیں اور اس دن بھی کریں گے جب گواہ (گواہی دینے کے لیے) کھڑے ہوں گے (۵۱) جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کوئی فائدہ نہ دے گی اور ان کے لیے لعنت ہوگی ان کے لیے (دوزخ کا) بہت برا گھر ہوگا (۵۲) اور بالیقین ہم نے موسیٰ کو ہدایت عطا فرمائی اور بنی اسرائیل کو ایسی کتاب (تورات) کا وارث بنایا (۵۳) جو صاحبانِ عقل کے لیے سراپا ہدایت اور نصیحت تھی (۵۴) آپ صبر (وثبات) سے کام لیجئے! اللہ کا وہ وعدہ برحق ہے اور (تہمت) گناہ پر استغفار کرتے رہیے اور صبح و شام اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کیجئے (۵۵) یقینا جو لوگ اللہ کی آیتوں کے بارے میں (آپ سے) جھگڑتے ہیں بغیر کسی سند کے جو ان کے پاس آئی ہو ان کے سینوں میں تکبر (بڑائی) کے سوا اور کچھ نہیں ہے جس تک وہ کبھی پہنچنے والے نہیں ہیں آپ اللہ کی پناہ مانگئے! بے شک وہ بڑا سننے (اور) بڑا دیکھنے والا ہے (۵۶) بے شک آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کے پیدا کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں (۵۷) اور اندھا اور آنکھ والا برابر نہیں ہو سکتے اور اسی طرح ایماندار اور نیکوکار اور بدکار بھی یکساں نہیں ہو سکتے مگر تم لوگ بہت کم نصیحت قبول کرتے ہو (۵۸) یقینا قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے مگر اکثر لوگ نہیں مانتے (۵۹) اور تمہارا پروردگار کہتا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو۔ میں تمہاری دعا قبول کروں گا اور جو لوگ میری (اس) عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے (۶۰)

تشریح الالفاظ

(۱)۔الاشھاد۔ یہ شاہد کی جمع ہے جس کے معنی گواہ کے ہیں۔(۲)۔سوء الدّار۔ برے گھر سے مراد جہنم ہے۔(۳)۔ لا ولی الباب۔ یہ لب کی جمع ہے جس کے معنی دل ،عقل اور ہر خالص چیز کے ہیں ۔(۴)۔المسی۔ کے معنی ہیں برائی کرنے والا یعنی گنہگار۔(۵)۔ داخرین ، یہ دخّر ، یدخّر۔ سے مشتق ہے اور دخرودخور کے معنی ذلیل اور حقیر ہونے کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۳۵)۔انالننصر رسلنا۔۔۔الآیۃ

خدا دنیا و آخرت میں اپنے رسولوں کی اور مومنوں کی مدد کرتا ہے

یہ حقیقت قرآن مجید میں کئی مقامات پر بیان کی گئی ہے کہ خدا اپنے پیغمبروں اور اہل ایمان کی دنیا و آخرت میں مدد کرتا ہے اور یقینا کلام اللہ کی صداقت ہر قسم کے شک وشبہ سے بلند و بالا ہے۔

اس مطلب پر ایک ایراد اور اس کا جواب

مگر سیکولر ذہن رکھنے والوں کی طرف سے عموماً ایراد کیا جاتا ہے کہ تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ کئی انبیا و مرسلین ،کئی آئمہ طاہرین اور کئی مؤمنین کاملین بڑی مظلومیت کے ساتھ شہید کئے گئے مگر ان کی بظاہر کوئی مدد و نصرت نہیں کی گئی۔

اس ایراد کا پہلا جواب یہ ہے کہ ہم سورۂ صافات کی آیت ۱۷۱ تا ۱۷۳ کی تفسیر میں واضح کر آئے ہیں کہ اس نصرت اور غلبہ سے ہر جگہ سیاسی اور ظاہری غلبہ مراد نہیں ہوتا بلکہ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ ان کا دین اور ان کی ہدایات و تعلیمات آخر کار غالب آ کر رہتی ہیں اور جو لوگ ان کی تعلیمات کی مخالف کرتے ہیں اور اپنے خود ساختہ نظریات اپناتے ہیں اور اپنی خود ساختہ تہذیب و تمدن پر عمل کرتے ہیں انجام کار ان کا نظریہ اور تہذیب اپنی موت آپ مر جاتے ہیں۔

اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس نصرت سے دلیل و برہان اور اخلاق و اطوار اور روش و رفتار سے نصرت

اوراس کا غلبہ مراد ہے یعنی اگر رسولوں اور مؤمنوں کو مادی اقتدار نہ بھی حاصل ہو مگر دنیا کے تمام غیر جاندار عقلاء و فضلا ان افکار و نظریات اور ان کی سیرت و کردار کی صحت اور بلندی کا اقرار کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اور ان کو دوسروں پر اخلاقی تفوق بہر حال ہوتا ہے اور اگر مدد و نصرت اور غلبہ سے ظاہری اور سیاسی مدد و غلبہ مراد لینا ہے تو پھر آخرت سے پہلے دنیا میں ان حضرات کو یہ غلبہ زمانہ رجعت میں ہوگا۔ جب حضرت امام مہدیؑ کا ظہور ہوگا اور حضرت عیسیٰ کا آسمان سے نزول ہوگا اس وقت دین اسلام کے سوا جو سب انبیاء کا دین ہے۔ باقی سب ادیان عالم حرف غلط کی طرح مٹ جائیں گے اور مظلوموں کا انتقام لیا جائے گا اور اہل حق ہی مظفر و منصور ہوں گے۔

ارشاد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تفسیر صافی نور الثقلین و برہان۔

٣٦۔ یوم لا ینفع الظّٰلمین......الآیۃ

قیامت کے دن ظالموں کو ان کی عذرخواہی کوئی فائدہ نہیں دے گی

یہ حقیقت کئی دفعہ واضح کی جا چکی ہے کہ جب اللہ کے عذاب کی بعض نشانیاں ظاہر ہو جائیں تو اس وقت ایمان لانے اور توبہ کرنے کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ **یوم یاتی بعض آیات ربك لا ینفع نفسا ایمانها التی ما امنت قبل**۔ لہٰذا جن بدبختوں کی زندگی کفر و شرک اور ہر قسم کی پر خار وادیوں میں چکر لگانے میں گزر گئی اور توبہ و انابہ کئے بغیر دنیا سے گزر گئے اب قیامت کے دن عذاب الٰہی کو سامنے دیکھ کر اگر عذر و معذرت کریں گے یا ایمان لانے کی تمنا ظاہر کریں گے تو یہ بات ان کو کوئی فائدہ نہ دے گی ان کا نہ وہاں کوئی مشفق دوست ہوگا اور نہ کوئی شفیع و سفارشی۔ ہاں البتہ ان کے لیے ایک لعنت ہوگی اور دوسرا جہنم کا بدترین گھر ہوگا۔

٣٧۔ ولقد اتینا موسیٰ....الآیۃ

عام طور پر مفسرین یہاں **الھدیٰ** سے تورات مراد لیتے ہیں جبکہ اس کے بعد والی الکتاب سے بھی تورات ہی مراد لیتے ہیں جس میں صاحبان عقل کے لیے سرمایہ ہدایت و نصیحت موجود ہے مگر اس تکرار کی کوئی معقول وجہ سمجھ نہیں آتی اور یہ حقیقت بھی مسلم ہے۔ **التاسیس اولیٰ من التاکید**۔ تاسیس تاکید و تکرار سے بہتر ہوتی ہے۔

بناء بریں یا تو اس **الھدیٰ** سے جناب موسیٰ کے وہ آیات و بینات مراد لئے جائیں گے جو ان کی حقانیت پر دلالت کرتے ہیں یا پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ خدا نے جناب موسیٰ کو فرعون اور فرعونیوں کی طرف بھیج کر اپنے حال پر یونہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ ہر موڑ پر اور ہر ہر حال میں ان کی رہنمائی فرمائی کہ یہاں یہ کہو اور یہاں یہ

کرو۔ یہاں تک کہ ان کو کامیابی سے ہمکنار کردیا اور پھران کو تورات بھی عطا فرمائی جس میں صاحبان عقل وخرد کے لیے سرمایہ ہدایت ونصیحت موجود ہے اور ان کے بعد اس کتاب کا وارث بنی اسرائیل کے مخلص ومخصوص بندوں کوقرار دیا۔

اس پیرایہ میں حضرت رسول خدا کی راہنمائی کی طرف ایک باریک اشارہ ہے کہ ہم آپ کومبعوث برسالت کرکے یونہی اپنی حالت پرنہیں چھوڑیں گے بلکہ قدم قدم پرآپ کی راہنمائی کریں گے اورانجام کارآپ کواپنے مقصد میں کامیاب وکامران اورفرعون اورفرعونیوں کی طرح آپ کے بھی سب دشمن مغلوب ہوجائیں گے۔(واللہ العالم)

۳۸)۔ فاصبر۔۔۔۔الآیۃ

صبر وسیلہ ظفر ہے

خداوندعالم نے پیغمبراسلامؐ اورمسلمانوں سے ان کی مدد کرنے اورانہیں فتح وفیروزی عطا فرمانے کا وعدہ کیا ہواہے اور خدا کا وعدہ برحق ہے وہ ضروراسے پورا کرے گا اور لقد فتحنا لك فتحا مبینا کے نقارے بھی ضرور بجیں گےمگراس کے لئے صبروثبات شرط ہے یہ صبرہی ہے کہ جس سے صابر دنیا میں اللہ کی مددو نصرت کا مستحق قرار پاتاہےاورآخرت میں جنت میں داخل ہونے کا اہل قرار پاتا ہے۔انّما یوفی الصّابرون اجرھم بغیر حساب۔اس لئےحکم ہے کہ فاصبر کما صبر اوالوا العزم من الرسل

۳۹)۔ واستغفر لذنبك۔۔۔۔الآیۃ

پیغمبراسلامؐ کےطلب مغفرت کرنے کا مقصد کیا ہے؟

چونکہ پیغمبراسلامؐ تمام مسلمانوں کےنزدیک نہ صرف معصوم ہیں بلکہ عصمت کبریٰ کے بلند درجہ پرفائز ہیں جونہ کوئی گناہ کبیرہ کرتے ہیں اور نہ صغیرہ تو پھرخدائے علیم وحکیم انہیں گناہ سےتوبہ کرنے کا کیوں حکم دے رہا ہے؟ یہ بات مفسرین اسلام کے لیےذہنی الجھن اورفکری پراگندی کا باعث بنی ہےاورسب نے اپنی اپنی عقل و خردکےمطابق اس کی مختلف تاویلیں کی ہیں جیسے

۱)۔گناہ کیا جائے یانہ کیا جائے بارگاہ رب العزت میں استغفارکرنابندگی کاخصوصی تقاضاہےاس لئےپیغمبراسلامؐ کواس کاخصوصی حکم دیا گیا ہے۔

۲)۔اگرچہ ترک اولیٰ عام لوگوں کے لئےکوئی گناہ نہیں ہےمگرمقربان بارگاہ اسےبھی گناہ تصورکرکےاس سےتوبہ

کرتے ہیں اور مغفرت طلب کرتے ہیں۔لہٰذا یہاں بھی کوئی ایسا ترک اولیٰ مراد ہوسکتا ہے ممکن ہے کہ اس سے وہ معمولی سی بے صبری کی کیفیت مراد ہو جو کفار مکہ اور مشرکین عرب کی جانب سے مخالفت کے طوفان اور مسلمانوں کی مظلومیت دیکھ کر آپ کے اندر پیدا ہوتی تھی۔

۳)۔کسی مقصد کے تحت آپ کو (نا کردہ گناہ) سے استغفار کرنے کا حکم دیا گیا ہے تا کہ امت کے لوگ آپ کی تأسی میں توبہ واستغفار کریں کیونکہ جب آپ سے گناہ کے بغیر استغفار کرنے کا حکم دیا جارہا ہے تو پھر گنہگاروں کو تو بطریق اولیٰ استغفار کرنی چاہیے۔

۴)۔یہ اس لئے ہے کہ اس سے آپ کے درجات بلند و بالا ہوں اور عبودیت کے تقاضوں کی تکمیل ہو۔چنانچہ مروی ہے کہ حضرت رسول خداؐ یومیہ تین سو ساٹھ بار استغفار کیا کرتے تھے۔کچھ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب آپ نے کوئی گناہ ہی نہیں کیا تو پھر مغفرت کیوں طلب کرتے ہیں؟ فرمایا! اگر میں نے گناہ نہیں کیا تو کیا میں بندہ شاکر بن کر بھی نہ رہوں؟۔(بحارالانوار)

۵)۔اس سے مراد وہ گناہ ہیں جو لوگوں کی نظر میں تو گناہ تھے مگر حقیقت میں گناہ نہیں تھے جیسے واحد و یکتا خدا کی توحید کی دعوت اور لوگوں کے خود ساختہ معبودوں کی نفی اور ان کی مخالفت اور غیر اللہ کی پرستش کی ممانعت وغیرہ وغیرہ۔

چنانچہ فتح مکہ کے بعد جن گناہوں کی بخشش کا تذکرہ کیا گیا ہے اس سے یہی لوگوں کی نگاہ غلط بین والے گناہ مراد ہیں جیسا کہ اسی مقام پر اس بات کی وضاحت کی جائے گی۔انشاءاللہ۔

۴۰)۔وسبّح بحمد ربّك۔۔۔۔الآیة

صبح و شام اللہ کی حمد و ثناء کے ساتھ تسبیح کرنے سے بعض مفسرین نے نماز پنجگانہ مراد لی ہے۔بایں طور چار نمازیں (ظہرین اور مغربین) شام کے لفظ کے تحت داخل ہیں اور نماز صبح کی لفظ کے تحت میں داخل ہے۔پیغمبر اسلامؐ سے منقول ہے فرمایا کہ خدا فرماتا ہے اے فرزند آدم! تو نماز صبح کے بعد ایک ساعت اور نماز عصر کے بعد ایک ساعت تک مجھے یاد کر میں تیری دنیوی کفایت کروں گا۔(مجمع البیان)

۴۱)۔انّ الّذین یجادلون۔۔۔۔الآیة

یہ آیت تھوڑے سے تغیر الفاظ کے ساتھ قبل ازیں گزر چکی ہے۔بہرحال کفار مکہ اور مشرکین کا یہ شیوہ و شعار بن گیا تھا کہ کسی دلیل و برہان اور سند و ثبوت کے بغیر اسلام، قرآن، اور خود بانی اسلام کے متعلق کج بحثیاں کیا کرتے تھے اور باوجود یہ کہ ان پر حق روز روشن کی طرح واضح و آشکار تھا مگر ان کے دلوں میں جو کبریائی اور بڑا

بننے کی ہوس تھی وہ ان کو قبول حق سے مانع تھی کیونکہ انہیں خطرہ تھا کہ پیغمبر اسلامؐ کا کلمہ پڑھ لیا تو پھر ان کی بڑائی ختم ہو جائے گی کیونکہ جب حق آشکار ہوتا ہے تو کسی انسان کے ذریعہ سے ہی آشکار ہوتا ہے تو اس صورت میں حق کا اقرار کرنا دراصل اس شخص کی عظمت کے اعتراف کے مترادف ہوتا ہے جس کے ذریعہ سے حق ظاہر ہوتا ہے تو جو لوگ تکبر و بڑائی کی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں ان کو قبول حق سے ہمیشہ یہی چیز مانع ہوتی ہے کہ اس طرح ان کی بڑائی اور چودھراہٹ ختم ہو جائے گی اس لئے حق کی مخالفت پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں تا کہ شمع حق بجھ جائے اور ان کا اقتدار قائم رہے۔ مگر یہ خدائی فیصلہ ہے کہ ایسے لوگ کبھی اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب نہیں ہوتے بلکہ اللہ اہل حق کی مدد و نصرت فرماتا ہے اور انہیں کامیاب و کامران فرماتا ہے اس لئے پیغمبر اسلامؐ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ ان لوگوں کے فتنہ و شر سے خدا کی پناہ مانگیں۔ بے شک خدا سمیع و بصیر ہے۔

(۴۲)۔ لخلق السّموات...الآیة

منکرین قیامت کے استبعاد کا جواب

کفار مکہ اور مشرکین عرب کو اسلام پر سب سے بڑا اعتراض یہی تھا کہ وہ قیامت کا نہ صرف قائل ہے بلکہ اس پر بڑا زور دیتا ہے بھلا جب ہم خاک میں مل کر خاک ہو جائیں گے اور گل سڑ جائیں گے تو دوبارہ کس طرح زندہ کئے جائیں گے۔ قرآن نے ان لوگوں کے اس استبعاد کے مختلف مقامات پر مختلف جوابات دیئے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے جو یہاں دیا جا رہا ہے کہ جس خدا نے آسمان اور یہ زمین اور یہ اتنی بڑی کائنات پیدا کی ہے۔ آیا اس کے لیے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا کوئی بڑا کام ہے؟ بلکہ یہ کام تو پہلے کام کے مقابلہ میں آسان ہے۔ لہٰذا جو قادر مطلق یہ بڑا کام کر سکتا ہے وہ یہ آسان کام کیوں نہیں کر سکتا۔ لہٰذا ماننا پڑتا ہے کہ کائنات کی اس تخلیق سے انسان کی دوسری تخلیق کے امکان کی نا قابل رد دلیل مراد ہے لیکن اکثر لوگ یہ کھلی ہوئی حقیقت نہیں جانتے۔

(۴۳)۔ وما یسیتوی الاعمیٰ....الآیة

انسانی معاشرہ کے سب افراد یکساں نہیں ہیں

یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے جس کی بار بار قرآن مجید نے تکرار کی ہے کہ خالق علیم و حکیم نے اپنے علم و حکمت کے تحت کائنات کی کوئی بھی دو چیزیں ہر لحاظ سے برابر پیدا نہیں کیں ہیں ایک حق بین ہے اور دوسرا حق کے مقابلہ میں بالکل اندھا ہے ایک ایماندار اور نیکوکار ہے اور دوسرا بے ایمان و بدکار ہے انسان کا ضمیر و وجدان کہتا ہے

کہ دونوں قسم کے انسان یکساں نہیں ہو سکتے۔لہٰذا ان کی جزا و سزا بھی الگ الگ ہونی چاہیے اور یہ بات بھی اخلاقی طور پر بھی قیامت کے ضروری ہونے کی دلیل ہے مگر عام لوگ بہت کم نصیحت قبول کرتے ہیں اور بہت کم اپنی اصلاح کرتے ہیں اور یہ چیز عیاں راچہ بیاں کی مصداق ہے۔واضح رہے کہ اس قسم کی ایک آیت قبل ازیں سورۂ انعام آیت ۵۰،سورۂ رعد آیت ۱۶ اور سورۂ فاطر آیت ۱۹ میں مع تفسیر گزر چکی ہے۔فراجع

۴۴۔ انّ السّاعة لاتية.....الآية

یہ خالق دو جہاں کی طرف سے قیامت کے یقینی الوقوع ہونے کا اعلان ہے جس میں کسی قسم کے شک و شبہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے اگرچہ شک کرنے والے بدبخت لوگ موجود ہیں جس طرح قرآن مجید لاریب کتاب ہے مگر اس میں بھی شک وشبہ کرنے والے لوگ موجود ہیں۔

۴۵)۔ ادعونی استجب لکم....الآية

اللہ سے دعا و استدعا کرنا بہترین عبادت ہے

قرآنی آیات اور سرکار محمد آل محمد علیہم السلام کے مستند ارشادات سے واضح ہوتا ہے کہ دعا و پکار عظیم عبادت ہے کہ خدا نے اس سے منہ موڑنے والوں کو ذلیل وخوار کرکے جہنم میں داخل کرنے کی وعید فرمائی ہے۔

۱)۔حنان بن سلیمان اپنے والد (سلیمان) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے سوال کیا کہ کونسی عبادت افضل ہے؟ فرمایا اللہ کو اس بات سے زیادہ کوئی چیز زیادہ پسند نہیں ہے کہ اس سے سوال کیا جائے۔(مجمع البیان)

۲)۔معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ دو شخص مسجد میں داخل ہوتے ہیں ایک نماز زیادہ پڑھتا ہے اور دوسرا دعا زیادہ مانگتا ہے کون افضل ہے؟ فرمایا زیادہ دعا مانگنے والا۔(مجمع البیان)

۳)۔زرارہ بن عمار حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا فافضل العبادة الدعا۔کہ سب سے افضل عبادت دعا ہے۔(مجمع البیان) (بے شک اللہ نے دعا کی قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے مگر دعا اور اس کی قبولیت کی کچھ مخصوص شرائط ہیں جن کا مدنظر رکھنا ضروری ہے اللہ نے کچھ وعدے اپنے بندوں سے لئے ہیں اور کچھ وعدے اپنے بندوں سے کئے ہیں۔فرمایا **اوفو بعهدی اوف بعهدکم**۔تم اپنے وعدے پورے کرو میں اپنے وعدے پورے کروں گا۔

بہرکیف ان باتوں کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے ہماری کتاب ''زاد العباد لیوم المعاد'' کا مطالعہ

کیا جائے۔ہاں البتہ ایک شرط یہ بھی ہے کہ جس چیز کا خدا سے سوال کیا جائے وہ عالمی نظام قدرت کی مصلحت کے خلاف نہ ہو۔لہٰذا ضروری ہے کہ دعا کرتے وقت لفظوں میں یا ذہنی تصور میں یہ چیز مدنظر رکھنی چاہیے کہ یا اللہ! اگر میرا مدعا تیرے عالمی نظام ربوبیت کے خلاف نہیں ہے تو اسے پورا کردے۔والنعم ما قیل۔

قرآن تو قرآن دعاؤں میں ہے تاثیر
جو ہر جو نہیں کھلتے یہ عامل کی ہے تقصیر!

آیات القرآن

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ٘ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾ كَذٰلِكَ یُؤْفَكُ الَّذِیْنَ كَانُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۴﴾ هُوَ الْحَیُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۵﴾ قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ ٞ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْۤا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا

يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٦٨﴾

ترجمۃ الآیات

وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام (اور سکون حاصل) کرو اور دن کو روشن بنایا (تاکہ تم اس میں کام کرو) بے شک اللہ لوگوں پر بڑا فضل وکرم کرنے والا ہے مگر اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے (٦١) یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے جو ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی الہ (خدا) نہیں ہے تم کدھر بہکائے جا رہے ہو؟ (٦٢) اسی طرح وہ لوگ (بھی) بہکائے جاتے رہے ہیں جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے (٦٣) وہ اللہ ہی ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے قرارگاہ اور آسمان کو عمارت (چھت) بنایا اور تمہاری صورت گری کی اور تمہاری صورتوں کو حسین (وجمیل) بنایا اور تمہیں کھانے کے لئے پاکیزہ غذائیں عطا کیں یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے پس بڑا ہی بابرکت الہ ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے (٦٤) وہی (حقیقی) زندہ ہے اس کے سوا کوئی الہ (خدا) نہیں ہے سو اسی کو پکارو دین کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے۔ ہر قسم کی تعریف اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے (٦٥) آپ کہہ دیجئے! کہ مجھے منع کر دیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو جبکہ میرے پروردگار کی طرف سے میرے پاس کھلی ہوئی دلیلیں آچکی ہیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العالمین کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کر دوں (اس کا فرمانبردار بندہ بنوں) (٦٦) اللہ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر تمہیں (شکم مادر سے) بچہ بنا کر نکالا۔ پھر (تمہاری پرورش کی) تاکہ تم اپنی پوری طاقت (جوانی) کو پہنچو (پھر زندہ رکھتا ہے) تاکہ تم بوڑھے ہو جاؤ اور تم میں سے کوئی پہلے اٹھا لیا جاتا ہے (یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ تم مقررہ وقت تک پہنچ جاؤ اور عقل سے کام لو (خدا کی قدرت وحکمت کو سمجھو) (٦٧) وہ وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے وہ جب کسی کام کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس سے کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے (٦٨)

تشریح الالفاظ

(۱)۔مبصرا۔اس کے معنی مضیٔ یعنی روشن کے ہیں۔(۲)۔توفکون ۔افك۔سے مشتق ہے جس کے معنی جھوٹ بولنے، انحراف کرنے اور منہ پھیرنے کے ہیں۔(۳)۔یجحدون۔جحد۔سے ہے جس کے معنی انکار کرنے کے ہیں۔(۴)۔بناء۔اس کے معنی مکان اور عمارت کے ہیں یہاں مراد چھت ہے۔

تفسیر الآیات

۴۶)۔اللہ الّذی۔۔۔الآیۃ

اللہ نے رات کو آرام کے لئے اور دن کو کام کے لئے بنایا

زمین میں رات اور دن کا باقاعدہ نظام جو لاکھوں سالوں سے برابر جاری وساری ہے اور اس نظام میں ذرہ برابر بھی خلل واقع نہ ہونا اور شب وروز کی بہ ضابطہ آمدورفت اس بات کی ناقابل رد دلیل ہے کہ اس کائنات کا خالق ومالک اور منتظم اعلیٰ ایک ہی ہے کیونکہ اگر اس کا کوئی شریک ہوتا تو کبھی تو اس کا بھی حکم چلتا اس نظام میں کچھ خلل واقع ہوتا اللہ تو بڑا فضل وکرم والا ہے۔مگر انسان بڑا ناشکرا ہے یعنی اس کی عبادت نہیں کرتا۔اس قسم کی ایک آیت سورۂ یونس آیت ٦٧ پر مع تفسیر گزر چکی ہے۔مزید تفصیل کے لئے وہاں سے رجوع کیا جائے۔

۴۷)۔ذالکم اللہ ربکم۔۔۔۔الآیۃ

اس سے مقصد یہ حقیقت بیان کرنا ہے کہ جس ذات نے تمہارے فائدہ کے لئے دن اور رات کو پیدا کیا اور پھر ان کی آمدورفت اور الٹ پھیر کا سلسلہ جاری کیا اور جو کائنات کا خالق و مالک ہے اسی کی ذات کا نام اللہ ہے جو تمہارا پروردگار ہے۔پس اس سے واضح ہوتا ہے کہ جو ہر چیز کا خالق و مالک اور انسان کا محسن ہے وہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اس کے سوا اور کوئی لائق عبادت نہیں ہے۔لہٰذا دعا و پکار اور عبادت کا اسے ہی مرکز ومحور بنانا چاہیے۔

۴۸)۔اللہ الّذی۔۔۔الآیۃ

محسن حقیقی کے چند احسانات کا تذکرہ

خدائے علیم وحکیم اپنی قدرت اور وحدانیت پر یہاں مزید چند دلائل وشواہد پیش کر رہا ہے کہ اس نے زمین کو تمہارے لئے قرارگاہ بنایا یعنی زمین کو نہ اس قدر سخت بنایا کہ تم اس پر چل ہی نہ سکو اور نہ ہی اس قدر نرم بنایا کہ اس میں دھنس جاؤ اس کی سطح پر اور کئی اسباب جمع فرمائے تب ممکن ہوا کہ انسان اس پر قیام کر کے ایک تمدن تعمیر کر سکے اور آسمان کو گنبد کی مانند عمارت بنایا جسے دوسرے مقام پر چھت کہا گیا یعنی تمہیں پیدا کر کے کھلی فضا میں نہیں چھوڑ دیا گیا تا کہ آسمانی آفات وبلیات سے بچایا جائے اس لئے تمہارے اوپر آسمان کو ایک محفوظ چھت کی شکل میں بنا دیا تا کہ تم اطمینان وآرام سے زندگی گزار سکو۔ پھر انسان کا نین نقشہ ایسا بنایا اور اسے وہ بہترین شکل وصورت عطا کی وہ جسمانی اور ذہنی وروحانی طور پر کائنات کی ایک اشرف واعلیٰ مخلوق بنایا گیا۔ صانع خبیر نے ایک نومولود چھوٹے سے بچہ کے جسم میں ضرورت کی کونسی چیز ہے جو نہیں رکھی یا اپنی مناسب جگہ پر نہیں رکھی گئی اور پھر ذہنی وروحانی طور پر اس کے مختصر سے دماغ میں کس قدر استعداد وصلاحیت ودیعت فرمائی اور اس کے چھوٹے سے دل میں کس قدر جذبات واحساسات پیدا کر دیئے۔ الغرض انسان کے مختصر سے وجود میں عالم اکبر کی ہر چیز رکھ دی۔

اتزعم انك جرم صغير
وفيك انطوى العالم الاكبر
وانت الكتاب المبين الذى
باحرفه يظهر المضمر

اور پھر اس محسن اعظم نے کھانے کے لئے طرح طرح کی پاک وصاف غذائیں عطا فرمائیں۔ فتبارك الله ربّ العالمين۔ اس موضوع کی مزید وضاحت اور بنی نوع انسان کے اشرف واعلیٰ ہونے کے مزید دلائل سورۂ اسراء کی آیت ۷۰ ولقد کرّمنا بنی آدم و حملناہ فی البر۔۔۔۔ الآیۃ کی تفسیر میں کی جا چکی ہے۔

(۶۹)۔ ھو الحیّ۔۔۔۔ الآیۃ

حقیقی زندہ وہی ہے جس کے لئے نہ موت ہے نہ نیند ہے اور نہ اونگھ۔ جس ذات نے یہ سب کچھ کیا وہی اس لائق ہے کہ پورے اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کی جائے کہ اس میں شرک جلی وخفی کا کوئی شائبہ تک نہ ہو

اوراس کے سوا کوئی اس قابل نہیں ہے کہ انسان اس کی پرستش کرے۔ الحمد للہ رب العالمین۔ اللہ کے سوا حمد وثناء کا اور کوئی سزاوار نہیں ہے۔

۵۰)۔قل انّی نہیت۔۔۔۔الآیۃ

چونکہ مشرکین نے پیغمبر اسلامؐ سے اپنے بتوں کی پرستش کرنے کی استدعا کی تھی۔اس لئے آپ کو حکم دیا جارہا ہے کہ کہہ دیجئے! کہ جن کو تم پکارتے ہو مجھے ان کی عبادت سے منع کر دیا گیا ہے اور مجھے اس ذات کے سامنے جھکنے کا حکم دیا گیا ہے جو سارے جہانوں کی پرورش کرنے والی ہے۔لہٰذا۔

ماسوای اللہ را مسلمان بندہ نیست
پیش فرعونے سرش افگندہ نیست!

اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اس قسم کی ایک آیت اسی سورۂ میں نمبر ۱۴ پر گزر چکی ہے۔

۵۱)۔ھو الّذی خلقکم من تراب۔۔۔الآیۃ

فطرت کے جن واقعات کا یہاں ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہیں:۔بے جان مادہ کا تبدیل ہو کر جاندار چیز بن جانا، انسان کا تدریجی انداز میں نشوونما پانا، جوانی تک پہنچ کر پھر آدمی پر بڑھاپا طاری ہونا، زندہ انسان کا دوبارہ مرجانا کبھی کم عمری میں اور کبھی زیادہ عمر میں، یہ واقعات خالق کی مختلف صفات کا تعارف ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کا وجود میں لانے والا ایک ایسا خدا ہے جو قادر وحکیم ہے وہ سب پر غالب اور زبردست ہے اگر آدمی ان واقعات سے حقیقی سبق لے تو اس کا ذہن پکار اٹھے گا کہ ایک خدا ہی اس کا سزاوار ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس کو اپنا آخری مطلوب سمجھا جائے (تذکیر القرآن ج ۲)

واضح رہے کہ اس قسم کی ایک آیت قبل ازیں سورۂ نحل آیت ۷۰، سورۂ حج آیت ۵، سورۂ مومنون آیت ۱۴ اور سورۂ فاطر آیت ۱۱ میں مع تفسیر گزر چکی ہے۔

۵۲)۔ھو الّذی یحی۔۔۔۔الآیۃ

یہ مضمون قبل ازیں کئی بار گزر چکا ہے اور واضح کیا جا چکا ہے کہ زندگی اور موت صرف خداوند عالم کے قبضۂ قدرت میں ہے ایسا نہیں ہے کہ زندگی دینے والا کوئی دیوتا ہو اور موت دینے والا کوئی اور؟ اور ایسا قادر مطلق ہے کہ عالم امر میں جب کسی کام کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے ساتھ ہی اس کا مدعا بلا فاصلہ وجود میں آجاتا ہے یہ کن کہنا بھی ارادہ کرتے ہی مراد کے وجود میں آجانے کا ایک استعارہ وکنایہ ہے جیسا کہ اس بات کی وضاحت

سورۂ یس کی آیت ۸۲ میں کی جا چکی ہے۔فراجع

آیات القرآن

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِؕ اَنّٰى یُصْرَفُوْنَ۠ۚۛ(۶۹) الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَ بِمَاۤ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ﱎ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَۙ(۷۰) اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُؕ یُسْحَبُوْنَۙ(۷۱) فِی الْحَمِیْمِ ﳔ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَۚ(۷۲) ثُمَّ قِیْلَ لَهُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَۙ(۷۳) مِنْ دُوْنِ اللّٰهِؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَیْــٴًـاؕ كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِیْنَ(۷۴) ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَۚ(۷۵) اُدْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِیْنَ(۷۶) فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّۚ فَاِمَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ(۷۷) وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَیْكَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَیْكَؕ وَ مَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِیَ بِالْحَقِّ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ۠(۷۸)

ترجمۃ الآیات

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی آیتوں کے بارے میں جھگڑتے رہتے ہیں وہ کدھر پھرائے جا رہے ہیں ؟(۶۹) جن لوگوں نے اس کتاب (قرآن مجید) کو جھٹلایا اور

اس (پیغام) کو بھی جس کے ساتھ ہم نے اپنے پیغمبروں کو بھیجا تو انہیں بہت جلد (اس کا انجام) معلوم ہو جائے گا (۷۰) جب طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور (پاؤں میں) زنجیریں ان کو گھسیٹتے ہوئے کھولتے ہوئے پانی میں لا یا جائے گا (۷۱) پھر آتش دوزخ میں جھونک دیئے جائیں گے (۷۲) پھر ان سے کہا جائے گا (آج) وہ کہاں ہیں جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر شریک مانتے تھے (۷۳) وہ کہیں گے وہ تو ہم سے غائب ہو گئے بلکہ ہم تو اس سے پہلے (خدا کے سوا) کسی چیز کو پکارتے ہی نہ تھے خدا اسی طرح کافروں کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے (۷۴) یہ اس لئے ہے کہ تم زمین میں ناحق خوش ہوا کرتے تھے اور (اپنے مال واقتدار پر) اترایا کرتے تھے (۷۵) (اب تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ پڑے رہنے کے لئے ۔پس کیا برا ٹھکانہ ہے تکبر کرنے والوں کا (۷۶) آپ صبر کیجئے یقیناً اللہ کا وعدہ برحق ہے پھر جس (عذاب) کی ہم انہیں دھمکی دیتے رہے ہیں خواہ اس کا کچھ حصہ آپ کو (آنکھوں سے) دکھا دیں یا اس سے پہلے آپ کو دنیا سے اٹھالیں ۔بہر حال ان سب کی بازگشت تو ہماری طرف ہی ہے (وہ اس سے بچ نہیں سکتے) (۷۷) ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے جن میں سے بعض کے حالات آپ سے بیان کر دیئے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ جن کے حالات آپ سے بیان نہیں کئے اور کسی رسول کے لئے ممکن نہ تھا کہ اللہ کے اذن (حکم) کے بغیر کوئی معجزہ پیش کرے اور جب اللہ کا حکم آ جائے گا تو حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور اس وقت باطل والے خسارے میں رہیں گے (۷۸)

تشریح الالفاظ

(۱)۔السلاسل۔یہ سلسلہ کی جمع ہے جس کے معنی زنجیر کے ہیں۔(۲)۔یسحبون۔اس کا مصدر سحب ہے جس کے معنی زمین پر گھسیٹنے کے ہیں ۔(۳)۔یسجرون،سجر۔ کے معنی گرم کرنے اور جلانے کے ہیں۔(۴)۔تمرحون،مرح۔کے معنی بہت خوش ہو کر اترانے اور ناز و ادا سے چلنے کے ہیں۔(۵)۔بآیة۔ آیت کے معنی نشانی اور معجزہ کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۵۳)۔ الم تر....الآیۃ

غلط مجادلہ کرنے والوں کا انجام

اس قسم کی ایک آیت قبل ازیں اسی سورۃ میں نمبر ۴ ما یجادل فی اٰیات اللّٰہ الّذین کفروا....الآیۃ۔ نیز اسی سورۃ کی آیت نمبر ۵۲ انّ الّذین یجادلون فی آیات اللّٰہ بغیر سلطان اتاھم.....الآیۃ۔ مع تفسیر گزر چکی ہے اور وہیں واضح کیا جا چکا ہے کہ ایک سوال احسن ہوتا ہے جو حق کی جستجو اور اس کی تلاش کی خاطر کیا جاتا ہے اور دوسرا غیر احسن ہوتا ہے جس کا مقصد حق کی جستجو نہیں ہوتا بلکہ مقصد اپنی بات منوانا ہوتا ہے اگرچہ غلط ہی ہو اور مدمقابل کی بات کو رد کرنا مطلوب ہوتا ہے اگرچہ وہ حق ہی ہو۔

یہاں پھر اس غیر احسن جدال کا ذکر کیا گیا ہے اور جو لوگ جدال غیر احسن کر کے خدا کی توحید پیغمبر اسلامؐ کی رسالت اور عقیدہ قیامت کے بارے میں پیغمبر اسلامؐ سے بحث کرتے ہیں ان کی پرزور مذمت کی جا رہی ہے کہ باوجود یہ کہ ان پر حق واضح ہو چکا ہے مگر انہیں اپنی بڑائی کی نفسیات قبول حق سے مانع ہے کہ اگر آپ کی بات مان لی جائے تو پھر انہیں اپنی کمتری آپ کی برتری تسلیم کرنا پڑے گی جس کے لئے وہ آمادہ نہیں ہیں اس لئے کج بحثی اور کٹ حجتی کر رہے ہیں۔

۵۴)۔ الّذین کذّبوا بالکتاب....الآیۃ

قرآن اور رسولوں کے تعلیمات اور ان کے پیغام کی تکذیب کرنے والوں کا انجام

ایسے لوگوں کو اپنا انجام اس وقت معلوم ہوگا جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور پاؤں میں زنجیریں ہوں گی اگر انہیں پیاس لگے گی تو اس کے بجھانے کے لئے گرم پانی کی طرف گھسیٹ کر لائے جائیں گے۔ پھر آتش دوزخ میں جلنے کے لئے جھونک دیئے جائیں گے پھر ان سے پوچھا جائے گا آج وہ تمہارے مزعومہ شریک کہاں ہیں جن کو تم خدا کا شرک بناتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ وہ تو آج ہم سے غائب ہو گئے اور مشکل وقت میں ساتھ چھوڑ گئے بلکہ ہم اس سے پہلے (خدا کے سوا) کسی کو پکارتے ہی نہ تھے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم جن

کو پکارتے تھے وہ آج بالکل لا شئے ثابت ہوئے کہ وہ کچھ بھی نہ تھے۔ ارشاد ہوگا ہمیشہ رہنے کے لئے جہنم کے دروازے میں داخل ہو جاؤ یہ تمہارے دنیا میں ناحق خوش ہونے اور اپنے مال ومنال اور چند روزہ جاہ وجلال پر اترانے کا نتیجہ ہے اور اس کی پاداش ہے۔ بعض نیچری ذہن رکھنے والے نام نہاد روشن خیال مذہبی مسلمان جو نہ قرآن کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی اس کے بعض کھلے ہوئے حقائق کو تسلیم کرتے ہیں اس لئے وہ آخری ثواب و عذاب کی اپنی سوچ کے مطابق تاویلیں کیا کرتے ہیں اور انہیں مجاز تمثیل پر محمول کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں مگر قرآن کی ان صریحی تفصیلات کے بعد ان کی تاویلوں کا دور از کار اور بالکل لغو بے کار ہونا واضح و آشکار ہوتا ہے۔

۵۵)۔فاصبر انّ وعد اللہ۔۔۔۔الآیۃ

اس آیت کا پہلا حصہ انہی الفاظ کے ساتھ اسی سورۃ کی آیت ۵۵ میں گزر چکا ہے اور اس کا آخری حصہ بھی قبل ازیں مع تفسیر گزر چکا ہے داعیان حق سے خدا نے وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ ان کی مدد کرے گا اور مکذبین پر عذاب نازل کرے گا۔

بناء بریں پیغمبر اسلامؐ منتظر تھے کہ کافروں پر عذاب نازل ہو خداوند عالم آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرما رہا ہے کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے وہ ضرور اسے پورا کرے گا اور ان پر عذاب نازل کرے گا یہ الگ بات ہے کہ اسے آپ کے حین حیات میں نازل کرے اور آپ کو بچشم خود دکھائے یا وفات کے بعد کرے۔

بہرحال آپ کو صبر سے کام لینا پڑے گا اور ان منکرین کی ایذا رسانیوں کو برداشت کرنا پڑے گا آخر ان کی بازگشت ہماری ہی طرف ہے وہ ہماری سزا سے بچ کر کہاں جائیں گے؟

۵۶)۔ولقد ارسلنا۔۔۔۔۔الآیۃ

اس قسم کی ایک آیت قبل ازیں سورۃ نساء آیت نمبر ۱۶۴ پر مع تفسیر گزر چکی ہے ۔ورسلاً قد قصصنا ھم علیك من قبل ورسلاً لم نقصصھم علیك۔ لہٰذا اس کی تفصیل معلوم کرنے کے خواہش مند حضرات اسی مقام کی طرف رجوع فرمائیں۔ اعادہ وتکرار کی ضرورت نہیں ہے۔ چونکہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں انبیاء کے بعض حالات وواقعات بطور تاریخ نہیں بلکہ بطور وعظ ونصیحت بیان کئے ہیں اس لئے صرف معدودے چند حضرات کے حالات بیان کئے ہیں کیونکہ اتنے ہی حالات بیان کرنے سے مطلب برآری ہوجاتی تھی۔

۵۷)۔وما کان لرسول۔۔۔۔الآیۃ

کوئی رسول اللہ کے اذن کے بغیر معجزہ نہیں دکھا سکتا

یہ حقیقت عیاں راچہ بیان کی مصداق ہے کہ کسی بھی رسول کا اصل کام خدا کا پیغام اس کے بندوں تک باضابطہ طور پر پہنچانا ہوتا ہے وبس۔اور جہاں تک معجزہ کا تعلق ہے تو چونکہ معجزہ کا حقیقی فاعل خدا ہوتا ہے اور یہ اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔لہٰذا وہ اپنی مصلحت اور صوابدید کے مطابق جہاں چاہتا ہے نبی ووصی کے ہاتھوں پر ظاہر کر دیتا ہے اور جہاں ضرورت نہیں سمجھتا وہاں ظاہر نہیں کرتا۔

بہرکیف یہ بات کسی بھی رسول کے مقدور میں نہیں ہے کہ وہ اپنی مرضی ومنشاء کے مطابق کوئی معجزہ پیش کر سکے۔خدا چاہتا ہے کہ لوگوں کو دلائل کی بنیاد پر حق کا قائل کیا جائے معجزہ اتمام حجت کا آخری مرحلہ ہوتا ہے۔لہٰذا جو لوگ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں انہیں نیست ونابود کر دیا جاتا ہے۔جیسا کہ واقفان حال پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے۔

آیات القرآن

اَللّٰہُ الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَنۡعَامَ لِتَرۡکَبُوۡا مِنۡہَا وَمِنۡہَا تَاۡکُلُوۡنَ ﴿۷۹﴾ وَلَکُمۡ فِیۡہَا مَنَافِعُ وَلِتَبۡلُغُوۡا عَلَیۡہَا حَاجَۃً فِیۡ صُدُوۡرِکُمۡ وَعَلَیۡہَا وَعَلَی الۡفُلۡکِ تُحۡمَلُوۡنَ ﴿۸۰﴾ وَیُرِیۡکُمۡ اٰیٰتِہٖ ٭ۖ فَاَیَّ اٰیٰتِ اللّٰہِ تُنۡکِرُوۡنَ ﴿۸۱﴾ اَفَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَیَنۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ؕ کَانُوۡۤا اَکۡثَرَ مِنۡہُمۡ وَاَشَدَّ قُوَّۃً وَّاٰثَارًا فِی الۡاَرۡضِ فَمَاۤ اَغۡنٰی عَنۡہُمۡ مَّا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ ﴿۸۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتۡہُمۡ رُسُلُہُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ فَرِحُوۡا بِمَا عِنۡدَہُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ وَحَاقَ بِہِمۡ مَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَاَوۡا بَاۡسَنَا قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَحۡدَہٗ وَکَفَرۡنَا بِمَا کُنَّا بِہٖ مُشۡرِکِیۡنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمۡ یَکُ یَنۡفَعُہُمۡ اِیۡمَانُہُمۡ لَمَّا رَاَوۡا بَاۡسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰہِ الَّتِیۡ قَدۡ خَلَتۡ فِیۡ

عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

ترجمۃ الآیات

اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے چو پائے بنائے ہیں کہ تم ان میں سے بعض پر سوار ہو اور بعض کا (گوشت) کھاؤ (۷۹) اور تمہارے لئے ان میں اور بھی فائدے ہیں اور تا کہ تم ان پر سوار ہو کر اپنے دلوں کی حاجت تک پہنچ سکو اور تم ان پر اور کشتیوں پر سوار کئے جاتے ہو (۸۰) اور وہ (اللہ) تمہیں اپنی (قدرت وحکمت کی) نشانیاں دکھاتا ہے سو تم اللہ کی کن کن نشانیوں کا انکار کرو گے؟ (۸۱) کیا وہ زمین میں چلتے پھرتے نہیں کہ ان لوگوں کا انجام دیکھتے جو ان سے پہلے گزرے ہیں جو تعداد میں ان سے زیادہ تھے اور طاقت میں اور زمین میں اپنی چھوڑی ہوئی نشانیوں کے اعتبار سے ان سے بڑھے ہوئے تھے لیکن ان کی سب کمائی کچھ ان کے کام نہ آئی (۸۲) جب ان کے رسول ان کے پاس بینات (معجزات) لے کر آئے تو وہ اپنے اس علم پر نازاں وفرحاں رہے جو ان کے پاس تھا اور (انجام کار) اسی (عذاب) نے انہیں گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے (۸۳) پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم خدائے واحد و یکتا پر ایمان لاتے ہیں اور ان سب چیزوں کا انکار کرتے ہیں جنہیں ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے (۸۴) پس ہمارا عذاب دیکھ لینے کے بعد ان کے ایمان نے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا۔ یہی اللہ کا طریقہ ہے جو (ہمیشہ سے) اس کے بندوں میں جاری ہے اور اس وقت کافر لوگ خسارے میں رہ گئے (۸۵)

تشریح الفاظ

(۱)۔جعل ۔ کے معنی پیدا کرنے ،مقرر کرنے اور بنانے کے ہیں ۔(۲)۔عاقبة الّذین ،عاقبة۔ کے معنی انجام کے ہیں۔(۳)۔اغنی عنہم، اغناء۔ کا صلہ جب عن ہو تو اس کے معنی فائدہ پہنچانے کے ہوتے ہیں ۔(۴)۔حاق بہم ،حاق بہ۔ کے معنی چاروں طرف گھیرے میں لینے کے ہیں ۔(۵)۔بأسنا ،بأس۔ کے معنی قوت، دلیری، شجاعت اور عذاب کے ہیں اور یہاں آخری معنی مراد ہیں۔

تفسیر الآیات

۵۸)۔ اللہ الّذی جعل ۔۔۔۔ الآیۃ

انسان کو جہاں زندگی گزارنے اور دنیا میں رہنے کے لئے بہت سی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے جیسا روٹی، کپڑا اور مکان وہاں سواری اور بار برداری کے لئے سواری کے جانوروں کی ضرورت حتیٰ کہ اس مشینی دور میں بھی نا قابل انکار ہے تو خدائے کریم نے اس آیت مبارکہ میں اپنی اسی نعمت کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اسی قسم کی ایک آیت قبل ازیں سورۂ انعام آیت ۱۴۲ اور سورۂ نحل آیت ۶۵ وغیرہ میں مع تفسیر گزر چکی ہے۔ فراجع

۵۹)۔ افلم یسیروا ۔۔۔۔ الآیۃ

تاریخ عالم عبرتوں سے لبریز نظر آتی ہے کہ دنیا کی بعض بڑی بڑی متمدن اور ہر لحاظ سے مضبوط قوموں نے جب کفران نعمت کیا اور اس کے مقررہ ضابطوں کو توڑا تو خدائے جبار و قہار نے انہیں حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹا کر نشان عبرت بنا دیا۔ یہ حقیقت قرآن مجید کے متعدد مقامات پر بیان کی گئی ہے چنانچہ سورۂ یوسف آیت ۱۰۹، سورۂ حج آیت ۴۶ اور سورۂ روم آیت ۹ میں مع تفسیر گزر چکی ہے اور سورۂ روم والی آیت تو گویا بالکل یہی ہے۔ فراجع

۶۰)۔ فلمّا جاءتھم رسلھم ۔۔۔۔ الآیۃ

علم کی مختلف اقسام کا اجمالی تذکرہ

چونکہ علم کی بڑی بڑی دو قسمیں ہیں:

۱)۔ دنیوی علم ۲)۔ اخروی علم

جس علم کی وجہ سے آدمی کو سیاسی و صنعتی اور معاشی ترقی و خوشحالی حاصل ہوتی ہے اسے دنیوی علم کہا جاتا ہے اور جس علم کی برکت سے آخرت سنورتی ہے اسے اخروی علم کہا جاتا ہے دنیوی علم کا دنیوی نتیجہ یعنی معاشی ترقی و خوشحالی بہت جلد اسی دنیا میں ظاہر ہو جاتا ہے مگر اخروی علم کا نتیجہ اور ثمرہ مرنے کے بعد دیر سے ظاہر ہوتا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب داعیان حق یعنی انبیاء و مرسلین دلائل و براہین کے ساتھ دین حق لے کر دینا کے متمدن اور ترقی پذیر قوموں کے پاس آتے تھے تو وہ اپنے دینوی علوم میں مگن اور ان پر نازاں وفرحاں رہتے

ہوئے ان کی دعوت حق کو ٹھکرا دیا کرتے تھے اور اپنے دنیوی اور معاشی علوم کی بناء پر اپنے آپ کو ان سے برتر اور ظاہری شان وشوکت سے محروم انبیاء کو کمتر جانتے تھے بلکہ ان کا تمسخر اڑاتے تھے، چنانچہ قارون کہا کرتا تھا کہ انما اوتیه علی علم عندی یہ مال و دولت خدا نے مجھے تھوڑی دی ہے۔ یہ تو میں نے اپنے علم و ہنر سے حاصل کی ہے۔ یہاں تک کہ خدائے جبار و قہار نے انہی سرکشیوں اور خرمستیوں کی وجہ سے اپنی سخت گرفت میں لیا اور انہیں تہس نہس کر دیا اس طرح خداوند عالم نے دیدۂ و بینار کھنے والوں پر واضح کر دیا کہ حقیقی و دائمی کامیابی کا راز علم آخرت میں مضمر ہے نہ کہ دنیوی علم میں۔

درس عبرت:۔

اس سے یہ درس حاصل ہوتا ہے کہ اس دنیوی علم پر فخر و ناز کرنا جو اسلام کے خلاف ہو نہ صرف ممنوع و مذموم ہے بلکہ کفار و اشرار کا شیوہ و شعار ہونے کی وجہ سے ہلاکت کا باعث بھی ہے۔ سچ ہے کہ

علم را بر تن زنی مارے بود
علم بر جان زنی یارے بود

۶۱)۔ فلمّا رأو بأسنا ۔۔۔ الآية

معارف قرآن اور حقائق اسلام کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ اللہ کا ہمیشہ یہ قانون رائج رہا ہے کہ جب کسی قوم پر نزول عذاب کے آثار نمودار ہو جائیں یا غرغرہ موت کی ساعت آ جائے تو اس وقت ایمان لانے اور توبہ کرنے کا دروازہ بند کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس وقت نہ ایمان لانا قبول ہوتا ہے اور نہ ہی توبہ منظور ہوتی ہے۔قرآن میں ہے:یوم یاتی بعض آیات ربك لا ینفع نفسا ایمانها التی ما امنت قبل۔یعنی جب اللہ کی بعض نشانیاں (عذاب وغیرہ) ظاہر ہو جائیں تو اس وقت کسی نفس کا ایمان اسے کوئی فائدہ نہیں دیتا جو پہلے ایمان نہ لایا ہو اور حدیث میں ہے:یقبل الله توبة العبد مالم یغرغر۔یعنی خدائے تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک اس پر غرغرہ موت کی کیفیت طاری نہ ہو جائے۔

بناء بریں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلے خدائے حکیم دلائل و براہین کے ساتھ اپنے انبیاء و مرسلین خود بھیجتا ہے مگر جو قومیں یا افراد دلیل کی زبان نہیں سمجھتے تو پھر آخر کار ان سے عذاب کی زبان میں بات کرتا ہے اس وقت وہ اس دعوت کو قبول کرنا چاہتے ہیں مگر خدا کی سنت یہ ہے کہ جو اقرار عذاب کو دیکھ کر کیا جائے اللہ اس ایمان و اقرار کو قبول نہیں کرتا وہ صرف اس

ایمان واقرار کو قبول کرتا ہے جو داعیان حق کی سیرت وکردار اوران کے دلائل وبراہین سے متاثر ہوکر کیا جائے۔

۶۲)۔وخسر هنالك۔۔۔الآية

اس سے نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ جب عذاب الٰہی کے آثار نمودار ہوجائیں تو اس موقع پر کافر لوگ خسارے میں رہ جاتے ہیں: وذالك هو الخسران المبين، اللّهم ارزقنا التوبة قبل الموت والمغفرة بعد الموت والعفو عند الحساب والنجاة من العذاب بجاه النبی الا واب وآله الاطياب۔ خدائے کریم ورحیم کی خصوصی توفیق سے آج سورۂ مؤمن کا ترجمہ اوراس کی تفسیر ختم ہوئی ۹ جون ۲۰۰۳، بمطابق ۲۸ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ بوقت پونے چھ بجے دن والحمد لله رب العالمين

سُوۡرَةُ حٰمٓ السَّجۡدَةِ

وجہ تسمیہ:۔

چونکہ یہ دوسرا سورۂ ہے جس میں واجبی سجدہ ہے (جبکہ پہلا الم السجدہ ہے جو پارہ ۲۱ میں ہے) اوراس کا آغاز حٰم سے ہوتا ہے اس لئے اس کا نام ''حٰم السجدہ'' مقرر ہوا ہے۔

وجہ نزول:۔

یہ تو مسلم ہے کہ یہ سورۂ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی مگر آنحضرتؐ کی مکی زندگی کے ادوار ثلاثہ میں سے کس دور میں نازل ہوئی یہ بات واضح نہیں ہے۔ واللہ العالم

اس سورۂ کے مضامین عالیہ کی مختصر فہرست

۱)۔پیغمبر اسلامؐ کے بشر وانسان ہونے کا اعلان جیسا کہ قبل ازیں سورۂ کہف میں کیا گیا تھا۔

۲)۔کفار کا توحید پروردگار پر ایراد اور تکوینی دلائل سے اس کا جواب۔

۳)۔تخلیق آسمان وزمین کا تذکرہ اور ابتداء میں آسمان کا دھوئیں کی شکل میں ہونا۔

۴)۔قیامت کا تذکرہ اوراس میں انسانی اعضاء وجوارح کا اس کے خلاف گواہی دینا۔

۵)۔صبر وثبات اور رواداری یعنی برائی کا بدلہ اچھائی سے دینے کا حکم اوراس کے عوض انعامات الٰہیہ کا تذکرہ۔

۶)۔آیات انفسیہ اور آیات آفاقیہ کا تذکرہ۔

۷)۔خدا کا قبیلہ ثمود کو ہدایت کرنا مگر اس کا گمراہی کو ترجیح دینا۔

۸)۔قرآن وہ کتاب حق ہے کہ جس کے پاس سے باطل کا گزر نہیں ہوسکتا۔خود خدا اس کا نگہبان ہے۔

۹)۔قرآن کی حقانیت کا ثبوت

۱۰)۔کفار مکہ کا لوگوں کو قرآن سننے سے منع کرنا اور شور مچانے کا حکم دینا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ باطل کا ہمیشہ سے یہ شیوہ و شعار رہا ہے کہ اہل حق کی بات نہ سنی جائے بلکہ اس قدر شور مچایا جائے کہ آواز حق دب جائے۔اہل باطل کے پاس حق پر غلبہ حاصل کرنے کا یہی واحد طریقہ کار ہے وغیرہ وغیرہ۔

سورۂ حم السجدہ کی تلاوت کرنے کا ثواب

۱)۔پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے جو شخص سورۂ حم السجدہ کی تلاوت کرے گا تو اسے اس کے ایک ایک حرف کے عوض دس دس نیکیاں عطا کی جائیں گی۔(مجمع البیان)

۲)۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا جو شخص سورۂ حم السجدہ کی تلاوت کیا کرے گا تو قیامت کے دن تاحدنگاہ اس کے لئے نور و سرور ہوگا اور قابل رشک اور لائق ستائش زندگی بسر کرے گا۔(ثواب الاعمال)

مخفی نہ رہے کہ یہ سورۂ ان چار سورۂ عزائم میں سے ایک ہے جن میں چار واجبی سجدے موجود ہیں۔

(سورۂ حم السجدہ مکی ہے اس کی چون آیات (۵۴) اور چھ (۶) رکوع ہیں۔)

آیات القرآن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ تَنۡزِيۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۚ﴿۲﴾ كِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰيٰتُهٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ ۙ﴿۳﴾ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا ۚ فَاَعۡرَضَ اَكۡثَرُهُمۡ فَهُمۡ لَا يَسۡمَعُوۡنَ ﴿۴﴾ وَقَالُوۡا قُلُوۡبُنَا فِىۡۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدۡعُوۡنَاۤ اِلَيۡهِ وَفِىۡۤ اٰذَانِنَا وَقۡرٌ وَّمِنۡۢ بَيۡنِنَا وَبَيۡنِكَ حِجَابٌ فَاعۡمَلۡ

اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ۝۵ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰۤى اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِیْمُوْۤا اِلَیْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَوَیْلٌ لِّلْمُشْرِكِیْنَ۝۶ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ۝۷ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ۝۸

ترجمۃ الآیات

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے حا۔میم (۱) یہ (قرآن) رحمن ورحیم خدا کی طرف سے نازل کردہ ہے (۲) یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں تفصیل سے بیان کردی گئی ہیں ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں عربی زبان کے قرآن کی صورت میں (۳) یہ (قرآن) خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا ہے مگر اکثر لوگوں نے اس سے روگردانی کی ہے۔پس وہ سنتے ہی نہیں ہیں (۴) اور وہ کہتے ہیں کہ آپ جس چیز کی طرف ہمیں دعوت دیتے ہیں اس سے ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے اور ہمارے تمہارے درمیان پردہ حائل ہے آپ اپنا کام کیجئے ہم اپنا کام کر رہے ہیں (۵) آپ کہہ دیجئے! کہ میں بھی تمہاری ہی طرح بشر ہوں (مگر فرق یہ ہے) کہ مجھے وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا الٰہ (خدا) بس ایک ہی ہے تو تم سیدھے اسی کی طرف رخ رکھو اور اس سے مغفرت طلب کرو اور بربادی ہے ان مشرکوں کے لئے (۶) جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور وہ قیامت کے منکر ہیں (۷) جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لئے وہ اجر ہے جو ختم ہونے والا نہیں ہے (۸)

تشریح الالفاظ

(۱)۔اکنہ۔یہ کن اور کنان کی جمع ہے جس کے معنی غلاف کے ہیں۔(۲)۔وقر۔کے معنی گرانی یعنی بہرہ پن کے ہیں۔(۳)۔غیر ممنون۔یہ من سے مشتق ہے جس کے معنی احسان اور قطع ہونے کے ہیں اور یہاں دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں غیر ممنون یعنی وہ اجر جس کا ان پر احسان نہیں دھرا جائے گا یا وہ اجر جو کبھی قطع نہیں ہوگا۔

تفسیر الآیات

۱)۔حٰم۔۔۔الآیۃ

یہ حروف مقطعات میں سے ہے جس کی تاویل خدا جانتا ہے یا راسخون فی العلم جیسا کہ کئی بار اس بات کی وضاحت کی جا چکی ہے۔

۲)۔کتاب فصّلت۔۔۔۔الآیۃ

قرآن کتاب رحمت ہے، رحمۃ للعالمین پر نازل ہوئی ہے اور رحمت کے مصدر نے نازل کی ہے۔اس میں حلال وحرام اور مواعظ ونصائح کی تفصیل ہے،اس کی آیتیں محکم ومتقن ہیں اور یہ وہ کلام متین ہے جس میں کوئی کجی نہیں ہے اور یہ عربی مبین میں قرآن کی شکل میں نازل ہوا ہے۔ان باتوں کی تفصیل سورۂ ہود آیت کتاب احکمت آیاته ثم فصلت سورۂ یوسف آیت ۲، انّا انزلنا ہ قرآناً عربیا لعلکم تعقلون اور سورۂ کہف آیت (۱،۲) انزل علی عبدہ الکتاب ولم یجعل له عوجا ۔قیما لینذر۔ کی تفسیر میں کئی بار بیان کی جا چکی ہے ان مقامات کی طرف رجوع کیا جائے۔۔

۳)۔وقالوا قلوبنا۔۔۔۔الآیۃ

کفار کے یہی الفاظ قبل ازیں مع تفسیر گزر چکے ہیں کہ وہ لوگ اپنی انتہائی ہٹ دھرمی اور تعصب کی بنا پر بطور طنز ومزاح حضرت رسول خدا سے کہتے ہیں کہ آپ جس اسلام کی ہمیں دعوت دیتے ہیں اس کی طرف سے ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں ان میں کوئی چیز داخل نہیں ہو سکتی۔ہمارے کانوں میں بہرہ پن ہے وہ کچھ سنتے نہیں ہیں اور ہمارے تمہارے درمیان حجاب حائل ہے آپ کی بات ہمارے پلے نہیں پڑتی ہے۔مقصد یہ ہے کہ وہ آپ کی بات ماننا تو بجائے خود اس پر غور وفکر کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں۔ہمارے راستے جدا جدا ہیں تم اپنا کام کرو ہم اپنا کام کر رہے ہیں۔

۴)۔قل انّما انا بشر۔۔۔۔الآیۃ

یہ کفار کے مذکورہ بالا قول کی تردید کی جا رہی ہے جو کہتے تھے کہ آپ کی کوئی بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی ان سے کہا جاتا ہے کہ میں نہ جن ہوں اور نہ فرشتہ بلکہ تمہاری ہی طرح کا بشر وانسان ہوں تو پھر کیوں میری بات سمجھ میں نہیں آتی۔اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ تم حق وحقیقت کو سمجھنا ہی نہیں چاہتے اس لئے یہ کٹ حجتیاں کر

رہے ہو بشریت رسول کا فلسفہ اور اس مسئلہ کی تفصیل قبل ازیں سورۂ کہف کی آیت ۱۱۰ میں جو بالکل یہی آیت ہے کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

۵)۔وویل اللمشرکین.....الآیۃ

چونکہ یہ سورۂ مکی ہے اور اصطلاحی معنوں میں زکوۃ کا وجوب مدینہ میں نازل ہوا ہے لہٰذا زکوۃ سے انفاق فی سبیل اللہ مراد ہے کہ وہ ایسے بخیل ہیں کہ انہیں کسی غریب و مسکین یا کسی بیوہ، یتیم یا کسی بے کس و بے بس پر رحم ہی نہیں آتا اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ وہ قیامت کے منکر ہیں جب وہ جزا و سزا کے قائل ہی نہیں تو پھر وہ اپنے خون پسینے کی کمائی کس طرح راہ خدا میں خرچ کریں گے۔

۶)۔انّ الّذین.....الآیۃ

دوسری بہت سی آیتوں کی طرح یہاں اس آیت میں بھی اخروی اجر و ثواب اور دائمی فوز و فلاح کو ایمان اور عمل صالح کے ساتھ مشروط قرار دیا گیا ہے جو اس بات کی ناقابل رد دلیل ہے کہ دائمی فوز و فلاح کے حاصل کرنے کے لئے دونوں گراں قدر چیزیں (ایمان و عمل) لازم و ملزوم ہیں اور صرف ایک کافی نہیں ہے۔

آیات القرآن

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٩ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝١٠ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ۝١١ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝١٢ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ۝١٣ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْ

بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ۝١٤ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ۝١٥ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ۝١٦ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝١٧ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ۝١٨

ترجمۃ الآیات

آپ کہہ دیجئے! کیا تم اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو پیدا کیا اور دوسروں کو اس کا ہمسر قرار دیتے ہو؟ وہی تو سارے جہانوں کا پروردگار ہے (۹) اور اسی نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ بنائے اور اس میں برکت رکھ دی اور اس میں تمام طلبگاروں کی ضرورت کے برابر چار دن کی مدت میں صحیح انداز سے سامان معیشت مہیا کر دیا (۱۰) پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جبکہ وہ دھوئیں کی شکل میں تھا اور اس سے اور زمین سے کہا کہ تم خوشی سے آؤ یا ناخوشی سے تو دونوں نے کہا ہم خوشی خوشی آتے ہیں (۱۱) پس اس (اللہ) نے انہیں دو دن میں سات آسمان بنا دیا اور ہر آسمان میں اس کے معاملہ کی وحی کر دی اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں (ستاروں) سے زینت بخشی اور اسے محفوظ کر دیا یہ اس (خدا) کی منصوبہ بندی ہے جو (ہر چیز پر) غالب ہے اور بڑا جاننے والا ہے (۱۲) پس اگر یہ لوگ روگردانی کریں تو آپ کہہ دیجئے! کہ میں نے تو تمہیں اس (آسمانی) کڑک سے ڈرا دیا ہے جو عاد و ثمود کی کڑک کی مانند

ہے(۱۳) جبکہ ان کے پاس (اللہ کے) رسول ان کے آگے اور ان کے پیچھے سے آئے (اس پیغام کے ساتھ) کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ مگر انہوں نے (جواب میں) کہا کہ اگر ہمارا پروردگار چاہتا تو (ہماری طرف) فرشتے نازل کرتا۔ لہٰذا جس (پیغام) کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں(۱۴) سو قوم عاد نے زمین میں ناحق سرکشی کی اور کہا کہ ہم سے بڑھ کر کون طاقتور ہے؟ کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ (اور نہ یہ سوچا) کہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے بڑھ کر طاقتور ہے وہ (ہمیشہ) ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے(۱۵) سو ہم نے ان پر خاص منحوس دنوں میں تیز و تند (طوفانی) ہوا بھیجی تاکہ ہم انہیں زندگانی دنیا میں ذلت آمیز عذاب کا مزہ چکھائیں اور آخرت کا عذاب تو زیادہ رسوا کن ہوگا اور ان کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی(۱۶) رہے ثمود! ہم نے ان کی راہنمائی کی مگر انہوں نے ہدایت پر اندھے پن (گمراہی) کو ترجیح دی۔ پس ان کو ذلت کے عذاب کی کڑک نے پکڑ لیا ان کے کرتوتوں کی پاداش میں جو وہ کیا کرتے تھے(۱۷) اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو ایمان لاتے تھے اور (ہماری نافرمانی) سے ڈرتے تھے(۱۸)

تشریح الالفاظ

(۱)۔اندادا۔ یہ ند کی جمع ہے جس کے معنی ہمسر اور شریک کے ہیں۔(۲)۔ثم استوی الی السماء۔ کا صلہ جب الی ہو تو اس کے معنی متوجہ ہونے کے ہیں۔(۳)۔ریحاً صرصراً۔ کے معنی تیز و تند طوفانی ہوا کے ہیں ۔(۴)۔العذاب الھون۔ کے معنی ہیں ذلت والا عذاب۔(۵)۔یتّقون۔ یہ تقویٰ بمعنی خوف و ڈراوے کے ہے یعنی جو اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے سے ڈرے۔

تفسیر الآیات

(۹)۔قل أئنّکم....الآیة

ایک قابل توجہ نکتہ

یہاں خطاب مشرکین عرب سے ہے جو وجود خدا کے منکر نہیں ہیں بلکہ خدا کے شرکاء کے قائل ہیں مگر قرآن انہیں منکر خدا قرار دے کر خطاب کر رہا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی بظاہر وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ شرعاً و عقلاً خدا کو ماننا وہ معتبر ہوگا کہ اسے اس کی تمام صفات جلال و جمال کے ساتھ مانا جائے۔ لہٰذا اگر اسے اس طرح ناقص مانا جائے جس سے اس کی بعض اہم صفات جیسے واحد لاشریک ہونے کی نفی لازم آئے تو یہ ماننا دراصل نہ ماننا متصور ہوگا اور اسے کفر و انکار ہی تصور کیا جائے گا۔

۸)۔خلق الارض۔۔۔الآیۃ

زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کے چھ دن میں پیدا ہونے کا وضاحتی بیان

ان آیات پر سرسری نگاہ ڈالنے سے یہ ترشح ہوتا ہے کہ دو دن میں زمین پیدا کی گئی اور دو دن میں آسمان بنایا گیا اور چار دن میں تمام کائنات کے ضرورت مندوں کی ضرورت کا سامان معیشت مہیا کیا گیا اس طرح یہ کل آٹھ دن ہو گئے حالانکہ سورۂ اعراف کی آیت ۵۴ اور بعض دوسرے مقامات پر صراحت موجود ہے کہ یہ سب کچھ چھ دن کی مدت میں بنایا گیا ہے۔ انّ ربکم اللہ الّذی خلق السمّوت والارض فی ستۃ ایام۔۔۔۔۔الآیۃ اور ظاہر ہے کہ قرآن میں اختلاف نہیں ہے۔ بناء بریں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ پہلا ظاہری ترشح درست نہیں ہے بلکہ حقیقت الامر یہ ہے کہ دو دن میں زمین پیدا کی گئی اور دو دن میں زمینی معیشت کا ساز و سامان۔ یہ ہوئے ''اربعہ ایام'' (چار دن) اور دو دن میں سات آسمان بنائے گئے یہ ہوئے کل چھ دن۔ اب رہی اس بات کی تحقیق کہ جو قادر مطلق پل بھر میں ایک کن کہنے سے ہزاروں عوالم پیدا کر سکتا ہے اس نے زمین و آسمان و مافیھا کی خلقت پر کیوں چھ دن لگائے؟ اور پھر یہ کہ ان چھ دنوں سے تحقیقی دن مراد ہیں یا تقدیری، دنیوی یا اخروی ان سب امور پر تفسیر کی تیسری جلد سورۂ اعراف کی آیت ۵۴ انّ ربّکم اللہ الّذی خلق السّموات والارض۔۔۔۔الآیۃ کی تفسیر میں مفصل گفتگو کی جا چکی ہے۔ طالبان تحقیق اسی مقام کی طرف رجوع کریں۔ اعادہ و تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

۹)۔وجعل فیہا رواسی۔۔۔۔۔الآیۃ

پہاڑوں کی پیدائش کا فلسفہ؟

قبل ازیں سورۂ نحل کی آیت ۱۵ والقٰی فی الارض رواسی کی تفسیر میں پہاڑوں کی خلقت کے فلسفہ پر تبصرہ کیا جا چکا ہے کہ خدائے حکیم نے کرہ ارض کو اضطراری حرکت سے محفوظ کرنے کے لئے ان پہاڑوں سے میخوں کا کام لیا ہے تا کہ وہ اپنے اہل کو لے کر ایک طرف ڈھلک نہ جائے۔ نیز ان پہاڑوں کو گونا گوں قسم کی معدنیات سے بھر دیا ہے جس سے بنی نوع انسان لاکھوں فائدے حاصل کر رہی ہے اور انہیں کھود کر کوئلے سے لے کر سونے تک نکال رہی ہے۔

۱۰)۔وقدّر فیھا.....الآیۃ

خدا نے تمام زمین کا سامان زیست زمین میں ودیعت کر دیا ہے

اس آیت کے اس جملہ کا مفہوم متعین کرنے میں مفسرین میں اگر چہ فی الجملہ اختلاف نظر پایا جاتا ہے مگر محققین نے اس کا مفہوم یہی متعین کیا ہے کہ خالق علیم وحکیم نے آغاز تخلیق سے لے کر قیام قیامت تک جس قدر جاندار مخلوق سطح زمین پر پیدا کرنی تھی ہر ایک کی طلب وضرورت کے مطابق ٹھیک اندازے سے سامان زیست زمین کے اندر ودیعت کر دیا ہے اور ہر جنس، ہر نوع، ہر صنف اور ان کے ہر فرد کی طبعی ضرورت کا سامان مہیا کر دیا ہے اب خالق علیم سے بڑھ کر کون سمجھ سکتا ہے کہ اس نے قیامت تک کس قدر مخلوق پیدا کرنی ہے اور اس کی غذائی ضرورت کس قدر ہے؟ ہم صرف اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ اس علیم وحکیم نے اپنے تحقیقی منصوبہ کے مطابق تمام مخلوق کی معیشت کا انتظام وانصرام کر دیا ہے اور سب کے لئے یکساں مواقع فراہم کر دیئے ہیں اب ان سے فائدہ اٹھانا انسان کا اپنا کام ہے۔ولیس للانسان الّا ما سعیٰ۔

توفیق باندازۂ ہمّت ہے ازل سے
آنکھوں میں ہے وہ قطرہ جو گوہر نہ بنا تھا

ایضاح:۔

بعض جدید مفسرین جو تفسیر بالرائے کرنے کے عادی ہیں انہوں نے اس جملہ سے سوشلسٹ نظام کی تائید کرنے کی ناکام کوشش کی ہے حالانکہ ہمارے بیان کردہ مفہوم سے اس کی صاف تردید ہوتی ہے نہ کہ تائید۔ع

مگر دیدہ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھئے

الغرض اگر دنیا میں فقر و فاقہ ہے تو اس کا سبب نہ زمین کی بے برکتی ہے اور نہ خدا کے اندازے میں غلطی

، بلکہ اس کا سبب ظالم وجابر حکمرانوں کا جبر وتسلط ہے۔

۱۱)۔ثمّ استوی الی السماء۔۔۔۔الآیة

خلقت آسمان کا قبل ازیں کئی بار تذکرہ کیا جاچکا ہے۔بالخصوص سورۂ بقرہ کی آیت ۲۹۔ثم استوی الی السماء فسواھن سبع سماوات۔۔۔۔الآیة کی تفسیر میں ہم واضح کرآئے ہیں کہ آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آسمان اپنی موجودہ خلقت سے پہلے غبار اور دھوئیں کی شکل میں فضا میں پیدا ہوا تھا جن سے اس کا وجود عمل میں آیا جسے سائنسدان سحا بے کہتے ہیں اور یہ بات دور حاضر کی آخری تحقیق کے مطابق ہے۔

ایضاح:۔

مخفی نہ رہے کہ اس آیت کا اس بات سے کوئی تعلق نہیں کہ زمین پہلے بنی ہے یا آسمان؟ اور جہاں تک لفظ ثم کا تعلق ہے یہ جس طرح ترتیب زمانی کے لئے استعمال ہوتا ہے اسی طرح ترتیب بیان کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔اس موضوع پر نیز سات آسمانوں سے کیا مراد ہے؟ آیا آسمان کے سات طبقے؟ یا سات سیارے یا کچھ اور؟ اس موضوع پر سورہ بقرہ کی آیت ۲۹ اور سورۂ المومنون کی آیت ۱۷ اولقد خلقنا فوقکم سبع طرائق۔۔۔۔الآیة کی تفسیر میں مفصل گفتگو کی جا چکی ہے تفصیل معلوم کرنے کے خواہش مند حضرات ان مقامات کی طرف رجوع فرمائیں۔نیز ہر اہل آسمان کو اس کے حالات کے مطابق وحی کی تاکہ وہاں والی مخلوق اس کے مطابق عمل کر کے اپنی زندگی بسر کر سکے۔

۱۲)۔فقال لھا وللارض۔۔۔۔۔الآیة

خدا نے آسمان وزمین سے کہا کہ۔۔۔۔خدا کا آسمان وزمین سے کہنا اور ان کا جواب دینا باتفاق مفسرین کوئی لفظی باتیں نہیں ہیں بلکہ یہ سب تکوینی باتیں ہیں یعنی خدا کا حکم کن دنیا اور ان چیزوں کا بلاتوقف وجود میں آجانا مراد ہے جیسا کہ آیت امانت انا عرضنا الامانة علی السموات والارض۔۔۔الآیة کی تفسیر میں اس بات کی مکمل وضاحت کی جاچکی ہے۔

۱۳)۔زیّنا السّماء الدّنیا۔۔۔۔۔الآیة

آسمان دنیا کو ستاروں سے مزین کرنے اور اسے شیطانوں کی دسترس سے محفوظ کرنے اور اسے مضبوط و مستحکم بنانے کا تذکرہ قبل ازیں کئی بار کیا جاچکا ہے۔جیسے سورۂ بقرہ،سورۂ رعد،سورۂ حجر اور سورۂ انبیاء آیت ۳۲ وجعلنا السّماء سقفا محفوظاً۔۔۔الآیة کی تفسیر میں۔لہٰذا اعادہ وتکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۴)۔فان اعرضوا۔۔۔۔الآیۃ

ان ساری باتوں کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ لوگ بلا تامل اور بلا توقف ایمان لاتے لیکن اگر اس کے باوجود وہ اباؤ انکار اور استکبار پر ہی امادہ کار ہیں تو اے رسول! آپ کا کام ان لوگوں کو ان جیسی سرکش قوموں جیسے عادہ ثمود کے برے انجام سے ڈرانا تھا اور بس اور جب آپ نے اپنا وہ فرض انجام دے دیا تو اب ان کا معاملہ خدا کے حوالے کر دیجئے وھوا سرع الحاسبین

مخفی نہ رہے کہ ان قوموں کے حالات وواقعات کی تباہی و بربادی کے سانحات سورۂ اعراف اور سورۂ ہود میں کئی بار بیان کئے جا چکے ہیں کہ خدائے قہار نے ان کے کفر وشرک اور عصیاں کاری اور سرکشی کی پاداش میں سات دن اور آٹھ رات تک ان پر باد صرصر کے سخت و شدید جھونکے بھیجے۔جس نے ان کے مکانات کو بیخ و بن سے اکھیڑ کر پھینک دیا اور ان کو تباہ و برباد کر دیا۔

۱۵)۔اذجاءتھم الرسل۔۔۔۔۔الآیۃ

آگے پیچھے رسولوں کے آنے کا مطلب؟

اس کے دو مفہوم بیان کئے گئے ہیں ایک یہ کہ یکے بعد دیگرے مسلسل ان کے پاس رسول آئے۔دوسرا یہ کہ ان کے آگے یعنی ان کے آباؤ اجداد کے پاس بھی رسول آئے اور ان کے پیچھے بھی یعنی ان کے بعد بھی آئے مگر

ع

جنہیں ہو ڈوبنا وہ ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں!

اور بموجب خوئے بدرا بہانے بسیار!

انہوں نے گمراہی پر جمے رہنے کا بہانہ یہ تراشا کہ اگر خدا ہمیں اس قدیمی راستہ سے ہٹانا اور نئے راستہ پر چلانا چاہتا تو پھر ہمارے پاس فرشتوں کو رسول بنا کر بھیجتا۔اس بات پر سورۂ انعام کی آیت ۸ وقالوا لولا انزل علیه ملك کی تفسیر میں مفصل گفتگو کی جا چکی ہے۔فراجع

۱۶)۔فی ایّام نحسات۔۔۔۔الآیۃ

ایام کی سعادت ونحوست کے بارے میں تحقیق

قدیم الایام سے امت مسلمہ میں یہ مسئلہ خاصا معرکۃ الآرا بنا ہوا ہے کہ آیا سال کے ایام کی سعادت ونحوست ذاتی ہے کہ بعض دن سعید اور بعض نحس ہیں یا ان کی سعادت ونحوست عارضی ہے۔بعض علماء کرام اسی آیت اورسورۂ قمر کی آیت ۱۹ انا ارسلنا علیهم ریحا صرصرا فی یوم نحس مستمر...الآیۃ سے اور بعض اوراخبار وآثار سے اس بات پر استدلال کرتے ہیں کہ سال کے بعض دن ذاتی طور پر سعید ہوتے ہیں اور بعض نحس۔اور دوسرے بعض علماء کرام اس بات کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں وہ دن جن میں کس قوم پر عذاب نازل ہوا تھا وہ اپنی ذات میں منحوس نہیں تھے ہاں البتہ وہ دن اس قوم کے کفر وشرک اور بدکرداری و ناہنجاری کی وجہ سے منحوس ہو گئے تھے مگر اس سے ان دنوں کا سب لوگوں کے لئے منحوس ہونا ثابت نہیں ہوتا۔حق و انصاف یہ ہے کہ بعض اخبار وآثار سے ایام وساعات کی سعادت و نحوست کا ذاتی ہونا ثابت ہوتا ہے کہ ہفتہ کا فلاں دن سعید ہے اور فلاں دن نحس اور فلاں دن کی فلاں ساعت سعید ہے اور فلاں نحس۔لہٰذا اگر اس بات کا خیال رکھا جائے تو بہتر ہے مگر اسے اس قدر اہمیت نہیں دینی چاہیے کہ ان کی وجہ سے ضروری کاموں کی انجام دہی ہی ترک کر دی جائے جیسا کہ بعض خشک مقدس یہ کہہ کر آج تاریخ نحس ہے آج نحس وار ہے اور آج ساعت نحس ہے ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جاتے ہیں اور دنیا چاند پر جا کر واپس بھی آجاتی ہے بلکہ سب نحوستوں کا توڑ احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بے شک ہر کام مقررہ وقت پر انجام دیا جائے مگر کام شروع کرنے سے پہلے نحوست کے دفعیہ کے لئے خدا سے دعا کر لینی چاہیے اور کچھ صدقہ دے دینا چاہیے اور پھر خدا پر توکل کر کے وہ کام کرنا چاہیے۔

اس موضوع کی جملہ تفصیلات معلوم کرنے کے خواہش مند حضرات جناب علامہ مجلسی کی بحارالانوار طبع قدیم کی جلد چہاردہم کتاب ''السماء والعالم'' اورعلامہ جزائری کی کتاب ''انوارنعمانیہ'' کی طرف رجوع کریں۔

۱۷)۔واما ثمود فهدیناهم.....الآیۃ

ہم سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں بڑی تفصیل کے ساتھ ہدایت کے مفہوم اور اس کے مختلف اقسام کی وضاحت کر چکے ہیں اور بیان کر چکے ہیں کہ ہدایت کی بڑی بڑی دو قسمیں ہیں:

۱)۔ارائۃ الطریق۔یعنی کسی کوراہ دکھانا

۲)۔ایصال الی المقصود۔یعنی کسی کومنزل مقصود تک پہنچانا۔

یہاں ہدایت سے اس کی پہلی قسم مراد ہے کہ خدا نے انبیاء ومرسلین کے ذریعہ سے ان کو سیدھا راستہ تو

دکھایا مگر اس راستہ پر چلنا تو لوگوں کا اختیاری فعل ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ اللہ کی راہنمائی جبر کی شکل میں نہیں ہے ورنہ کوئی شخص اس سے تخلف کر کے کبھی گمراہ نہ ہوتا۔مگر اس بدبخت قوم ثمود نے ہدایت کے نور و روشنی پر گمراہی کی ظلمت و اندھیرے کو ترجیح دی جس کی پاداش میں عذاب الٰہی کی گرفت میں آ کر تباہ و برباد ہو گئی۔

۱۸)۔ونجّینا الّذین۔۔۔۔الآیۃ

نجات کا دارو مدار ایمان و تقویٰ پر ہے

یہ آیت بہت سی دوسری آیات محکمات اور روایات متواترات کی طرح اس بات میں نص صریح ہے کہ دنیوی و آخروی فوز و فلاح پانے اور عذاب الٰہی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے ایک ایمان دوسرا تقویٰ جس کا دوسرا نام نیک کام ہے جیسا کہ اسی سورۃ کی آیت ۸ کی تفسیر میں بھی اس بات کی وضاحت و صراحت کی جا چکی ہے۔فراجع

آیات القرآن

وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ

اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمۃ الآیات

اور جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف جمع کئے جائیں گے اور پھر ترتیب وار کھڑے کئے جائیں گے (یا پھر روکے جائیں گے) (۱۹) یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچ جائیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے برخلاف ان کے اعمال کی گواہی دیں گی (۲۰) اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ تو وہ کہیں گی کہ ہمیں اسی اللہ نے گویائی عطا کی ہے جس نے ہر چیز کو گویائی دی اور اسی نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور پھر اسی کی طرف تمہاری بازگشت ہوگی (۲۱) اور تم (گناہ کرتے وقت) اپنے آپ کو اس بات سے چھپا ہی نہیں سکتے تھے کہ تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں لیکن تم نے یہ گمان کیا کہ اللہ تمہارے بہت سے اعمال کو نہیں جانتا جو تم کرتے ہو (۲۲) تمہارے اسی گمان نے جو تم نے اپنے پروردگار کی نسبت کیا تھا تمہیں تباہ کر دیا اور تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گئے (۲۳) پس اب اگر وہ صبر کریں بھی تو ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور اگر وہ (خدا کو) راضی کرنا چاہیں تو وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہوں گے جن پر (اللہ) راضی ہوا (۲۴) اور ہم نے ان کے لئے کچھ ساتھی مقرر کر دیئے ہیں جنہوں نے ان کے اگلے اور پچھلے (کرتوتوں کو) خوشنما بنا دیا اور ان پر وہی بات ثابت ہوگئی (عذاب الٰہی) جو جنوں اور انسانوں کے ان گروہوں پر ثابت ہے جو ان سے پہلے گزر چکے تھے بے شک وہ سب نقصان اٹھانے والوں میں سے تھے (۲۵)

تشریح الالفاظ

(۱)۔یحشر، حشر ۔ کے معنی جمع کرنے اور اکٹھے کرنے کے ہیں۔(۲)۔تستترون۔استتار کے معنی چھپنے کی

کوشش کرنے کے ہیں۔ (۳)۔اردا کم ردیٰ۔ کے معنی ہلاکت کے ہیں۔(۴)۔استعتبوا،استعتاب۔ یہ عتبہ سے مشتق ہے جس کے معنی رضا مندی اور معذرت کے ہیں۔(۵)۔وقیضالھم،قبض۔کے معنی مقرر کرنے کے ہیں لھم میں جولام ہے وہ عاقبۃ وانجام ہے یعنی ساتھیوں کے تقرر کا انجام یہ ہوا کہ انہوں نے یہ کام کیا۔

تفسیر الآیات

۱۹)۔ویوم یحشر....الآیۃ

قیامت کے ہولناک منظر کا بیان

اس آیت میں قیامت کا وہ منظر پیش کیا جارہا ہے کہ جب دوزخیوں کو گھیر گھار کر عرصہ محشر میں لایا جائے گا تو ہر طرف آگ ہی آگ دکھائی دے گی فھم یوزعون کی تفسیر میں حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آگے جانے والے گروہ کو روکا جائے گا تا کہ پیچھے والا گروہ بھی پہنچ جائے اور سب اکٹھے ہوجائیں گے تا کہ اس طرح سب کی موجودگی میں ان کے مقدمات کی سماعت کی جائے اور پھر حق وانصاف کے ساتھ سب کا فیصلہ کیا جائے۔(تفسیر صافی)

۲۰)۔حتی اذا ما جاؤوھا....الآیۃ

مجرموں کے خلاف ان کے اعضاء وجوارح کی گواہی

اِس آیت میں یہ حقیقت بیان کی جارہی ہے کہ جب مجرمین عادل حقیقی کی عدالت میں حاضر کئے جائیں گے اوران پر فرد جرم عائد کی جائے گی تو جو عادی مجرم ہوں گے اور جنہیں انکار جرم کی پرانی عادت ہوگی تو وہ اس سے مکر جائیں گے۔کراماً کاتبین ان کا نامہ اعمال پیش کریں گے مگر وہ یہ کہہ کر یا اللہ فرشتے تیرے ہیں اس لئے انہوں نے تیرے حق میں ہمارے خلاف یہ تحریر لکھی ہے اس کا بھی انکار کردیں گے اور گویا زبان حال سے کہیں گے

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے فرمایا **یقولون یا رب هؤلاء ملائكة يشهدون لك ثم يحلفون بالله ما فعلوا من ذالك شيئا ۔الخ۔۔** ''بارالہا! یہ تیرے فرشتے ہیں جو تیرے حق میں (ہمارے خلاف) گواہی دے رہے ہیں پھر وہ اللہ کی قسم کھائیں گے کہ انہوں نے کچھ بھی نہیں کیا''۔اس وقت خدائے جباران کی زبانوں پر مہر لگا دے گا اور پھران کے اعضاء ان کے خلاف گواہی دیں گے (تفسیر قمی)

اور پھران کے ہاتھ پاؤں،کان،آنکھ اور کھالیں یعنی شرمگاہیں ان کے ان برے اعمال کی گواہی دیں گی جو وہ کیا کرتے تھے۔اس وقت مجرمین کا ناطقہ بند ہوجائے گا اور اپنے جرائم کا اقرار کرنے پر مجبور ہوجائیں گے۔

خالق ومخلوق کے عدالتی فیصلہ کا باہمی فرق

خدااور خلق کے عدالتی فیصلے میں ایک نمایاں فرق یہ بھی ہے کہ مخلوق کی عدالت اپنا فیصلہ نافذ کردیتی ہے چاہے مجرم اقرار کرے یا انکار مگر خالق اس وقت تک اپنا فیصلہ نافذ نہیں کرتا جب تک مجرم سے باختیار خود اعتراف جرم کرا نہیں لیتا۔

ایضاح:۔

مخفی نہ رہے کہ ان امور کی پوری وضاحت قبل ازیں سورۂ یس کی آیت ۶۵ کی تفسیر میں کی جاچکی ہے اور وہیں واضح کیا جاچکا ہے کہ اعضاء کی گواہی سے ان کے اعمال کے آثار کا ظاہر ہونا مراد نہیں ہے بلکہ حقیقتاً بول کر ان کا گواہی دینا مراد ہے کیونکہ جو قادر مطلق ایک مضغہ گوشت (زبان) کو قوت گویائی عطا کرسکتا ہے وہ دوسرے اعضاء کو یہ قوت کیوں عطا نہیں کرسکتا؟ گویا اس دار دنیا میں جو کچھ ہم کر رہے ہیں وہ سب ٹائپ ہو رہا ہے اور ہمارے جسم کی کھال پر مرتسم ہو رہا ہے اور قیامت کے دن ہمارے اعضاء و جوارح ٹیپ ریکارڈر کا کام دیں گے اور اس کے بعد کسی کو انکار کرنے کی جرأت نہیں ہوسکے گی۔

مخفی نہ رہے کہ متعدد آیات میں جلود سے ''فروج'' یعنی شرمگاہیں مراد لی گئی ہیں۔الغرض مجرم نے جس عضو سے گناہ کیا ہوگا وہ اسی گناہ کی گواہی دے گا۔الامان۔ ع

جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

اور آدمی میرے ہاتھ اور میرے پاؤں الغرض میرے میرے کہتا تھا کہ نہیں تھا۔

۲۱)۔وما کنتم۔۔۔الآیة

ارشاد ہوگا کہ تم گناہ کرتے وقت اور لوگوں سے تو چھپ سکتے تھے مگر اپنے اعضاء سے تو پردہ نہیں کر سکتے تھے تو تم لوگوں سے پردہ کر کے اور اپنے اعضاء کے روبرو گناہوں کا ارتکاب کرتے تھے اور تمہارا خیال تھا کہ اللہ کو تمہارے بہت سے اعمال کی خبر نہیں ہے اور تمہارے اسی خیال نے تمہیں تباہ و برباد کر دیا اور آج تمہارے سب کرتوتوں کا پردہ چاک کر دیا جس طرح فلاسفہ یونان خدا کے علم کو ناقص جانتے ہیں کوئی فلسفی کہتا ہے کہ خدا تو صرف کلیات کا علم جانتا ہے جزئیات کا کوئی علم نہیں رکھتا اور کوئی حکیم کہتا ہے کہ خدا کو خلقت کے بعد علم ہوتا ہے خلقت سے پہلے کا نہیں الی غیر ذالك من الهفوات۔ حالانکہ علم الٰہی کے بارے میں اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ وہ ازل سے ابد تک تمام کلیات و جزئیات کا علم کلی و احاطی رکھتا ہے اور اگر آدمی یہ عقیدہ رکھ لے تو خدا ہر لمحہ اور ہر لحظہ آدمی کے تمام حرکات و سکنات کو دیکھ رہا ہے تو اس کا یہ رویہ بدل سکتا ہے۔ یہ انجام بد انہی غلط عقائد اور غلط اعمال کا نتیجہ ہے جو بروز حشر ظاہر ہوگا۔

۲۲)۔فان یصبروا۔۔۔الآیة

بہر حال اب وہ صبر کریں یا جزع وفزع کریں انجام بہر حال دوزخ ہے ان سے خدا راضی نہیں ہوا اور اگر اب معذرت کر کے خدا کو راضی کرنا چاہیں تو اب ان سے راضی ہوا نہیں جا سکتا اور ان کی معذرت قبول نہیں کی جا سکتی کیونکہ ان چیزوں کا وقت دنیا میں تھا جو دار العمل تھی۔ اب تو دار الجزاء ہے اور آدمی کے اچھے یا برے اعمال کے نتائج و عواقب وغیرہ کے ظہور کا وقت ہے اب عمل کی گنجائش کہاں ہے؟؟ ولات حین مناص

۲۳)۔وقیضّنا لهم۔۔۔۔الآیة

یہاں لهم میں جو لام ہے وہ عاقبت و انجام کی ہے جسے فالتقطه آل فرعون لیکون لهم عدوا ً وحزنا۔ میں لام عاقبت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ ساتھی دراصل اس کام کے لئے تو مقرر نہیں کئے گئے تھے مگر انہوں نے انجام کار کام یہی انجام دیا۔ لہٰذا نتیجہ ان الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ برے ساتھیوں کا تقرر ان لوگوں کے برے اعمال کی پاداش میں خدا کی توفیق سلب ہونے کا نتیجہ ہو جیسا کہ اس کا ارشاد ہے ومن یعش عن ذکر الرّحمان نقیض له شیطا نا فهو له قرین (الزخرف۔۳۶) اور جو شخص یاد خدا سے اندھا ہو جائے تو ہم اس کے لئے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں جو اس کا ہم نشین ہوتا ہے یا جیسے

ارشاد قدرت ہے فلمّا زاغوا ازاغ اللہ قلوبھم واللہ لا یھدی القوم الفاسقین۔جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو خدا نے بھی ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔بے شک اللہ فاسقین کو منزل تک نہیں پہنچا تا لہٰذا آخر کار ان پر وہی عذاب الٰہی والا فیصلہ چسپاں ہو گیا ہے اور ثابت ہو گیا جو جنوں اور انسانوں میں سے ان جیسے گزرے ہوئے گروہوں پر چسپاں اور ثابت ہوا تھا۔یعنی عذاب الٰہی نازل ہوا اور انہیں تہس نہس کر کے رکھ دیا۔

درس عبرت:۔

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ آدمی کے برے ساتھی اور برے ہم نشین اس کا بیڑہ غرق کر دیتے ہیں لہٰذا ساتھی کے انتخاب میں بہت حزم واحتیاط سے کام لینا چاہیے۔ولنعم ما قیل۔

تاتوانی بگر یز از یار بد
یار بد بد تر بود از مار بد
مار بد تنہا ترا از جاں برد
یار بداز دین وہم از ایمان برد

اور ایک عرب شاعر نے تو یہاں تک کہہ دیا۔ع

عن المرء لا تسئل وسل عن قرینہ
فان القرین بالمقارن یقتدی

جب کسی شخص کے بارے میں معلوم کرنا ہو کہ وہ کیسا ہے تو اس کے بارے میں سوال نہ کرو بلکہ اس کے مصاحب کے بارے میں پوچھو کہ وہ کیسا ہے؟ کیونکہ ہر ہم نشین اپنے ساتھی کی پیروی کرتا ہے۔بہر حال یہ اچھے یا برے مصاحب وہم نشین ہی ہوتے ہیں جو حکومتوں اور شخصیات کا بیڑہ پار کرتے ہیں یا بیڑہ غرق کرتے ہیں ۔کما لا یخفیٰ

آیات القرآن

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ۞٢٦ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ

اَسْوَاَ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۝۲۷ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِیْهَا دَارُ الْخُلْدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ۝۲۸ وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَاۤ اَرِنَا الَّذَیْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِیَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِیْنَ۝۲۹ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۝۳۰ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْۤ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ۝۳۱ؕ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ۝۳۲ۧ

ترجمۃ الآیات

اور کافر کہتے ہیں کہ اس قرآن کو نہ سنو اور اس کی (تلاوت کے دوران) شور وغل مچا دیا کرو شاید اس طرح تم غالب آجاؤ (۲۶) ہم ان کافروں کو ضرور سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے اور وہ جو بدترین عمل کرتے ہیں ہم انہیں ضرور ان کی بدترین سزا دیں گے (۲۷) یہ دشمنان خدا کی سزا ہے یعنی دوزخ ان کے لئے اسی میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کا گھر ہے یہ ان کے اس جرم کی سزا ہے کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے (۲۸) اور کافر لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں دونوں قسم یعنی جنوں اور انسانوں میں سے وہ (شیطان) دکھا جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا تا کہ ہم انہیں اپنے پاؤں کے نیچے روندیں تا کہ وہ پست ترین اشخاص سے ہوجائیں (ذلیل وخوار ہوں) (۲۹) بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور پھر اس پر قائم اور ثابت قدم رہے ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں (ان سے کہتے ہیں کہ) تم نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کی بشارت پر خوش ہوجاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے (۳۰) ہم زندگانی دنیا میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی اور وہاں تمہارے لئے وہ سب کچھ

ہے جو تمہارے دل چاہیں گے اور اس میں ہر چیز موجود ہے جو تم طلب کرو گے (۳۱) (یہ سب کچھ) غفور و رحیم پروردگار کی طرف سے مہمانی کے طور پر ہے (۳۲)

تشریح الالفاظ

(۱)۔والغو ۔لّغو۔کے معنی فضول اور بے ہودہ کلام کے ہیں نیز کتے کی آواز کو بھی لغو کہتے ہیں (المنجد)۔(۲)۔ثم استقاموا ۔استقامت کے معنی ثابت قدمی کے ہیں۔(۳)۔اولیاء کم ۔یہ ولی کی جمع ہے جس کے چوبیس معنوں میں سے ایک معنی ساتھی اور رفیق کے بھی ہیں۔(۴)۔نزلا ۔نزل۔کے معنی سامان ضیافت اور مہمانی کے ہیں۔

تفسیر الآیات

(۲۵)۔وقال الّذین کفروا۔۔۔۔الآیۃ

طالبان ہدایت کی علامات کا تذکرہ

یہ حقیقت کئی بار واضح کی جا چکی ہے کہ خداوند عالم ان لوگوں کو ہدایت کرتا ہے جو ہدایت حاصل کرنے کی حقیقی طلب وتڑپ رکھتے ہیں۔والّذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔اور حقیقی طالبان ہدایت کی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنے کانوں، اپنی آنکھوں اور اپنے دلوں و دماغوں کے دریچے کھلے رکھتے ہیں یعنی وہ ہر آواز کو توجہ سے سنتے ہیں اور ہر طرف دیکھتے ہیں اور پھر جو کچھ سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں اسے دل و دماغ پر پیش کرتے ہیں اور میزان عقل پر تولتے ہیں بعد از اں صحیح بات کی پیروی کرتے ہیں اور غلط بات کو پھینک دیتے ہیں ایسے خوش بخت لوگوں کو خدا ضرور ہدایت کرتا ہے اور یہی صاحبان عقل ہیں فبشر الّذین یستمعون القول فیتسبعون احسنہ اؤلئک الذین ھداھم اللہ واؤلئک ھم اولو الالباب

مورکھوں کی پہچان

بموجب ع

بضدھا تبیین الا شیاء

طالبان حقیقت اور صاحبان عقل کی علامات سے مورکھوں کی نشاندہی بھی ہوجاتی ہے کہ جو لوگ ہدایت کے طالب نہیں ہوتے بلکہ اپنے باطل نظریات اور اپنے اسلاف کی اندھی تقلید پر جمار ہنا چاہتے ہیں ان کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ وہ کان، آنکھ و دماغ کے تینوں دریچے بند کر لیتے ہیں نہ آواز حق سنتے ہیں نہ حق کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے ہیں اور نہ ہی حق وصدق کے بارے میں غور وفکر کرتے ہیں بلکہ ایسا کرنے والوں پر فتوے لگاتے ہیں کہ جو فلاں دین والے کی بات سے سنے گا جو فلاں مذہب کی رسوم کی طرف نگاہ کرے گا جو فلاں کے نظریات پر غور کرے گا اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا اور وہ دین سے خارج ہو جائے گا خدا ایسے مورکھوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

کفار مکہ کی غلط روش کا تذکرہ

عقل وشرع کا حکم تو یہ ہے کہ جب قرآن مجید کی تلاوت کی جائے تو توجہ سے سنا جائے۔ **اذا قرء القرآن فاستمعوا له**۔ مگر کفار مکہ جب قرآن مجید کی مقدس تعلیمات اور اس کی محیر العقول تاثیرات کا علمی دلائل و براہین سے مقابلہ نہ کر سکے تو سر تسلیم خم کرنے اور کلمہ اسلام پڑھنے کی بجائے ان کے اکابر نے اپنے عوام کو یہ پٹی پڑھائی کہ جب پیغمبر اسلامؐ اس کی تلاوت شروع کریں تم لوگ فضول اور بے ہودہ باتیں کر کے اس قدر شور وغل مچاؤ اور اس قدر چیخ و پکار کرو کہ ان کی آواز تمہارے شور وشغب میں دب جائے اور لوگوں کو پتہ ہی نہ چلے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں اس طرح ہی تم قرآن کا مقابلہ کر سکتے ہو اور غالب آ سکتے ہو۔

الکفر ملۃ واحدہ

کہا جاتا ہے کہ **الکفر ملّة واحدة**۔ یعنی ہر قسم کا کفر و باطل کا طریقہ کار ایک ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں باطل والوں نے ہمیشہ حق والوں کے خلاف یہی حربہ استعمال کیا ہے اور اسی میں اپنی ظاہری فتح و فیروزی کا راز مضمر سمجھا ہے اور اسی کے ذریعہ حق اور اس کی نشر و اشاعت کے سامنے بند باندھنے کی کوشش کی ہے۔

۲۶)۔ فلنذیقنّ الّذین۔۔۔ الآیة

ان دو آیتوں میں ان دشمنان خدا بلکہ دشمنان عقل وخرد کی سخت ترین سزا کا تذکرہ کیا گیا ہے کیونکہ جس طرح برے اعمال دو طرح کے ہوتے ہیں:

۱)۔ ایک برے

۲)۔ دوسرے بہت برے۔ تو ان کی سزا بھی دو قسم کی ہوتی ہے ایک بد اور دوسری بدترین۔

سچ ہے کہ من عمل سئیة فلا یجزی الا مثلھا۔ بے شک دشمنان خدا کی سزا ابدی جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ معذب رہیں گے یہ ان کے اعمال کی پاداش ہے کیونکہ وہ جان بوجھ کر آیات الٰہیہ کا انکار کرتے تھے۔

۲۷)۔وقال الّذین کفروا۔۔۔۔الآیة

عام لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں

بالعموم دنیا میں دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک قسم وہ ہے جس کا اس آیت میں تذکرہ کیا جارہا ہے ایک وہ جو شیطان صفت گمراہ کرنے والے لیڈروں کو اپنا راہبر و راہنما بناتے ہیں اور پھر آپس میں عقیدت واحترام اور محبت کی پینگیں بڑھاتے ہیں مگر جب انہیں لیڈروں کی وجہ سے انہیں جہنم میں جھونکا جائے گا اور انہیں اس بات کا احساس ہوگا کہ انہیں یہ روز بد انہیں شیطان صفت اور استحصال پسند راہنماؤں کی وجہ سے نصیب ہوا ہے تو صورت حال برعکس ہوجائے گی۔

جہنم میں کفار کی آخری خواہش

اس وقت وہ بارگاہ خداوندی میں استدعا کریں گے۔ پروردگار! ہمیں جنوں اور انسانوں میں وہ دونوں قسم کے شیطان دکھا جنہوں نے ہمیں دنیا میں اپنے عادی مفادات کی خاطر گمراہ کیا تا کہ ہم انہیں اپنے پاؤں کے نیچے روندیں تا کہ وہ مزید ذلیل وخوار ہوں اور ہمیں کچھ تسکین حاصل ہو۔

۲۸)۔اِنّ الّذین قالوا۔۔۔۔۔الآیة

لوگوں کی دوسری قسم کا تذکرہ

دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جس کا تذکرہ اس آیت میں کیا جارہا ہے کہ جو دنیا وآخرت میں فرشتوں اور خدا کے نیکوکار بندوں کو اپنا ساتھی اور رفیق بناتے ہیں یہ وہ ہیں جنہوں نے ایک بار زبان سے کہہ دیا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور پھر اس پر قائم اور ثابت قدم رہے۔

استقامت کے مفہوم کی وضاحت

ظاہر ہے کہ زبان سے کوئی بھی دعویٰ کرنا بالکل آسان ہوتا ہے مگر اس پر ثابت قدم رہنا ہے اور اپنے عمل و کردار سے اس دعویٰ کی صداقت کا ثبوت پیش کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

بناء بریں استقامت یہ ہے کہ خدا کو اپنا پروردگار تسلیم کرنے کے بعد مقام عقیدہ میں کفر وشرک کا ارتکاب نہ کیا جائے اور مقام عمل میں اس کے کسی امر ونہی کی خلاف ورزی نہ کی جائے۔ چنانچہ پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے کہ آپ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا: قد قالها الناس ثم کفر اکثرهم فمن قالها حتیٰ یموت فهو ممن استقام علیها۔ بہت سے لوگوں نے یہ بات کہی مگر بعد ازاں اکثر لوگوں نے انکار کر دیا اور جو شخص یہ کہے اور پھر اپنی موت تک اس پر ثابت رہے وہ اس مقدس گروہ میں شامل ہے۔ (مجمع البیان)

اور محمد بن فضیل بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے استقامت کا مطلب پوچھا فرمایا: هی والله ما انتم علیه۔ بخدا اس کا مطلب وہی ہے جس پر تم قائم ہو۔ (مجمع البیان)

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے ایک حدیث میں وارد ہے کہ فرمایا: استقاموا علی الائمة واحداً بعد واحد۔ کہ آئمہ اہل بیت میں سے ایک کے بعد دوسرے پر قائم رہے۔ (تفسیر صافی)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اہل استقامت وہ ہیں جو ایک بار زبان سے خدا کو اپنا پروردگار ماننے کے بعد اپنے آخری لمحات حیات تک اپنے قول وفعل، اپنے عمل وکردار اور اپنی روش ورفتار اور اپنی خلوت وجلوت سے ثابت کر کے دکھا دیں کہ وہ اپنے اقوال میں سچے ہیں۔

۲۹)۔ تتنزل علیهم۔۔۔۔ الآیة

اقرار توحید پر قائم رہنے والوں کی جزا کا بیان

ایسے مخلص بندوں کی شان بندگی بیان کرنے کے بعد یہاں خداوند عالم اپنی شان بندہ نوازی بیان فرما رہا ہے کہ ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ تم آئندہ کا کوئی اندیشہ نہ کرو۔ کیونکہ تمہارا مستقبل روشن وتابناک ہے اور اپنے پسماندگان پر حزن وملال نہ کرو کہ اللہ ان کا حافظ وناصر ہے تمہیں جنت کی بشارت ہو ہم دنیا وآخرت میں تمہارے ساتھی ورفیق ہیں اس جنت میں تمہارے لئے وہ سب کچھ حاضر ہے جو تم چاہو گے اور یہ تمہارے غفور ورحیم پروردگار کی جانب سے بطور مہمان نوازی ہے۔

فرشتوں کا یہ نزول کب ہوتا ہے؟

اس اعلان خداوندی کے بعد اس بات میں تو کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ اہل استقامت پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور انہیں یہ بشارت بھی دیتے ہیں مگر قابل غور صرف یہ بات ہے کہ ان کا

نزول کب ہوتا ہے؟ تو اکثر مفسرین نے تو اس سے موت کا وقت مراد لیا ہے۔ فاضل طبرسی نے یہ قول نقل کر کے لکھا ہے۔ روی ذالك عن ابی عبدالله (مجمع البیان)

بعض نے قبروں سے نکلنے کا وقت اور بعض نے تین اوقات بیان کئے ہیں۔

۱)۔ موت کے وقت ۲)۔ قبروں سے نکلتے وقت ۳)۔ میدان حشر میں۔ (مجمع البیان)

اصل اہم بات یہ ہے کہ یہ نزول دنیا میں بھی ہوتا ہے یا نہیں؟ بعض مفسرین کے بیان حقیقت ترجمان سے واضح وعیاں ہوتا ہے کہ اہل استقامت پر فرشتوں کا یہ نزول دار دنیا میں بھی ہوتا ہے اور یہ مبارک زندگی بھر جاری وساری رہتا ہے داعیان حق کو راہ حق میں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور سالکان مسلک حق کو قدم قدم پر جن مصائب سے سابقہ پڑتا ہے اور شیاطین انسی وجنی کے ایرادات واعتراضات سے ان کے دل ودماغ پر جو اثر ہوتا ہے اس سلسلہ میں یہ ملائکہ ان کا حوصلہ بڑھانے اور ہمت بڑھانے اور ان کے دل ودماغ مضبوط کرنے اور قلبی سکون کو حاصل کرنے، ان میں صبر وثبات کا جذبہ بیدار کرنے میں مؤثر کردار ادا کرتے ہیں ہاں البتہ یہ ضروری نہیں ہے کہ اہل استقامت ان کو ان ظاہری آنکھوں سے دیکھیں اور ان کی آواز اپنے کانوں سے سنیں بلکہ یہ سب کچھ غیر محسوس طریقہ سے بھی ہوسکتا ہے اگرچہ یہ سب کچھ محسوس طریقہ سے بھی ممکن ہے چنانچہ مروی ہے کہ حضرت امام باقر علیہ السلام سے پوچھا گیا یبلغنا انّ الملائکة تنزّل علیکم ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ پر فرشتے نازل ہوتے ہیں؟ فرمایا واللہ لتنزل علینا۔ ہاں بخدا وہ ہم پر نازل ہوتے ہیں۔ پھر اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ (بصائر الدرجات، نور الثقلین)

پھر یہی فرشتے قیامت کے دن ان اہل استقامت کا استقبال کریں گے اور ان کو جنت الفردوس میں داخل کریں گے۔

ایضاح:۔

مخفی نہ رہے کہ یہ تائید وتسدید کرنے والے فرشتے ان فرشتوں کے علاوہ ہیں جو کراماً کاتبین اور محافظین کہلاتے ہیں کیونکہ وہ تو ہر کافر ومسلمان اور مؤمن وبے ایمان کے ہمراہ ہوتے ہیں جبکہ مؤیدین صرف صاحبان استقامت اہل ایمان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ والحمدللہ

آیات القرآن

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ
الْمُسْلِمِیْنَ﴿۳۳﴾ وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ
اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ﴿۳۴﴾ وَمَا
یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ﴿۳۵﴾ وَاِمَّا
یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ
الْعَلِیْمُ﴿۳۶﴾ وَمِنْ اٰیٰتِهِ الَّیْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا
لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ
تَعْبُدُوْنَ﴿۳۷﴾ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ یُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّیْلِ
وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا یَسْــٴَـمُوْنَ﴿۳۸﴾ السجدۃ ۞ وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ
خَاشِعَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِیْۤ اَحْیَاهَا
لَمُحْیِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴿۳۹﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ
اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا ؕ اَفَمَنْ یُّلْقٰى فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْۤ اٰمِنًا
یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ﴿۴۰﴾ اِنَّ
الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ﴿۴۱﴾ لَّا یَاْتِیْهِ
الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ﴿۴۲﴾
مَا یُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ
مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِیْمٍ﴿۴۳﴾ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا

فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ءَ اَعْجَمِیٌّ وَّعَرَبِیٌّ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴿۴۴﴾

ترجمۃ الآیات

اوراس شخص سے بہتر بات کس کی ہوگی جواللہ کی طرف بلائے اورنیک عمل بجالائے اور کہے کہ میں مسلمانوں (خدا کے فرمانبردار بندوں) میں سے ہوں (۳۳) اور بھلائی اور برائی برابر نہیں ہیں آپ (بدی کا) احسن طریقہ سے دفعیہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ آپ میں اورجس میں دشمنی تھی وہ گویا آپ کا جگری دوست بن گیا (۳۴) اور یہ صفت انہی لوگوں کونصیب ہوتی ہے جوصبر کرتے ہیں اور یہ طریقہ کارانہی کوسکھایا جاتا ہے جو بڑے نصیب والے ہوتے ہیں (۳۵) اور (اے مخاطب) اگر تمہیں شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ محسوس ہوتو اس سے اللہ کی پناہ مانگ ۔ بےشک وہ بڑا سننے والا (اور) بڑا جاننے والا ہے (۳۶) اور اللہ کی نشانیوں میں سے رات، دن، سورج، چاند بھی ہیں تم نہ سورج کوسجدہ کرواور نہ چاند کو (بلکہ) اس اللہ کو سجدہ کروجس نے انہیں پیدا کیا ہے اگرتم اسی کی عبادت کرتے ہو (اور اسی کو مستحق عبادت سمجھتے ہو) (۳۷) اور اگر یہ لوگ تکبر کریں (اور قبول حق سے انکار کریں) تو جوفرشتے آپ کے پروردگار کے پاس ہیں وہ رات دن اس کی تسبیح (وتقدیس) کرتے ہیں اور وہ تھکتے نہیں ہیں (۳۸) اوراس کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ زمین جمود اور افسردگی کی حالت میں پڑی ہے اور جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو جنبش میں آتی ہے (ابھرتی ہے) اوراس میں بالیدگی آجاتی ہے (پھول جاتی ہے) بےشک جس نے اسے زندہ کیا ہے وہی مردوں کوزندہ کرنے والا ہے بلاشبہ وہ ہر چیز پر بڑی قدرت رکھنے والا ہے (۳۹) بےشک وہ لوگ جو ہماری آیتوں میں کجروی کرتے ہیں (اورانہیں الٹے معنی پہناتے ہیں) وہ ہم پر پوشیدہ نہیں ہیں بھلا وہ شخص جو دوزخ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن

امن واطمینان کے ساتھ آئے؟تم جو چاہو کرو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب دیکھ رہا ہے(۴۰) جن لوگوں نے ذکر (قرآن) کا انکار کیا جب وہ ان کے پاس آیا حالانکہ وہ ایک زبردست (معزز) کتاب ہے(۴۱) باطل کا اس کے پاس گزر نہیں ہے وہ نہ اس کے آگے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے یہ اس ذات کی طرف سے نازل شدہ ہے جو بڑی حکمت والی ہے(اور) قابل ستائش ہے(۴۲) (اے رسول) آپ سے وہی کچھ کہا جارہا ہے جو آپ سے پہلے گذرے ہوئے رسولوں سے کہا گیا ہے بے شک آپ کا پروردگار بڑا بخشش والا بھی ہے اور بڑے دردناک عذاب والا بھی (۴۳) اگر ہم اس (قرآن) کو عجمی زبان میں بنا کر نازل کرتے تو یہ لوگ کہتے کہ اس کی آیتیں صاف صاف (کھول کر) کیوں بیان نہیں کی گئیں ؟ آپ کہہ دیجئے! کہ یہ ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں گرانی (بہرہ پن) ہے اور وہ ان کے حق میں نابینائی ہے اور یہ لوگ (بہرہ پن کی وجہ سے گویا) بہت دور راستہ کی جگہ پکارے جارہے ہیں (۴۴)

تشریح الالفاظ

(۱)۔ولّی حمیم۔کے معنی جگری دوست کے ہیں۔(۲)۔یلقھا۔کے معنی سکھائے جانے اور حاصل ہونے کے ہیں۔(۳)۔حظٍّ عظیم۔کے معنی نصیب اور حصے کے ہیں۔(۴)۔ینزغنّك،نزغ۔کے معنی شیطانی وسوسہ کے ہیں۔(۵)۔ولا یسمئون، سئم، یسئم۔کے معنی تھکنے اور ملول ہونے کے ہیں۔(۶)۔خاشعة،خشوع الارض۔کے معنی خشک سالی ہے۔(۷)۔وربت،ربی یربوا۔کے معنی بڑھنے اور پھولنے کے ہیں۔(۸)۔یلحدون،الحاد۔کے معنی حق سے روگردانی کرنے اور اس میں کسی چیز کی آمیزش کرنے کے ہیں یعنی کج روی کرنا اور کسی چیز کو الٹے معنی پہنانا۔(۹)۔ءاعجمی۔کے معنی غیر عربی۔(۱۰)۔اعمی۔کے معنی اندھاپن اور مشتبہ کے ہیں۔

تفسیر الآیات

۳۰)۔ومن احسن قولا....الآیة

حقیقی ایمان کے تین شعبے ہیں

اگر اس آیت کو سابقہ آیت انّ الّذین کفروا۔۔۔الآیۃ کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ ایمان کے تین شعبے ہیں۔

۱)۔ایمان باللہ ۲)۔عمل بشریعۃ اللہ ۳)۔دعوت الی اللہ

پہلے شعبہ پر قالوا ربنا اللہ۔ دوسرے شعبہ پر ثم استقاموا اور تیسرے پر دعا الی اللہ دلالت کرتے ہیں۔جس میں تینوں صفات پائی جائیں وہ شخص صحیح معنوں میں یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ انّنی من المسلمین کیونکہ قرآن کی دعوت خدا کی طرف بلانے کی دعوت ہے یعنی خالق ومخلوق اور عبد ومعبود میں رشتہ عبودیت قائم کرنا ہے اور انسان کے اندر یہ شعور پیدا کرنا ہے کہ وہ اپنے اللہ کو اپنی توجہ کا مرکز بنائے اور اس دعوت کا داعی مخلص وہ ہوگا کہ جس چیز کی دوسروں کو دعوت دیتا ہے پہلے خود اس دعوت پر عمل پیرا ہو۔ بالفاظ دیگر خدا کی وحدانیت پر ایمان لانے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کے بعد (جو کہ بڑا عظیم کارنامہ) دوسرے لوگوں کو بھی اللہ پر ایمان لانے اور اس کے اوامر ونواہی کی پابندی کرنے کی دعوت دے جسے دعوت الی الخیر یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کہا جاتا ہے اور ایسے شخص کا مقام پہلے شخص سے بھی زیادہ بلند وبالا اور اس کی شان اس سے بھی اعلیٰ ہے کیونکہ ع

دیں جہد می کند کہ بگیرد غریق را

اسی لئے ارشاد قدرت ہے یہ صفت وخصلت صبر کرنے والوں کو حاصل کرنے والوں کو ہوتی ہے یا پھر بڑے نصیب والوں کو نصیب ہوتی ہے۔ولا ینالھا الاذو حفظ عظیم

۳۱)۔ادفع بالّتی ھی احسن۔۔۔الآیۃ

اسلام عدم تشدد کا داعی ہے

بھلائی اور برائی برابر نہیں ہیں اور اسلام چونکہ تحمل، برداشت اور رواداری یا الفاظ دیگر عدم تشدد کا قائل ہے اس لئے وہ حکم دیتا ہے کہ تم برائی کے عوض بھلائی کرو اور برائی کا دفعیہ بھلائی سے کرو۔اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارا جانی دشمن گویا تمہارا جگری دوست بن جائے گا مگر ایک داعی الی اللہ کو تو اس امر کا پابند کیا جاسکتا ہے کہ وہ عوام اور گمشتگان وادی ضلالت کے ساتھ یک طرفہ حسن سلوک کرے دوسرے اس سے برائی کریں تو بھی وہ ان سے بھلائی کرے وہ اشتعال دلائیں تو یہ درگزر کرے وہ دغا کریں تو یہ دعا دے۔

یہ طرزِ عمل ایک داعی کا بڑا موٴثر ہتھیار ہے اور اس حسن سلوک میں بڑی تسخیری قوت پوشیدہ ہے اور اگر اس کے اندر لوگوں کی بکواسات کو جواب دینے اور ان کے ظلم وستم کے خلاف کارروائی کرنے کا خیال پیدا ہو تو اسے شیطانی وسوسہ سمجھ کر جھٹک دے اور ردِ عمل کے اس جذبہ کو کچل دے اور اس سے خدا کی پناہ مانگے اور اعوذ باللّٰہ من الشّیطن الرّجیم۔ پڑھے اور کسی صورت میں بھی شائستگی، راستبازی اور شرافت ومتانت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے تاکہ مخالفین کو اس کی روش ورفتار اور اس کے اطوار وکردار پر انگشت نمائی کا موقع نہ مل سکے اور وہ رائی کا پہاڑ نہ بنا سکیں۔

مگر عوام الناس کو اس کا پابند نہیں بنایا جاسکتا

یہ بات کسی وضاحت کی محتاج نہیں ہے کہ ہمارے پاس کوئی ایسی طاقت موجود نہیں ہے کہ لوگوں کے جذبات واحساسات کو زبردستی کچل کر اس فلسفہ عدم تشدد کا پابند بنایا جا سکے۔ اس لئے خالق فطرت نے دین فطرت یعنی دین اسلام نے عوام اہل اسلام کو قصاص لینے اور علاج بالمثل کرنے من اعتدیٰ علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ماعتدیٰ علیکم۔ کہ جو تم پر زیادتی کرے تم بھی جواب میں اس کے ساتھ وہی سلوک کر سکتے ہو۔ یعنی۔ العین بالعین والسن بالسن والجروح قصاص۔ جو تمہاری آنکھ پھوڑے تم اس کی آنکھ پھوڑ دو۔ اور جو تمہارا دانت توڑے تم اس کا دانت توڑ دو۔ کہ برائی کے بدلے بھلائی اور تشدد کے مقابلہ میں تحمل ورواداری بڑی عمدہ صفت ہے مگر اس کا خوشگوار اثر اسی صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ جب مدمقابل میں بھی انسانیت اور شرافت کی کوئی رمق موجود ہو۔ ورنہ عین ممکن ہے کہ ایک سفلہ فطرت اور کمینہ خصلت آدمی کے ساتھ یہ مروت اور یہ حسن سلوک اس کے ظلم اور غلط کاری میں زیادتی اور اس کی حوصلہ افزائی کا موجب بن جائے۔ لہٰذا کسی مقام پر علاج بالمثل ہی موثر ہوگا اور یہ مروت اور حسن سلوک والا طرزِ عمل مستحسن نہیں ہوگا کسی تجربہ کار دانا کا قول ہے کہ۔

وبعض الحلم عند الجھل للذّلۃ اذعان
وفی الشر نجاۃ حین لا ینجیك احسان

یعنی جب فریق مخالف جاہلانہ روش پر آمادہ ہو تو اس وقت بردباری سے کام لینے میں اپنی ذلت کا اقرار ہوتا ہے جب مروت اور احسان کرنا فائدہ نہ دے تو پھر بھڑ جانے اور جنگ کرنے میں نجات ہوتی ہے۔ واللّٰہ الموفق

۳۲)۔ومن اٰیاتہ اللّیل۔۔۔۔الآیۃ

شرک کے بطلان اورتوحید پروردگار کے اثبات پر بعض آیات تکوینیہ کا تذکرہ

خدائے علیم وحکیم نے متعدد آیات میں تکوینی آیات سے شرک کے بطلان اورتوحید کے اثبات پر استدلال کیاہے جیسا کہ سورۂ آل عمران کی آیت ۲۷،سورۂ یس کی آیت ۳۷،سورۂ زمر کی آیت ۵ وغیرہ میں بارہا اس کا تذکرہ ہوچکاہے اورتفصیل بھی گزرچکی ہے۔

انہی آیات الٰہیہ میں سے سورج وچاند بھی ہیں جن کوکئی مشرک قومیں سجدہ کرتی ہیں۔واضح رہے کہ یہ چیزیں کچھ بھی نہیں ہیں بلکہ خالق کائنات کی قدرت اوراس کےعلم وحکمت کی نشانیاں ہیں۔لہٰذاان چیزوں کوسجدہ نہ کرو بلکہ اس اللہ کوسجدہ کروجس نے ان چیزوں کو پیدا کیاہے۔

بعدازاں یہ وضاحت بھی کردی کہ اگر وہ لوگ تکبر کریں اورخداوند عالم کی چوکھٹ پر جبین نیازخم نہ کریں تواس سے خدا کا کیا نقصان ہے؟بے شمار فرشتے رات دن اس کی تسبیح وتقدیس کررہے ہیں جوکبھی تھکتے ہی نہیں ہیں۔

ایضاح:۔

ہمارے ہاں اسی آیت کے اختتام پریعنی ان کنتم ایّاہ تعبدون۔پرسجدہ تلاوت واجب ہے اوریہی ہمارے آئمہ اہل بیت سے مروی ہے۔(مجمع البیان)

اور برادران اسلامی کے امام مالک اورقراءسبعہ میں سے عمروبن العلاء کا بھی یہی مسلک ہےاور یہی بات قرین عقل ہے کیونکہ اسجدو اللہ۔کاحکم اسی آیت میں ہےمگراحناف اوران کے جمہورعلماءدوسری آیت کی آخری لفظ لا یسمؤن پرسجدہ واجب جانتے ہیں کہ پورامضمون یہاں ختم ہوتاہےفقہی نقطہ نگاہ سے اگر دونوں جگہ قربت مطلقہ کی نیت سے سجدہ کرلیاجائے تواحوط ہے۔

۳۳)۔ومن اٰیاتہ۔۔۔۔الآیۃ

یہ آیت قریبا انہی الفاظ کے ساتھ قبل ازیں سورۂ حج کی آیت وتری الارض ھامدۃ فاذا

انزلنا۔۔۔الآیۃ میں تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے۔الغرض روزمرہ کا مشاہدہ شاہد ہے کہ جب مردہ اور بنجر زمین پر باران رحمت کا نزول ہوتا ہے تو وہ زندہ ہوجاتی ہے۔یعنی سرسبز وشاداب ہوجاتی ہے اور لہلہانے لگتی ہے تو جو مردہ زمین کو زندہ کرسکتا ہے وہ مردہ انسانوں کو بھی زندہ کرنے پر قادر ہے۔ بالفاظ دیگر جب بارش کا پانی مردہ زمین کے اندر داخل ہوتا ہے تو وہ زندہ ہوجاتی ہے یعنی سرسبز وشاداب ہوجاتی ہے تو بالکل اسی طرح جب خدا کی ہدایت دینی اعتبار سے ایک مردہ انسان کے اندر داخل ہوتی ہے تو اس کے مردہ تن میں بھی حیات نو پیدا ہوجاتی ہے۔

۳۴۔ انّ الّذین یلحدون۔۔۔الآیۃ

اللہ کی آیات میں الحاد کا مطلب کیا ہے؟

خدا کے چشمہ ہدایت (قرآن) سے آدمی کے فیض یاب نہ ہونے کا ایک سبب یہ ہے کہ وہ خدا کی آیتوں میں الحاد وانحراف کرتا ہے۔الحاد کے معنی حق سے روگردانی کرنے اور حق میں اس چیز کی آمیزش کرنے کے ہیں جو اس میں سے نہیں ہے۔لہٰذا بناء بریں آیات الٰہیہ میں الحاد کرنے کے کئی مفہوم ہوسکتے ہیں۔مثلاً ان کے سیدھے سادھے مفہوم کو چھوڑ کر ان میں کجروی اختیار کرنا یعنی صاف اور سادہ الفاظ کو الٹے معنی پہنانا، ان میں صحیح غور وفکر نہ کرنا اور ان پر ایمان نہ لانا اور ان میں قطع برید اور کمی وبیشی کر کے حق کو مشتبہ بنانا اور ان سے سیاق و سباق کو نظر انداز کر کے الفاظ کو غلط مفہوم کا جامہ پہنانا اور پھر یہاں اعتراض کرتے ہوئے کبھی اسے جادو قرار دینا اور کبھی اساطیر الاولین کہنا۔خدا فرماتا ہے کہ ایسا کرنے والے اس سے پوشیدہ نہیں وہ ضرور ان کو ان کے کئے کی سزا دے گا اور ان کا انجام دوزخ ہوگا۔اور ظاہر ہے کہ ایسا کرنے والا ہرگز اس شخص کی مانند نہیں ہوسکتا جو اپنے ایمان وعمل سے قیامت کے دن امن واطمینان کے ساتھ آئے گا اور پھر فردوس بریں میں داخل ہوگا۔الغرض اسی آیت کے زد ان تمام باطل نواز لوگوں پر پڑتی ہے جو الفاظ ومعانی کو توڑ موڑ کر اور تفسیر بالرائے کر کے اپنے غلط مدعا پر غلط استدلال کر کے باطل کو حق ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔

ع

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

لہٰذا جب تک کوئی قطعی دلیل اور ضرورت مجبور نہ کرے تو اس وقت تک کسی لفظ کی غلط تاویل نہیں کی جائے گی بلکہ نحوی وصرفی قواعد وغیرہ کے تحت الفاظ کے ظاہری معنی مراد لئے جائیں گے۔

۳۵)۔ان الّذین کفروا بالذّکر۔۔۔الآیۃ

جن لوگوں نے ذکر یعنی قرآن کا انکار کیا یہ متبدأ ہے اور اس کی خبر قاری کے ذہن رسا پر اعتماد کرتے ہوئے حذف کر دی گئی ہے جو یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ''ہم انہیں ضرور سزا دیں گے'' اور یہ بھی کہ ''ہم پر پوشیدہ نہیں ہیں'' اور یہ بھی کہ ''ہم انہیں جہنم واصل کریں گے''

قرآن وہ کتاب ہے جس کے پاس باطل کا گزر نہیں ہے

قرآن وہ کتاب ہے کہ اس کا بیان کردہ ہر عقیدہ ہر امر و نہی اور ہر چیز اس طرح برحق ہے کہ باطل کا اس کے پاس سے گزر ہی نہیں ہے۔یعنی باطل نہ اس کے آگے سے آ سکتا ہے اور نہ پیچھے سے نہ اس کی سابقہ خبریں غلط ہیں اور نہ آئندہ پیشین گوئیاں غلط ہیں اور نہ کوئی سابقہ کتاب اس کی تکذیب کرتی ہے اور نہ کوئی اس کی جھٹلا نے والی کتاب آئے گی یعنی کسی رخ سے بھی کسی باطل اور کسی غلطی کا امکان نہیں ہے یہ ایک بہت بڑی پیشین گوئی ہے آج نزول قرآن کو ڈیڑھ ہزار سال ہو رہے ہیں۔دنیا بڑی ترقی کر چکی ہے۔علوم کو بڑا ارتقاء حاصل ہوا ہے لوگ چاند پر جا کر واپس آ چکے ہیں آج لوگ زہرہ و مریخ پر اپنی ہمت کی کمندیں پھینک رہے ہیں مگر آج تک کوئی طاقت قرآن کی بیان کردہ کسی بات کو غلط ثابت نہیں کر سکی اور نہ ہی آئندہ کر سکے گی۔انشاءاللہ! قرآن کل بھی معجزہ تھا اور آج معجزہ بھی ہے اور صبح قیامت کے طلوع ہونے تک یہ معجزہ رہے گا۔انشاءاللہ

۳۶)۔مایقال لك۔۔۔الآیۃ

پیغمبر اسلامؐ کو تسلی دی جا رہی ہے

کفار مکہ مشرکین عرب پیغمبر اسلامؐ کو ساحر، مجنون، کذاب اور مفتری اور نہ معلوم کیا کیا کہا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ رحمۃللعالمین کو اس سے قلبی قلق اور دکھ ہوتا تھا ارشاد قدرت ہے **ولقد نعلم یضیق انك صدرك بما یقولون** ہم جانتے ہیں کہ لوگوں کی باتیں سن سن کر آپ کا سینہ تنگ ہونے لگتا ہے تو اس آیت میں آنحضرتؐ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ یہ لوگ جو باتیں آپ کے بارے میں کہتے ہیں یہ کوئی نئی باتیں نہیں بلکہ آپ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کے بارے میں بھی ان کے زمانہ کے کفار و مشرکین برابر یہی باتیں کہتے رہے ہیں کہ ان کو ساحر و کذاب اور مجنون وغیرہ کہا جاتا رہا تھا **فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل**۔لہٰذا آپ بھی اسی طرح صبر سے کام لیں جس طرح اولوالعزم رسول صبر سے کام لیتے تھے کیونکہ سب کا بھیجنے والا ایک ،سب رسولوں کا پیغام بھی ایک،مقصد بھی ایک اور منکرین کا مشن بھی ایک اور انکار کرنے کی وجہ بھی ایک۔**الکفر**

ملة واحدة۔ گویا اس انداز میں مکذبین رسول کو ایک قسم کی دھمکی بھی ہے کہ اگر وہ اپنے اس انکار اور اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے تو ان کا انجام بھی ان پہلے مکذبین سے مختلف نہ ہوگا۔

۳۷۔ ولو جعلناہ قرآناً۔۔۔الآیة

علیم وحکیم نے قرآن مجید کو فصیح وبلیغ عربی زبان میں نازل کیا جوام الالسنہ ہے اور جو کائنات میں بولی جانے والی تمام زبانوں سے زیدہ جامع و مانع ہے تو مخالفین نے کہا پیغمبر اسلامؐ کی چونکہ اپنی زبان عربی ہے۔لہٰذا عربی زبان میں کوئی کتاب مرتب کر کے پیش کر دینا ان کے لئے کیا مشکل کام ہے اگر وہ اپنے دعوٰی میں سچے ہوتے کسی اجنبی زبان میں کوئی کتاب لاتے اور اسی زبان میں کلام کرتے۔ظاہر ہے کہ کوئی سنجیدہ اور فہمیدہ آدمی ایسی بات نہیں کر سکتا اور نہ ہی ایسے لوگوں کی زبان بند کی جا سکتی ہے ورنہ واضح رہے کہ اگر پیغمبر اسلامؐ عبرانی، سریانی یا یونانی زبان میں کتاب لاتے اور اسی زبان میں کلام کرتے تو پھر یہی لوگ کہتے کہ یہ عجیب پیغمبر ہے جو اس زبان میں کلام کرتا ہے اور اس زبان میں کتاب لایا ہے جس کی مخاطبین کو سمجھ نہیں آتی۔ یعنی کتاب عجمی اور مخاطب عربی۔

این چہ بوالعجبی است؟

اصل بات یہ ہے کہ حق وحقیقت کا اقرار وہی لوگ کرتے اور اسے قبول بھی وہی کرتے ہیں جو حق کے بارے میں سنجیدہ ہوتے ہیں۔وقلیل ماھم

۳۸۔ قل ھو للّذین آمنوا۔۔۔۔الآیة

یہ قرآن اہل ایمان وایقان کے لئے ہدایت بھی ہے اور کتاب شفا بھی، جو باطنی اور ظاہری بیماریوں سے باعث نجات ہے اور جو بے ایمان ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کو بہت دور جگہ سے پکارا جائے کہ اسے کچھ سنائی تو دیتا ہے کہ کانوں میں صدا آرہی ہے مگر اسے سمجھ میں نہیں آتا کہ کہنے والا کیا کہہ رہا ہے؟وھو علیھم عمی

آیات القرآن

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۗ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۗ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۴۵﴾ مَنْ عَمِلَ

صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۴۶﴾

ترجمۃ الآیات

اور ہم ہی نے موسیٰؑ کو کتاب (تورات) عطاء کی تھی تو اس میں اختلاف کیا گیا ہے اور اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک بات پہلے سے طے نہ ہو چکی ہوتی تو ان (اختلاف کرنے والوں) میں فیصلہ کر دیا جاتا اور بے شک وہ ایک تردد انگیز شک میں پڑے ہوئے ہیں (۴۵) جو کوئی نیک کام کرتا ہے وہ اپنے ہی لئے کرتا ہے اور جو شخص برائی کرتا ہے تو اس کا وبال بھی اسی پر ہے اور آپ کا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے (۴۶)

تشریح الالفاظ

(۱)۔مریب۔اضطراب انگیز شک کو کہا جاتا ہے۔(۲)۔فعلیھا۔کے معنی ہیں کہ اس کی برائی کا وزر و وبال اسی پر ہوگا۔(۳)۔ظلاّم۔۔۔اگرچہ مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے معنی بڑا ظلم کرنے والا کے ہیں مگر یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ ظلم کی طرف اس کی نسبت بھی نہیں دی جاسکتی۔

تفسیر الآیات

۳۹)۔ولقد اٰتینا موسیٰ۔۔۔۔الآیۃ

ہمیشہ سے یہی ہوتا رہا ہے:۔

کہ جب بھی کوئی داعی حق خدا کی طرف سے کوئی صداقت وسچائی لے کر آیا تو لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔اقل قلیل نے تسلیم کیا اور اکثریت نے انکار کر دیا یہی سلوک جناب موسیٰ اور ان کی کتاب تورات کے ساتھ کیا گیا اور یہی روش پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ اختیار کی گئی۔

اس پیرایہ میں پیغمبر اسلامؐ کو تسلی دی جارہی ہے کہ آپ کے ساتھ اور آپ کی کتاب قرآن مجید کے ساتھ

کوئی انوکھا سلوک نہیں کیا جا رہا بلکہ پہلے بھی اس قسم کا اختلاف کیا جاتا رہا ہے منھم من آمن ومنھم من کفر

ایضاح:۔

مخفی نہ رہے کہ بعینہ یہی آیت قبل ازیں سورۂ ہود آیت نمبر ۱۱۰ پر مع تفسیر گزر چکی ہے۔(فراجع)

(۴۰)۔ولولا کلمۃ۔۔۔۔الآیۃ

یہ فقرہ قرآن مجید میں کئی مقامات پر مذکور ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر قانون امہال والی بات طے شدہ نہ ہوتی کہ لوگوں کے اعمال کی جزا وسزا کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا اور اختلاف کا بھی۔تو پھر کوئی کافر و مشرک اور کوئی بدکار زندہ نہ رہتا بلکہ ایسے لوگوں کو حرف غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے فوراً مٹا دیا جاتا لیکن یہ بات خدا کی حکمت کاملہ کے منافی ہے اس لئے وہ عموماً ایسا نہیں کرتا بلکہ وہ مجرمین کو برابر مہلت دیتا ہے کہ وہ توبہ وانابہ کریں یا پھر دل کھول کر گناہ وعصیاں کرلیں۔

(۴۱)۔من عمل صالحا۔۔۔۔الآیۃ

جو حقیقت اس آیت میں بیان کی گئی ہے وہ قرآن کے متعدد مقامات پر واضح وآشکار کی گئی ہے۔اور یہ بات بھی انسان کے فاعل مختار ہونے کی نا قابل رد دلیل ہے کہ وہ اچھائی اور برائی اپنے عزم وارادہ سے کرتا ہے پھر بھلائی کا فائدہ بھی اسی کو ہوتا ہے اور برائی کا نقصان وزیاں بھی اسی کو ہوتا ہے۔فالیوم لاتظلم نفس شئیا ولا تجزون الا ما کنتم تعملون (یس۔۵۴)

آج کے دن کسی متنفس پر کوئی زیادتی نہ ہوگی اور تمہیں صرف اپنے اعمال کی جزا وسزا ملے گی اور آپ کا پروردگار (اپنے) بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے کہ کسی نیکوکار کو اس کی نیکی کی جزا نہ دے یا کسی بدکار کو اس کی برائی کی سزا نہ دے۔من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ.وما یرید ظلما للعباد۔

آج بتاریخ ۳۱ جولائی ۲۰۰۳ء بمطابق یکم جمادی الثانی ۱۴۲۱ ہجری بروز جمعرات بوقت سوا بارہ بجے دن پارہ ۲۴ کا ترجمہ وتفسیر بفضلہٖ تعالیٰ بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوئی۔والحمد للہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ سیدنا محمّد والہ الطّاھرین

وانا الاحقر محمد حسین النجفی،سرگودھا۔